[illegible]

فتاوی دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

جلد دوم

از افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید رحمہ اللہ مفتی دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک

تخریج و ترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دارالعلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام و اشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دارالعلوم صدیقیہ

زروبی ضلع صوابی

فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہ

فتاویٰ دیوبند پاکستان

المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ

(جلد دوم)

افادات

محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید دامت برکاتہم
جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

تخریج وترتیب

مفتی محمد وہاب منگلوری مدرس دار العلوم صدیقیہ زروبی

اہتمام واشاعت

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

نام کتاب: ——— فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد دوم)

افادات: ——— محدث کبیر فقیہ العصر مفتی اعظم عارف باللہ مولانا مفتی محمد فرید مجددی زروبوی دامت برکاتہم شیخ الحدیث وصدر دارالافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

ترتیب وتخریج: ——— مولانا مفتی محمد وہاب منگلوری نقشبندی دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ

معاون: ——— مولانا مفتی عصمت اللہ حقانی

کمپوزنگ: ——— حافظ ولی الرحمٰن صدیقی ...... (لوندخوڑ)

ضخامت: ——— ۶۸۰/صفحات

طبع باراول: ——— سنہ ۲۰۰۴ء ۱۴۲۵ھ باردوم: سنہ ۲۰۰۶ء ۱۴۲۷ھ بارسوم: سنہ ۲۰۰۹ء ۱۴۳۰ھ

تعداد بارسوم: ——— بائیس سو(۲۲۰۰) باردوم: گیارہ سو(۱۱۰۰) بارسوم: بائیس سو(۲۲۰۰)

قیمت: ———

نگرانی: ——— مولانا مفتی سیف اللہ حقانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اہتمام واشاعت: ——— مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم

دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی (پاکستان)

فون وفیکس دارالعلوم: 0938-480534 رہائش: 480156

موبائل: 0300- 5681986

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین جلد دوم

عنوانات	صفحہ

کتاب الطہارت

الباب الاول فی الوضوء

الباب الثانی فی الغسل

الباب السابع فی الانجاس

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ

باب الامامة

فصل فی الجماعة

فصل فی الاحق بالامامة

فصل فی من تصح امامته ومن لا تصح

باب احکام المسجد

باب الاستسقاء

باب سجود السہو

باب صلوٰۃ المریض

باب سجود التلاوۃ

مسائل شتّی

عنوانات	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتاویٰ دیوبند پاکستان المعروف بفتاویٰ فریدیہ (جلد دوم)

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اپنی بے پایاں اور بے انتہا رحمت وکرم سے جلد دوم کی تکمیل کی توفیق بخشی، دسمبر ۲۰۰۳ء کو مکمل ہو کر کتابت کے مراحل شروع ہوئے، اس جلد کی ترتیب وتبویب اور تخریج میں بھی ان تمام امور کا خصوصیت سے خیال رکھا گیا ہے جن کی تفصیل پہلی جلد میں آچکی ہے، بعض مسائل میں عنوان کے لحاظ سے بظاہر تکرار نظر آتا ہے لیکن معنون میں فرق ہین، بعض مسائل کی اہمیت، سوالات کی مختلف نوعیت اور حضرت سیدی وسندی ومولائی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی بعض علمی تدقیقات کے اضافوں کی وجہ سے حذف نہیں کئے گئے ہیں، پہلے ارادہ تھا کہ پوری "كتاب الصلوة" ایک جلد میں آجائے مگر بڑھتی ہوئی ضخامت کی وجہ سے کتاب الصلوٰۃ کے بقیہ ابواب تیسری جلد میں ان شاء الله شامل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے ہر باب اور فصل کو لفظ بہ لفظ مطالعہ فرما کر تصحیح کی ہے اور کوئی لفظ بھی حضرت صاحب کے مسلک ومزاج کے خلاف اس میں شامل نہیں ہے، اور بندہ نے اپنی رائے سے تمام فتاویٰ میں کہیں بھی حک واضافہ نہیں کیا ہے، بندہ پر اللہ تعالیٰ کی یہ مہربانی ہے کہ حضرت شیخی وسندی ومولائی حضرت مفتی صاحب دامت بركاتهم کی سرپرستی، حضرت سیدی واستاذی مولانا مفتی سیف اللہ حقانی مدظله العالی کی نگرانی اور مولانا حافظ حسین احمد صدیقی مدظله کی سعی واہتمام میسر رہی۔

آخر میں عرض ہے کہ بشری بھول چوک سے کوئی محفوظ نہیں کہیں کہیں بھی لغزش اور کوتاہی یقینی ہے اگر چہ بندہ سے جتنی محنت وکاوش ہوسکتی تھی اس میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی دی ہے، تخریجی امور میں مولانا عصمت اللہ حقانی کی معاونت، اردو گرائمر اور محاورہ کی تصحیح اور پروف میں جناب سلطان فریدی صاحب کی مساعی اور کمپوزنگ میں حافظ ولی الرحمٰن صدیقی کی انتھک محنت وجدوجہد کا انتہائی مشکور ہوں، اللہ کریم ان کی مساعی کو شرف قبولیت بخشے، اور حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کا سایہ ہم پر برقرار رکھے اور ان کا علم سلف سے خلف تک منتقل فرمائے اور فقیر کی یہ خدمت علماء کی نگاہ میں وقیع وپسندیدہ اور عوام کیلئے زیادہ سے زیادہ لائق استفادہ بنائے، اور ہمارے اساتذہ ومشائخ اور والدین کیلئے دنیا وآخرت میں فلاح ونجات کا ذریعہ ثابت ہو۔

ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

طالب دعا:...... محمد وہاب منگلوری عفی عنہ

دارالافتاء دارالعلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

بسم الله الرحمن الرحيم

يـاايهـا الـذيـن اٰمـنـوا اذا قمتم الى الصلوٰة فـاغـسـلـوا وجـوهـكـم وايـديـكم الى المرافق وامسـحـوا بـرءوسكم وارجلكم الى الكعبين، وان كـنـتـم جـنـباً فاطهروا، وان كنتم مرضىٰ او عـلـى سـفـر او جـآء احـد مـنـكـم من الغآئط او لٰمـسـتـم الـنـسـاء فلم تجدوا مآءً فتيمموا صعيداً طيباً فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه.

﴿سورة المائدة﴾

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد دوم

کتاب الطهارة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطهارة

الباب الاول فی الوضوء

ریل کے بیت الخلاء میں وضو کرنا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران ریل گاڑی کے بیت الخلا میں وضو کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید مڈل سکول درازندہ ڈی آئی خان......۱۹۷۲ء/۲/۵

الجواب: درست ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

پاخانہ کے مقام سے کیڑا نکلنے پر وضو ٹوٹ جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ہے وہ جب قضاء حاجت سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کی مقعد میں سخت خارش شروع ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی کوئی کیڑا وغیرہ سر کو باہر نکال کر اور کبھی داخل کرتا ہے تو کیا اس کیڑے کا سر نکالنا اور پھر داخل کرنا ناقض وضو ہے؟ اور اس شخص کے پیچھے امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نعمت اللہ صاحب دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي : ومن آداب الوضوء الجلوس فی مكان مرتفع تحرزا عن الماء المستعمل وعبارة الكمال وحفظ ثيابه من التقاطر وهي اشمل.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۹۴ جلد ۱ كتاب الطهارة)

الجواب: اگر یہ حقیقت ہواور مشاہدہ وغیر ہا سے معلوم ہوا ہو کہ اس جگہ سے کیڑا سر باہر کر کے دوبارہ اندر کرتا ہے تو اس سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص کی امامت صحیح نہیں ہے،فی الدر المختار وخروج غیر نجس مثل ریح او دودۃ او حصاۃ من دبر ﴿۱﴾. وھو الموفق

بغیر آواز کے ہوا نکلنا ناقض وضو ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر آواز کے ہوا نکلنے کا کیا حکم ہے؟ وضوٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یاسین فضل آباد کالونی ملاکنڈ

الجواب: وضوٹوٹ جاتا ہے ﴿۲﴾۔ وھوالموفق

مسجد میں وضو کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں وضو کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مسجد میں دائمی طور پر وضو کرنے والا فاسق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ثناء اللہ......۶/۷/۶/۷

الجواب: اگر ابتدائے امر سے جائے وضو نہ بنائی گئی ہو تو وضو کرنا جائز نہیں ہوگا،لمافی فی الھندیہ ص۱۱۶ جلد۱ وتکرہ المضمضۃ والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۱۰۰ جلد۱ مطلب نواقض الوضوء کتاب الطھارۃ)

﴿۲﴾ قال الشامی: (قولہ مثل ریح) فانھا تنقض لانھا منبعثۃ عن محل النجاسۃ لا لان عینھا نجسۃ لان الصحیح ان عینھا طاھرۃ حتی لو لبس سراویل مبتلۃ او ابتل من الیتیۃ الموضع الذی تمر بہ الریح فخرج الریح لا ینجس وھو قول العامۃ.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص۱۰۰ جلد۱ مطلب نواقض الوضوء کتاب الطھارۃ)

﴿۳﴾(فتاویٰ عالمگیریہ ص۱۱۰ جلد۱ فصل کرہ غلق باب المسجد)

نماز میں وضوٹوٹ جائے تو دوبارہ وضوکر کے باقاعدہ نماز پوری کرے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اور نماز کے دوران اس کا وضوٹوٹ جائے، تو کیا اس کو نماز ختم کرنا ہوگی یا اُس کی نماز ادا ہوئی؟ بینو اتوجروا

المستفتی :معتبر شاہ آف کوئٹہ......۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: اس کیلئے ضروری ہے کہ اسی وقت وضو کیلئے روانہ ہوجائے اور باقاعدہ نماز کو پوری کرے﴿۱﴾۔وھو الموفق

کھڑے ہوکر وضوکرنا جائز خلاف ادب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس زمانے میں بعض مقامات مثلاً ہوٹلوں وغیرہ میں بیسن بنائے گئے ہیں جن میں کھڑے ہوکر ہاتھ منہ دھویا جاتا ہے ان میں وضوکرنا جائز ہے یانہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی : نامعلوم......

الجواب: وضوکرنا جائز ہے البتہ خلاف الادب ہے، وفی الکبیری ومن الاداب ان یجلس المتوضی مستقبل القبلة عند غسل سائر الاعضاء ومن الاداب ان یکون جلوسه علی مکان مرتفع﴿۲﴾. وھو الموفق

مسواک مردوں اورعورتوں کیلئے یکساں سنت ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کا استعمال صرف مردوں

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم : قوله من سبقه الحدث توضأ وبنیٰ واستخلف لو اماما الخ.
(البحر الرائق ص ۳۸۹ جلد ۱ باب الحدث فی الصلاة)

﴿۲﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۳۰ باب اداب الوضوء)

کیلئے سنت ہے یا عورتوں کیلئے بھی، دلیل سے مسئلہ کی وضاحت فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر امام مسجد معیار مردان ......۴/ رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: عورتوں کیلئے بھی سنت ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسواک کا استعمال مروی ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اونٹ کا گوشت کھا کر وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اونٹ کا گوشت کھا کر وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت شیر مطہ الملاح خمیس مشط سعودی عرب ۱۹۸۶ء/ ۷/ ۶

الجواب: یہ ناقض وضو نہیں ہے، الا ان الوضوء افضل خروجاً من اختلاف العلماء ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عائشة رضى الله عنها قالت كان النبى صلى الله عليه وسلم يستاك فيعطينى السواک لا غسله فابدأبه فاستاک ثم اغسله وادفعه اليه رواه ابو داؤد.
(مشكواة المصابيح ص ۴۵ جلد ۱ باب السواک)

ويدل عليه مافى الدر المختار تقوم الخرقه الخشنه او الاصبع مقامه كما يقوم العلک مقامه للمرأة مع القدرة عليه قال ابن عابدين كما يقوم العلک مقامه اى فى الثواب اذا وجدت النيه وذلک ان المواظبة عليه تضعف اسنانها فيستحب لها فعله بحر.
(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۸۵ جلد ۱ مطلب فى منافع السواک)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد فريد: ذهب احمد بن حنبل الى وجوب الوضوء من لحم الابل مطبوخا كان او نياوله فيما سوى اللحم من الكبد والطحال والكرش وغيره قولان وقال اى احمد فى الوضوء من لحوم الا بل حديثان صحيحان عن النبى صلى الله عليه وسلم حديث البراء وحديث جابر بن سمرة كذا فى المغنى. وقال الشاه ولى الله السرفى ايجاب الوضوء منها انها كانت محرمة فى التوراة فلما اباحها الله لنا شرع ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مفلوج جو وضو اور تیمّم پر قادر نہ ہو، کے وضو کا حکم

سوال: ایک شخص مفلوج ہے اور بالکل معذور ہے نہ خود کھا سکتا ہے نہ طہارت وغیرہ کر سکتا ہے کیا وہ بغیر وضو کے نماز پڑھ سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غیاث بیگ میرپور خاص.....۲۳/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ شخص اگر نہ خود وضو یا تیمّم پر قادر ہے اور نہ دوسرا شخص اس کیلئے وضو یا تیمّم کرانے والا ہے تو یہ شخص بغیر طہارۃ کے نماز پڑھ سکتا ہے ﴿۱﴾ اور دیگر عبادات میں بہر حال مشغول رہ سکتا ہے (ماخوذ از ردالمحتار و کبیری). وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الوضوء لنا شكرا لما انعم علينا وعلاجا لما عسى ان يختلج فى بعض الصدور من اباحتها بعد ما حرمها الانبياء وذهب الجمهور الىٰ عدم وجوب الوضوء من لحم الابل لحديث الوضوء مما خرج وليس مما دخل رواه الطبرانى فى الكبير ولان لحم الابل من الطيبات فلا يتوضأ منه الا ترىٰ ان ابيا واباطلحة انكرا على انس بن مالك رضى الله عنهم حين اراد الوضوء من الخبز واللحم وقالا اتتوضأ من الطيبات لم يتوضأ منه من هو خير منك رواه احمد والجواب عن حديث توضؤوا منها ان جمهور الصحابة والتابعين اعرضوا عن الاخذ بظاهره فهى قرينة قوية علىٰ ان المراد منه الوضوء اللغوى اى غسل اليد والفم ، وثبت الوضوء اللغوى فى عرف الشرع ولسان الحديث كما فى حديث عكراش رواه الترمذى بسند ضعيف وكما فى حديث ابى امامة اذا كان احدكم علىٰ وضوء فاكل طعاما فلا يتوضأ الا ان يكون لبن الابل اذا شربتموه فتمضمضوا بالماء رواه فى كنز العمال وكما فى حديث معاذبن جبل قال نسمى غسل الفم واليد وضوء وليس بواجب وكما فى حديث عبد الله بن مسعود انه غسل يديه من طعام ثم مسح وجهه وقال هذا وضوء من لم يحدث اخرجها الزيلعى فى نصب الراية والحكمة فيه ان له دسما وزهومة ولو سلم ان المراد منه المعنى الشرعى فيكون منسوخا لعموم قوله عليه الصلاة والسلام كان اخر الامرين ترک الوضوء مما غيرت النار اياها وكذا لشمول الطيبات اياها.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۱۹۸، ۱۹۹ جلد ۱ باب الوضوء من لحوم الابل)

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفى: والمحصور فاقد..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

تمباکواور شراب پینے سے وضوٹوٹتا ہے یانہیں

سوال: سگریٹ نوشی، چلم، نسوار اور شراب سے وضوٹوٹتا ہے یانہیں، نیز سگریٹ، چلم، نسوار اور شراب میں اگر کوئی فرق ہے تو واضح فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حنیف اللہ گرین مارکیٹ مردان ۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: (۱) چونکہ تمباکو نہ مسکر ہیں اور نہ مفتر اور مخدر ہیں، لہٰذا ان کے استعمال سے وضو نہیں ٹوٹے گا، (یدل علیه مافی ردالمحتار ص ۴۰۶ جلد۵) فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۱﴾.

(۲) شراب وغیرہ سے اگر چہ معمولی سکر پیدا ہوا ہو، تو وضو کے ٹوٹنے کا حکم دیا جائے گا، ورنہ سکر نہ ہونے کے وقت وضو بنانا ضروری نہ ہوگا (ماخوذ از شامی وغیرہ) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

دبر میں رطوبت موجود ہونے سے وضوٹوٹتا ہے

سوال: مایقول العلماء فی هذه المسئلة رجل شاب قد اصابته علة مذسنتين

(بقیہ حاشیہ) ای الماء والتراب...... وكذا العاجز عنهما لمرض یؤخر هاعنده وقالا یتشبه بالمصلين وجوباً...... وبه یفتیٰ والیه صح رجوعه ای الامام كما فی الفیض وفیه ایضاً مقطوع الیدین والرجلین اذا كان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا تیمم ولا یعید علی الاصح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۸۵ جلد ۱ باب التیمم)

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار كتاب الاشربة ص ۴۵۹ جلد۵)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفی وینقضه اغماء ومنه الغشی وجنون وسكر بان یدخل فی مشیه تمایل ولو باكل الحشیشة، قال ابن عابدین قوله وسكر وهو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فیتعطل معه العقل الممیز بین الامور الحسنة والقبیحة اسمعیل عن البرجندی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۰۱ جلد ۱ بعد مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض)

ما کانت من قبل وهی تکون فی بعض الایام خصوصا اذا کانت فی البطن العلة، وهی ان توجد الرطوبة فی المقعد بحیث لا تسیل الرطوبة المذکورة من الدبر ولا تقطر، ولکن بوضع الاصابع علی فم المقعد تظهر الرطوبة علی الاصبع، وکذا مرة بعد اخریٰ وایضا تظهر الرطوبة المذکورة علی السراویل حالة القعود، فهذه الرطوبة تنقض الوضوء ام لا.
ملاحظه:...... هذه الرطوبة تکون مثل الریق لا دما ولا صدیداً بلا وجع وجرح، ولکن غایة التکلیف لا جل الصلاة؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان کوہاٹ......٢٥/فروری ١٩٧٥ء

الجواب: الماء الخارج من الدبر ناقض للوضوء وان لم یسیل کما فی الدر المختار وخروج غیر نجس مثل ریح او دودة او حصاة من دبر وفیه ایضاً، والمراد بالخروج من السبیلین مجرد الظهور وفی غیرهما عین السیلان فلیراجع﴿١﴾. هذا جواب علی زعم المستفتی والا فهو نجس کما لا یخفیٰ وهو الموفق

نشہ آور دوائیاں ناقض وضو ہیں یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نشہ آور دوائیوں کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿١﴾ قال العلامه حصکفی ثم المراد بالخروج من السبیلین مجرد الظهور وفی غیرهما عین السیلان ولو بالقوة لما قالوا لو مسح الدم کلما خرج ولو ترکه لسال نقض والا لا کما لو سال فی باطن عین او جرح او ذکر...... وخروج غیر نجس مثل ریح او دودة او حصاة من دبر لا خروج ذلک من جرح ولا خروج ریح من قبل...... لان خروج الدودة والحصاة منهما ناقض اجماعاً کما فی الجوهرة.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ٩٥، ٩٦ جلد ١ مطلب نواقض الوضوء)

الجواب: دوائی بذات خود ناقض وضو نہیں البتہ جب نشہ کی وجہ سے غشی طاری ہو جائے تو وضو باقی نہیں رہے گا اور بغیر نشہ کے وضو پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وفی الدر المختار وینقضه اغماء ومنه الغشی ص ۱۴۴ جلد ۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

گرمی کے موسم میں چھوٹے چھوٹے دانوں کے ٹوٹنے سے وضو کا مسئلہ

سوال: گرمی کے موسم میں جو بدن انسانی پر چھوٹے چھوٹے دانے نکل آتے ہیں جسے پشتو میں غور کے یا گر مکے یا تنکئے کہتے ہیں، تو اس کے ٹوٹنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن لکی مروت......۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: اگر ان دانوں سے پانی جاری نہ ہو، وهو الظاهر، تو ان کا ٹوٹنا ناقض وضو نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

وضو کے متعلق تین مسئلوں میں تطبیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل تین مسائل کے بارے میں جو کہ میرے نزدیک ایک دوسرے کے متضاد ہیں، تطبیق کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۰۶ جلد ۱ كتاب الطهارة)

﴿۲﴾ قال الطحطاوی وعن الحسن ان ماء النفطة لا ينقض قال الحلوانی وفيه توسعة لمن به جرب او جدری او مجل بالجيم وهو ما يكون بين الجلد واللحم وفی الجوهرة عن الينابيع الماء الصافی اذا خرج من النفطة لا ينقض ...... قال العارف بالله سيدی عبدالغنی النابلسی وينبغی ان يحكم برواية عدم النقض بالصافی الذی يخرج من النفطة فی كی الحمصة وان ما يخرج منها لا ينقض وان تجاوز الیٰ محل يلحقه حكم التطهير اذا كان ماء صافياً اما غير الصافی بان كان مخلوطاً بدم او قيح او صديد فانه ناقض اذا وجد السيلان بان تجاوز العصابة والا لم ينقض مادامت الورقة فی موضع الكی معصبة بالعصابة الخ.
(الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۸ جلد ۱ فصل فيما ينقض الوضو)

مسئلہ (الف): اگر کپڑے یا بدن پر نجاست لگ کر یاد نہ رہے، اور کسی جگہ کا غالب گمان نہ ہوتو کپڑے یا بدن کو کہیں سے دھولیا جائے، سب پاک سمجھا جائے گا۔

مسئلہ (ب): وضو کے درمیان یا وضو کرنے کے بعد اگر کسی عضو کی نسبت نہ دھونے کا شبہ ہو، لیکن وہ عضو معلوم نہ ہوتو گمان غالب میں جو عضو یاد آوے، تو اس کو دھوڈالے، ورنہ پھر سے وضو کرے۔

مسئلہ (ج): وضو کے دوران اگر کسی عضو کے دھونے یا نہ دھونے میں شک ہوا تو اگر یہ شک پہلی مرتبہ ہوا ہے، اور ایسا شک پڑنے کی عادت نہیں ہے تو وہ عضو دھولے جس کے بارہ میں شک ہوا ہے، اور اگر ایسی عادت ہوگئی ہے تو اس کی پرواہ نہ کرے، جب تک گمان غالب نہ ہوجائے (ردالمحتار).

المستفتی: اکرام الحق ڈی نمبر ۵۵۲ راولپنڈی.....۱۹۶۹ء/ ۱۴/۵

الجواب: مسئلہ اولیٰ درمختار (ص ۳۰۱ جلد ۱) میں مذکور ہے ﴿۱﴾۔ اور اس حکم کا محمل یہ ہے کہ یقین یا ظن غالب ہو، کہ یہاں نجاست ہے لیکن معین جگہ معلوم نہ ہو اور مسئلہ ثانیہ وثالثہ درمختار (ص ۱۱۱ جلد ۱) میں مسطور ہے ﴿۲﴾ جو کہ فتاویٰ تتارخانیہ سے منقول ہے، اور اس کا محمل شک اور تردد ہے نہ کہ یقین اور ظن غالب، والفرق بین الشک والظن واضح ﴿۳﴾. فقط

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: (وغسل طرف ثوب) او بدن (اصابت نجاسة محلامنه ونسی) المحل (مطهر له وان) وقع الغسل (بغير تحر) وهو المختار.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۴۰ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله شك فى بعض وضوئه) اى شك فى ترك عضو من اعضائه (قوله والا لا) اى وان لم يكن فى خلاله بل كان بعد الفراغ منه وان كان اول ماعرض له الشك او كان الشك عادة له وان كان فى خلاله فلا يعيد شيأ قطعا للوسوسة عنه كما فى التاترخانية وغيرها. (ردالمحتار ص ۱۱۱ جلد ۱ مطلب فى ابحاث الغسل)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: (قوله ظنا قويا) اى غالبا قال فى البحر عن اصول اللامشى ان احد الطرفين اذا قوى وترجح على الآخر ولم يأخذ القلب ما ترجح به ولم يطرح الآخر فهو الظن واذا عقد القلب على احدهما وترك الآخر فهو اكبر الظن وغالب الرأى.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۱۸۱ جلد ۱ مطلب فى الفرق بين الظن وغلب الظن)

بچے کودودھ پلانے سے وضونہیں ٹوٹتا

سوال: کیاوالدہ کا بچے کودودھ پلانا ناقض وضو ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۸/ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

الجواب: بچے کودودھ پلانا ناقض وضونہیں ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسواک کو چوسنا

سوال: مسواک کے چوسنے کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: فدامحمد اچھریاں مانسہرہ......۱۹۷۵ء/ ۸/ ۲۸

الجواب: مسواک کامص یعنی چوسنا منع ہے﴿۲﴾۔ کمافی الدر المختار ولا یمصه فانه یورث العمی﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی وینقضه خروج کل خارج نجس منه...... لا ینقض لو خرج من اذنه ونحوها کعینه وثدیه قیح ونحوه کصدید وماء سرة وعین. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۹۴، ۱۰۴ جلد ۱ ملطب نواقض الوضوء)

قال العلامه ابن عابدین وفی المحیط ان خرج اللبن فسدت(ای صلاة) لانه یکون ارضاعاً والا فلا ولم یقیده بعد دوصححه فی المعراج حلیه وبحر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

(وهکذا فی امداد الفتاویٰ ص ۱۴ جلد ۱)

﴿۲﴾ پس معلوم ہوا کہ مسواک کا چوسنا قوت بینائی کومتاثر کرتا ہے اسلئے فقہاء نے منع فرمایا ہے البتہ مسواک کونرم اورباریک کرنے کیلئے دانتوں سے چبانا جائز ہے، کمافی البخاری عن عائشة رضی الله عنها...... فاخذت السواک فقضمته ونفضته وطیبته ثم دفعته النبی صلی اللہ علیہ وسلم.

(صحیح البخاری ص ۶۳۸ جلد ۲ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم) (ازمرتب)

﴿۳﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۷۸ جلد ۱)

ہونٹوں سے صاف پانی نکلنے سے وضونہیں ٹوٹتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شفتین سے صاف پانی نکل جائے جومختلط بالدم یاقیح نہ ہو، نہ صدید ہوتو کیایہ پانی ناقض وضو ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیرمحمد جندری کرک ...... یکم شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگراس خارج کا ماءصافی ہونا متیقن ہو،تو اس سے وضونہیں جاتا رہے گا، کمافی المراقی الفلاح ﴿۱﴾. واللہ اعلم

معذور کے وضو کاحکم وطریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ بندہ گیس کی بیماری میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے پیٹ میں گیس پیدا ہوتی ہے۔(۱) بعض اوقات بڑے پیشاب سے فارغ ہوکر وضو کرتا ہوں لیکن اسی وقت پیٹ کے اندر گیس کی بیماری کی وجہ سے ہوا خارج ہونے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے بڑی مشکل سے ہوا کو روکتا ہوں، کیااب دوبارہ ہوا خارج کرکے وضو بنانا چاہئے، یااسی وضو سے نماز پڑھنی چاہئے، کیایہ معذور کے حکم ہیں آتا ہے یانہیں؟

(۲) میں ہرنماز کے وقت اپنی کوشش کرکے ہوا خارج کرتا ہوں پھر وضو کرکے نماز پڑھتا ہوں لیکن ہوا کا دباؤ پھر بھی کم نہیں ہوتا،اورنماز میں شک پڑتا ہے کہ وضوٹوٹ گیا، کیااس بارے میں میں معذور کے حکم میں آتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمداقبال صرافہ بازار ایبٹ آباد

﴿۱﴾ قال العلامة الطحطاوی ان ماء النفطة لا ينقض ...... وفی الجوهره عن الينا بيع الماء الصافی اذا خرج من النفطة لا ينقض.

(الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۴۸ فصل فی ماينقض الوضوء)

الجواب: (۱) آپ بیماری کے زور کے وقت وضو کرنے کے متصل انفراداً نماز پڑھا کریں، البتہ اگر آپ معذور شرعی ہے تو وقت داخل ہونے کے بعد وضو کیا کریں اور اس وضو سے وقت خارج ہونے تک نمازیں پڑھا کریں، یہ بیماری ناقض وضو نہ ہوگی۔

(۲) معذور شرعی وہ ہے کہ فرض نماز کا وقت گزر جائے اور یہ شخص اتنا موقع نہ پائے کہ اس میں مختصر وضو اور نماز سے فراغت حاصل کرے، اس کو ابتدائے عذر کہا جاتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

منہ میں نسوار ہوتے ہوئے وضو اور ذکر لسانی کا مسئلہ

سوال: کیا نسوار سے وضو ٹوٹتا ہے؟ اگر وضو نہیں ٹوٹتا تو کیا نماز کیلئے پانی سے منہ صاف کرنا چاہئے؟ نیز جب منہ میں نسوار ہو، تو ذکر کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد حسین نیو سوات قاری ایجنسی ۱۹۸۸ء/ ۵/ ۹

الجواب: چونکہ تمباکو نہ مسکر ہے اور نہ مفتر ہے، لہٰذا اس کا استعمال ناقض وضو نہیں ہے ﴿۲﴾ اور چونکہ اس میں بدبو موجود ہے لہٰذا اس کے استعمال کے وقت ذکر لسانی سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: وصاحب عذر من به سلس بول لا يمكنه امساكه او استطلاق بطن او انفلات ريح او استحاضة او بعينه رمد...... ان استوعب عذره تمام وقت صلاة مفروضة بان لا يجد فی جميع وقتها زمنا يتوضأ ويصلی فيه خاليا عن الحدث ولو حكماً...... ثم يصلی به فيه فرضاً ونفلاً فدخل الواجب بالاولىٰ فاذا خرج الوقت بطل ای ظهر حدثه السابق.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۱۲، ۲۱۳ جلد ۱ مطلب فی احكام المعذور)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: فانه لم يثبت اسكاره ولا تفتيره ولا اضراره بل ثبت له منافع الخ (ردالمحتار علی الدر المختار كتاب الاشربة ص ۴۵۹ جلد ۵)

﴿۳﴾ قال الشيخ محمد بن عبد الله النقشبندی: وآداب الذكر ...... الثانی الغسل للذكر او الوضوء وكان ابويزيد قدس سره يتوضأ ويغسل فمه بماء ورد كلما اراد الذكر.

(البهجة السنية فی اداب النقشبنديه ص ۵۰ آداب الذكر)

ناخن پالش کے ساتھ وضو کا حکم

سوال: عورتیں ناخن پالش استعمال کرتے ہیں تو وضو اور غسل کیلئے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن تربیلہ ڈیم ......۵/ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر ناخن پالش چاقو وغیرہ آلات کے بغیر زائل نہیں ہوتا ہے تو پھر حرج کی وجہ سے وضو اور غسل سے مانع نہ ہوگا، ونظیرہ مافی شرح التنویر ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ﴿۱﴾. وھو الموفق

حدث کے بعد فوراً وضو کرنا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب استنجا کیلئے جاتے تھے، تو میں آپ ﷺ کو پانی لا کر دیتا تھا، تو آپ اس سے طہارت فرماتے تھے، پھر اپنے ہاتھ کو مٹی پر ملتے تھے، پھر میں دوسرا برتن لاتا تو آپ اس سے وضو فرماتے تھے (سنن ابی داؤد) جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد بھی پانی سے طہارت فرماتے تھے، سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ پیشاب سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وضو کیلئے پانی لیکر کھڑے ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اے عمر! یہ کیا ہے، کس لئے پانی لیکر کھڑے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وضو کیلئے پانی لایا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا "میں اس کیلئے مامور نہیں ہوں کہ جب پیشاب کروں، تو ضرور وضو کروں، اور اگر میں ایسی پابندی پر مداومت کروں تو امت کیلئے ایک دستور بن جائے گا" (معارف الحدیث) مذکورہ بالا عبارت

﴿۱﴾ قال العلامة حصکفی: ویجب ای یفرض غسل کل ما یمکن من البدن بلاحرج مرة...... ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتیٰ وقیل ان صلبا منع وھو الاصح.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۵۲، ۱۵۳ جلد ۱ مطلب ابحاث الغسل)

''میں اس کیلئے مامور نہیں ہوں'' کیا حضور ﷺ پیشاب کرنے کے بعد وضو کیلئے مامور نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: تاج محمد، عابد محمد راولپنڈی کینٹ......۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ

الجواب: پیغمبر ﷺ اور تمام امت اس پر مامور بامر وجوبی نہیں ہیں کہ پیشاب کرنے اور دیگر احداث کے بعد فوراً وضو (چار اندام) کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بلانیت وضو پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوجاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بلانیت وضو کسی پانی کے ٹین میں ہاتھ ڈالدے تو کیا وہ پانی مستعمل ہوجائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: اصلاح الدین بنوں......یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ پانی مستعمل نہیں ہے، لعدم ازالة الحدث به ولعدم التقرب عنده (شامی) ﴿۲﴾. وھو الموفق

ناخن پالش کے ازالہ میں احتیاط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناخن پالش جب دور نہیں ہوتا، تو اس سے وضو اور غسل جنابت کے فریضہ سے انسان سبکدوش ہوجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: وزیر محمد چارباغ جنگل خیل کوہاٹ

﴿۱﴾ وفی الهندیه: الاجماع علی انه لا یجب الوضوء علی المحدث والغسل علی الجنب والحائض والنفساء قبل وجوب الصلوٰة او ارادة ما لا یحل الا به کذا فی البحر الرائق. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۶ جلد ۱ قبیل الباب الثالث فی المیاه)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی : او بماء استعمل لاجل قربة ای ثواب و لو مع رفع حدث او من ممیز او حائض لعادة عبادة او غسل میت او ید لاکل او منه بنیة السنة او لاجل رفع حدث ولو مع قربة کوضوء محدث ولو للتبرد فلو توضأ متوضئ لتبرد او تعلیم او لطین بیده لم یصر مستعملا اتفاقاً الخ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۳۸، ۱۳۹ جلد ۱ مبحث الماء المستعمل)

الجواب: احتیاط ازالہ میں ہے البتہ بقاء کی صورت میں بھی گنجائش ہے، یدل علیہ مافی شرح التنویر ولا یمنع علی ظفر صباغ هامش ردالمحتار ص ۱۴۳ جلد ۱ ﴿۱﴾ قلت وجہ الدلالة واضح لانہ لا یمکن ازالتہ الا بکلفة فیلراجع الی امداد الفتاویٰ ص ۱۹ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

وضو کرتے وقت داڑھی دھونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو کرتے وقت کیا پوری داڑھی دھونا ضروری ہے یا بعض داڑھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: واضح ہو کہ داڑھی کی دو قسمیں ہیں، گھنی اور ہلکی، اگر بالوں سے چہرے کی کھال نظر آتی ہو تو یہ ہلکی داڑھی ہے اور جس داڑھی میں کھال مستور ہو تو اس کو گھنی داڑھی کہتے ہیں ہلکی داڑھی ہونے کی صورت میں داڑھی اور نظر آنے والا چہرے کی کھال دونوں کی دھونا فرض ہے، اور گھنی داڑھی میں چہرے کی حدود میں جو داڑھی واقع ہو اس کا دھونا فرض ہے مسترسل (لٹکی) داڑھی میں صرف مسح کافی ہے، وفی الدرالمختار ثم لا خلاف ان المسترسل لا یجب غسله ولا مسحه بل یسن وان

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ویجب ای یفرض غسل کل مایمکن من البدن بلا حرج مرة...... ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتیٰ وقیل ان صلبا منع وهو الاصح. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۵۲، ۱۵۳ جلد ۱ مطلب ابحاث الغسل)

﴿۲﴾ قال الشیخ اشرف علی التهانوی: اس مسئلہ میں ایک قید ہے وہ یہ کہ آسانی سے چھڑانا ممکن ہو، ورنہ اگر چھڑانے میں دشواری ہو تو پھر بدون چھڑائے درست ہے، فی الدرالمختار ولا یمنع الطهارة ونیم...... پس چونہ میں یہی تفصیل ہے کہ اگر آسانی سے چونہ کو نکال سکیں تو نکالنا واجب ہے ورنہ معاف ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۰ جلد ۱ کتاب الطهارت)

الخفيفة التی تریٰ بشرتها يجب غسل ما تحتها (ص ۱۰۰ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

سارا وقت مرض ریح میں گزرتا ہو تو ہر وقت کیلئے وضو کیا کریں

سوال: میں معذور ہوں ریح ہر وقت صادر ہوتی ہے کیا ایک وضو عبادات کیلئے کافی ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ایم اے بیگ پاک پی ڈبلیوڈی بنوں چھاؤنی ...... ۲۸/ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر بالکل واقعی سارا وقت آپ کا اس مرض ریح میں گزرتا ہے تو آپ ہر وقت کیلئے وضو کیا کریں اور اس سے نماز اور تلاوت کیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

گرم پانی سے وضو کرنا جائز مگر بہتر نہیں

سوال: گرم پانی سے وضو کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی جنوبی وزیرستان ڈی آئی خان

الجواب: گرم پانی سے وضو کرنا جائز ہے البتہ بہتر نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۷۴ جلد ۱ کتاب الطهارة)

﴿۲﴾ وفی الهنديه: المستحاضة ومن به سلس البول او استطلاق البطن او انفلات الريح او رعاف دائم او جرح لا يرقا يتوضؤن لوقت كل صلاة ويصلون بذلک الوضوء فی الوقت ما شاؤا من الفرائض والنوافل هكذا فی البحر الرائق. ۱۲

(فتاویٰ هنديه ص ۴۱ جلد ۱ الفصل الرابع فی احكام الحيض والنفاس والاستحاضة)

﴿۳﴾ قال العلامه طحطاوی: ومن الادب انه لا يتوضأ بماء مشمس لا نه يورث البرص لقوله عليه السلام لعائشة حين سخنت الماء: لا تفعلی يا حميراء فانه يورث البرص.

(حاشيه الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۸۷ فصل فی اداب الوضوء)

اخرجه البيهقی فی السنن الكبریٰ كتاب الطهارة باب كراهة التطهير بالماء المشمس (ص ۶ جلد ۱) والدار قطنی باب الماء المسخن (ص ۳۸ جلد ۱) والزيلعی فی نصب الراية كتاب الطهارة باب ما ورد فی الماء المشمس (ص ۱۰۲ جلد ۱).

سر پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ

سوال: کیف طریق مسح الرأس علی الطریق المسنون؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق مہاجر کیمپ ہزارہ ...... ۲۴/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: یضع جمیع الکفین والاصابع فیمد بر ﴿۱﴾ وانکر ابن الهمام والزیلعی علی التجافی، وفی الشامیہ ص ۱۱۴ جلد ۱ والاظهر ان یضع کفیه واصابعه علی مقدم رأسه ویمدهما الی القفا علی وجه یستوعب جمیع الرأس ثم یمسح اذنیه باصبعیه ﴿۲﴾. وهو الموفق

گردن کا مسح حدیث سے ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں گردن کا مسح کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الحق حضرو اٹک ۱۹۸۶ء

﴿۱﴾ سر کے مسح کرنے میں فقہاء نے مختلف کیفیات کی تصحیح کی ہے جو کہ عینی میں مذکور ہیں اور علامہ سدید الدین کاشغری رحمہ اللہ نے محیط کے حوالے سے جو طریقہ ذکر کیا ہے کہ مسح کے وقت انگوٹھی اور سبابہ کو علیحدہ رکھ لیا جائے، تاکہ اس سے کانوں کا مسح ہو جائے اور ادبار کرتے وقت ہتھیلیوں کو علیحدہ رکھ لیا جائے، تاکہ سر کے دونوں اطراف پھر اس سے مسح کیا جائے، تو اسی طریقہ پر ابن الہمام نے فتح القدیر میں اعتراض کیا ہے، کہ سنت سے اس کی کوئی اصل نہیں، لان الاستعمال لا یثبت قبل الانفصال والاذنان من الرأس حتی جاز اتحاد بلتهما ولان احدا ممن حکی وضوء رسول الله ﷺ لم یوثر عنه ذاک فلو کان من الکیفیات المسنونة وهم شارعون فی حکایتها لترتکب وهی غیر متبادرة لنصوا علیها وکذا رد علیها الزیلعی. والتفصیل فی منهاج السنن شرح جامع السنن فلیراجع. (وهاب)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله مستوعبة)...... وما قیل من انه یجافی المسبحتین والابهامین لیمسح بهما الاذنین والکفین لیمسح بهما جانبی الرأس خشیة الاستعمال فقال فی الفتح لا اصل له فی السنة لان الاستعمال لا یثبت قبل الانفصال والاذنان من الرأس. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۸۹ جلد ۱ مطلب فی تصریف قولهم معزیا)

الجواب: روى ابو عبيد والديلمى وتاريخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل يوم القيامة وتمام الكلام فى منهاج السنن ص ١٢٨ جلد ١ ﴿١﴾. وهو الموفق

پیشاب کے ظاہر ہونے سے وضوٹوٹتا ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عضومخصوص کے سر میں جوسوراخ ہے اگرانسان اس کوکھولتا ہے توکھل جاتا ہےتو یہ سوراخ داخل میں سے ہے یا خارج میں سے، نیز اگر بول اس سوراخ کوآ جاویں اور باہر نہ نکل جائےتو اس صورت میں وضوٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟بینواتوجروا

المستفتی: محمد ابراہیم بلامبٹ تیمرگرہ ضلع دیر......۲۵/شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب تک بول ظاہر نہ ہواہوتو وضونہیں ٹوٹتا ہےاور جب سوراخ میں دیکھا جائے،تو وضوٹوٹ جاتا ہےاگرچہ سائل نہ ہواہو(شامی ص ۱۲۴،۱۲۵ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال المفتى الاعظم محمد فريد: ان مسح العنق مستحب عندنا وعند احمد رحمه الله وقال به الامام الشافعى رحمه الله فى رواية والحجة على مشروعيته ما رواه ابو عبيد والديلمى وتاريخ اصفهان عن ابن عمر مرفوعاً وموقوفاً انه امان من الغل ومن توضأ ومسح عنقه وقى الغل يوم القيمة وكذاما رواه ابو داؤد مرفوعاً يمسح رأسه حتى بلغ القذال وهو اول القفا وجه الدلالة ان بلوغ منتهى اليد الى القذال يستلزم مسح العنق وقال مسدد مسح رأسه من مقدمه الى مؤخره حتى اخرج يديه تحت اذنيه وهو واضح الدلالة.

(ف) واعلم انه لم يرو ان العنق من الرأس وكذالم يثبت اخذالماء الجديد له فالانسب ان يمسح ببلة ظهور الكفين بعد الاذنين.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذى ص ١٢٨ جلد ١ باب ماجاء ان الاذنين من الرأس)

﴿٢﴾ قال العلامه حصكفى : ثم المراد بالخروج من السبيلين مجردالظهور وفى غيرهما عين السيلان، قال ابن عابدين اى الظهور المجرد عن السيلان فلو نزل البول الى قصبة الذكر لا ينقض لعدم ظهوره بخلاف القلفة فانه نزوله اليها ينقض الوضو.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ٩٩،١٠٠ جلد ١ مطلب فى نواقض الوضوء)

وضو کی دعائیں مروی اور ان کا پڑھنا مستحب ہیں

سوال: وضو کی دعائیں پڑھنا واجب ہے یا سنت، نیز یہ کسی حدیث میں مروی ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۷۶ء/۳/۲۴

الجواب: وضو کی دعاؤں کا پڑھنا مستحب ہے کیونکہ ان کے متعلق روایات وارد ہیں (رواہ ابن حبان وغیرہ)﴿۱﴾ اور (برتقدیر عدم ثبوت) ان اذکار کو فقہاء کرام نے پسند کیا ہے، وما رأہ المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن، رفعه الامام محمد فی موطاه﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: والتسمية كما مرعند غسل كل عضو وكذالممسوح والدعاء بالوارد عنده اى عند كل عضو وقد رواه ابن حبان وغيره عنه عليه الصلاة والسلام من طرق قال محقق الشافعية الرملى فيعمل به فى فضائل الاعمال وان انكره النووى.

قال العلامه ابن عابدين: قوله(والتسمية كامر) اى من الصيغة الواردة وهى بسم الله العظيم والحمدلله على دين الاسلام وزاد فى المنية التشهد هنا ايضاً تبعا للمحيط ، وشرح الجامع لقاضيخان قال فى الحلية ومن البراء بن عازب عن النبى ﷺ قال ما من عبد يقول حين يتوضا بسم الله ثم يقول بكل عضو اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله ثم يقول حين يفرغ اللهم اجعلنى من التوابين واجعلنى من المتطهرين الا فتحت له ثمانية ابواب الجنة يدخل من ايها شآء فان قام الخ، وقال حديث حسن. (قوله والدعا بالوارد) فيقول بعد التسمية عند المضمضة اللهم اعنى على تلاوة القرآن وذكرک وشكرک ...... كما فى الامداد والدرر وغيرهما وثم روايات اخر ذكر ها فى الحلية وغيرها...... لكن رأيت فى الحلية عن المختارات ويدعو بالوارد وبا وفى البواقى فليراجع.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۹۴ جلد ۱ مطلب فى بيان ارتقاء الحديث الضعيف الى مرتبة الحسن مندوبات الوضو)

﴿۲﴾ قال العلامه ناصر الدين البانى: حسن موقوفا اخرجه الطيالسى واحمد وغيرها بسند حسن وصححه الحاكم ووافقه الذهبى (وجعله الامام محمد مرفوعا فى بلاغاته).

(شرح العقيدة الطحاوية ص ۵۳۱ نحب اصحاب رسول الله من غير افراط)

نسوار ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: بعض لوگ وضو کے بعد منہ میں نسوار ڈالکر جب نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو نسوار نکال کر صرف منہ کو دھوتے ہیں تو کیا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا یا صرف منہ دھونا کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ولی گھڑی کپورہ......۱۹۷۸ء/۸/۲۷

الجواب: چونکہ تمباکو نہ مسکر ہیں اور نہ مفتر ہیں، لہٰذا ان سے وضو ٹوٹنے کا حکم دینا غلط ہے، قال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۳۰۵ جلد ۵ فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة، البتہ اگر اس سے اغماء حاصل ہو تو اغماء ناقض وضو ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

داڑھی کو خضاب دیکر وضو جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس داڑھی کو خضاب لگایا جائے اس سے وضو پر اثر پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ خضاب لگانے سے بالوں پر کوئی تہہ نہیں بنتا اسلئے اس سے وضو اور غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وفی الدرالمختار: ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: وینقضه اغماء ومنه الغشی وجنون وسکر بان یدخل فی مشیه تمایل ولو باکل الحشیشة قال ابن عابدین قوله وسکر وهو حالة تعرض للانسان من امتلاء دماغه من الابخرة المتصاعدة من الخمر ونحوه فیتعطل معه العقل الممیز بین الامور الحسنة والقبیحة اسمعیل عن البرجندی.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۰۱ جلد ۱ بعد مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض)

سنه المجوف (ص ۱۵۴ جلد ۱) ﴿۱﴾ البتہ تہہ بن جانے کی صورت میں کہ پانی کا پہنچنا ممکن نہ ہو تو وضو درست نہیں، لمافی الهندیه: والخضاب اذا تجسد ویبس یمنع تمام الوضوء والغسل (ص ۴ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسواک کے ساتھ نماز کا ثواب ستر گنا ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسواک کر کے نماز پڑھنے کے ثواب میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے اور بغیر مسواک کے کس قدر خسارہ ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی قطب الدین منڈی بہاؤالدین گجرات

الجواب: ستر گنا ثواب دیا جائے گا، الحدیث ﴿۳﴾. وهو الموفق

صرف بوٹ دھویا جائے پاؤں نہیں کیا وضو ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر فوجی یا مجاہد صرف بوٹ دھولے اور پاؤں نہ دھوئے، کیا اس سے وضو درست ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: اگر مسح خفین کی شرائط ﴿۴﴾ موجود نہ ہوں تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۴ جلد ۱ کتاب الطهارة)

﴿۳﴾ وعن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ تفضل الصلوٰة التی یستاک لها علی الصلوٰة التی لا یستاک لها سبعین ضعفا رواه البیهقی فی شعب الایمان.

(مشکواة المصابیح ص ۴۵ جلد ۱ باب السواک)

﴿۴﴾ قال العلامه حصکفی: شرط مسحه ثلاثة امور الاول کونه ساتر القدم مع الکعب او یکون نقصانه اقل من الخرق المانع فیجوز علی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

وضو میں مضمضہ کرنا سنت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر میں روزہ کی حالت میں وضو کے دوران منہ میں پانی نہ ڈالوں اس سے نماز میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں، کیونکہ منہ میں پانی ڈالنے سے مجھے روزہ ٹوٹ جانے کا شک ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف شاہ صدر بازار رسالپور کینٹ نوشہرہ......۲۷/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: آپ فکر نہ کریں منہ میں پانی ڈالا کریں، البتہ وضو میں مضمضہ کرنا سنت ہے ﴿۱﴾، اس کے ترک سے وضو کو نقصان نہیں پہنچتا ثواب میں کمی آتی ہے۔ وھو الموفق

نسوار، حقہ اور سگریٹ ناقض وضو نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار، حقہ اور سگریٹ نوشی حرام ہے یا مکروہ؟ اور اس سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معتبر شاہ کوٹکی......۱۴/۲/۱۹۸۳ء

(بقیہ حاشیہ) الزربول او مشدوداً...... والثانی کونه مشغولاً بالرجل لیمنع سراية الحدث...... والثالث کونه ممایمکن متابعة المشئ المعتاد فیه فرسخاً فاکثر، قال ابن عابدین (قوله لو مشدوداً) لان شدہ بمنزلة الخیاطة وهو مستمسک بنفسه بعد الشد کالخف المخیط بعضه ببعض فافهم وفی البحر عن المعراج ویجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شئ فهو کخروق الخف.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۱۸۲، ۱۸۳ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

﴿۱﴾ قال الحصکفی وغسل الفم ای استیعابه ولذا عبر بالغسل او للاختصار بمیاه ثلاثه والانف...... وهما سنتان مؤکدتان، قال ابن عابدین فلو ترکهما اثم علی الصحیح سراج قال فی الحلیة لعله محمول علی ما اذا جعل الترک عادة له من غیر عذر.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۸۲ جلد ۱ سنن الوضوء)

الجواب: نسوار، حقہ وغیرہ کا استعمال مباح ہے جبکہ بطور لہو نہ ہو اور عدم سکر کی وجہ سے ان سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: فانه لم یثبت اسکاره ولا تفتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۵۹ جلد۵ کتاب الاشربة)

الباب الثانی فی الغسل

غسل کی ابتداء میں وضو مسنون ہے

سوال: الوضوء قبل الغسل سنة او مستحب؟ ورجل اغتسل من الجنابة ولم یتوضأ قبل الغسل ولا بعد الغسل وصلی ایجوز صلوته ام لا؟ والوضوء بعد الغسل اذا لم یتوضأ قبله لازم ام لا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فائق باجوڑا یجنسی عنایت کلے......۵/ مئی ۱۹۸۶ء

الجواب: ابتداء غسل میں وضو کرنا مسنون ہے (شرح التنویر)﴿۱﴾ جب کوئی شخص مضمضہ اور استنشاق کے بعد بدن پر پانی ڈالے تو اس کا غسل باوجود خلاف سنت ہونے کے درست ہے اور اس شخص کی نماز بھی درست ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ننگے بدن غسل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسے غسل خانہ میں غسل کرنا جس پر چھت ہو ننگی حالت میں غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد از رم تبوک سعودی عرب......۷/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وسننه...... البداءة بغسل یدیه وفرجه...... وخبث بدنه ان کان علیه خبث لئلا یشیع ثم یتوضأ...... ثم یفیض الماء علی کل بدنه ثلاثا الخ.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۱۰، ۱۱۱ جلد ۱ مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: الفرائض الغسل وهی ثلاثة المضمضة والاستنشاق وغسل جمیع البدن علی مافی المتون. (فتاویٰ هندیه ص ۱۳ جلد ۱ الباب الثانی فی الغسل)

الجواب: ننگا غسل جائز ہے البتہ لنگوٹ استعمال کرنا افضل ہے ﴿۱﴾ عورت پر نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے وضو درست ہے ﴿۲﴾۔ وھوالموفق

احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں فالج کا مریض ہوں ایک پاؤں شل ہے میں نے شادی بھی کی ہے بارہ سال ہوئے ہیں اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے ہفتہ میں دو تین بار احتلام ہوتا ہے، کبھی کسی کو دیکھ کر اور کبھی ویسے ہی احتلام ہوتا ہے میری عمر تقریباً سینتیس سال ہے، تقریباً آٹھ سال سے پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کی ہے اسلئے ہر وقت غسل کرنا پڑتا ہے، اسلئے آپ صاحبان فتویٰ صادر فرماویں کہ ان احتلاموں سے مجھ پر غسل واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مساسٹر خان گڑھی سخا کوٹ......یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ احتلام سے غسل واجب ہو جاتا ہے ﴿۳﴾۔ آپ ہمت نہ ہاریں غسل کیا کریں اللہ کریم آپ کو شفایاب کرے۔ فقط

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وسننه کسنن الوضوء سوی الترتیب وادابه کادابه سوی استقبال القبلة لانه یکون غالباً مع کشف عورة وقال ابن عابدین اقول اوالمراد الکراهة حال الکشف فقط کما افاده التعلیل السابق والظاهر من حاله علیه السلام انه لا یغتسل بلا ساتر (قوله مع کشف عورة) فلو کان متزراً فلا باس به کما فی شرح المنیة والامداد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۱۰ جلد ۱ مطلب سنن الغسل)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: مس الرجل المراة والمراة الرجل لا ینقض الوضوء کذافی المحیط مس ذکره او ذکر غیره لیس بحدث عندنا کذافی الزاد.

(فتاویٰ هندیه ص ۱۳ قبیل الباب الثانی فی الغسل)

﴿۳﴾ قال العلامه مرغینانی: والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم والیقظة.

(هدایة علی صدر فتح القدیر ص ۵۳ جلد ۱ فصل فی الغسل)

غیرمحرم کو برہنہ حالت میں دیکھنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت کسی غیرمحرم کوننگی یعنی برہنہ حالت میں دیکھ لے، تواس پرغسل واجب ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۲/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: غسل واجب نہیں ہوتا ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مرد کیلئے اقل مدت بلوغ اور منی وغیرہ کے پاک کرنے کا طریقہ

سوال: مرد کیلئے مدت بلوغ کیا ہے، بندہ جب بارہ سال کا ہوگیا تو انزال ہوگیا تھا، کیااس وقت سے بلوغ شروع ہوسکتا ہے، نیز منی، ودی، مذی کی پاکی کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منظور راولپنڈی......۲۴/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: مرد کیلئے اقل مدت بلوغ بارہ سال ہے آپ بارہ سال کے ہوکر بالغ ہوگئے ہیں کیونکہ علامت بلوغ (انزال) موجود ہوگئی ہے﴿۲﴾ اور خشک منی جھاڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے اور اگر خشک نہ ہوتو دھونے سے﴿۳﴾۔ اسی طرح مذی اور ودی بھی دھونے سے پاک ہوگی﴿۴﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ کیونکہ یہ معانی موجبہ غسل میں سے نہیں ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل هو الانزال...... فان لم يوجد فيهما شئ فحتى تتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتىٰ لقصر اعمار اهل زماننا وادنى مدته له اثنتا عشرة سنة.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۱۰۷ جلد۵ فصل بلوغ الغلام كتاب الحجر)

﴿۳﴾وقال في الهنديه: ومنها الفرك في المنى اذا اصاب الثوب فان كان رطبا يجب غسله وان جف على الثوب اجزأ فيه الفرك استحسانا.

(فتاوىٰ عالمگیریه ص۴۴ جلد۱ الباب السابع في النجاسة)

﴿۴﴾ قال الفقيه طاهر بن عبد الرشيد: اذاحت النجاسة...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہاتھ پر مشین سے نام لکھ کر مانع غسل و وضو نہیں

سوال: بندہ نے بچپن میں مشین کے ذریعے اپنے ہاتھ پر نام لکھوایا ہے اب لوگ کہتے ہیں کہ اس نام کو مٹا دو، اس سے غسل و وضو نہیں ہوتا ہے حالانکہ وہ نام اب بغیر اپریشن کے نہیں مٹ سکتا تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نارتھ وزیرستان ایجنسی میران شاہ..... ۲۸/۴/۱۹۸۸ء

الجواب: یہ خط، خال اور بھرے ہوئے زخم کی طرح عضو ہے نہ وضو سے مانع ہے اور نہ غسل سے مانع ہے ﴿۱﴾ واعظوں کے سخت اور غلط مسائل سے خائف نہ ہوں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) لم یجز الا فی المنی الیابس فان کان رطبا لا یطھر الابالغسل وھو نجس عندنا..... ولکن ھذا اذالم یخرج المذی قبل خروج المنی اما اذاخرج المذی ثم خرج المنی لا یطھر الثوب بالفرک.

(خلاصة الفتاویٰ ص ۴۱ جلد ۱ الفصل السادس فی غسل الثوب والدھن)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: یستفاد مما مرحکم الوشم فی نحو الید وھو انه کالاختضاب اوالصبغ بالمتنجس لانه اذا غرزت الید اوالشفة مثلا بابرة ثم حشی محلھا بکحل اونیلة لیخضر تنجس الکحل بالدم فاذاجمد الدم والتأم الجرح بقی محله اخضر فاذاغسل طھر لانه اثر یشق زواله لانه لا یزول الا بسلخ الجلد او جرحه فاذاکان لا یکلف بازالة الاثر الذی یزول بماء حارٍ اوصابون فعدم التکلیف ھنا اولیٰ وقد صرح به فی القنیه فقال ولو اتخذ فی یده وشمالا یلزمه السلخ اه.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۳۰ جلد ۱ مطلب فی حکم الوشم باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال الامام ولی الله الدھلوی: واما المذکر فلا بد..... ان یکون میسراً لا معسراً..... واما الأفات التی تعتری الوعاظ فی زماننا فیھا عدم تمییزھم بین الموضوعات وغیرھابل غالب کلامھم الموضوعات المحرفات وذکرھم الصلٰوات والدعوات التی عدھا المحدثون من الموضوعات ومنھا مبالغتھم فی شیئ من الترغیب والترھیب.

(القول الجمیل ص ۱۷۱، ۱۷۲ باب التذکیر والوعظ)

جانور سے بدون انزال وطی کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص کسی جانور سے وطی کرے لیکن انزال نہ ہوا ہو تو غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: نفس ایلاج (دخول) موجب غسل نہیں بلکہ ایلاج (التقاء ختانین) کیلئے محل مشتہاۃ کا ہونا ضروری ہے چونکہ جانور محل مشتہاۃ نہیں اسلئے نفس وطی پر بدون انزال کے غسل واجب نہیں، وفی الهنديه (ص ١٥ جلد ١) والايلاج فی البهيمة والميتة والصغيرة التی لا يجامع مثلها لا يوجب الغسل بدون الانزال ﴿١﴾. وهو الموفق

بازو میں مصالحہ سے نام لکھ کر مانع غسل و وضو نہیں ہے

سوال: ایک شخص اپنے بازو میں نام تحریر کرتا ہے جو سوئی کے ذریعے کیا جاتا ہے اور ایک قسم کا رنگدار مصالحہ اندر کیا جاتا ہے تو نام کے نیچے پانی کا پہنچنا مشکل ہوتا ہے تو کیا ایسے شخص کا غسل وغیرہ صحیح ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ شمس الحق قمر حضرو اٹک......٢٧/ رمضان ١٤٠٥ھ

الجواب: یہ خط، خال کی طرح غسل وغیرہ سے مانع نہیں ہے، کمافی ردالمحتار ص ٢٢٠ جلد ١ باب الانجاس، يستفاد مما مرحكم الوشم فی نحو اليد وهو انه كالاختضاب او الصبغ بالمتنجس لانه اذا غرزت اليد او الشفة مثلاً بابرة ثم حشی محلها بكحل او نيلة ليخضر تنجس الكحل بالدم فاذا جمد الدم والتأم الجرح بقی

﴿١﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ١٥ جلد ١ الفصل الثالث فی المعانی الموجبة للغسل وهی ثلاثة)

محله اخضر فاذا غسل طهر لانه اثر یشق زواله لانه لا یزول الابسلخ الجلد او جرحه فاذاکان لا یکلف بازالة الاثر الذی یزول بماءٍ حارٍ او صابون فعدم ا التکلیف هنا اولیٰ. .... وفی الفتاوی الخیریه من کتاب الصلاۃ سئل فی رجل علی یده وشم هل تصح صلوته وامامته معه ام لا اجاب نعم﴿ ا ﴾. وهو الموفق

خضاب مانع غسل ووضو نہیں ہے

سوال: بعض افراد سفید داڑھی پر سیاہ خضاب لگاتے ہیں بالوں پر خضاب لگنے سے ممکن ہے کہ پانی بالوں کی اصل جسامت تک نہ پہنچ سکے، لہٰذا اسی حالت میں غسل یا وضو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور رحمان ناوگئی بونیر سوات......١٦/ اگست ١٩٨٣ء

الجواب: بالوں پر خضاب لگانے کے بعد اصل بالوں کو پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے جب بالوں کی ظاہری سطح پر پانی پھر جائے، تو غسل جنابت ادا ہونے کیلئے کافی ہے (شامی) ﴿٢﴾۔ وهو الموفق

دوران غسل باتیں کرنے اور ادعیہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران غسل باتیں کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس وقت ادعیہ مسنونہ پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿ ا ﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ٢٣٠ جلد ا مطلب فی حکم الوشم باب الانجاس)

﴿٢﴾ قال العلامه حصکفی: ولا یمنع الطهارة ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحته وحناء ولو جرمه به یفتی...... ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانه او فی سنه المجوف به یفتی وقیل ان صلبا منع وهو الاصح.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ١٠٩ جلد ا قبیل مطلب سنن الغسل)

الجواب: دوران غسل خاموش رہنا بہتر ہے، عریان حالت میں فقہاء نے باتیں کرنے کو مکروہ لکھا ہے اور ادعیہ مسنونہ پڑھنے کیلئے یہ وقت مناسب نہیں ہے، فی ردالمحتار ص ۱۵۶ جلد ۱ ویستحب ان لا یتکلم بکلام مطلقة اما کلام الناس فلکراهته حال الکشف واما الدعا فلانه فی مصب المستعمل ومحل الاقذار والاوحال ﴿۱﴾. وهو الموفق

مستورات کیلئے غسل میں مینڈھیاں دھونے کا طریقہ

سوال: مردوں کے علاوہ عورتیں اگر غسل کریں، تو مردوں کی طرح ان کیلئے بھی پورے بدن پر پانی ڈالنا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز عورتوں کیلئے سر کے بالوں پر پانی ڈالنے کا کیا طریقہ ہے؟ بعض عورتیں صرف مسح پر اکتفا کرتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین شراوک ملائشیا.......۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

الجواب: عورت پر مردوں کی طرح تمام بدن کا دھونا فرض ہے البتہ گندھے ہوئے بالوں کی اصل تک پانی پہنچانا کافی ہے تمام بالوں کا دھونا ضروری نہیں ہے اور غسل میں سر کے بالوں پر مسح کرنا کافی نہیں ہے، خواہ زینت کو نقصان دہ ہو یا نہ ہو، البتہ اگر بال کھلے ہوئے ہوں تو پورے بالوں کا دھونا ضروری ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

عمر کے لحاظ سے حد بلوغ کی مدت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمر کے لحاظ سے مذکر اور مؤنث کا

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۱۵ جلد ۱ مطلب سنن الغسل کتاب الطهارة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وکفی بل اصل ضفیرتها ای شعر المرأة المضفور للحرج اما المنقوض فیفرض غسل کله اتفاقا ولو لم یبتل اصلها یجب نقضها مطلقا هو الصحیح ولو ضرها غسل رأسها ترکته وقیل تمسحه.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۰۸ جلد ۱ مطلب فی ابحاث الغسل)

بلوغ کتنے عرصہ میں ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نصر اللہ صوابی......۹/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: عمر کے لحاظ سے مذکر ومؤنث کی مدت بلوغ پندرہ سال ہے، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۱۳۲ جلد۶ فان لم یوجد فیهما شئ فحتی تمَّ فکل منهما خمس عشره سنة به یفتیٰ﴿۱﴾. وهو الموفق

احتلام بھول جانے کی صورت میں قضاء نمازوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص کو احتلام ہوا تھا، مگر وہ بھول گیا تھا، چند دن بعد یاد آیا کہ احتلام ہوا تھا، اب جو نمازیں بغیر غسل کے پڑھی گئی ہیں، ان کی قضاء کس طرح کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر کسی کو چند دن بعد احتلام کا علم ہوا کہ فلاں دن کو مجھے احتلام ہوا تھا، تو اسی دن سے نمازوں کی قضاء کریگا، اور اگر متعین دن کا علم نہ ہو تو آخری نوم سے جنبی شمار ہوگا اس کے بعد جتنی نمازیں پڑھی گئی ہوں ان کی قضاء لازم ہوگی (مجموعة الفتاویٰ ص ۱۶۴ جلد ۱)﴿۲﴾. وهو الموفق

مذی کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے

سوال: جناب مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے

﴿۱﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۱۰۷ جلد۵ فصل بلوغ الغلام کتاب الحجر)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: اگر یہ علم ہوگیا کہ فلاں دن مجھے احتلام ہوا تھا تو اس دن سے جنابت کا حکم جاری ہوگا اور اگر دن کی تعیین کا علم نہ ہوا ہو فقط یہی علم ہوا ہو کہ مجھے احتلام ہوا تو احتلام کا حکم اس آخری نوم سے دیا جائے گا جس کے بعد سے نہ سویا ہو۔ (مجموعة الفتاویٰ ص ۱۶۵ جلد ۱ کتاب الطهارت)

بارے میں کہ اگر کسی کو شہوت آجائے یعنی آلہ تناسل ساکن ہواور پھر منتشر ہو جائے ،اور ذکر کے سر پرتری آجائے ، اور پتہ نہیں لگتا کہ یہ منی ہے یا کوئی اور چیز ہے،تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت نبی ضلع پشاور...... یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: یہ مذی ہے اس کے خروج سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾ اور منی کے خروج سے اس وقت غسل واجب ہوتا ہے جبکہ دفق اور شہوت سے ہو ﴿۲﴾ اور صورت مسئولہ میں یہ شرط موجود نہیں ہے (ھکذا فی جمیع کتب الفقه). وھو الموفق

دانت کے سوراخ کو مصالحہ سے پر کرنا مانع غسل نہیں ہے

سوال: شق دندان را اکثر پر کردہ ام، بعض مولوی صاحبان در بارہ غسل فرمودہ اند، کہ غسل مے شود و بعضے گفتہ اند نمیشد ،اکنون محترم شمارا ہدایت دھید کہ صحیح خیال چیست ؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالباقی افغانستان...... ۲۴/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: غسل بلاشک وشبہ جائز است زیرانچہ خالی کردن سوراخ در وقت ہر غسل حرج عظیم است، کہ در شرع شریف مرفوع است ،نظیرہ مافی الهندیه ص ۳۳۶ جلد۵ من شد السن بالذهب

﴿۱﴾ قال ابن المنذر حدثنا محمد بن یحیٰ حدثنا ابو حنیفه رحمه الله حدثنا عکرمه عن عبد ربه بن موسیٰ عن امه انها سالت عائشه رضی الله عنها عن المذی فقالت ان کل فحل یمذی وانه المذی والودی والمنی فاما المذی فالرجل یلاعب امرأته فیظهر علی ذکره الشئ فیغسل ذکره وانثیيه ویتوضأ ولا یغتسل الخ.

(فتح القدیر ص ۵۳، ۵۴ جلد ۱ فصل فی الغسل)

﴿۲﴾ قال المرغینانی: والمعانی الموجبة للغسل انزال المنی علی وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة حالة النوم والیقظة.

(هدایه علی صدر فتح القدیر ص ۵۳، ۵۴ جلد ۱ فصل فی الغسل)

والفضة﴿۱﴾ ومافی غسل شرح التنویر وثقب انضم، قلت فهذا اشد حرجاً منه﴿۲﴾. فافهم

غسل کے دوران کشف عورت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر نہروں میں یا تالابوں میں لوگ اجتماعی طور پر غسل کرتے ہیں اور ناف کے نیچے اور گھٹنوں سے اوپر کا کچھ حصہ نظر آتا ہے اور اعضائے مخصوصہ کو ڈھانپے ہوئے ہوتے ہیں کیا ایسے مقامات پر ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اگر کوئی شخص نہ ہو تو برہنہ غسل جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: واضح ہو کہ انسان ایسی جگہ میں غسل کرے جہاں اکیلا ہو، تو ایسی حالت میں بھی بلاضرورت کشف عورت سے احتراز کرے گا، ضرورت کی حد تک اس کیلئے کشف عورت کی رخصت ہے اور جب ایسے مقامات میں اور لوگ بھی موجود ہوں تو ایسی حالت میں مردوں کیلئے تمام ستر عورت (ناف سے گھٹنوں تک) چھپانا فرض ہے جس کا کشف حرام ہے اگر ایک شخص نے اس طریقہ سے غسل کرلیا تو ارتکاب حرام کے باوجود فریضہ غسل ادا ہوجاتا ہے، فی الکبیری ص ۵۱ وان یغتسل فی موضع لا یراہ احد لاحتمال

﴿۱﴾وفی الهندیه: قال محمد رحمه الله فی الجامع الصغیر ولا یشد الاسنان بالذهب ویشدها بالفضة یرید به اذاتحرکت الاسنان وخیف سقوطها فاراد صاحبها ان یشدها یشدها بالفضة ولا یشدها بالذهب وهذا قول ابی حنیفه رحمه الله وقال محمد رحمه الله یشدها بالذهب ایضاً ...... وذکر الحاکم فی المنتقیٰ لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب او بالفضة لم یکن به بأس عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله تعالیٰ الخ.

(فتاویٰ هندیه ص ۳۳۶ جلد ۵ الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة)

﴿۲﴾قال العلامه حصکفی: لا یجب غسل مافیه حرج کعین وان اکتحل بکحل نجس وثقب انضم ولا داخل قلفة.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۰۷ جلد ۱ مطلب فی ابحاث الغسل)

بدؤ العورة حال الاغتسال او اللبس ولحدیث یعلی بن امیة ان النبی ﷺ قال ان الله حی ستیر یحب الحیاء والستر فاذا اغتسل احدکم فلیستتر رواه ابوداؤد ﴿۱﴾. وهوالموفق

دانتوں کوسونے کاخول چڑھانامانع غسل نہیں ہے

سوال: اگرکسی نے اپنے دانتوں کوسونے کاخول چڑھایازیب وزینت کیلئے یاکسی بیماری کی وجہ سےتو کیااب وہ مانع غسل ہوگایانہیں؟نیزیہ خول چڑھاناشرعاً کیساہے؟بینواتوجروا

المستفتی :ڈاکٹرگل فرازدندان سازمانیری ضلع صوابی......۱۹۸۸ء/۸/۱۹

الجواب: اگراس جائزیاناجائز سنہری خول﴿۲﴾کاہرغسل کیلئے دورکرنااورغسل کے بعداعادہ کرناموجب حرج ہو،تو یہ مانع غسل نہیں ہے،لان الحرج مدفوع﴿۳﴾. ویورده فی الاثار﴿۴﴾ فلیراجع الی نصب الرایه ص۲۳۷جلد۴. وهوالموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص۴۹ فرائض الغسل)

﴿۲﴾ قال العلامه طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمه الله: ویشد الاسنان بالفضة ولا یشدها بالذهب. (خلاصة الفتاویٰ کتاب الکراهیة فی اللبس ص۳۷۰جلد۴)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (قوله وثقب انضم) قال فی شرح المنیة وان انضم الثقب بعد نزع القرط وصار بحال ان امر علیه الماء یدخله وان غفل لا فلا بد من امراره ولا یتکلف لغیر الامرار من ادخال عود ونحوه فان الحرج مدفوع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۱۰۷ جلد۱ مطلب ابحاث الغسل)

وفی الهندیه: والصرام والصباغ ما فی ظفرهما یمنع تمام الاغتسال وقیل کل ذلک یجزیهم للحرج والضرورة ومواضع الضرورة مستثناة عن قواعد الشرع کذا فی الظهیریة.

(فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی فی الغسل ص۱۳ جلد۱)

﴿۴﴾وفی المنهاج: والاثار تدل علی الجواز کما فی نصب الرایة عن الطبرانی فی معجمه الاوسط ان النبی ﷺ امر عمروبن العاص ان یشد ثنیته......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دانت کے سوراخ کو سیسہ وغیرہ سے پُر کرنا غسل کے مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دانت کے سوراخ کو سیسہ وغیرہ سے پُر کرنا مانع غسل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۹/۲۹

الجواب: الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى، امابعد! پس معلوم باد کہ چوں سوراخ دندان از سیسہ وغیرہ پر کردہ شود داخل نہ شود آب، مانع از غسل جنابت نیست برائے دفع حرج، كما يشير اليه مافى ردالمحتار ص ۱۴۳ جلد ۱ قوله وهو الاصح، صرح به فى شرح المنية وقال لامتناع نفوذالماء مع عدم الضرورة والحرج ، فافهم﴿۱﴾، ويدل عليه مافى اعلاء السنن جلد۱۷ ص ۲۹۹ ان عثمان بن عفان رضى الله عنه ضبب اسنانه بالذهب اخرجه عبد الله بن احمد بن حنبل فى مسند ابيه، والتضبيب مانع من الوصول، وفى ص۲۹۸ ان انس بن مالك شدد اسنانه بذهب اخرجه الطبرانى والتشديد مانع من جريان الماء تحته﴿۲﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) الساقطة بالذهب، وعن معجم الصحابة ان عبد الله بن عبد الله بن ابى سلول امره النبى صلى الله عليه وسلم ان يتخذ ثنية من ذهب، وفى مسند احمد ان عثمان بن عفان رضى الله عنه ضبب اسنانه بذهب، وروى الطبرانى ان سنان انس رضى الله عنه شدت بالذهب.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۲ جلد۵ باب ماجاء فى شد الاسنان بالذهب)

﴿۱﴾ قال الحصكفى: ولا يمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين اسنانه او فى سنه المجوف به يفتىٰ وقيل ان صلبا منع وهو الاصح، وقال ابن عابدين صرح به فى شرح منيه وقال لا متناع نفوذ الماء مع عدم الضرورة والحرج.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۰۹ جلد ۱ باب فى ابحاث الغسل)

﴿۲﴾وفى المنهاج: والاثار تدل على الجواز كما فى نصب...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

غسل میں ناک کی نرمی تک دھونا فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل میں پانی ناک میں انگلی کے ذریعے داخل کرے یا ناک سے سونگھیں؟ جبکہ ناک میں سونگھنے سے دماغ میں داخل ہوکر بیماریوں کا اندیشہ ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: شمشیر خان حاجی زی شبقدر......۱۹۷۵ء/۱۰/۲۸

الجواب: غسل میں اس نرمی کا دھونا فرض ہے ﴿۱﴾ آپ پر جس طرح سے اسان ہو معمول بنادے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الرایة عن الطبرانی فی معجمه الاوسط ان النبی ﷺ امر عمرو بن العاص ان یشد ثنیته الساقطة بالذھب، وعن معجم الصحابة ان عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی سلول امرہ النبی ﷺ ان یتخذ ثنیة من ذھب، وفی مسند احمد ان عثمان بن عفان رضی اللہ عنه ضبب اسنانه بذھب، وروی الطبرانی ان اسنان انس رضی اللہ عنه شدت بالذھب.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۲ جلد۵ باب ماجاء فی شد الاسنان بالذھب)

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: وحد المضمضة استیعاب الماء جمیع الفم وحد الاستنشاق ان یصل الماء الی المارن کذا فی الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۶ جلد ۱ الفصل الثانی فی سنن الوضوء)

الباب الثالث فی البئر و الحوض

بڑے حوض میں سال بھر پانی رہنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پانی کا ایک بڑا حوض جس کی لمبائی اور چوڑائی دس، دس گز سے بھی زیادہ ہے جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا ہے اور پھر سال بھر اس میں رہتا ہے ارد گرد کوڑا کرکٹ بھی ہوتا ہے لیکن حفاظت کی وجہ سے اس میں گرتا نہیں، اور پانی کا رنگ بھی صحیح ہوتا ہے، کیا اس پانی سے وضو کرنا درست ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۷۴ء/۴/۳

الجواب: اس حوض سے وضو اور غسل نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ وھو الموفق

ناپاک پانی سے بنے ہوئے اینٹیں وغیرہ کنویں میں لگا کر کیا حکم ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنواں کھودا جا رہا تھا اسی دوران وہ ناپاک ہوا، بعد ازاں اس کنویں کی مرمت وغیرہ اینٹیں، بھرائی اس ناپاک پانی اور مٹی سے کی گئی جب کنواں تیار ہوا تو تمام پانی نکالا گیا اب سوال یہ ہے کہ پانی نکالنے سے یہ سارا کنواں بھی سرے تک پاک متصور ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہلال احمد طورو مردان......۵/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ یہ مسئلہ بالتصریح نہ ملا، البتہ قواعد کی رو سے یہ کنواں پاک ہوگا، نیز اگر پاک پانی میں چوہا وغیرہ کے مرنے سے ناپاک ہونے کے وقت دیوار وغیرہ ناپاک ہو جاتی ہیں اور

کنویں کے پاک ہونے کے وقت دیوار وغیرہ بھی پاک ہو جاتی ہے﴿۱﴾تو دلالت کی بنا پر ارادہ تطہر سے سابق اور لاحق کا ایک حکم ہوگا۔ وھو الموفق

مشین والے کنویں میں حیوان گرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک کنویں میں مشین ہو جس سے پانی نکالا جا رہا ہو، تو اگر اس میں کوئی حیوان گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمود......

الجواب: اگر مشین جاری ہونے کے وقت اس کنویں میں حیوانات مر جائیں تو عفوہ ہے، لکون النزح کالجریان کمافی البحر ص ۸۰ جلد ۱ ﴿۲﴾ ورنہ کنواں نجس ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾قال الشرنبلالی: وکان ذلک المنزوح طهارة للبئر والدلو والرشاء والبكرة ويدالمستقی، روی ذلک عن ابی یوسف والحسن لان نجاسة هذه الاشياء كانت بنجاسة الماء فتكون طهارتها بطارته نفيا للحرج.

(حاشیه الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۸ فصل فی مسائل الآبار)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم :ومنهم المصنف فی المستصفی ان المراد بنزح البئر نزح مائها اطلاقا لاسم المحل على الحال كقولهم جرى الميزاب وسال الوادى واكل القدر والمراد ماحل فيها للمبالغة فى اخراج جميع الماء والمراد بالبئر هنا هی التی لم تكن عشرافی عشر اما اذا كانت عشرا فی عشر...... وابی يوسف البئر لا تنجس كالماء الجاری البئر اذالم تكن عريضة وكان عمق مائها عشرة اذرع فصاعدا فوقعت النجاسة فيها لا يحكم بنجاستها فی اصح الاقاويل...... ای ونزح ماء البئر لكن هذا انما يستقيم فيما اذا كانت البئر معينها لاتنزح واخرج منها المقدار المعروف اما اذا كانت غير معين فانه لا بد من اخراجها لوجوب نزح جميع الماء...... والماء ينبع شيأفشيأ واما ان لا تنجس اسقاطاً لحكم النجاسة حيث تعذر الاحتراز او التطهير كما نقل عن محمد انه قال اجتمع رائ ورأى ابی يوسف ان ماء البئر فی حكم الجاری لانه ينبع من اسفله ويؤخذ من اعلاه فلا يتنجس كحوض الحمام الخ.

(بحر الرائق ص ۱۱۰، ۱۱۱ جلد ۱ كتاب الطهارة)

حوض کبیر میں استنجا اور غسل کرنا ممنوع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض ہے جس کا طول وعرض اٹھارہ اٹھارہ موجودہ زمانے کے گز یعنی تین فٹ گز والا ہے اور یہ حوض صرف وضو کرنے کیلئے ہے، اور مستعمل پانی اس حوض میں گر جاتا ہے، باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے جبکہ استنجا اور غسل کرنے کیلئے دیگر جگہ مقرر ہو، تو بغیر کسی عذر کے اس حوض سے استنجا یا غسل کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر محمد معصوم سرائے نورنگ بنوں......۲۳/شعبان ۱۳۹۷ھ

الجواب: چونکہ یہ حوض کبیر ہے لہٰذا اس میں استنجاء کرنا اور غسل کرنا ممنوع نہیں ہے یعنی ان سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے البتہ یہ کام بہتر نہیں ہے، فلیراجع الی شرح حدیث لا یغسلن احدکم فی الماء الراکد ولا یبولن الحدیث ﴿۱﴾. وھو الموفق

حوض میں گیند کا گرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض مقدار شرعی پر ہے اور کسی لڑکے نے اس میں گیند پھینک دی کیا یہ حوض پاک متصور ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹/مئی ۱۹۸۴ء

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: باب کراهیة البول فی الماء الراکد ای الماء الذی لا یکون جاریا حقیقة ولا حکما یکره فیه البول ویتنجس بخلاف الماء الجاری حقیقة او حکما وهو الماء الکثیر الراکد فانه یکره فیه البول ولاکن لا یتنجس ولعل الامام الترمذی یقصد بذکر هذا الباب ذکر دلیل الحنفیة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۱۷۱ جلد ۱ باب کراهیة البول فی الماء الراکد)

وفی الدرالمختار وکذا یجوز براکد کثیر کذلک ای وقع فیه نجس لم یر اثره.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد ۱ باب المیاه)

الجواب: گیند کا ناپاک ہونا متیقن نہ ہونے کی وجہ سے نجاست حوض کا حکم دینا خلاف قاعدہ فتویٰ ہے۔ وھو الموفق

پانی اور کنویں کی پاکی اور پلیدی کے عجیب مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ہدایہ صفحہ ۴۲ میں مذکور ہے کہ مایعیش فی الماء اگر پانی میں مرگئے تو پانی نجس نہیں ہے، اور مایعیش فی الماء کی تعریف یہی کی ہے کہ مایکون معاشه وتوالده فی الماء، پس اگر معیشت پانی میں تھی، اور تولد پانی میں نہ تھا، مثلاً بطخ، جسکا معاش پانی میں ہے اور تولد پانی میں نہیں ہے، پس اگر ایسی بطخ پائی جائے کہ اس کا تولد بھی پانی میں ہوا ہو اور پھر پانی میں مرگئی تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ (۲) اگر شیشے میں چوہے کو بند کیا اور کنویں کے پانی میں اس شیشے (بوتل) کو رکھ دیا، اور چوہا کنویں کے اندر شیشہ (بوتل) میں مرگیا، اور تین دن بعد اس شیشہ کو کنویں میں توڑ دیا، اور ساتھ شیشہ میں چوہا متفسخ اور منتفخ ہوا تھا تو کتنے دن کی نمازوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید نصیب علی شاہ بنوی ..... ۱۷/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) اگر ایسی بطخ پائی گئی تو وہ مچھلی کے حکم میں ہوگی لیکن عادۃً ایسی بطخ ناممکن ہے۔
(۲) ایسے کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا، کمافی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۹۷ جلد ۱ ولو تفسخه خارجها ثم وقع فیها ذکره الوالی ﴿۱﴾ پس اگر شیشے کے ٹوٹنے کا وقت معلوم نہ ہو تو وقت علم سے نجاست کا حکم دیا جائے گا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ولو تفسخه خارجها ثم وقع فیها ذکره الوالی ینزح کل مائها الذی کان فیها وقت الوقوع ذکره ابن الکمال بعد اخراجه.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی البئر)
﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی ومذ ثلاثة ایام بلیالیها ان انتفخ او تفسخ استحسانا وقال من وقت العلم فلا یلزمهم شئ قبله قیل وبه یفتیٰ.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۶۱ جلد ۱ مطلب مهم فی تعریف الاستحسان)

تین سالہ بچی کنویں میں گرگئی کتنا پانی نکالا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تین سالہ بچی کنویں میں گرگئی امام مسجد نے حکم دیا کہ ستر ڈول نکالنے پر کنواں پاک ہو جائیگا، اس مسئلے کو مرغی پر قیاس کیا گیا، جبکہ دوسرے امام صاحب نے سب پانی کے پلید ہونے کا حکم فرمایا، تو اس میں صحیح قول کونسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل مولا فاطمہ ضلع مردان......۱۹۷۲ء/۱۰/۴

الجواب: اگر یہ لڑکی زندہ نکلی ہو تو کنواں پاک ہے اور اگر کنویں میں مرگئی ہو تو تمام پانی نکالا جائے گا، فی الشرح الکبیر وان ماتت فیها شاۃ او کلب او آدمی نزح جمیع الماء ﴿۱﴾ . وهو الموفق

حوض کبیر میں غسل جنابت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حوض جس کا اندازہ دوگز عرض ہو اور پچاس چالیس گز طول ہو، کیا اس میں غسل جنابت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۵/۳۰

الجواب: جائز ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

کنویں میں چوہے کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عموماً گھر میں وضو بنا کر مسجد جاتا ہوں جو مسجد بازار کے قریب ہے، تو مقتدی بھی مختلف ہوا کرتے ہیں، امام میں خود ہوں گھر کے کنویں

﴿۱﴾ (غنية المستملي المعروف بالكبيري ص ۱۵۵، ۱۵۶ فصل في البئر)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفي وكذا يجوز براكدٍ كثير كذلك اى وقع فيه نجس لم ير اثره ولو في موضع وقوع المرئية به يفتىٰ بحر. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۰ جلد ۱ مطلب لو ادخل الماء من اعلى الحوض باب المياه)

میں ایک چوہا گر گیا تھا، اور پتہ تب چلا کہ جب پانی کا ذائقہ خراب ہوا میں نے تو خود تین دن رات کی نمازیں لوٹا دیں لیکن مقتدیوں کا کیا بنے گا، نیز کنواں کس وقت سے پلید شمار ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم غلام حسین مانیرئی صوابی......۱۹۸۹ء/۱۰/۲۵

الجواب: یہ کنواں وقت علم سے ناپاک ہوجاتا ہےاوران نامعلوم مقتدیوں کواطلاع دینا ضروری نہیں ہے،فی الدر المختار ویحکم بنجاستها الخ، وقالا من وقت العلم فلا یلزمهم شیٔ قبله قیل وبه یفتیٰ وفی الشامیه الخ قولهما هو المختار ﴿۱﴾. وهو الموفق

کنویں میں ناپاک کپڑا اگر کر غائب ہوگیا، کنواں کس طرح پاک کیا جائے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کنویں میں ناپاک کپڑا جو بول وبراز سے الودہ ہو، گر جائے اور اسی طرح اس کے ساتھ کرسف یعنی حیض کے خون آلودہ کپڑا ابھی گر جائے، لیکن یہ کپڑے اگر تین سال قبل گر گئے ہوں اور کسی کو کنویں کے اندر نہیں اتارا تھا، ہاں اس کپڑے کے گرنے کے بعد ہم نے پانچ سوٹین (گھی والی) نکالے ہیں، تو آیا اب یہ کنواں پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

المستفتی: س، ر، ش زیارت کا کا صاحب......۱۹۸۹ء/۸/۲۳

الجواب: جب اس کنویں سے اتنے ڈول نکالے جائیں، جتنے سے کنواں پاک ہوتا ہے (مثلاً دوسوڈول) ﴿۲﴾ تو یہ کنواں اور ناپاک کپڑے تمام کے تمام پاک شمار ہوں گے، کمافی الهندیه ص ۲۰ جلد ۱ ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس وتعذر اخراجها

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۶۱ جلد ۱ مطلب مهم فی تعریف الاستحسان فصل فی البئر)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: واذا وجب نزح جمیع الماء ولم یمکن فراغها لکونها معینا ینزح مائتادلو کذا فی التبیین.

(فتاویٰ هندیه ص ۱۹ جلد ۱ الباب الثالث فی المیاه الفصل الاول)

وتغیبت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعاً لطهارة البئر کذا فی الظهیریه ﴿۱﴾. وهوالموفق

کنویں سے مرغی کی ہڈیاں نکل آئیں کنواں پاک ہے یا ناپاک؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ۲۶/ رمضان کو ژالہ باری کے بعدمرغی گرپڑی تھی اسی طرح کہ گھر والے مرغی کے پکڑنے کی کوشش میں تھے کنویں میں اوپر سے بھی دیکھا گیا لیکن نظر نہ آئی، چار ماہ بعد کھودنے کی حالت میں معلوم ہوا، کہ وہ مرغی اس کنویں میں گرچکی تھی، کیونکہ اس کی مکمل ہڈیاں وغیرہ کنویں میں موجود تھیں، اب اس کنویں کا پانی تقریباً چار ماہ استعمال کیا جا چکا ہے، اب نمازوں وغیرہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا میر شاہد اللہ میران شاہ شمالی وزیرستان......۱۹۸۷ء/۱۲/۱۴

الجواب: چونکہ اس کنویں میں مرغی کا گرنا اور مرنا نہ مشاہدہ سے ثابت ہے اور نہ ظن غالب سے، لہٰذا یہ کنواں پاک ہے، صرف شک کی وجہ سے پاک کنواں ناپاک نہیں ہوسکتا، وقد وقع ههنا شک فی ان هذه العظام عظام هذه الدجاجة او غیرها وفی ان هذه العظام وقعت فیه الیوم او قبل ذلک حین کانت مخلوطة باللحم فافهم ﴿۲﴾. وهوالموفق

نسوار، افیون گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں نسوار گرگیا کنواں

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۲۰ جلد ۱ الباب الثالث فی المیاه الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم :وقالا یحکم بنجاستها وقت العلم بها ولا یلزمهم اعادة شئ من الصلوٰت ولا غسل ما اصابه ماء ها قبل العلم وهو القیاس لان الیقین لا یزول بالشک لانا نتیقن بطهارتها فیما مضی وقد شک فی النجاسة لاحتمال انها ماتت فی غیر البئر ثم القتها الریح العاصف فیها او بعض السفهاء اوالصبیان او بعض الطیور الخ .
(البحر الرائق ص ۱۲۴ جلد ۱ باب الانجاس)

پاک رہایا ناپاک، اسی طرح افیون کا کیا مسئلہ ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: فضل احد، غلام احد، واخوانہما بازار بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی ۱۹۷۰ء/ ۵/ ۲۳

الجواب: چونکہ تمبا کو بلکہ تمام نباتات پاک ہیں، اور افیون بھی پاک ہے، لہٰذا ان کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا ہے، فی الدر المختار ص ۴۰۳ جلد ۵ ولم نر احداً قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران ﴿۱﴾. فقط

چشمہ دار کنویں سے پانی نکالنے کی مقدار میں فقہاء کے مختلف اقوال اور مفتیٰ بہ قول

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک چھوٹا سا کتا زندہ ایک بچے نے کنویں کے اندر پھینک دیا، اور کتا کچھ دیر کے بعد کنویں کے اندر مر گیا، دو تین گھنٹہ بعد پتہ چلا تو انہوں نے مردہ بچہ (سگ) کو نکال لیا، اور امام مسجد سے مسئلہ دریافت کرنے کے بعد اسی (۸۰) ڈول پانی نکال لیا، اور کنواں چشمہ دار ہے، جتنا پانی بھی نکال لیا جائے کنواں کم نہیں ہوتا، بعد میں ایک اور مولوی صاحب نے یہ واقعہ سن کر لوگوں کو بتایا کہ اس کنویں کا تمام پانی بطریق کتب فقہ نکالنا پڑے گا، تب یہ کنواں پاک ہوگا، دریں اثنا بحث چل نکلی، کہ کس مولوی صاحب کے قول پر عمل کیا جائے، لوگوں نے ایک اور مولوی صاحب سے رجوع کیا جنہوں نے یہ لکھ کر دیا، کہ تین صد ڈول نکال لیں، کنواں بلاشک پاک ہو جائے گا، پھر تین صد ڈول نکال لئے گئے ہیں، جس مولوی صاحب نے تمام پانی نکالنے کا مسئلہ بتایا تھا، اب وہ مصر ہے کہ تا حال کنواں ناپاک ہے، اسے شرعی طریقہ سے تمام پانی نکال کر پاک کریں، ان کا کہنا ہے کہ کنویں کی گہرائی اور چوڑائی کو ناپ کر اس قدر کا گڑھا کھود کر اسے اسی کنویں کے پانی سے بھر دیا جاوے، پاک ہو

﴿۱﴾ قال ابن عابدين :لو كان قليل البنج او الزعفران حراما عند محمد لزم كونه نجسا لانه قال ماسكر كثيره فان قليله حرام نجس ولم يقل احد بنجاسة البنج ونحوه .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۷۲ جلد۳ قبيل باب حد القذف)

جائے گا، دوسری بات انہوں نے یہ بتائی کہ کنویں کی گہرائی آپ ناپ کر پانی نکالنا شروع کردیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر کنویں کی گہرائی دس ہاتھ ہے، اور ایک گھنٹہ میں ایک ہاتھ پانی نیچے چلا جاتا ہے تو دس گھنٹہ پانی کھینچنے سے کنواں پاک ہوگا، یا پانی نکالنے والی مشین سے نکال لیں، بعد ازاں کتب فقہ کو دیکھا گیا۔ (تعلیم الاسلام حصہ دوم، مرتبہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ دہلوی) میں تمام پانی نکالنے کا حکم ہے، اسی طرح دیوبندی مسلک کی کتاب بہشتی زیور میں بھی تمام پانی نکالنے کا حکم ہے، اس میں بھی کہیں تین سوڈول کا کوئی ذکر نہیں ہے، فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۴۳ پر ہے کہ اگر جوتا ناپاک ہے تو پانی نکلے گا، اگر پاک ہے تو کچھ نہیں، اس میں بھی تین سوڈول کا کوئی ذکر نہیں صرف فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ کراچی جلد ا صفحہ ۳۸ اور جلد ۲ صفحہ ۵۷ پر جو مستعمل کنویں کے اندر گرنے اور بکرے کی جبر گرنے کے حکم میں چشمہ دار کنویں سے تین سوڈول نکالنے کا مسئلہ ہے، نیز فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ اولین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۲۷ میں ہے، وان ماتت فیھا شاۃ او آدمی او کلب نزح جمیع مافیھا من الماء لان ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن زبیر رضی اللہ عنہ افتیا بنزح الماء کلہ حین مات زنجی فی بئر زمزم فان انتفخ الحیوان فیھا او تفسخ نزح جمیع ما فیھا صغر الحیوان او کبر لانتشار البلۃ فی اجزاء الماء وان کانت البیر معینۃ بحیث لا یمکن نزحھا اخرجوا مقدار ما کان فیھا من الماء وطریق معرفتہ ان تحفر حفر مثل موضع الماء من البئر ویصب فیھا ما ینزح منھا الی ان تمتلی او ترسل فیھا قصبۃ وتجعل لمبلغ الماء علامتہ ثم ینزح منھا مثلاً عشر دلاء ثم تعاد القصبۃ فتنظر کم انتقص فینزح لکل قدر منھا عشر دلاء وھذان عن ابی یوسف رحمہ اللہ وعن محمد رحمہ اللہ نزح مائتا دلو الی ثلث مائۃ وکانہ بنی قولہ علی ما شاھد فی بلدہ، اس عبارت میں خط کشیدہ عبارت غور طلب ہے خط کشیدہ عبارت نمبر۲ وعن محمد رحمہ اللہ کے حاشیہ میں لکھا ہے، قولہ وعن محمد الی آخرہ والمروی عن ابی حنیفہ اذا نزح

منها مائة یکتفی وھو بناء علی ابار الکوفة لقلة الماء فیھا ، نیز خط کشیدہ عبارت نمبر۳ علی ماشاھد کے تحت حاشیہ پر لکھا ہے قولہ علی ماشاھد الخ،، من غالب میاہ ابار بغداد لان ابار بغداد لا تزید علی ثلث مائة دلو ، نیز رسالہ رکن الدین صفحہ۵۴ میں ہے کہ ایسے کنویں کی نسبت جو کہ پنید چھٹ نہیں ہوسکتے ہیں ۔بعض علماء نے تین سو ڈول نکالنے کا فتویٰ دیا ہے، یہ کیونکر ہے اس سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ فتویٰ قول ضعیف پر ہے، اور اسکی اصل یہ ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس فتویٰ کو بغداد شریف کے کنوؤں کیساتھ مخصوص کر دیا تھا، جبکہ انہوں نے دیکھا کہ تین سو ڈول سے زائد پانی بغداد کے کنوؤں میں نہیں ہے تو اس قول سے بھی سارا پانی نکال لینا ثابت ہوا، بھلا یہ کیونکر ہوسکتا تھا کہ امام محمد رحمہ اللہ ایک عدد مخصوص پر تمام دنیا کے کنوؤں پر فتویٰ دے دیتے ، جبکہ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل سارے پانی نکالنے کا نجاست کے سبب سے ہو، چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مخالف اس کے منقول ہے، بڑی غلطی ہے ان علماء کی جو بے سمجھی سے اس قول کو امام محمد رحمہ اللہ کی طرف منسوب کر کے تمام دنیا کے تمام کنوؤں پر فتویٰ دے رہے ہیں، حالانکہ امام محمد رحمہ اللہ نے جہاں یہ فتویٰ دیا ہے اور عدد مخصوص سے سارا ہی پانی نکالنے کا فتویٰ دیا ہے جیسا کہ ثابت ہوا (ازشامی) صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :سید جماعت علی شاہ صاحب گیلانی مقام خاص مولے پور تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

الجواب: صحیح حکم یہ ہے کہ تمام موجودہ پانی کی مقدار نکالی جائے ،مثلاً اگر کنواں تین گز گہرا ہو، اور ایک فٹ میں ساٹھ ڈول پانی ہو تو کنویں سے جب پانچ سو چالیس ڈول نکالے جائیں (یعنی تمام سابق اور لاحق نکالے ہوئے پانی اتنے ڈول ہوں) تو پاک ہو جائے گا،مقدار کے معلوم کرنے کیلئے کسی ماہر کی طرف مراجعت کی جائے ۔﴿۱﴾ ۔فقط

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی وان تعذر نزح کلھا لکونھا معینا فبقدر مافیھا وقت ابتداء النزح قالہ الحلبی یؤخذ ذلک بقول رجلین عدلین لھما بصارة بالماء وبه یفتیٰ .

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۱۵۷ جلد۱ فصل فی البئر)...... وھاب

حوض میں عشرا فی عشر کی شرط مفتیٰ بہ نہیں ہے

سوال: ہمارے علاقے میں ٹیوب ویل کے ذریعہ سے چھوٹے چھوٹے تالاب بنائے گئے ہیں جو عشراً فی عشرٍ سے کم ہوتے ہیں لیکن ٹیوب ویل ہر وقت جاری نہیں ہوتے ہیں، اور لوگ ان تالابوں سے پانی لے جاتے ہیں، تو کیا اس پانی کے استعمال سے نماز وغیرہ ہوتی ہے یا نہیں؟ نیز عشراً فی عشرٍ کا مأخذ قرآن وحدیث وفقہ میں سے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زمان سرائے نورنگ بنوں......۲۷/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: محققین احناف نے تصریح کی ہے کہ پانی کی قلت وکثرت کا دار مدار مبتلیٰ بہ کے رائے پر ہے، نہ کہ عشراً فی عشر پر ﴿۱﴾۔ پس ان حوضوں کے متعلق استعمال کنندگان کی رائے یہ ہو، کہ اگر ان میں نجاست گرے تو بالمقابل طرف کو فوری طور سے وضو کرنے کے وقت نہیں پہنچتی ہے تو یہ بڑے حوض ہیں ورنہ چھوٹے ہیں۔ وهو الموفق

حوض کی مقدار میں مفتی بہ اقوال

سوال: محترم ومکرم عزیز القدر جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے تالابیں منظور ہوئی ہیں، جس میں بعض گول اور بعض چوکور ہیں لیکن حد شرعی سے کم ہے، جو عشرا فی عشر ہے، اور پانی

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفى رحمه الله: والمعتبر فى مقدار الراكد اكبر رأى المبتلىٰ به فيه فان غلب على ظنه عدم خلوص اى وصول النجاسة الى الجانب الآخر جاز والا لا هذا ظاهر الرواية عن الامام واليه رجع محمد وهو الاصح كما فى الغاية وغيرها وحقق فى البحر انه المذهب وبه العمل. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۱ جلد ۱ باب المياه)
وان التقدير عشراًبعشر لا يرجع الى اصل يعتمد عليه. (ايضاً)

ایک طرف سے آ رہا ہے، اور تالاب میں جمع ہوتا ہے، اور دوسری طرف خارج نہیں ہوتا، اور لوگ بالٹیوں اور ٹینوں کے ذریعے یہ پانی تالاب سے نکالتے ہیں، پس اگر اس تالاب میں کوئی نجاست واقع ہو جائے تو یہ تالاب نجس ہے، یا نہیں؟ اور اس کا حکم کالماء الجاری ہے یا نہیں؟ ہمارے ہاں بعض مولوی حضرات کہتے ہیں کہ یہ عموم بلوی ہے اور بعض اس کو کالماء الجاری کا حکم دیتے ہیں، نیز ساتھ ہی منیة المصلی کی عبارت ص۸۴ میں ہے، حوض صغیر یدخل الماء فیه من جانب ویخرج من جانب آخر فتوضأ فیه الانسان فوقعت غساله فیه ان کان الحوض اربعاً فی اربع یجوز وضوء ہ لان الماء المستعمل لایستقر فی مثله بل یدور حوله ویخرج وان کان الحوض اکبر من ذلک لا یجوز لان الماء المستعمل یستقر فی مثله،" اس عبارت کی تشریح بھی واضح فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سید غلام سرائے نورنگ ضلع و تحصیل بنوں...... ۱۹۶۹ء/ ۷/ ۵

الجواب: (۱) اگر اس تالاب کا رقبہ اتنا ہو، کہ ایک طرف نجاست پڑنے کے وقت دوسری طرف کو نجاست کا اثر پہنچتا ہو، تو یہ تالاب کالماء الجاری نہیں ہے، اور نجس ہوتا ہے، اور اگر نجاست کا اثر دوسری طرف کو نہیں پہنچتا ہو تو یہ تالاب کالماء الجاری ہے، اور بغیر تغیر اوصاف کے نجس نہیں ہوتا ہے، اور یہی ظاهرا لروایة ہے، فی الدرالمختار: والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رأی المبتلیٰ به فیه فان غلب علی ظنه عدم خلوص النجاسة الی الجانب الاخر جاز والا فلا، هذا ظاهر الروایة عن الامام والیه رجع محمد وهو الاصح (هامش ردالمحتار ص۱۷۷ جلد ۱) اور عشرا فی عشر کا قول ناقابل اعتماد ہے، لمافی الدرالمختار وان التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل یعتمد علیه ﴿۱﴾ اور علی تقدیر ثبوت مراد اس سے شرعی ذراع مراد ہے، جو کہ نوگرہ ہے، تو اس بنا پر اگر ساڑھے پانچ گز انگریزی گز سے طول و عرض رکھتا ہے تو

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۱ جلد ۱ باب المیاہ)

یہ حوض کبیر ہے،اور کالماء الجاری ہے (ای فی غیر ظاهر المذهب واختاره فی النهر الفائق)﴿۱﴾. (۲)منیہ میں قاضی خان سے(اس عبارت کے بعد) یہ عبارت منقول ہے،والاصح ان هذا التقدیر غیر لازم فان خرج الماء المستعمل من ساعة لکثرة الماء وقوته یجوز والا فلا﴿۲﴾ قال العلامة الشامی ص ۱۴۲ جلد ۱ واقره الشارحان...... واجاب رکن الاسلام السغدی بالجواز مطلقاً لانه ماء جار والجاری یجوز التوضأ به وعلیه الفتویٰ﴿۳﴾ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منیہ کا حکم جو آپ نے نقل کیا ہے،غیر صحیح اور غیر مفتیٰ بہ ہے۔فقط

شرعی گز کی تحدید و تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ منحة الخالق علی البحر الرائق ص ۱۳۹ پر شرعی گز کا اندازہ لکھا ہوا ہے" والذراع اربعة وعشرون اصبعاً والاصبع ستة شعرات مرصوصة بالعرض" اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس شکل پر رکھی جائیں (||||||) پھر نیچے لکھا ہے " فظهر شعرة منها الی بطن الاخریٰ توضع"جس کی شکل میرے ذہن میں یوں بنتی ہے (------) شرعی گز کی ناپ شکل اول کے مطابق ہے یا شکل ثانی کے مطابق،شکل اول کی بنا پر شرعی گز کی مقدار بہت کم آتی ہے جبکہ شکل ثانی کی بنا پر انگریزی گز کے دگنا بنتا ہے،جواب سے نوازیں؟بینوا توجروا

المستفتی: شفیع اکبر ملک آباد علاقہ گدون......۱۹۸۶ء/۷/۱۵

الجواب: سعایہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ شرعی گز ڈیڑھ فٹ ہے،وهو مختار صاحب الهدایه والاکثرین،البتہ قاضی خان وغیرہ نے ساڑھے تین فٹ مقدار والا گز معتبر کیا ہے،اور صاحب

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۹۹ فصل فی احکام الحیاض)
﴿۲﴾ (وهکذا فی منحة الخالق هامش البحر الرائق ص ۷۳ جلد ۱ کتاب الطهارة)
﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۴۰ جلد ۱ مطلب لو ادخل الماء من اعلی الحوض وخرج الخ)

بزازیہ نے ہر زمان وہر مکان کا مروجہ گز معتبر کیا ہے ﴿۱﴾ فلیراجع الیٰ ابواب المیاہ. وھوالموفق

﴿ ۱ ﴾ وفی منھاج السنن: واختلفوا فی تحدید الذراع علی ثلثة اقوال، الاول ان المعتبر ذراع الماسحة وھو سبع قبضات فوق کل قبضة اصبع ای الابھام قائمة (ساڑھے تین فٹ بیالیس انچ) افتیٰ بہ قاضی خان وغیرہ، والثانی ان المعتبر ذراع الکرباس وھو ست قبضات من دون قیام الاصبع (اٹھارہ انچ ڈیڑھ فٹ) واختارہ صاب الھدایہ والاکثرون القول الثالث ان المعتبر ذراع کل زمان ومکان واختارہ صاحب البزازیہ.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۲۰ جلد ۱ باب ماجاء ان الماء لا ینجسه شیٔ)

الباب الرابع فی التیمم

مفلوج شخص ملازم اور خادم کی عدم موجودگی کی صورت میں تیمّم کرسکتا ہے

سوال: چہ میفر مائید علماء کرام اندریں مسئلہ کہ زید ہاتھ، کان اور آنکھ وغیرہ سے بالکل صحتمند ہے، مگر پاؤں سے مفلوج ہے جو کہ چل پھر نہیں سکتا ہے، یہ شخص اگر وقت کے اندر نماز ادا کرنے میں وضو کا انتظام نہیں کرسکتا ہے کیونکہ خود پانی کی تلاش نہیں کرسکتا ہے، اور وقت گزر جاتا ہے، اگر یہ شخص اس وقت تیمّم کے ذریعہ نماز ادا کرے، تو یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۳۹۷ھ

الجواب: یہ شخص ملازم اور خادم کی عدم موجودگی کے وقت تیمّم کرسکتا ہے، کما فی شرح التنویر اولم یجد من یوضئه فان وجد ولو باجرة مثل وله ذلک لا یتیمم فی ظاهر المذهب کما فی البحر (هامش ردالمحتار ۲۱۵ جلد ۱)﴿۱﴾ وبمعناه فی الهندیه ص ۲۸ جلد ۱ ﴿۲﴾ وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۴۴ جلد ۱ فلیراجع. وهو الموفق

مرگی کے مریض کیلئے غسل کی بجائے تیمّم کا حکم

سوال: میں مرگی کا مریض ہوں ایک دفعہ غسل کا ارادہ کیا، دوران غسل مرگی کا دورہ پڑ گیا، جس

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ۱۷۱ جلد ۱ باب التیمم)

﴿۲﴾ وفی الهندیه او کان لا یجد من یوضیه ولا یقدر بنفسه فان وجد خادما او مایستأجر به اجیراً او عنده من لو استعان به اعانه فعلیٰ ظاهر المذهب انه لا یتیمم لانه قادر کذافی فتح القدیر. (عالمگیریه ص ۲۸ جلد ۱ الباب الرابع فی التیمم الفصل الاول)

کی وجہ سے پیشانی کسی تیز پتھر سے لگی اور زخمی ہوگئی تقریباً ایک ماہ تک زخم تھا، کیا ایسی حالت میں مجھے غسل نہ کرنے کی اجازت ہوگی، یا غسل ضرور کرنا ہے؟ یا کوئی اور طریقہ بتلایا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن بنوں......۲۰/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: اگر ہوسکے تو آپ طلوع فجر سے قبل غسل کیا کریں، اور باقی مسئلہ یہ ہے کہ اگر غسل کرنے سے دورہ آنا متیقن ہو یا مظنون ہو، تو آپ تیمّم کرسکتے ہیں، کمافی الهندیه ص ۲۸ جلد ۱ ویعرف ذلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة اوتجربة اواخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق کذا فی شرح منیة المصلی لابراهیم الحلبی﴿۱﴾. وهو الموفق

پانی کے مضر ہونے کی صورت میں تیمّم جائز ہے

سوال: ایک شخص ہاتھ منہ دھوتا ہے، منہ کلی وغیرہ کرتا ہے اور پانی سے استنجاء بھی کرتا ہے اور پھر استنجاء اور ہاتھ دھونے کے بعد نماز کیلئے تیمّم کرتا ہے تو کیا یہ تیمّم ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین فرتوپہ اٹک......۱۹۹۱ء/۱/۸

الجواب: اگر یہ شخص بیمار ہو وضو اور غسل اس کیلئے مضر ہو تو اس کیلئے تیمّم کرنا جائز ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

وضو ٹوٹ جانے سے جنابت کیلئے کئے گئے تیمّم پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جب شخص اگر جنابت کیلئے

﴿۱﴾ (فتاویٰ هندیه ص ۲۸ جلد ۱ باب التیمم الفصل الاول)

﴿۲﴾ فی الهندیه ولو کان یجد الماء الا انه مریض یخاف ان استعمل الماء اشتد مرضه او ابطأ برؤه تیمم...... ویعرف ذلک الخوف اما بغلبة الظن عن امارة او تجربة او اخبار طبیب حاذق مسلم غیر ظاهر الفسق.

(الفتاویٰ العالمگیریه ص ۲۸ جلد ۱ باب التیمم الفصل الاول)

تیمّم کرے، اور پھر وضو ٹوٹ جائے لیکن غسل پر قادر نہ ہو تو کیا وضو کرنے کے بعد جنابت کیلئے دوبارہ تیمّم کرنا ہوگا، یا وہ پہلا والا کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: جب تک عذر غسل باقی ہو تو جنابت کیلئے یہ ایک تیمّم کافی ہے، اور جب موجب غسل دوبارہ متحقق ہو جائے تو پھر دوبارہ تیمّم ضروری ہوگا، البتہ نواقض وضو کی صورت میں باقاعدہ وضو کرنا پڑے گا، وفی الکبیری ص ۸۶ وان کان الماء یکفی للوضوء ولا یکفی للمعة یتوضأ به ولا ینتقض تیمم الجنابة لان الماء فی حق اللمعة کالمعدوم لعدم کفایته لها ﴿۱﴾. وهو الموفق

ایک ہاتھ سے شل آدمی کا وضو اور تیمّم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ اگر ایک آدمی کا ایک ہاتھ نہ ہو، تو کیا اس آدمی کیلئے پانی کے نہ ہونے کی صورت میں تیمّم فرض ہے یا نہیں، اگر فرض ہے تو تیمّم کس طرح کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع موقوف علیہ دارالعلوم حقانیہ......یکم صفر ۱۴۱۱ھ

الجواب: ایک ہاتھ کٹا وضو بھی کرسکتا ہے تیمّم بھی کرسکتا ہے ایک ضرب سے منہ مسح کرے، اور ہاتھ کو خاک وغیرہ سے مسح کرے، نیز خادم کی وساطت سے وضو اور تیمّم کرنا جائز ہے، فلیراجع الی ردالمحتار وغیرہ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی ص ۸۳ فصل فی التیمم)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله (قوله کمافی البحر) حاصل مافیه انه ان وجد خادما ای من تلزمه طاعته کعبده وولده واجیره لا یتیمم اتفاقاً وان وجد غیره ممن لو استعان به اعانه ولوزوجته فظاهر المذهب انه لا یتیمم ایضاً الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۷۱ جلد ۱ باب التیمم)

وقال ایضا وفی التاترخانیه الرجل المریض اذالم...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

لوگوں کے سامنے کشف عورت کی وجہ سے بجائے غسل کے تیمّم کرنا

سوال: اگر ایک آدمی ایک ایسی جگہ میں مقیم ہو، جہاں پر غسل کا انتظام نہ ہو مطلب یہ ہے کہ جب غسل کیا جاتا ہو، تو لوگوں کے سامنے کشف عورت یقینی ہو تو ایسی حالت میں یہ شخص تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز دوسروں کیلئے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی عباس خان مدرسہ قاضی حسام الدین کوہاٹ...... یکم ذی الحجۃ ۱۳۹۷ھ

الجواب: جب دیگر آدمیوں کے سامنے کشف عورت کے بغیر غسل ممکن نہ ہو، تو اس شخص کیلئے تیمّم کرنے میں اختلاف ہے، امام حلبی جواز کی طرف مائل ہے کما فی شرح الکبیر ص ۵۰ وبالجملة فلا ضرورة فی کشف العورة للغسل عند من لا یجوز نظره الیها لان له خلفا بخلاف الختان ونحوه ﴿۱﴾. پس احوط یہ ہے کہ امامت نہ کرائے اور اگر امامت کی ہو تو خط کے ذریعے ان مقتدیوں کو اعادہ کرنے کی خبر دیدے، کما فی شرح التنویر کما یلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه او بکتاب او رسول علی الاصح لو معینین والا لا یلزمه وفی ردالمحتار ص ۵۵۴ جلد ۱ وقال ان تعین بعضهم لزمه اخباره ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) تکن له امرأة ولا امة وله ابن او اخ وهو لا یقدر علی الوضوء قال یوضئه ابنه او اخوه غیر الاستنجاء فانه لا یمس فرجه ویسقط عنه والمرأة المریضة اذالم یکن لها زوج وهی لاتقدر علی الوضوء ولها بنت او اخت توضئها ویسقط عنها الاستنجاء اه، ولا یخفیٰ ان هذاالتفصیل یجری فیمن شلت یداه لانه فی حکم المریض.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۵۰ جلد ۱ باب الاستنجاء)

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۵۰ بحث الغسل)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۳۸ جلد ۱ مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون المؤتم)

پانی سے ایک میل کم فاصلے پر تیمّم درست نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے لوگ دو پہاڑوں سے درخت کاٹ کرلاتے ہیں، جوگاؤں سے دور ہیں بعض علماء نے گزشتہ زمانہ میں ظہر کی نماز کیلئے اس پہاڑ پر مسجد بنائی تھی، کیا اسی جگہ پر تیمّم سے نماز درست ہوسکتی ہے، جبکہ اس پہاڑ کے ایک تہائی میل کے فاصلے پر کچھ آبادی بھی ہے، مگراس کوبھی پانی کی تکلیف ہے، لوگ سروں پر بہت دور سے پانی لاتے ہیں، لکڑی والے تین چارسوآدمی بنتے ہیں، جن کو پانی دینا ان چند گھروں کیلئے مشکل ہے، تو کیا ایسی جگہ پر تیمّم سے نماز پڑھنا درست ہے؟ جبکہ یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو بروقت پہنچ سکتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: میاں گل میران شاہ وزیرستان......۱۹۸۶ء/۱/۸

الجواب: جس جگہ تیمّم سے نماز پڑھی جاتی ہے اگر یہ جگہ پانی سے ایک میل دور ہو(یعنی ایک میل تک پانی کا نام ونشان نہ ہو، اور یا پانی گھروں وغیرہ میں موجود ہو، لیکن یہ گھروں والے لوگ بعض عوارض کی وجہ سے واردین کو پانی نہ دیتے ہوں) تو یہ واردین تیمّم سے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اگر چہ یہ واردین وقت کے اندر اپنے گھروں کو پہنچ سکتے ہوں، اوراگر پانی نزدیک ہواور یا گھروں والے لوگ ان واردین کو پانی دیتے ہوں تو تیمّم سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے(ماخوذ از کبیری وردالمحتار). وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفى من عجز عن استعمال الماء المطلق الكافى لطهارته...... لبعده ولو مقيماً فى المصر ميلاً، قال ابن عابدين (قوله ولو مقيماً) لان الشرط هو العدم فاينما تحقق جاز التيمم نص عليه فى الاسرار بحر.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۱۷۰، ۱۷۱ باب التيمم)

(هكذا فى غنيةالمستملى المعروف بالكبيرى ص ٦۴ باب التيمم)

الباب الخامس

فی المسح علی الخفین وغیرھما

پاؤں پر مسح کیلئے آیت قرآن سے روافض کا استدلال غلط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ شیعہ حضرات سورۃ مائدہ کی آیت ۵،۶ سے پاؤں پر مسح کے فرض ہونے کے قائل ہیں، اور صرفی ونحوی ترکیب سے مسح ثابت کرتے ہیں، اور غسل رجلین کو خلاف قرآن کہتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ سنی علماء تاقیامت غسل رجلین کے ثابت کرنے سے عاجز ہیں، پس وہ کونسی نحوی وصرفی ترکیب ہے، جس سے ہم اہل سنت غسل اور دھونا ثابت کرتے ہیں، نیز دیگر دلائل وبراہین سے بھی مختصراً وضاحت فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اہل سنت والجماعۃ منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات.....۱۹۷۲ء/۱۲/۱۷

الجواب: اعلم ان ارجلکم معطوف علی المغسول دون الممسوح یدل علیه القرآن والحدیث والاجماع والعقل، اما الاول فهو قوله تعالیٰ الی الکعبین ولم یقل الی الساقین والکعب غایة الغسل دون المسح واما الثانی فهی الاحادیث المتواترة الواردة فی عمل الغسل وترغیب الغسل والوعید علی ترکه واما الثالث فلان الصحابة رضی الله عنهم حتی علیا وابن عباس ذهبوا الی وظیفة الغسل، واما الرابع فان الرجلین اقرب الیٰ محل الغبار والنجاسة بخلاف الرأس والعجب من اهل التشیع انهم لم یلتفتوا الی قرأة

النصب مع ان العطف بالنصب على المجرور لا يصح الا فى المجرور بالحرف الزائد فافهم وتدبر﴿ ا ﴾. (وانما كتبت الجواب بالعربية لانها مسئلة معضلة لا يفهمها العوام. فقط

دورانِ سفر موزوں پر مسح میں صاحب ہدایہ کے استدلال پر ابن الہمام کا کلام

۵/ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ

الجواب: ملخص استدلال صاحب الهداية ان كل مسافر يمسح ثلثة ايام فلا بد ان يكون مقدار السفر ثلاثة ايام والا فيصدق نقيض الكلية الاولى، اى بعض المسافرين لا يمسحون ثلاثة ايام فيلزم خلاف الحديث.

ملخص ايراد الامام ابن الهمام انه لو حمل هذا الحديث على الاطلاق لزم صدق نقيضه لان بعض المسافرين لا يمسحون ثلاثة ايام كما اذا بكر المسافر فى

﴿ ا ﴾قال العلامه ابراهيم الحلبى: والارجل من بين الاعضاء الثلثه المغسولة تغسل يصب الماء عليها فكانت مظنة للاسراف المذموم المنهى عنه فعطف على الممسوح لاالتمسح ولكن لينبه على وجوب الاقتصاد فى صب الماء عليها وقيل الى الكعبين فجئ بالغاية اماطة لظن ظان يحسبها ممسوحة لان المسح لا تضرب له غاية فى الشريعة انتهىٰ وقد ثبت فى الصحيحين من رواية عبد الله بن عمر وابى هريرة رضى الله عنهما ان رسول الله ﷺ رأى قوما توضؤا واعقابهم تلوح لم يمسها الماء فقال ويل للاعقاب من النار وفى رواية لابى هريرة رضى الله عنه ويل للعواقيب من النار وفى صحيح مسلم عن جابر رضى الله عنه قال اخبرنى عمر بن الخطاب رضى الله عنه ان رجلاً توضأ فترك موضع ظفر على قدمه فابصره النبى ﷺ فقال ارجع فاحسن وضوئك وعن عائشة رضى الله عنها لان تقطعا احب الى من ان امسح على القدمين من غير خفين وعن عطاء ماعلمت ان احداً من اصحاب رسو الله ﷺ مسح على القدمين فهذا اجماع من الصحابة على وجوب الغسل وهو يؤيد الاحاديث الصحيحة فلا عبرة بمن جوز المسح على القدمين من الشيعة ومن شذ.

(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۱۶،۱۵ شرائط الصلاة)

الیوم الاول الی وقت الزوال حتی بلغ المرحلة فنزل بها للاستراحة وبات فیها ثم بکر فی الیوم الثانی ومشی الی مابعدالزوال ونزل ثم بکر فی الثالث ومشی الی الزوال فبلغ المقصد، لانه مسافر عند النیة کما صححه السرخسی ولا یمسح ثلاثة ایامٍ، فلا بد من ان یحمل هذا الحدیث علی التقید ای کل مسافر کان سفره ثلاثة ایام فصاعداً یمسح ثلاثة ایام، فلم یصح استدلال صاحب الهدایة بهذا الحدیث ویصح کون قدرالسفر اقل من ثلاثة ایام، وان اجابوا عن هذا الایراد بان بقیة کل یوم ملحقة بالمنقضی منه فلا یلزم کون قدر سفر هذا المسافر اقل من ثلاثة ایام، فهذالجواب لا یدفع هذا الایراد لان بقیة الیوم الثالث لاتصح الحاقها بالمنقضی لعدم السفر فیها حقیقة ولعدم رخصة السفر فیها، فالایراد وارد الآن کما کان ای لزوم کون بعض المسافرین لایمسحون ثلاثة ایام، وهذا لازم باطل لازم من کون المبکر المذکور مسافراً فالملزوم مثله، وبالجملة ان المبکر المذکور غیر مسافر فلا یمسح ثلاثة ایام ولایقصر ایضاً فلایقصر مسافر یوم واحد وان قطع فیه مسیرة ایامٍ.

ولا یبعد ان یجاب عن کلام ابن الهمام ان معنی الحدیث ان کل مسافر اذا خلی وطبعه یمسح ثلاثة ایام مادام مسافراً، فجاز ان لایمسح ثلاثة ایام لمایعرضه کالعجلة فی السیر، والمبکر المذکور لم یبق مسافراً فلذا لم یتمم الیوم الثالث فافهم ولا تعجل فی الرد والقبول. وهوالموفق

مسح علی الجوربین کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل نائلون کی جو

جرابیں ہیں، آیا ان پر احناف کے نزدیک مسح جائز ہے یا نہیں؟ یہاں بعض لوگ ان جرابوں پر مسح کو جائز کہتے ہیں جو اہل ظواہر جیسے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بندہ رحمٰن الدین ضلع دیر ملاکنڈ ڈویژن

الجواب: نیلون کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جرابوں پر مسح کے جواز کیلئے یہ شرط ہے کہ گاڑھی اور موٹی ایسی ہوں کہ صرف ان کو پہن کر اگر تین میل چلیں تو وہ پھٹ نہ جاتی ہوں، اور یہ شرط ہے کہ اگر ان کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں، تو وہ گر نہ جاتی ہوں لیکن اگر یہ نہ گرنا تنگی کی وجہ سے ہو تو مسح کرنا تب بھی جائز نہیں ہے، اور یہ شرط ہے کہ ان میں پانی نہ چھنے، اور چوتھی شرط یہ ہے کہ ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے، یعنی آنکھ لگا کر بھی اندر سے کوئی چیز دکھائی نہ دے، یدل علیہ مافی الدر المختار اوجوربیہ ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسہ ولایری ماتحتہ ولا یشف آہ ﴿۱﴾ وفی الشرح الکبیر ص۱۰۸ وینبغی ان یقید بما اذالم یکن ضیقاً فانانشاھد مایکون منہ فیق یستمسک علی الساق من غیر شد ولوکان من الکرباس انتہیٰ ﴿۲﴾، اور واضح رہے کہ نیلون کی جرابیں تنگی کی وجہ سے نہیں گرتی ہیں، لہٰذا اس میں شرط ثانی موجود نہیں، نیز پانی اس سے چھنتا ہے اور جب ان کو اتنا کھینچا جائے جتنا کہ قدم کے داخل ہونے کے وقت ہو، تو ان سے باہر والی چیز نظر آتی ہے، پس اس میں شرط ثالث اور رابع بھی موجود نہیں ہے، لہٰذا ان پر مسح کرنا خلاف مذہب ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)
﴿۲﴾ (غنیۃ المستملی ص ۱۰۸ فصل فی المسح علی الخفین)
﴿۳﴾ قال ابن نجیم (قولہ والجورب المجلد والمنعل والثخین ای یجوز المسح علی الجورب اذا کان مجلداً او منعلاً او ثخیناً...... والثخین ان یقوم علی الساق من غیر شد ولا یسقط ولا یشف وفی التبیین ولایریٰ ما تحتہ.
(البحر الرائق ص ۱۸۲ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

نائلون کی جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے

سوال: نائلون کی جرابوں پر مسح جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: بہادر سید درویش چترال ۳/صفر ۱۳۹۷ھ

الجواب: ناجائز ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

مسح علی الجوربین کا مسئلہ

سوال: خفین پر مسح درست ہے مگر جو جوربین باڑہ سے لائی جاتی ہیں، جو کہ پانی جذب کرتی ہیں تو بلا عذر ان جورابوں پر مسح کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا فضل مولیٰ صاحب سابق شیخ الحدیث بدار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: مفتی بہ قول کی بنا پر جرابوں پر مسح کرنا مشروع ہے مگر جواز کیلئے چند شرائط ہیں، جو کہ درمختار باب المسح علی الخفین میں مسطور ہیں، منها ما ذكره (ای اشار اليه) المستفتی، اور چونکہ نائیلون کی جرابوں میں یہ شرائط مفقود ہیں ﴿۲﴾ لہٰذا ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ خفین چونکہ چرمی موزوں کو کہا جاتا ہے، اور جواز مسح میں اصل ہی خفین ہے، تو غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر چرمی موزوں پر مسح جائز ہی نہ ہو، لیکن استحسان کی بنا پر غیر چرمی موزوں پر بھی جن میں خفین کے شرائط موجود ہوں مسح جائز ہوگا، اور چونکہ نائیلون یا سوتی جرابوں میں وہ شرائط موجود نہیں ہیں، تو اس پر کس طرح خفین (چرمی موزوں) کی طرح مسح جائز ہوگا؟ فافهم. قال العلامه حصكفی او جوربيه ولو من غزل او شعر الثخينين بحيث يمشی فرسخا ويثبت علی الساق بنفسه ولا يریٰ ما تحته ولا يشف الا ان ينفذ الی الخف قدر الفرض. (الدر المختار ص۱۹۷ جلد ۱ باب مسح الخفين) ......(ازمرتب)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفی اوجوربيه ولو من غزل او شعر...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

فتاویٰ عالمگیریہ میں مسئلہ فرک المنی اور مسح علی الجبائر کے بارہ میں استفسار

سوال: (۱) فتاویٰ عالمگیریہ کے تطہیر الانجاس میں ہے، ومنها الفرک فی المنی ، فرک الثوب، الفرک کا معنی کپڑے کوملنا ہے اور فرک الشئ عن الثوب ہوتو کسی چیز کو کرچ کر یا رگڑ کر کپڑے سے زائل کرنا ہے، تو درج ذیل عبارت سے مراد کپڑے کوملنا اور جھاڑ دینا ہوگا، یا کھرچنا یا رگڑ دینا ہوگا؟ ومنها الفرک فی المنی، المنی اذا اصاب الثوب فان کان رطباً یجب غسله وان جف علی الثوب اجزأ فیه الفرک استحساناً(کذافی العنایه) (جلد ۱ ص ۴۴)، آجکل اس مسئلے کے حکم میں کوئی تبدیلی تو نہیں آئی ہے؟

(۲) جلد ۱ ص ۳۵ المسح علی الجبائر میں ہے، (الف) ویکتفی بالمسح علی اکثر الجبیرة (کذافی الهدایه) (ب) رجل باصبعه قرحة فادخل المرارة فی اصبعه اوالمرهم فجاوز موضع القرحة فتوضأ ومسح علیها جاز اذا استوعب المسح العصابة وکذا فی حق المفتصد وعلیه الفتویٰ ، اس میں جبیرہ پرمسح کے بارے میں اکثر جبیرہ پرمسح کافی کہا گیا ہے، مگر عصابۃ میں استیعاب کا حکم ہے یہ فرق کیوں ہے اگر یہ فرق اسلئے ہے کہ جبیرہ زخم سے زائد جگہ تک ہوتی ہے، لہٰذا اس میں اکثر حصہ پرمسح کافی ہے، اور عصابۃ صرف زخم پر ہوتی ہے اس میں استیعاب ہے تو صورت مذکورہ میں بھی، فادخل المرارة فی اصبعه والمرهم فجاوز الخ، میں سے زائد جگہ پرمرارہ ہے اس میں بھی اکثر مرارہ پرمسح کافی ہونا چاہئے وضاحت فرمائیں، تا کہ الجھن رفع ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیریہ سہگل جہلم ۱۹۷۰ء/۵/۱۷

الجواب: (۱) فی ردالمحتار هو الحک بالید حتی یتفتت بحر (شامی ص ۲۲۸ جلد ۱) اور مقصود منی کا زائل کرنا ہے، جس طرح سے بھی ہو۔ (ب) دلائل اور روایات فقہیہ کی بنا

(بقیه حاشیه) الثخینین بحیث یمشی فرسخا ویثبت علی الساق بنفسه ولا یریٰ ماتحته ولایشف. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ باب المسح علی الخفین)

پر حکم میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ درمختار میں لکھا ہے کہ استنجا نہ کرنے کی تقدیر پر منی فرک سے پاک نہیں ہوسکتی ہے﴿۱﴾(هامش ردالمحتار ص۲۸۷ جلد ۱) . (۲) استیعاب والی روایت مؤول ہے یا مرجوح ہے، یدل علیٰ بعض المراد مافی ردالمحتار (ص ۲۵۹ جلد ۱)﴿۲﴾ . وهو الموفق

کن شرائط سے جرابوں پر مسح جائز ہے؟

سوال: جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں، اگر جائز ہے تو کن شرائط کے ساتھ؟ بعض لوگ اس مسئلہ میں جھگڑا کرتے ہیں اور میں نے مسح جرابین کا جائز قرار دیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بشیر احمد حویلیاں ایبٹ آباد......۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

الجواب: اگر جرابوں میں یہ چند شرائط موجود ہوں تو ان پر مسح جائز ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔ (۱) گاڑھی اور موٹی ایسی ہوں کہ صرف اس کو پہن کر اگر تین میل چلیں تو وہ پھٹ نہ جاتی ہوں (۲) اگر ان کو پہن کر پنڈلی پر نہ باندھیں تو وہ گر نہ جاتی ہوں (۳) ان میں سے پانی نہ چھنے (۴) ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آوے (۵) اگر پنڈلی سے نہ گرنا تنگی کی وجہ سے ہو تو وہ بھی نامنظور ہے یہ شرائط کبیری ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ان طهر رأس حشفة کأن کان مستنجیا بماء وفی المجتبیٰ اولج فنزع فانزل لم یطهر الا بغسله.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۲۲۸ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: ویحتمل ان یکون مراد المصنف ان المسح یجب علی کل العصابة ولا یکفی علی اکثرها لکن ینافیه انه سیصرح بانه لا یشترط الاستیعاب فی الاصح فتیناقض کلامه وانه کان الاولیٰ حینئذ تعریف العصابة لان الغالب فی کل عند عدم القرینة انها اذا دخلت علی منکر افادت استغراق الافراد واذا دخلت علی معرف افادت استغراق الاجزاء الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۰۵ جلد ۱ مطلب فی لفظ کل اذا دخلت علی منکر)

﴿۳﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص۱۰۸ فصل فی المسح علی الخفین)

درمختار﴿۱﴾ وغیرہ میں مذکور ہیں اور واضح رہے کہ یہ شرائط نیلون کی جرابوں میں بالکل موجود نہیں ہے، لہٰذا ان پر بھی مسح ناجائز ہے۔ وهو الموفق

بوٹ پر مسح کرنا جائز اور اس میں نماز قابل اعتراض ہے

سوال: اگر بوٹ کعبین سے اوپر ہو یعنی کعبین اس میں مستور ہوں اور پھر ان کو مضبوطی سے باندھا جائے، حتی کہ اس میں چیر پھاڑ بھی نہ ہو تو کیا اس پر مسح کرنا درست ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: طلا محمد خان ٹل ہنگو......۱۹۸۶ء/۷/۲۴

الجواب: مسح بریں پاپوش قابل اعتراض نیست، لیکن نماز دورے قابل اعتراض است یکے از وجہ نجاست، دوم از وجہ عدم وضع اصابع بر زمین (درحالت سجدہ) نہ حقیقتاً (كماهو واضح) ونہ حکماً از جہت ارتفاع وعدم تابع شدہ پیش طرف وے کہ مضبوط وسخت باشد کما اشار اليه القاری﴿۲﴾. وهو الموفق

بوٹ میں شرائط موجود ہوں تو مسح اور نماز دونوں جائز ہے

سوال: ایسے بوٹ جو مضبوط کھال سے بنائے گئے ہوں، اور کعبین تک پہنچتے ہوں یعنی اس کے

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ باب المسح على الخفين)

﴿۲﴾وفی منهاج السنن: قال مشائخنا اليوم لا يصلی بالنعال فی المسجد لان دخول المسجد متنعلاً من سوء الادب فی العرف الحادث ولان تلويث المسجد بها واقع لا محالة ولان علة التنعل قد انتهت لان اليهود والنصارىٰ فی زماننا يصلون فی النعال لا يخلعونها.

(ف) اعلم ان النعال اذا لم تكن مانعة من توجيه رؤس الاصابع الى القبلة فجاز الصلوٰة فيها والا فلا، كما يشير اليه كلام القاری فی المرقاة، فالصلوٰة فی المداس الرائج اليوم لا يجوز اذا كان مقدمه مرتفعاً واسعاً بحيث لا يمتلأ باصابع القدم فافهم.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷۸ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰة فی النعال)

اندرہوں اورسجدہ کے دوران انگلیاں بھی اس میں پھرتی ہوں،تو کیاان پرمسح اورنماز جائز ہے؟بینوا توجروا
المستفتی: متعلم دارالعلوم حقانیہ......۱۱/۲/۱۹۸۷ء

الجواب: برین پاپوش (بوٹان) مسح جائزاست ونماز دروے درست است لتحقق جمیع شرائط مسح علی الخفین والصلوٰۃ ﴿۱﴾ ہاں طہارت ایں پاپوش ضروری است۔ وھو الموفق

نائیلون کی جرابوں پرمسح کرنے کا حکم

بعض جدت پسند اور روشن خیال لوگوں کی جانب سے یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ موزوں کی طرح نائیلون کی جرابوں پر بھی مسح جائز ہونا چاہیے،تو اکابر علماء نے فقہ وفتاویٰ کی روشنی میں اس مسئلہ کی شرعی حیثیت واضح کردی،حضرت مفتی اعظم دامت برکاتہم اور علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اور تحقیقی فتویٰ جو ماہنامہ الحق نے شائع کیا تھا،اپنی اہمیت کے پیش نظر فتاویٰ میں شامل کیا جارہا ہے......(ازمرتب)

فی الدرالمختار او جوربیه ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً ویثبت علی الساق بنفسه ولایری ما تحته ولا یشف الخ، (حلبی کبیر ص ۱۲۱) وحد الجورب الثخینین ان یستمسک ای یثبت ولا ینسدل علی الساق من غیر ان یشد

﴿۱﴾ جواز صلاۃ کا حکم اسلئے ہے کہ اس میں سجدہ کے دوران انگلیاں برابر پھرتی ہیں اور بوٹ اور انگلیوں کے درمیان کوئی خلااور سختی ایسی نہیں ہے جو مانع صلاۃ ہو۔(ازمرتب) منہاج السنن میں ہے

اعلم ان النعال اذا لم تکن مانعة من توجیه رفع الاصابع الی القبلة فجاز الصلوٰۃ فیها والا فلا، کما یشیر الیه کلام القاری فی المراقاۃ.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷۸ جلد ۱ باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی النعال)

بشئ هكذا فسروه كلهم وينبغي ان يقيد بما اذا لم يكن ضيقا فانانشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسک علی الساق من غير شد ولوكان من الكرباس. انتهیٰ

مندرجہ بالاعبارت سے معلوم ہوا کہ جرابوں پر مسح کرنا چند شرائط کے ساتھ مشروط ہے، اول یہ کہ گاڑھی اور اتنی موٹی ہو کہ اگر صرف جرابیں پہن کر کم از کم تین میل ان میں چلا جائے اسے باندھی بھی نہ ہوں اور وہ پنڈلی پر سے نہ اتریں دوسرے یہ کہ ان میں سے فوری طور پر پانی نہ چھنے، كما صرح بهذا القيد في الشرح الكبير ص ۱۰۸، تیسرے یہ کہ ان کے اندر سے کوئی چیز نظر نہ آئے یعنی اگر آنکھ لگا کر اس میں سے دیکھیں تو کچھ دکھائی نہ دے، چوتھے یہ کہ پنڈلی سے نہ گرنا تنگی کی وجہ سے نہ ہو۔

پس نائیلون کی جرابیں جتنی ہمارے مشاہدہ میں آئی ہیں ان میں یہ شرائط موجود نہیں ہیں، کیونکہ نائیلون میں ربڑ کی طرح پھیلنے اور سکڑنے کی خاصیت موجود ہے تو پہننے کے بعد ان کا نہ گرنا انقباض اور تنگی کی وجہ سے ہے، پھر بسا اوقات تھوڑی سی مسافت طے کرنے کے بعد وہ پنڈلی سے گر جاتی ہیں، كما لا يخفیٰ علی من جرب، اور جب ان جرابوں میں سے اتنا کھینچ کر دیکھا جائے جتنا ان کے پہننے کے وقت کھینچا جاتا ہے، تو ان سے ہر چیز دکھائی دیتی ہے، پھر فوری طور پر ان میں سے پانی بھی چھنتا ہے بخلاف ٹاٹ کے جرابوں کے، تو اس بنا پر ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر نائیلون کی ایسی جرابیں موجود ہوں جن میں یہ تمام شرائط موجود ہو تو پھر مفتیٰ بہ قول کے مطابق ان پر مسح کرنا جائز ہوگا۔ هذا ما عندي ولعل عند غيري احسن من هذا ...... (محمد فرید عفی عنہ)

حضرت العلامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ کی تحقیق اور وضاحت

ثخینین کے بارہ میں کتب فقہ میں سے ردالمحتار ص ۱۸۸ جلد ۱ کی عبارت ذیل ثخینین کے تحت ملاحظہ ہو، بحيث يمشي فرسخا ويثبت علی الساق بنفسه ولا يری ما تحته ولا

ینشف (الدر) وفی الدروفی بعض الکتب ینشف وفسر فی الخانیه الاول بان لا یشف الجورب الماء الی نفسه کالادیم والصرم وفسر الثانی بان لا یجاوز الماء الی القدم وقال تحت بنفسه ای من غیر شد اہ. اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جواز مسح علی الثخینین کیلئے ثخانت کا وجود ضروری ہے جو کہ امور ثلاثہ سے متحقق ہوتا ہے، (۱) شرعی تین میل یا اس سے زیادہ بغیر جوتے کے آدمی اس میں چل سکے (۲) باندھنے کے بغیر پنڈلی سے پیوست رہیں، (۳) پانی اگر اس پر ڈالا جائے تو اندر نہ جا سکے۔

ان تینوں امور کا مجموعہ بالخصوص امر سوئم نائیلون کی جراب میں متحقق نہیں لہٰذا مسح درست نہیں، اس میں احتیاط اسلئے بھی ضروری ہے کہ قرآن پاک میں غسل الرجلین مذکور ہے جو قطعی ہے، اور احادیث مسح علی الخفین متواتر یا مشہور ہیں، اسلئے تخصیص کیلئے کافی ہیں، مسح علی الجوربین فقط میں میرے نزدیک ایسی صحیح السند، صریح الدلالۃ احادیث شہرت کے درجہ میں موجود نہیں، اور قیاس علی الخفین کیلئے ان سے مشاکلۃ اور مشابہت قویہ کی ضرورت ہے۔......والله اعلم

......(احقر شمس الحق افغانی بہاولپور)......

الباب السادس

فی الحیض و النفاس

حالت حیض میں فوق الازار بیوی سے استمتاع کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت حیض میں فوق الازار بیوی سے استمتاع کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم ......۱۲/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: جب حائل موجود ہو تو ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

حائضہ کے ہاتھ کا کھانا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حائضہ کے ہاتھوں کا کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سرفراز خان کرد کالاباغ میانوالی......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۴

الجواب: حائضہ کے ہاتھوں سے کھانا پکانا اور کھانا تمام جائز ہے، لحدیث اصنعوا کل شئ الاالنکاح ﴿۲﴾ ولان نجاستها حکمیه . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله یعنی مابین سرة ورکبة) فیجوز الاستمتاع بالسرة ومافوقها والرکبة وماتحتها ولو بلا حائل وکذا بما بینهما بحائل بغیر الوطء.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۱۴ جلد ۱ مطلب فی حکم وطء المستحاضة)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۵۶ جلد ۱ الفصل الاول باب الحیض)

روزہ کی حالت میں حیض شروع ہوکر حائضہ امساک کرے گی

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرکسی عورت کوسحری کرنے کے بعدصبح یادوپہرمیں ایام ماہواری شروع ہوجائیں،تواس وقت سے کھاناپیناجائزہے یاشام تک انتظارکرےگی؟ بینواتوجروا

المستفتی:فضل واحدباجوڑایجنسی......۱۲/شوال۱۴۰۴ھ

الجواب: ایسی حائضہ امساک کرے گی (شامی)﴿۱﴾۔ وهو الموفق

حالت حیض میں استغفار،درود اور تسبیح پڑھنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حیض ونفاس عورت قرآن کریم کی تلاوت تونہیں کرسکتی،لیکن کیا سبحن الله ، الحمد لله ،استغفار،درودشریف اوردیگرذکرواذکارپڑھ سکتی ہےیانہیں؟بینواتوجروا

المستفتی:فضل واحدپشہ سالارزی باجوڑ......۱۱/جولائی۱۹۸۴ء

الجواب: یہ کلمات پڑھناجائزہے(شرح التنویر)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامه ابن عابدین:(قوله کمسافر اقام وحائض)......والاصل فی هذه المسائل ان کل من صار فی آخر النهاربصفة لو کافی اول النهار علیها للزمه الصوم فعلیه الامساک......وکذا کل من وجب علیه الصوم لوجود سبب الوجوب والاهلیة ثم تعذر علیه المضی ...... فانه یجب علیه الامساک الخ. (ردالمحتار علی هامش الدرالمختار ص۱۱۲ جلد۲ مطلب فی جواز الافطار بالتحری کتاب الصوم)

﴿۲﴾ قال الحصکفی (ولابأس) لحائض وجنب (بقراءة ادعیة ومسها وحملها وذکر الله تعالیٰ وتسبیح).

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۲۱۵ جلد۱ باب الحیض)

حیض کی بندش اور مانع حمل دوائیاں استعمال کرنے کی صورت میں ایام طہر کا حکم

سوال: زید بچے نہ جننے کی وجہ سے دوائی استعمال کرتا ہے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ نیز حیض بند کرنے کے واسطے گولیاں دے کر طہارت کا حکم ہوگا یا حیض کا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ...... ۱۹/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: غرض صحیحہ کے بنا پر یہ اقدام جائز ہے ﴿۱﴾ جیسا کہ عزل وغیرہ جائز ہے ﴿۲﴾ اور حیض بند کرنے کے وقت طہر کے احکام جاری ہوں گے ﴿۳﴾ ۔ وھو الموفق

حیض بند کرنے کیلئے علاج کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خواتین یہ چاہتی ہیں کہ رمضان شریف کے پورے روزے رکھے اور حج کے ایام میں مناسک حج طواف وغیرہ ادا کرنے میں بھی کمی

﴿۱﴾ مثلاً بیوی کی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے بچہ جننے کے قابل نہ ہو اور بیوی بیمار نہ ہو صحت یاب ہو تو پھر عارضی وقفہ کی بھی اجازت نہ ہوگی، کیونکہ اس سے مسلمانوں کی افرادی قوت کو نقصان پہنچ جاتا ہے جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین الشامی (قوله ویکره ان تسقی لاسقاط حملها وجاز لعذر) کالمرضعة اذا ظهر بها الحبل وانقطع لبنها ولیس لابی الصبی مایستاجر به الظئر ویخاف هلاک الولد قالوا یباح لها ان تعالج فی استنزال الدم مادام الحمل مضغة او علقة ولم یخلق له عضو وقدروا تلک المدة بمائة وعشرین یوماً وجاز لانه لیس بآدمی وفیه صیانة الآدمی خانیه. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۰۴، ۳۰۵ جلد ۱ کتاب الحظر والاباحة باب البیوع)

﴿۳﴾ وفی الهندیه لا یثبت حکم کل منها الا بخروج الدم وظهوره وهذا هو ظاهر مذهب اصحابنا وعلیه عامة مشایخنا وعلیه الفتویٰ وهکذا فی المحیط.

(فتاویٰ هندیه ص ۳۸ جلد ۱ فصل فی احکام الحیض والنفاس والاستحاضة)

وغیرہ نہ ہونی پائے ،اس غرض کیلئے وہ انگریزی علاج کا ٹیکہ لگواتی ہیں جس سے ان کا حیض مقررہ مدت تک کیلئے بند ہو جاتا ہے چونکہ زید ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ علاج مکمل طور پر موثر ہے، اور مذکورہ انجکشن لگوانے سے حیض کچھ مدت کیلئے رک جاتا ہے،تو ازروئے شریعت یہ فعل جائز ہے یا ناجائز؟بینواتوجروا

المستفتی :محمد مشتاق احمد صوبائی اسمبلی خیبر روڈ پشاور......١٩٩١ء/ ٥/ ٢

الجواب: حیض بندکرنے یا کھولنے کیلئے معالجہ کرنا مباح ہے نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی (یدل علیه مافی عدة ردالمحتار ص ٨٢٧ جلد ١)﴿ ١ ﴾. وهو الموفق

مدت نفاس میں استحاضہ کا آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کا بچہ پیدا ہوا تو ٢٨/ دن تک خون آیا تھا،یعنی نفاس والا خون جاری تھا پھر تیرہ دن خون بند رہا چودھویں دن پھر خون جاری ہوا،اب اس عورت کا نفاس کتنے دن ہوگا ،اور حیض کا کیا حکم ہوگا؟بینواتوجروا

المستفتی :عبدالرحمن مروت کرک......٢١/ ربیع الثانی ١٤٠٣ھ

الجواب: واضح رہے کہ نفاس اور حیض میں توالی ناممکن ہے،جیسا کہ دوحیضوں میں توالی ناممکن ہے ان کے درمیان کم ازکم پندرہ دن کا وقفہ ضروری ہے﴿ ٢ ﴾ (شامی ، بحر)پس صورۃ مسئولہ میں اگر یہ

﴿ ١ ﴾قال العلامه ابن عابدين: قال في السراج سئل بعض المشائخ عن المرضعة اذا لم ترحيضا فعالجته حتى رءت صفرة في ايام الحيض قال هو حيض تنقضي به العدة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ٢٠٢ جلد ١ باب العدة)

﴿ ٢ ﴾ قال الحصكفي واقل الطهر بين الحيضتين اوالنفاس والحيض خمسة عشر يوماً ولياليها اجماعاً ولاحد لاكثره.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ٢٠٩ جلد ١ مبحث في مسائل المتحيره باب الحيض)

عورت معتادہ نہ ہو، تو 40=12+28 دن اس کا نفاس اور اس کے بعد والی مدت طہر ہے اور یہ خون استحاضہ ہے ﴿۱﴾ طہر کی مدت سابقہ عادت نہ ہونے کی تقدیر پر پندرہ دن ہوگی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین اذا وقع فی المبتدأة ...... ونفاسها اربعون ثم عشرون طهرها اذ لا یتوالی نفاس وحیض ثم عشرة حیضها ...... خلافا لما فی الامداد من ان طهرها خمسة عشر والمعتادة ترد الیٰ عادتها فی الطهر ...... وهذا علی قول المیدانی الذی علیه الاكثر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد ۱ مبحث فی مسائل المتحیره باب الحیض)

الباب السابع فی الانجاس

جنابت، حیض اور نفاس کیلئے طہارت حکمیہ یعنی تیمّم کا حکم

سوال: کیا جنابت وحیض ونفاس کیلئے بھی طہارت حکمیہ یعنی تیمّم جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد خطیب نورانی مسجد فرنٹیئر کالونی کراچی نمبر ۱۶...... صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: طہارت حکمیہ یعنی تیمّم، حدث اصغر، حدث اکبر، حیض، نفاس تمام کیلئے جائز ہے جبکہ طہارت حقیقیہ (غسل ووضو) پر قدرت موجود نہ ہو ﴿۱﴾ صرح بہ فی جمیع کتب الفروع لاحاجة الی نقل عبارات الفقهاء. وهو الموفق

مذی کے نکلنے سے بچنے کی تدبیر

سوال: بعض اوقات بلا اختیار فاسد خیالات آجانے کی وجہ سے مثانہ سے مذی خارج ہوتی ہے، اور کوشش کے باوجود نماز میں یہی صورت پیدا ہو جاتی ہے، کیا نماز درست ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: ممتاز احمد پشاور...... ۱۹۸۶ء/۲/۱

الجواب: ایسا شخص استنجا اور وضو کرتے وقت آلہ تناسل کے سر پر ایک پٹی (ڈیڑھ انچ عرض چھ انچ طویل) معمولی طور پر باندھے تاکہ تکلیف سے محفوظ رہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصكفي: من عجز (مبتدا خبره) تيمم عن استعمال الماء المطلق الكافي لطهارته. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۱۷۰ جلد ۱ باب التيمم)

﴿۲﴾ وفي الهنديه: اذا خاف الرجل خروج البول فحشا احليله بقطنه ولولا القطنة يخرج من البول فلا بأس به ولا ينتقض وضوءه حتى يظهر البول على القطنة كذافي فتاوىٰ قاضي خان.
(فتاوىٰ هنديه ص ۱۰ جلد ۱ باب الوضوء فصل نواقض الوضوء)

خون آلود پلستر کے ساتھ بوجہ عذر نماز پڑھنا درست ہے

سوال: احقر کی بوجہ ایکسیڈنٹ پاؤں کی ہڈی ٹخنوں سے اوپر تک ٹوٹ گئی تھی پھر مجھے خیبر ہسپتال میں داخل کیا گیا مگر خون بالکل ظاہر نہیں ہوا تھا، اسلئے بندہ تیمّم سے بیٹھ کر نماز پڑھتا رہا، اس کے بعد پاؤں میں کچھ فرق تھا، تو مجھے نشہ دے کے پاؤں میں دوبارہ سٹیل کی کیل لگا کر پلستر کر دیا، اور کافی خون بھی نکلا، جو پلستر کے ساتھ چمٹ گیا تھا، اسلئے بندہ بوجہ خون آلودہ پلستر کے نماز پڑھنے سے معذور رہا، اب عرض یہ ہے کہ مجھ سے اسی طرح جو نمازیں قضا ہوئی ہیں، صحت یابی اور پلستر کھلنے کے بعد دوبارہ نمازوں کی قضا کروں گا؟ یا خون آلودہ پلستر کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہوں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالواسع بلی ٹنگ کوہاٹ ......۲۱/ شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: پلستر اور پٹی سے جو نجاست چمٹ جائے، تو وہ عفو ہے، کیونکہ اس کا دھونا ناممکن یا ضرر رساں ہوتا ہے، آپ باقاعدہ نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

جاری پانی میں نجاست مل جانے کا حکم

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین دریں مسئلہ کہ جوئے آب جاری باشد، و برائے ویں جوئے دیگر ناپاک یعنی بول خلط شدہ باشد، چہ حکم دارند۔ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی سعد الرحمٰن علی زئی کوہاٹ ......۶/ صفر ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين فان ضره الحل والغسل مسح الكل تبعاً والا فلا بل يغسل ماحول الجراحة ويمسح عليها لا على الخرقة ما لم يضره مسحها فيمسح على الخرقة التى عليها ويغسل حواليها وما تحت الخرقة الزائدة لان الثابت بالضرورة يتقدر بقدرها كما اوضحه فى البحر عن المحيط والفتح.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۰۵ جلد ۱ قبيل باب الحيض) ...... وهاب

الجواب: اگر بعداز اختلاط وآمیزش آب جوی جاری متغیر شود یعنی دریں آب رنگ یا طعم یا بوئے نجاست ظاہر شد، پس ایں جوئی نجس باشد ورنہ نجس نباشد ﴿۱﴾ (ہدایہ، شامی، بحر، ہندیہ)۔ وھو الموفق

نابالغ بچوں کی اطلاع پر پانی کی نجاست کا حکم نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کنویں میں ایک ناپاک چیل گرگئی، تقریباً بیس دن بعد چھوٹے لڑکوں نے اقرار کیا، کہ یہ چیل ہم نے گرائی تھی، اب اس کنویں کے پانی کا کیا حکم ہوگا؟ اوراس سے جو اشیاء دھوئی گئی ہیں اور نمازیں وغیرہ پڑھی گئی ہیں، اس کا کیا حکم ہوگا؟ اعادہ لازمی ہے یا نہیں، اور کتنے دنوں کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ ہزاروی متعلم دارالعلوم حقانیہ.....۱۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ نابالغوں کا اخبار نامنظور ہوتا ہے لہٰذا یہ پانی وقت علم (مشاہدہ) سے ناپاک ہوگا ﴿۲﴾ کما فی احکام الصغار الصبی او المعتوہ اذا اخبر بنجاسۃ الماء لا تثبت النجاسۃ بقولہ لانہ لقلۃ عقلہ قد یکذب فلا یترجح صدقہ علی کذبہ (ھامش جامع الفصولین ص ۱۴۳ جلد ۱) ﴿۳﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی وبتغیر احد اوصافہ من لون او طعم اوریح ینجس الکثیر ولو جاریاً اجماعاً. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۳۶ جلد ۱ باب المیاہ)

﴿۲﴾ قال العلامہ حصکفی ومذ ثلاثۃ ایام بلیالیھا ان انتفخ او تفسخ استحسانا وقال من وقت العلم فلا یلزمھم شئ قبلہ قیل وبہ یفتیٰ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۱۶۱ جلد ۱ مطلب فی تعریف الاستحسان)

﴿۳﴾ وفی الھندیہ: ولو کان المخبر بنجاسۃ الماء صبیا او معتوھاً یعقلان ما یقولان فالاصح ان خبرھما فی ھذا کخبر الذمی (ای لا یقبل) لانہ لیس لھما ولایۃ الالزام ھکذا فی فتاویٰ قاضی خان. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۰۹ جلد ۵ الباب الاول فی العمل بخبر الواحد)

ناپاک تیل کو پاک کرنے طریقہ

سوال: سرسوں کے ٹین ہیں، جس میں تقریباً دس سیر تیل ہوگا ایک ٹین میں چوہا پایا گیا اب یہ تیل پاک ہے یا ناپاک اور اپنے استعمال میں لاسکتا ہوں یا نہیں نیز پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مختار احمد شوگر ملز چارسدہ......۴/ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ

الجواب: آپ اس تیل یا گھی کو تقریباً آٹھ سیر گرم پانی میں ڈالیں اور اس پانی کو حرکت دیویں اور ساکن ہونے کے وقت اس تیل یا گھی کو دوسرے برتن میں (جس میں تقریباً آٹھ سیر گرم پانی ہو) ڈالیں، اور جب حرکت دینے کے بعد ساکن ہو تو دوسرے میں الخ۔ تین دفعہ اس عمل کے بعد یہ گھی پاک اور حلال ہوگا (شامی)﴿۱﴾. وهو الموفق

حلال جانوروں کے پیشاب، لید وگوبر اور مرغی کی بیٹ کا حکم

سوال: تمام حلال جانور اور جن کا ہم گوشت کھاتے ہیں ان کا پیشاب، پاخانہ وغیرہ اگر کسی بھی شخص کے کپڑوں یا وجود پر لگ جائے تو یہ غلاظت خفیفہ ہے یا غلیظہ اور اس حالت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ نیز مرغی کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے یا غلیظہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد ڈھوک منجو کاجٹ کیملپور......۸/۲/۱۹۷۲ء

الجواب: (۱) جن چارپایوں کا گوشت حلال ہے تو ان کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے کمافی الهدايه والدر المختار ﴿۲﴾ اور لید وگوبر میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست

﴿۱﴾ قال ابن عابدين ولو تنجس...... الدهن يصب عليه الماء فيغلى فيعلوا الدهن الماء فيرفع بشئ هكذا ثلاث مرات، ۱۵. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۵ جلد ۱ مطلب فی تطهير الدهن والعسل)(ومثله فی الطحطاوی ص ۱۶۰ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفی من نجاسة مخففة كبول مأكول ومنه الفرس وطهره محمد. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

غلیظہ ہے لیکن عموم بلوی کی وجہ سے نجاست خفیفہ ہونا الیق ہے ﴿۱﴾ واضح رہے کہ نجاست غلیظہ میں ہتھیلی کا مقدار عفو ہوتا ہے اور خفیفہ میں کپڑے کے ایک چوتھائی سے کم عفو ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ (۲) مرغی کی بیٹ نجاست غلیظہ ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

سلس البول کے مریض کیلئے حرج کی صورت میں کپڑوں کا دھونا ضروری نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ سلس البول کا مریض تو ہر نماز کیلئے تجدید وضو کرے گا لیکن کپڑوں کے ساتھ کیا کرے گا، اس کی تجدید کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالودود کوہاٹی تیراہ......۱۹۷۶ء/۱۳/۵

الجواب: اگر حرج نہ ہو تو کپڑوں کو دھوئے گا، اور اگر حرج ہو مثلاً نماز ختم کرنے سے قبل کپڑے ناپاک ہوتے ہوں، تو دھونا ضروری نہیں ہے ﴿۴﴾ (شامی ص ۲۸۲ جلد ۱). وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ وطھر ھما محمد آخرا ای فی آخر امرہ حین دخل الری مع الخلیفۃ ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات بھا وقاس المشائخ علی قولہ ھذا طین بخاریٰ. (قولہ وبہ قال مالک) فیہ انہ یقول ماا کل لحمہ فبولہ ورجیعہ طاھر فقط فلا یقول بطھارۃ روث الحمار.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۲﴾ قال العلامہ حصکفی: وعفاالشارع عن قدر درھم وان کرہ تحریما فیجب...... ونجاسۃ خفیفۃ...... وعفی دون ربع جمیع بدن وثوب الخ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۳۱، ۲۳۵ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۳﴾ قال العلامہ حصکفی: وخمر...... وخرء کل طیر لا یذرق فی الھواء کبط اھلی ودجاج. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۳۴ جلد ۱ باب الانجاس)

﴿۴﴾ قال الحصکفی: وان سال علی ثوبہ فوق الدرھم جازلہ ان لا یغسلہ ان کان لوغسلہ تنجس قبل الفراغ منھا ای الصلاۃ والایتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتویٰ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۲۴ جلد ۱ مطلب فی احکام المعذور)

گارے میں پانی یا مٹی نجس ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق گارا پاک ہوگا

سوال: قاضی خان ص۱۳ میں ہے، اتراب الطاھر اذا جعل طینا بالماء النجس او علی العکس الصحیح ان الطین نجس ایما کان نجسا (نورالکشور) اور بنایہ جلد اول ص ۴۵۷ نورالکشور میں ہے، ان الماء و اتراب اذا اختلطا وصار طیناً واحد ھما نجس فقیل العبرۃ فیه للماء وقیل للتراب وقیل للغالب وقیل ایھما کان طاھراً فالمطین طاھر وبه قال الاکثر وقیل ان کان نجسین فالطین طاھر لانه صار شیأ آخر ،کالخمر الخ، ان دونوں میں قول راجح کونسا ہے طہارت طین یا نجاست طین جواب باصواب بمعہ حوالہ کتب تحریر فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد یوسف وانڈہ سیمولکی مروت ۱۹۷۰ء

الجواب: یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے، قاضی خان اور ابو اللیث سمرقندی اور شارح المنیۃ اور صاحب محیط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ ان دو اجزا میں جو بھی ناپاک ہو تو تمام ناپاک ہوگا ﴿۱﴾ اور صاحب الدر المختار نے یہ مختار کیا ہے کہ جب دونوں ناپاک نہ ہوں، تو مخلوط پاک ہوگا، وقال الشامی ھذا ما علیه الاکثر فتح وھو قول محمد والفتویٰ علیه بزازیه فلیراجع الی ردالمحتار (ص ۳۳۴ جلد ۱) پس چونکہ اس کو مفتی بہ کہا گیا ہے ﴿۲﴾ لہٰذا اس کو ترجیح دی جائے گی اگرچہ احتیاط مقابل میں موجود ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال ابراھیم الحلبی: الماء والتراب اذا اختلطا و کان احدھما نجساً فالطین الحاصل منھا نجس لان اختلاط النجس بالطاھر ینجسه ھذا ھو الصحیح کما ذکرہ قاضی خان وھو اختیار الفقیه ابی اللیث و کذا روی عن ابی یوسف ذکرہ فی الخلاصه.
(غنیة المستملی ص ۱۸۶ فصل فی الأسار)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: رطوبة الفرج طاھرۃ خلافالھما العبرۃ للطاھر من تراب او ماء اختلطا به یفتیٰ، قال ابن عابدین ھذا ماعلیه الاکثر فتح وھو قول محمد والفتویٰ علیه بزازیه .
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۵۷ جلد ۱ قبیل کتاب الصلاۃ)

مٹی کا تیل کپڑوں کولگ جائے تو نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مٹی کا تیل پاک ہے؟ اگر یہ کپڑوں کولگ جائے، تو اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز موضع مولے پور کبیر والا ملتان......۱۹۶۹ء/۲/۱۹

الجواب: بلا اختلاف پاک ہے لیکن بدبو ہے، مسجد میں ایسے کپڑوں کے ساتھ داخل ہونا اور نماز پڑھنا مکروہ ہے ﴿۱﴾ (کبیری ص ۶۲۳) (شامی ۵۹۹ جلد ۱). وهو الموفق

پرندہ یا بچہ جس پر نجاست ہو نمازی پر بیٹھ جانے کی وجہ سے نماز میں فساد نہیں آتا ہے

سوال: ایک کتاب میں مراقی الفلاح کی سند سے لکھا ہے، کہ نمازی کی گود میں یا پیٹھ پر بچہ یا پرندہ بیٹھ جائے جس پر مقدار فساد نجاست لگی ہو، تو نماز ہو جائے گی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رفیق شاہ اسماعیل شہید روڈ راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۲/۱۱

الجواب: یہ جزئیہ صحیح ہے فتاویٰ میں مسطور ہے ﴿۲﴾ اور تائید میں حدیث بھی موجود ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين الشامی (قوله واكل نحو ثوم ويمنع منه) ای كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة للحديث الصحيح فی النهی عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ مطلب فی الغرس فی المسجد)

وقال العلامه ابراهيم الحلبی: الاول فيما تصان عنه المساجد يجب ان تصان عن ادخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام من اكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم متفق عليه .(غنية المستملی المعروف بالكبيری ص ۶۲۵ فصل فی احكام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه الشرنبلالی: وجلوس صغير يستمسک فی حجر المصلی وطير متنجس علی رأسه لا يبطل الصلاة اذالم تنفصل منه نجاسة. (مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۱۱۳ باب شروط الصلاة وار كانها) (وهكذافی الهنديه ص ۶۳ جلد ۱ قبيل فصل استقبال القبلة)

﴿۳﴾ عن ابی قتاده الانصاری ان رسول الله ﷺ كان...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جناح کیپ کی کھال کا مسئلہ

سوال: جناح کیپ یا قراقلی جس کھال سے تیار ہوتی ہے اس کی بہترین کھال اس بھیڑ کے بچہ سے تیار ہوتی ہے جو ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور دوسری قسم کی کھال ذبح کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے کیا یہ عمل درست ہے، کہ صرف اپنے شوق کے پیش نظر ماں اور بچہ کو ذبح کردیا جاتا ہے کیا یہ ظلم نہیں ہے؟ اگر ایسا بندہ امامت کرے تو اس کی اقتداء درست ہے؟ نیز اس نسل کشی کے جواز یا عدم جواز کی حیثیت کیا ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: معاویہ رسول خان کیمل پور روڈ پاکستان کراچی......۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: واضح رہے کہ مردار جانور کی کھال خشک ہونے کے بعد پاک ہوجاتی ہے ﴿۱﴾ (حدیث فقہ) اور بھیڑ بمع بچہ ذبح کرنا ممنوع شرعی نہیں ہے، پس یہ اقدام خلاف تقویٰ نہیں ہے البتہ موجب قساوت ضرور ہے جو کہ امامت کو ضرر رساں نہیں ہے۔ وھو الموفق

جنب کا پسینہ ناپاک نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر جنب آدمی استنجا کررہا ہو اور

(بقیہ حاشیہ) یصلی وھو حامل امامۃ بنت زینب بنت رسول اللہ ﷺ ولابی العاص ابن ربیعۃ بن عبد شمس فاذاسجد وضعھا واذا قام حملھا. (صحیح البخاری ص ۷۴ جلد ۱ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلوٰۃ کتاب الصلوٰۃ)

﴿۱﴾ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ایما اھاب دبغ فقد طھر، (الجامع الترمذی ص ۳۰۳ جلد ۱ باب ماجاء فی جلود المیتۃ اذا دبغت)

وقال العلامہ ابراھیم الحلبی: وکل اھاب دبغ فقد طھر ...... جازت الصلوٰۃ معہ ملبوساً او مفروشا او محمولا الا جلد الخنزیر لنجاسۃ عینہ.

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ص ۱۵۱ باب الانجاس)

بدن پر کوئی ظاہری پلیدی نہ ہوتو اس آدمی کا پسینہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا
المستفتی: غلام حبیب اکبر پورہ نوشہرہ......۱۵/فروری ۱۹۸۹ء

الجواب: جنبی کا پسینہ پلید نہیں ہے، لہٰذا اس سے لباس ناپاک نہ ہوگا، قال فی الدر المختار فسور آدمی مطلقاً ولو جنبا او کافراً وحکم عرق کسؤر ﴿۱﴾. وهو الموفق

مصنوعی کھاد پاک ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مصنوعی کھاد ازروئے شریعت پاک ہے یا ناپاک، اس کو کسی زمین میں ڈال کر اس پر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: محمد خورشید رسالپور گنڈیری نوشہرہ......۸/ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: مصنوعی کھاد پاک ہے، لتبدل الذات ﴿۲﴾. وهو الموفق

خون آلود نوٹوں کے ساتھ نماز ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی امام کی جیب میں روپیہ ہو جو خون آلود ہو وہ لوگوں کو نماز پڑھاتا ہے اب امام کی نماز تو نہیں ہوئی ہے تو اب امام سب کو مطلع کرے گا کہ دوبارہ نماز پڑھے یا صرف امام قضا لائے گا؟ بینوا توجروا
المستفتی: رحمت نبی ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ......یکم ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۶۳ جلد ۱ مطلب فی السئور)

﴿۲﴾ قال العلامه ابراهیم الحلبی: واکثر المشائخ اختار واقول محمد رحمه الله وعلیه الفتویٰ لان الشرع رتب وصف النجاسة علی تلک الحقیقة وقد زالت بالکلیة، فان الملح غیر العظم واللحم فاذا صارت الحقیة ملحا ترتب علیه حکم الملح ...... وعلی قول محمد فرعوا طهارة صابون صنع من دهن نجس وعلیه یتفرع مالو وقع انسان وکلب فی قدر الصابون فصار صابونا یکون طاهراً لتبدل الحقیقة. (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۱۸۶ فصل فی الاسار)

الجواب: اگر یہ خون ہتھیلی کے عرض سے زائد نہ ہوتو یہ عفو ہے ﴿۱﴾ اوراعادہ کا حکم کسی پر نہیں اوراگر زائد ہوتو صرف امام پر اعادہ ضروری ہے دیگر لوگوں کو اگر معلوم ہوتو اعادہ کریں، اوراگر معلوم نہ ہوتو امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا، اوراعادہ کا اعلان ضروری نہ ہوگا ﴿۲﴾ (ھکذا فی الفتاویٰ). وھو الموفق

جنابت کی حالت میں کھانا پینا، چلنا وغیرہ جائز ہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی جنب ہوگیا، پانی کی موجودگی کے باوجود نہ وضوکرتا ہے اور نہ تیمّم تو اس کیلئے سونا نیز روٹی کھانا، پانی پینا، سلام ڈالنا یا لینا، چلنا پھرنا وغیرہ کس حد تک جائز ہے؟ یا حرام یا مکروہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر محمد معصوم سرائے نورنگ بنوں ۱۹۷۷ء/ ۸/ ۱۰

الجواب: جنابت کی حالت میں سونا، کھانا، پینا، زمین پر چلنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا،

﴿۱﴾ وفی الهندیه: (النجاسة) المغلظة وعفی منها قدر الدرهم والصحیح ان یعتبر بالوزن فی النجاسة المتجسدة وهو ان یکون وزنه قدر الدرهم الکبیر المثقال وبالمساحة فی غیرها وهو قدرعرض الکف هکذا فی التبیین والکافی واکثر الفتاویٰ .(والمراد بعرض الکف عرض مقعد الکف وهو داخل مفاصل الاصابع.)
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی الاعیان النجسة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی کما یلزم الاخبار القوم اذا امهم وهو محدث...... بالقدر الممکن...... والا لایلزمه بحر عن المعراج وصحح فی مجمع الفتاویٰ عدمه مطلقا لکونه عن خطا معفو عنه قال ابن عابدین وصّحح فی مجمع الفتاویٰ وکذا صححه الزاهدی فی القنیه والحاوی وقال والیه اشارابویوسف ...... واما صلاتهم فانهاوان لم تصح ایضاً لکن لا یلزمهم اعادتها لعدم علمهم ولا یلزمه اخبارهم لعدم تعمده فافهم.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۳۸ جلد ۱ باب الامامة)

تمام کے تمام جائز ہیں،لان النبی ﷺ انکر علی من امتنع عن المصافحة ولم ینکر علی المشی وغیره کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب الأحادیث ﴿۱﴾ واما عدم ردالسلام قبل التیمم والوضوء فمحمول علی الدوام ﴿۲﴾. وهو الموفق

گندم وغیرہ کوخنزیر کالعاب لگنا

سوال: ہمارے علاقے میں بہت سے خنزیر ہیں جوزیادہ تر فصلوں کو تباہ کرتے ہیں تو جو گندم یا فصل وغیرہ خنزیر خراب کرتا ہے تو کیا اس کا کھانا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حافظ جہانداد خطیب جامع مسجد اٹک......۱۳/ رمضان ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ عن ابی هریرة رضی الله عنه قال لقینی رسول الله ﷺ وانا جنب فاخذ بیدی فمشیت معه حتی قعد فانسللت فاتیت الرجل فاغتسلت ثم جئت وهو قاعد فقال این کنت یااباهریرة فقلت له فقال سبحان الله ان المؤمن لا ینجس، وعلی هامش المشکواة وفی شرح السنة فیه جواز مصافحة الجنب ومخالطته وهو قول عامة العلماء واتفقوا علی طهارة عرق الجنب والحائض،و فیه دلیل علی جواز تاخیر الاغتسال للجنب وان یسعیٰ فی حوائجه ، مرقاة. (مشکواة المصابیح ص ۴۹جلد ۱ باب مخالطة الجنب وما یباح له الفصل الاول)

﴿۲﴾وفی منهاج السنن: قوله وهو یبول فلم یرد علیه فوراً بل رد علیه بعد الطهارة بدلیل روایات اخری، اعلم انهم صرحوا علی انه لا یسلم علی من یبول او یتغوط او یصلی او یتلوا او یذکر الله تعالیٰ او یؤذن او یقیم او یدرس او یاکل وغیر ذلک فمن سلم علیهم فلم یستحق الرد واما رده ﷺ علی هذا المسلم فمحمول علی الاستحباب او تطیب القلب واما السلام علی من یستنجی من البول بالحجر او المدر قائماًاو قاعداً فلم یثبت فیه من الفقهاء شئ والراجح هو الجواز اذا کان غیر مکشوف العورة، لان النبی ﷺ ندب الی السلام علی الاهل بلا استثناء الحائضة والنفساء ولم یقل احد من الفقهاء بکراهة السلام علی الحائضة اوا لنفساء وکذا علی من به داء سلس البول.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۸ جلد ۱ باب کراهیة ردالسلام غیر متوضیٔ)فرتن

الجواب: ان اشیاء کی خوراک جائز ہے مگر وہ جس کے ساتھ خنزیر کا لعاب لگا ہو ﴿۱﴾ ان کا کھانا جائز نہ ہوگا مگر محض (لعاب لگنے کا) شک محرم نہیں ہے ﴿۲﴾۔فقط

ڈرائی کلینز مشین میں کپڑے دھونے سے پاک نہیں ہوتے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈرائی کلینز مشین جس میں کپڑے مختلف قسم کے پاؤڈروں اور مائع سے صاف کئے جاتے ہیں کیا اس طرح کپڑے غلاظت سے صاف ہو جاتے ہیں جبکہ صاف ہونے کیلئے تین بار پانی اور رگڑنا ضروری ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: معین الدین ناصر شورسوات ۱۹۷۷ء/۸/۱۶

الجواب: ڈرائی کلینز مشین میں ناپاک کپڑے پاک نہیں ہوتے ہیں البتہ صاف ہوجاتے ہیں، لان المـائـع الذی یغسل به الثوب فیه لیس بجار لا حقیقة ولا حکماً فیتنجس المائع عند القاء الثوب النجس فکیف یطهر الثوب فافهم (ماخوذ از ردالمحتار) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قـال الـعـلامـه حـصکفی: وسؤر خنزیر وکلب وسباع بهائم ومنه الهرة البریة وشارب خمر فور شربها ولوشاربه طویلا لا یستوعبه اللسان فنجس.

(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۶۳ جلد۱ مطلب فی السئور)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین ولم یحکم بنجاسته للشک.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۶۴ جلد۱ مطلب فی السئور)

﴿۳﴾ قـال لـعـلامه ابن عابدین: (قوله وحکم سائر المائعات الخ) فکل ما لا یفسد الماء لا یـفـسـد غـیـر الـمـاء وهو الاصح محیط وتحفة والاشبه بالفقه بدائع اه بحر وفیه من موضع آخر وسائر المائعات کالماء فی القلة والکثرة یعنی کل مقدار لو کان ماء تنجس فاذا کان غیـره یـنـجـس، ومثـله فی الفتح. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۳۶ جلد۱ مطلب حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح).

وقـال الـعـلامـه ابـن نـجیم: (قوله یطهر البدن والثوب بالماء وبمائع مزیل کالخل وماء الورد) وهذا بالاجماع ارادبه الماء المطلق...... واراد بطهارة البدن...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

شرابی کے پسینہ کا حکم

سوال: ہمارے ہاں ایک مولوی صاحب نے شرابی کے بارے میں کہا کہ کافر اور جنب کا پسینہ پاک ہے، لیکن شرابی کا پسینہ نجس ہے اسی طرح اسکے بدن کے اجزاء بھی نجس ہیں، اور اسی لئے شرابی کیلئے صاف حکم ہے کہ شرابی نماز نہ پڑھے، کیونکہ شرابی کی نماز مقبول نہیں، تو براہ مہربانی اس مسئلے کا حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل اکبر جلبئی صوابی......۲۰/۲/۱۹۶۹ء

الجواب: شرابی کا پسینہ نجس ہونا اور ناقض وضو ہونا مرجوح قول ہے اور شرابی کیلئے نماز پڑھنے کا حکم غلط ہے، فلیراجع الی ردالمحتار ص۲۶۰ جلد۵ ﴿۱﴾.فقط

(بقیہ حاشیہ)طهارته من الخبث لا من الحدث ...... قياسا على ازالتها بالماء بناء على ان الطهارة بالماء معلولة بعلة كونه قالعا لتلك النجاسة والمائع قالع فهو محصل ذلك المقصود فتحصل به الطهارة.

(البحر الرائق ص ۲۲۱ جلد۱ باب الانجاس)

﴿۱﴾قال العلامه حصكفي: عرق مدمن الخمر خارج نجس...... وكل خارج نجس ينقض الوضوء فينتج ان عرق مدمن الخمر ينقض الوضوء لكنه محتاج لاثبات الصغرىٰ...... قلت قال شيخنا الرملي كيف يعول عليه وهو مع غرابته لا يشهد له رواية ولا دراية اما الاولىٰ فظاهر اذ لم يرو عن احد ممن يعتمد عليه واما الثانية فلعدم تسليم المقدمة الاولىٰ ويشهد لبطلانها مسئلة الجدى اذا غذى بلبن الخنزير فقد عللوا حل اكله بصيرورته مستهلكا لا يبقى له اثر فكذلك نقول فى عرق مدمن الخمر ويكفينا فى ضعفه غرابته . وقال ابن عابدين: قال الرملي ايضا فى حاشية المنح وتقدم فى كتاب الاشربة عن المحقق ابن وهبان انه لا تعويل ولا التفات الى كل ماقاله صاحب القنية مخالف للقواعد ما لم يعضده نقل من غيره ولم ينقل عن احد من علمائنا المتقدمين والمتأخرين ان عرق مدمن الخمر ناقض للوضوء. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۲۶۰ جلد۵ مسائل شتىٰ قبيل كتاب الفرائض)

کن کن جانوروں کے چمڑے بعدالدباغت پاک ہوتے ہیں اور کن کن کے پاک نہیں ہوتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا کتے کا چمڑا بعدالدباغۃ قابل استعمال ہے یعنی گلے میں لٹکانے کی صورت میں اس کے ساتھ نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) کن کن جانوروں کی کھال دباغت کے باوجود پاک نہیں ہوتے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن مراد آباد گڑھی کپورہ مردان......۲۳/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱) کتے کی ہڈی اور کتے کی خشک کھال بعدالدباغۃ پاک ہے، اور مانع نماز نہیں ہے ﴿۱﴾ (ردالمحتار ص ۱۴۲، ۱۴۳ جلد ۱). (۲) سانپ، چوہا اور خنزیر وہ حیوانات ہیں جن کے چمڑے دباغت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتے، اما لعدم الاحتمال، اولوجه آخر فليراجع الى ردالمحتار ﴿۲﴾ (ص ۱۲۲ جلد ۱). وهو الموفق

حالت جنابت میں ناخن، بال وغیرہ لینا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت جنابت میں ناخن ترشوانا، بال کٹانا، وغیرہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی: ۵۵۲ راولپنڈی

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: ليس الكلب بنجس العين عند الامام وعليه الفتوىٰ وان رجح بعضهم النجاسة كما بسطه ابن الشحنة فيباع ويؤجر ويضمن ويتخذ جلده مصلى ودلوا الخ. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۵۳ جلد ۱ مطلب فى احكام الدباغة)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفي: ومالا يحتملها فلا وعليه فلا يطهر جلد حية صغيرة...... وفارة...... خلا جلد خنزير فلا يطهر وقدم لان المقام للاهانة الخ.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۱۴۹ جلد ۱ مطلب فى احكام الدباغة)

الجواب: عالمگیری نے اس کراہیت کو بلاتقید ذکر کیا ہے﴿۱﴾لیکن اس میں نہ کوئی امر یا نہی وارد ہے،اور نہ کوئی وعید وارد ہے،لہٰذا یہ کراہیت تنزیہی معلوم ہوتی ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

صحرا اور آبادی دونوں میں پیشاب کے وقت استقبال و استدبار نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب یا پاخانہ کیلئے روبقبلہ بیٹھنا تو ناجائز ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف پیشاب کیلئے ایسا بیٹھ جائے کہ منہ مشرق کی طرف اور پیچھے قبلہ ہو،تو کیا پیشاب کیلئے ایسا بیٹھنا جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شرقاً غرباً بیٹھنا ناجائز ہے خواہ قبلہ سامنے ہو یا پیچھے ہو،اور بعض لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر بیت الخلاء کا دروازہ بند ہو تو جائز ہے،صحیح مسئلہ لکھ کر مشکور فرماویں۔ والسلام

المستفتی: خلیل اللہ تھائی لینڈ......۲۰/اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اس مسئلہ میں ہمارا مذہب نہایت محتاط ہے ہمارے نزدیک صحاریٰ اور بنیان (آبادی) دونوں میں تغوط اور تبول کے وقت نہ استقبال کیا جائے گا اور نہ استدبار، لحدیث ما رواہ ابوداؤد فی اول السنن ﴿۳﴾ فلیراجع والمسئلة طویلة الذیل والسلام علیکم ورحمة الله وبرکاته. وھو الموفق

﴿۱﴾وفی الھندیہ :حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ وکذا قص الاظافیر کذا فی الغرائب.
(فتاویٰ ھندیہ ص ۳۵۸ جلد۵ الباب التاسع عشر فی الختان والخصاء الخ کتاب الکراھیہ)

﴿۲﴾ وفی الھندیہ:والاصل الفاصل بینھما ان ینظر الی الاصل فان کان الاصل فی حقه اثبات الحرمة وانما سقطت الحرمة لعارض ینظر الی العارض ان کان مما تعم به البلویٰ وکانت الضرورة قائمة فی حق العامة فھی کراھة تنزیه، وان لم تبلغ الضرورة ھذا المبلغ فھی کراھة تحریم فصار الی الاصل وعلی العکس ان کان الاصل الاباحة ینظر الی العارض فان غلب علی الظن وجود المحرم فالکراھة للتحریم والا فالکراھة للتزیه.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۰۸ جلد۵ کتاب الکراھیہ)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن یزید عن سلمان الفارسی: قال..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیشاب کی چھینٹیں پڑنے سے عذاب قبر کا ثبوت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیشاب کی چھینٹیں پڑنے سے عذاب قبر کا ثبوت ہے، یا نہیں؟ یہ کس حدیث شریف سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۲/اپریل ۱۹۷۴ء

الجواب: ہاں ثابت ہے، رواہ ابوداؤد ﴿۱﴾. وھو الموفق

ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ہندو دھوبی سے کپڑے دھوئے جائیں تو کیا وہ پاک ہو سکتے ہیں جبکہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے کپڑے اکھٹے دھوتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق جدہ سعودیہ......۱۹۸۵ء/۱۰/۳۱

الجواب: ہندو کی نجاست اعتقادی ہے ﴿۲﴾ وہ کپڑوں کے پاک کرنے کا اہل

(بقیه حاشیه) قیل له لقد علمکم نبیکم کل شیئ حتی الخراءة قال اجل لقد نهانا ﷺ ان نستقبل القبلة بغائط اوبول وان لا نستنجي باليمين وان لا يستنجي احدنا باقل من ثلثة احجار او يستنجي برجيع او عظيم وعن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ انما انا لكم بمنزلة الوالد اعلمكم فاذا اتى احدكم الغائط فلا يستقبل القبلة ولا يستدبرها الخ.

(سنن ابی داؤد ص ۳ جلد ۱ باب كراهية استقبال القبلة عند الحاجة)

﴿۱﴾ عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ على قبرين فقال انهما يعذبان وما يعذبان فی كبير اما هذا فكان لا يستنزه من البول واما هذا فكان يمشي بالنميمة ثم دعا بعسيب رطب فشقه باثنين ثم غرس على هذا واحد وعلى هذا واحد وقال لعله يخفف عنهما مالم ييسا قال هناد يستتر مكان يستنزه. (سنن ابی داؤد ص ۴ جلد ۱ كتاب الطهارة باب الاستبراء من البول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: فسؤر آدمی مطلقا ولو جنبا او كافر...... طاهر، قال ابن عابدين: (قوله او كافر) لانه عليه الصلاة والسلام انزل بعض......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

گنے کے جوس میں چوہا گر کر گڑ بنانے سے چوہے کی حقیقت نہیں بدلی جاتی

سوال: ماذ رایکم فی فارة اذا وقعت وماتت فی ماءٍ یصب من السکر فصار ذلک الماء سکراً اسود یعبر عنها الناس فی اللغة الافغانی "گوڑہ" وفی الاردیة "گڑ" ھل ھذہ السکر الاسود طاھر ام نجس؟ لان بعض الناس یقولون باباحة اکلھا ویستدلون بطھارة الحمار حین صارت ملحا ویقیسون ھذہ المسئلة بمسئلة الاستحالة فی الدھن حین صارت صابوناً ھل ھذا استدلالھم وقیاسھم صحیح ام لا۔ بینوا رأیکم وتوجروا

المستفتی: پیر غلام ڈیرہ اسماعیل خان

الجواب: چونکہ صورت مسئولہ میں موش کی ذات نہ فنا ہوئی ہے اور نہ اس میں انقلاب آیا ہے لہٰذا یہ گڑ ناپاک اور حرام ہوگا، ونظیرہ الماء النجس اذا انجمد۔ وھو الموفق

گنے کی شربت میں چوہا گرنے سے گڑ نجس ہو جاتا ہے

سوال: گنے کے شربت میں چوہا گر پڑا، باوجود تلاش کے نہ ملا، گڑ پک کر اترہ (گڑ کے کھیر کا برتن)

(بقیہ حاشیہ) المشرکین فی المسجد علی ما فی الصحیحین فالمراد بقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس النجاسة فی اعتقادھم۔
(ردالمحتار علی ھامش الدر المختار ص ۱۶۳ جلد ۱ مطلب فی السؤر باب المیاہ)
﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ولو شک الخ) فی التاتر خانیہ من شک فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسة او لا فھو طاھر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منھا الصغار والکبار والمسلمون والکفار وکذا مایتخذہ اھل الشرک اوالجھلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب۔
(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۱۱۱ جلد ۱ قبیل مطلب ابحاث الغسل)

میں ڈالا گیا، لیکن گڑ میں چوہا ظاہر ہوا، اب اس گڑ کے ساتھ کیا کیا جائے یہ پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرؤف کورنغہ سینئی ...... یکم صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ گڑ ناپاک ہے یہ مواشی کو باقاعدہ کھلایا جائے گا، نظیرہ مافی الهدایه قیل لا تحمل الخمر الیها اما اذا قیدت الی الخمر فلا بأس به کما فی الکلب والمیتة ص ۴۹۹ ﴿۱﴾ وفی البحر ص ۱۵۲ جلد ۱ اختیار الاکل علی المواشی ﴿۲﴾ فلیراجع . وهوالموفق

مائع گھی میں چوہے کے گرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جب نرم گھی میں چوہا گر کر مر جائے اگر چہ صحیح مسلم کی روایت سے نجاست معلوم ہوتی ہے اور بعض فقہاء کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے، تاہم بعض فقہاء نے تطہیر کیلئے جو طریقہ متعین فرمایا ہے اس کی وضاحت فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد شریف سورج گنج بازار کوئٹہ ۱۹۸۵ء/۲/۲۴

الجواب: جس مائع گھی میں چوہا مر جائے تو وہ ناقابل تطہیر ہے البتہ سوائے خورد ونوش کے دیگر استعمال ممنوع نہیں ہے، کمافی الخلاصه ص ۴۱ جلد ۱ وفی المائع اذا وقعت الفارة فیه

﴿۱﴾ قال العلامه مرغینانی: وکذا لایسقیها الدواب وقیل لا تحمل الخمر الیها اما اذا قیدت الی الخمر فلا بأس به کمافی الکلب والمیتة وعلی هامشها فلا تحمل المیتة الی الکلب ولو قیدالکلب الی المیتة یجوز. (هدایه ص ۴۹۶ جلد ۴ کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم: ذکر الاسبیجابی ان ماعجن به قال بعضهم یلقی الی الکلاب وقال بعضهم یعلف المواشی ..... واختاره الاول فی البدائع وجزم به بصیغة قال مشائخنا یطعم للکلاب ..... ولابأس برش الماء النجس فی الطریق ولایسقی للبهائم وفی خزانة الفتاویٰ لابأس بان یسقی الماء النجس للبقر والابل والغنم.

(البحر الرائق ص ۱۲۵ جلد ۱ باب الانجاس)

ینتفع به سوی الاکلة کالاستصباح ودبغ الجلد﴿۱﴾ لاکن فی البزازیه (هامش هندیه ص ۱۹ جلد۴) مایشیر الی تطهره ایضاً ﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾(خلاصة الفتاویٰ ص ۴۱ جلد ۱ فصلی فی غسل الثوب والدهن ونحوه)

﴿۲﴾قال ابن البزاز الکردری: ان الدهن النجس یصب علیها الماء فیطفوالدهن فیرفع ثلاث مرات فیطهر وکذا العسل والدبس یموت فیه فارة یطبخ الماء ثلاثا حتی یعود فی کل مرة الیٰ ماکان علیه فی الاول لکن یخرج من حیز الانتفاع.

(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۱۹ جلد۴ الفصل السادس فی ازالة الحقیقة)

الباب الثامن فی الاستنجاء

ہوا نکلنے سے استنجا نہیں وضو واجب ہوتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوا نکلنے کی صورت میں جائے مخصوصہ نہیں دھویا جاتا بلکہ دوسرے اعضا دھوئے جاتے ہیں بشرطیکہ اندام مخصوصہ گندہ نہ ہو، تو یہ کیوں ایسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۸ء/۱۱/۲۷

الجواب: صرف ہوا نہیں بلکہ پیشاب میں بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے اور جماع کے متعلق بھی تمام بدن کے دھونے کے متعلق یہ سوال پیدا ہوتا ہے، ایسے سوالات سمجھنے کیلئے درس نظامی پڑھنا ضروری ہے ﴿۱﴾۔ فقط

﴿۱﴾ امام ولی اللہ الدہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سنت نے یہ واجب قرار دیا ہے کہ جب کوئی حکم شرعی صحیح روایت سے ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا اس بات پر اٹھا نہ رکھا جائے کہ اس حکم کی مصلحت وحکمت معلوم نہیں، کیونکہ بہت سے لوگوں کی عقلیں احکام کی مصلحتیں معلوم کرنے سے عام طور پر قاصر ہوتی ہیں، اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل وثوق ہے اسی لئے شرعی احکام کے اسرار کا علم اس کے اہلوں کے سوا دوسروں پر ہمیشہ مخفی رکھا گیا اور اس کیلئے وہی شرطیں رکھی گئیں جو قرآن مجید کی تفسیر کیلئے ہیں اس میں محض رائے سے جس کی سند سنن وآثار سے نہ ملتی ہو غور وخوض کرنا حرام قرار دیا گیا۔

(ارمغان شاہ ولی اللہ ص ٦ حسن وقبح کا شرعی یا عقلی ہونا)

وقال الشاہ اشرف علی التھانوی: اسمیں تو کوئی شک نہیں کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں جن کے بعد ان کے امتثال اور قبول کرنے میں ان میں کسی مصلحت وحکمت کے معلوم ہونے کا انتظار کرنا بالیقین حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ بغاوت ہے، جس طرح دنیوی سلطنتوں کے قوانین کی وجوہ واسباب اگر کسی کو معلوم نہ ہوں اور وہ اس معلوم نہ ہونے کے سبب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پیشاب لگنے سے پاکی کا طریقہ

سوال: بخدمت جناب حضرت مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: ہمارے ہاں لوگ اس پر اختلاف رکھتے ہیں کہ جس آدمی پر پیشاب کی گندگی ڈالی جائے تو وہ صاف نہیں ہوتا، براہ مہربانی یہ شخص کب صاف ہوگا، اور کس چیز سے پاکی آئے گی، شرعی مسئلہ بتا کر ثواب دارین حاصل کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۶/شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: تین دفعہ دھونے سے بدن اور کپڑے پاک ہوں گے ﴿۱﴾۔فقط

پیشاب کرنے کے بعد استنجا کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص باوضو ہو اور اس کو پیشاب آ جائے اور پیشاب کرنے کے بعد صرف بٹوانی (مٹی کا ڈھیلہ) سے خشک کر کے صرف چار اندام کرے، اور پانی سے استنجا نہ کرے تو کیا اس کی نماز ہو سکتی ہے؟ یا کہ استنجا بھی ضروری ہے وضاحت فرما کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: رسول خان لیب ٹیکنیشن کمبائنڈ ملٹری ہسپتال......۳۱/۷/۱۹۶۹ء

(بقیہ حاشیہ) ان قوانین کو نہ مانے اور یہ عذر کر دے کہ بدون وجہ معلوم کئے ہوئے اس کو نہیں مان سکتا تو کیا اس کے باغی ہونے میں کوئی عاقل شبہ کر سکتا ہے؟ تو کیا احکام شرعیہ کا مالک ان سلاطین دنیا سے بھی کم ہو گیا، غرض اس میں کوئی شک نہ رہا کہ اصل مدار ثبوت احکام شرعیہ فرعیہ کا نصوص شرعیہ ہیں، لیکن اسی طرح اس میں بھی شبہ نہیں کہ باوجود اس کے پھر بھی ان احکام میں بہت سے مصالح اور اسرار بھی ہیں اور گو مدار ثبوت احکام کا ان پر نہ ہو۔
(بوادر النوادر ص ۱۰۵ غریبہ در شرائط نافعیت تحقیق مصالح واحکام)

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: يجوز رفع نجاسة حقيقة عن محلها...... بماء ولو مستعملا به يفتىٰ وبكل مائع طاهر...... ثلاثا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۲۶ جلد ۱ باب الانجاس)

وفي الهنديه يجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر يمكن ازالتها به كالخل وماء الورد ونحوه مما اذا عصر انعصر كذافي الهدايه.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۱ جلد ۱ الباب السابع في النجاسة واحكامها)

الجواب: اگر پیشاب کے سوراخ سے ماسوئی مقدار درہم تک نجاست پہنچی ہوتو استنجا سنت ہے ورنہ فرض ہے، والغسل بالماء بعده ای الحجر سنة ویجب ان جاوز المخرج نجس مانع (الدر المختار مختصراً) اور وضوتو بہر حال صحیح ہے لیکن اس وضو سے نماز اس وقت صحیح ہے جبکہ استنجا فرض نہ ہو ﴿۱﴾۔ فقط

مرد کی طرح عورت بھی ڈھیلا استعمال کرسکتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت کو ڈھیلے سے استنجا کرنا منع ہے اور اس کو پیشاب کرنے کے بعد پانی ہی سے استنجا کرنا مسنون ہے لیکن اگر سفر وغیرہ میں ایسا اتفاق ہو جائے، کہ پیشاب کے بعد استنجا کیلئے پانی نہ مل سکے، اور نماز پڑھنی ہو تو کیا ایسی صورت میں عورت کو ڈھیلے سے استنجا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی

الجواب: مرد اور عورت کے استنجا کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے، یعنی جس طرح مرد صرف ڈھیلے استعمال کرسکتا ہے اور یا ڈھیلے کے بعد پانی استعمال کرسکتا ہے بعینہ عورت کیلئے یہی حکم ہے، بے شک عورت پر استبراء نہیں ہے، یعنی پانی سے استنجا کرنے میں اتنی دیر کرنا کہ پیشاب کے قطرات بند ہو جائیں، یہ عورت پر نہیں ہے بے سود ہے یہ تمام مسائل ردالمحتار ص ۳۱۲ جلد ۱ فصل الاستنجاء میں مسطور ہیں ﴿۲﴾۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: والغسل بالماء...... بعده ای الحجر...... سنة مطلقا به يفتىٰ ویجب ای یفرض غسله ان جاور المخرج نجس مائع ویعتبر القدر المانع لصلاة فیما وراء موضع الاستنجاء لان ماعلى المخرج ساقط شرعاً وان کثر ولهٰذا لا تكره الصلاة معه.
(الدر المختار مع ردالمحتار ص۲۴۸ جلد ۱ فصل الاستنجاء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفيها ان المرء ة كالرجل الا فى الاستبراء فانه لا استبراء عليها بل كما فرغت تصبر ساعة لطيفة ثم تستنجى.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص۲۵۳ جلد ۱ مطلب فى الفرق بين الاستبراء والاستسقاء......)

استنجا کے وقت کشف عورت اور صرف ہونے والے پانی کی مقدار

سوال: (۱) ہماری مسجد میں جنوباً شمالاً استنجا کی جگہ بنی ہوئی ہے ایک آدمی اس کے باوجود مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پیٹھ کر کے بلا ناغہ استنجا کرتا ہے، اور ستر نہیں کرتا ہے عام نمازی اس کی اس حرکت سے ناراض ہیں کیونکہ ہمارے ہاں ننگا ہونا بہت معیوب سمجھا جاتا ہے؟ (۲) یہ آدمی استنجا پر دو کوزے پانی بھرے ہوئے الٹے منہ استعمال کرتا ہے استنجا پر کس قدر پانی کے صرف کرنے کی اجازت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین سروالہ کیملپور......۱۱/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) جو شخص لوگوں کے سامنے کشف عورت کر کے استنجا کرتا ہے تو یہ فاسق اور فاجر ہے، فی الدر المختار بلا کشف عورة عنه احدامامعه فيتركه كما مر فلو كشف له صار فاسقا ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۳۱۲،۳۱۳جلد ۱).

(۲) استنجا کی صورت میں پانی کی خاص مقدار مقرر نہیں یہ نجاست کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے ہے، ازالہ نجاست میں جب تک غالب ظن نہ ہو، تو پانی کا استعمال جائز ہے لیکن اعتدال سے کام لینا چاہئے ﴿۲﴾ (هامش ردالمحتار). وهو الموفق

حشفہ کے اردگرد سوراخوں میں پانی نہ پہنچنے کی صورت میں وضو کا حکم

سوال: ختنے کے وقت بعض اوقات حشفہ کے اردگرد سوراخ رہ جاتے ہیں جس کو غسل کے وقت پانی پہنچانا مشکل ہوتا ہے، کوشش کے باوجود پانی کا ادخال نہیں ہوتا، تو غسل و وضو کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل احد بٹ خیلہ ملاکنڈ......۲۷/شعبان۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۴۸ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفی و الغسل بالماء الى ان يقع فی قلبه انه طهر مالم يكن موسوساً فيقدر بثلاث كمامر. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۴۸ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

الجواب: جس سوراخ میں پانی داخل کرنا شاق (مشکل) ہو، تو وہاں کانوں کے سوراخوں کی طرح ظاہر پر پانی ڈالنے پر اکتفا کرنا مرخص ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ٹشو پیپر کا استنجا کیلئے استعمال کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل جو خاص قسم کے کاغذ سے استنجا کیا جاتا ہے تو اس کے استعمال کا جواز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ یہ خاص قسم کاغذ نہ قابل کتابت ہے اور نہ قطع کرنے کے بعد قابل قیمت ہے لہٰذا اس سے استنجا کرنا ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾، اما الاول فظاهر واما الثانی فلما فی ردالمحتار ص ۳۱۵ جلد ۱ وهل اذا كان متقوما ثم قطع منه قطعة لا قيمة لها بعد القطع يكره الاستنجاء بها ام لا الظاهر الثانی ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله وثقب انضم) قال فی شرح المنيه وان انضم الثقب بعد نزع القرط وصار بحال ان امر عليه الماء يدخله وان غفل لافلا بد من امراره ولا يتكلف لغير الامرار من ادخال عود ونحوه فان الحرج مدفوع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۱۳ جلد ۱ ابحاث الغسل)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن شرح جامع السنن: قلت فالكاغذ المعد لذلک فی عصرنا لا يكره الاستنجاء به لانه لا قيمة له بعد القطع وكذا ليس هذا للكتابة فافهم، وفی شرح النقاية وقد ضبط بعض العلماء ضبطا جيدا فقالوا يجوز الاستنجاء بكل جامد طاهر منق قلاع للاثر غير موذ ليس بذی حرمة ولا شرف ولا يتعلق به حق الغير.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۹۱ جلد ۱ باب كراهية ما يستنجی به)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۵۰ جلد ۱ فصل فی الاستنجاء)

صرف پانی سے استنجاء کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے امام مسجد نے کہا ہے کہ اگر کوئی پیشاب یا پاخانہ کرے اور ان جگہوں کو پانی سے دھوئیں اور بعد میں استنجا نہ کریں، صرف وضو کریں، تو نماز ہو جاتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع سورجال جماعت ہفتم سی ہائی سکول راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۳/۱۷

الجواب: ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کرنا بہتر ہے جبکہ پانی سے استنجا فرض نہ ہو چکا ہو اور امام مسجد کا یہ قول بھی صحیح ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: والاستنجاء بالماء افضل ان امکنہ ذلک من غیر کشف العورۃ وان احتاج الیٰ کشف العورۃ یستنجی بالحجر ولا یستنجی بالماء کذا فی فتاویٰ قاضی خان والافضل ان یجمع بینھما کذافی التبیین قیل ھو سنۃ فی زماننا وقیل علی الاطلاق وھو الصحیح وعلیہ الفتویٰ کذافی السراج الوھاج۔
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۴۸ جلد ۱ الفصل الثالث فی الاستنجاء)

بسم الله الرحمن الرحیم

انــی انا اللّٰہ لآ الٰہ الا انــا فــاعبدنــی، واقم الــصــلوٰۃ لــذکــری.

﴿سورۃ طٰہٰ﴾

فتاوی دیوبند پاکستان المعروف بہ

فتاویٰ فریدیہ جلد دوم

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ

(اہمیت وفضائل)

نماز کا منکر اور استہزا کرنے والا زندیق اور کافر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ (۱) قرآن میں نماز کا حکم پڑھنا نہیں بلکہ دل میں قائم کرنا ہے۔ (۲) حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو اذان سن کر نماز پڑھنے مسجد نہیں آتے یہ حدیث سن کر یہ شخص کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر آگ کیوں نہیں لگتی۔ (۳) داڑھی کے بارے میں کہتا ہے کہ ان بالوں میں کچھ نہیں یہ نکما کام ہے۔ (۴) کہتا ہے کہ امام مسجد صرف دو سورتیں نماز میں پڑھتا ہے اور اس میں لوگوں کے مارنے کی بددعا ہے اور یہاں جو اموات واقع ہوئی ہیں ان کا سبب یہی دو سورتیں ہیں۔ (۵) عیدین اور جنازہ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہے اور پنجگانہ نہیں، جب اسے کہا جاتا ہے کہ یہ کیوں؟ تو کہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے کھڑا رہتا ہوں لیکن میری نیت کسی اور امام کا ہوتا ہے۔ اس شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام محمد ملتان شہر ..... ۵/ نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ شخص زندیق اور کافر ہے﴿۱﴾ اس سے ترک

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ویکفر جاحدها لثبوتها بدلیل قطعی وتارکها عمداً مجانة ای تکاسلا فاسق. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۵۹ جلد ۱ مطلب فیما یصیر الکافر به مسلماً کتاب الصلاة)

معاملات (بائیکاٹ) کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قصداً تارک الصلاۃ کافر نہیں البتہ فاسق وفاجر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی قصداً نماز ترک کریں تو وہ کافر بن جاتا ہے یا نہیں، قصداً تارک الصلوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ادریس پرائمری سکول نیو کیمپ پشاور

الجواب: عمداً تارک الصلوٰۃ حنابلہ کے نزدیک کافر اور مرتد ہے لیکن جمہور کے نزدیک فاسق اور فاجر ہے ﴿۲﴾ کیونکہ قرآن وحدیث سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، کما فصل

﴿۱﴾قال الحافظ ابن الحجر العسقلانی: (قوله باب مایجوز من الهجران لمن عصیٰ)اراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز لان عموم النهى مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع. فتبين هنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب غرض البخارى فى هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز، وانه يتنوع بقدر الجرم، فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترک المكالمة كما فى قصة كعب وصاحبيه...... وقال الطبرانى قصة كعب بن مالک اصل فى هجران اهل المعاصى وقد استشكل كون هجران الفاسق او المبتدع مشروعاً ولا يشرع هجران الكافر وهو اشد جرما منهما لكونهما من اهل التوحيد فى الجملة ...... واجاب غيره بان الهجران على مرتبتين الهجران بالقلب والهجران باللسان، فهجران الكافر بالقلب وبترک التودد والتعاون والتناصر لا سيما اذا كان حربيا وانما لم يشرع هجرانه بالكلام لعدم ارتداعه بذلک عن كفره بخلاف العاصى المسلم فانه ينزجر بذلک غالباالخ.

(فتح البارى شرح صحيح البخارى ص۵۹۷ جلد۱۳ باب ما يجوز من الهجران لمن عصیٰ)

﴿۲﴾قال العلائی: ويكفر جاحدها لثبوتها بدليل قطعى وتاركها عمداً مجانة اى تكاسلا فاسق يحبس حتى يصلى لانه يحبس لحق العبد فحق الحق احق وقيل يضرب حتى يسيل منه الدم وعند الشافعى يقتل بصلاة واحدة حدا وقيل كفراً، قال ابن عابدين وكذا عند مالک واحمد وفى رواية عن احمد وهى المختارة عند جمهور اصحابه انه يقتل كفرا وبسط ذلک فى الحلية.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص۲۵۹ جلد۱ مطلب فيما يصير الكافر به مسلما من الافعال)

فی موضعہ، لہٰذا تارک الصلوٰۃ کافر نہ ہوگا، اور لا تکونوا من المشرکین ﴿۱﴾ کی عبارت، اشارت، دلالت، اقتضاء اور اعتبار کسی ایک سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ تارک الصلوٰۃ مشرک یا کافر ہے اور بر تقدیر تسلیم یہ آیت استحلال یا تشدید پر محمول ہوگی، تاکہ دیگر آیات سے متعارض نہ ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز میں کاہلی پر حتی المقدور امر بالمعروف ونہی عن المنکر فراغ ذمہ کیلئے کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کہ آیت قوا انفسکم واھلیکم ناراً کی بنا پر گھر کے افراد کو نصیحت کرتا ہوں لیکن باوجود نصیحت اور توبیخ کے نماز میں کاہلی کرتے ہیں کیا مجھ پر اس کے بعد کوئی گناہ ہوگا؟ (۲) گھر کے افراد اگرچہ نماز پڑھتے ہیں لیکن اوقات کی پابندی نہیں کرتے کیا اوقات کی پابندی ضروری نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اکبر پٹن کلاں آزاد کشمیر

﴿۱﴾ قال اللہ تعالیٰ: منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین.
(سورۃ الروم پارہ: ۲۱ رکوع: ۷ آیت: ۳۱)

﴿۲﴾ قال العلامہ علی قاری: (ولا نکفر) ای لا ننسب الی الکفر (مسلما بذنب من الذنوب) ای بارتکاب معصیة (وان کانت کبیرة) ای کما یکفر الخوارج مرتکب الکبیرة (اذا لم یستحلھا) ای لکن اذا لم یکن یعتقد حلھا لان من استحل معصیة قد ثبتت حرمتھا بدلیل قطعی فھو کافر (ولا نزیل عنہ اسم الایمان) ای ولا نسقط عن المسلم بسبب ارتکاب کبیرة وصف الایمان، کما یقولہ المعتزلة حیث ذھبوا الی ان مرتکب الکبیرة یخرج عن الایمان ولا یدخل فی الکفر...... ومن المعلوم ان السب دون القتل نعم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالة وعلی تقدیر ثبوت الحدیث فیجب ان یؤول کما اول حدیث ”من ترک صلاة متعمداً فقد کفر“ والحاصل ان الفسق والعصیان لایزیل الایمان فیصیر کافر اولاواسطة.
(شرح فقہ الاکبر للقاری ص ۱۷، ۲۷ الکبیرة لا تخرج المومن عن الایمان)

الجواب: (۱) لا يكلف الله نفسا الا وسعها ﴿۱﴾ آپ پر نصیحت اور کوشش کرنے کے بعد گناہ نہیں۔ (۲) ضروری ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

دین اور اسلام سے بالکل ناواقف آدمی کی نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کس کو کہتے ہیں حضور ﷺ کا کیا نام ہے اور قرآن مجید آسمانی کتاب ہے اور حضور ﷺ پر نازل ہوئی ہے جب ایک شخص ان تمام احکام سے ناواقف ہو تو کیا اس کیلئے نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۴ء/۴/۳

الجواب: ایسے برائے نام مسلمانوں کے ساتھ محنت اور مشقت از حد ضروری ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه جلال الدين السيوطي: ولما نزلت الاية التى قبلها شكا المؤمنون من الوسوسة وشق عليهم المحاسبة بها فنزل لا يكلف الله نفسا الا وسعها اى ماتسعه قدرتها لها ماكسبت من الخير اى ثوابه وعليها ما اكتسبت من الشر اى وزره ولا يؤاخذ احد بذنب احد ولا بمالم يكسبه مما وسوست به نفسه.

(تفسير جلالين ص ۴۵ جلد ۱ سورة البقرة پاره: ۳ ركوع: ۸ آيت: ۲۸۶)

﴿۲﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوى: (والاوقات اسباب ظاهراً تسيراً) اعلم ان الاوقات لها جهات مختلفة بالحيثيات فمن حيث ان الصلاة لاتجوز قبلها وانما تجب بها اسباب ومن حيث ان الاداء لا يصح بعدها لاشتراط الوقت له وانما تكون قضاء الخ.

(الطحطاوى على المراقى الفلاح ص ۹۳ كتاب الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامى: من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد فى اقامة دينه واخلاص عمله لله تعالىٰ ومعاشرة عباده وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلاة والصوم الخ.

(ردالمحتار مقدمه ص ۳۱ جلد ۱ قبيل مطلب فى فرض الكفاية والعين)

وقال الملا على قارى: (قوله بلغوا عنى ولو آية) اى انقلوا الى..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ملازمت کی وجہ سے مطلق نماز یا نماز باجماعت ترک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) یہاں سعودی عرب میں ہماری اکثریت کی ڈیوٹی ایسی ہے مثلاً کرین چلانا گاڑی چلانا وغیرہ کہ افسر ساتھ ہوتا ہے اس وقت اگر اذان ہو جائے لیکن ہمارا افسر ہماری نماز کیلئے جانے پر خوش نہ ہو، تو کیا ہم ملازمت کریں یا مسجد جائیں یا نماز بعد میں پڑھنا چاہئے؟ (۲) اگر جماعت ہو رہی ہو اور ہم ایسے کام میں لگے ہوئے ہوں کہ اگر کام چھوڑ دیں تو کام رک جاتا ہے اور افسر ناراض ہو کر سزا دینے پر بھی تیار ہو لیکن ہمیں پھر جماعت ملنے کی امید نہ ہو تو ان حالات میں ہم ضروری کام کے وقت نماز باجماعت چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) جہاں نوکری خطرے میں یعنی اگر ہم نماز کیلئے جائیں تو نوکری سے ہاتھ دھونے پڑیں ایسی حالت میں جماعت کو ترک کر سکتے ہیں یا نماز کو قضا کیا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اجمل خان خلیل ریاض سعودیہ عربیہ.....۱۲/نومبر ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) اگر گاڑی وغیرہ کے ضیاع اور ہلاکت کا خطرہ یا ظن غالب ہو اور افیسر کی طرف سے سزا دینے اور ظلم کرنے کا خطرہ ہو تو آپ پر مسجد جانا ضروری نہیں ہے آپ اسی جگہ میں انفراداً یا باجماعت نماز پڑھ لیں البتہ نماز کو قضا نہ کریں (ماخوذ از مراقی الفلاح)۔ (۲) اس شق کا جواب بھی مثل سابق کے ہے البتہ اگر اقامت کے وقت اجازت ملتی ہے تو غنیمت ہے۔ (۳) اگر ملازمت میں نماز کرنے پر پابندی ہو اور نماز قضا کرنا (وقت خارج ہونے کے بعد پڑھنا) عادت کے طور سے واقع رہا ہو تو دوسری ملازمت کی کوشش ضروری ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الناس وافیدوهم ما امکنکم او مااستطعتم مما سمعتموه منی وما اخذتموه عنی من قول او فعل او تقریر بواسطة او بغیر واسطة (ولو آیة) ای ولو کان المبلغ ایة.
(مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ص ۲۶۴ جلد ۱ کتاب العلم)

﴿۱﴾ قال العلامه الطحطاوی: (وخوف ظالم) ای علی نفسه او ماله او خوف ضیاع ماله او خوف ذهاب قافله لو اشتغل بالصلاة جماعة.
(حاشية الطحطاوی ص ۲۹۷ فصل یسقط حضور الجماعة)

باب المواقیت وما یتصل بها

گھڑیوں کے مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں نماز پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں گھڑیوں کے لحاظ سے جو وقت مقرر ہوتا ہے اس مقررہ وقت سے پہلے یا بعد میں قوم کی اجازت سے نماز پڑھنا اور جماعت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: بلا اجازت اور باجازت دونوں صورتوں میں جائز ہے البتہ اوقات مقررہ کی رعایت چاہئے تا کہ کسی کی جماعت فوت نہ ہو، نمازی حضرات جو وقت مقرر کرتے ہیں وہ انتظامی امور میں سے ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پہاڑوں کے درمیان علاقے کا طلوع وغروب

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے سورج کا طلوع پہاڑ سے ہوتا ہے طلوع پانچ بجکر بیس منٹ پر ہوتا ہے اور غروب سات بجکر چھ منٹ پر ہوتا ہے تو ہم فجر کی اذان کس وقت دیا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا لطیف الرحمٰن کوٹکے تختی خیل شکر اللہ......۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال العلامہ الحصکفی: (ویجلس بینهما) بقدر ما یحضر الملازمون مراعیاً لوقت الندب (الافی المغرب).

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۲۸۷ جلد۱ باب الاذان)

الجواب: آپ ریڈیو سے طلوع وغروب کا وقت معلوم کریں اور وقت طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اذان فجر دیا کریں اور بوقت غروب اذان مغرب دیا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غروب الشمس اور خیط الاسود والابیض کا صحیح مصداق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص کہتا ہے کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی اٹھنی شروع ہو جائے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ مغرب کی جانب آسمان پر سرخی آ جانا سورج غروب ہونے کی علامت ہے صحیح صورت کیا ہے؟ (۲) سحری کا وقت ختم ہونے اور فجر کا وقت شروع ہونے کی علامت یعنی خیط الاسود اور خیط الابیض کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ خیط الاسود والابیض بھی مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی کے نیچے کی سفیدی کے اٹھنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی مشرق کی جانب سے نمودار ہوتی ہے دوسرا شخص کہتا ہے کہ خیط الابیض تمام آسمان پر ہوتا ہے اس کی بھی صحیح صورت کیا ہے اور کس طرف دیکھنا چاہئے؟ (۳) مغرب کا وقت شروع ہونے سے عشاء کے وقت کے شروع ہونے تک گھڑی کے حساب سے کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایوب خان محلہ شیام گنج مردان......۱۰/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱)، (۲) فقہ اور حدیث کی رو سے پہلے شخص کا قول درست ہے ﴿۲﴾،

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وقت صلاۃ (الفجر)...... (من) اول (طلوع الفجر الثانی) وھو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل (الیٰ) قبیل (طلوع ذکاء) بالضم غیر منصرف اسم الشمس. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۶۳ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

﴿۲﴾ قال ابن العلامہ ابن الھمام: (اول المغرب حین تغرب الشمس وآخرہ حین یغیب الشفق وماروا۵) من امامۃ جبریل علیہ السلام فی الیومین فی وقت واحد (کان للتحرز عن الکراھۃ) لان تاخیر المغرب الی آخر الوقت مکروہ (ثم) اختلف العلماء فی (الشفق) فقال ابو حنیفۃ رحمہ اللہ (ھو البیاض فی الافق بعد الحمرۃ) (فتح القدیر ص ۱۹۵ جلد ۱ باب المواقیت)

﴿۱﴾۔(۳)کم ازکم ڈیڑھ گھنٹہ وقفہ کرنا چاہئے﴿۲﴾۔وھو الموفق

صبح صادق اورغروب الشّمس کے وقت کے تعین کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سناہے کہ سورج کے طلوع سےلیکرغروب تک وقت جب آٹھ حصوں میں تقسیم کیاجائےتو آٹھواں حصہ وقت جتنا بھی ہو یہ صبح صادق اورغروب الشّمس کا وقت ہوتا ہے یعنی اتنا وقت صبح صادق اور طلوع الشّمس اورغروب الشّمس اور غیوب البیاض کے درمیان ہوگا کیا یہ صحیح ہے،اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع فجر کے درمیان ڈیڑھ گھنٹہ وقت ہوتاہےکیایہ تعین درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:نامعلوم......

الجواب: واضح رہے کہ آٹھویں حصے پرداررمدار درست نہیں ہےفقہاءکی روایات میں اس پراعتماد کہیں نظر سےنہیں گزراہے نیز واضح ہو کہ صبح صادق کا وقت طلوع فجر سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل شروع نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ سوا ایک گھنٹہ قبل شروع ہوتاہے﴿۳﴾ کما ھو یعلم من المشاھدۃ والریاضی. وھو الموفق

﴿۱﴾قال ابن الھمام: واول وقتھا اذا طلع الفجر الثانی ای الفجر الصادق وھو البیاض المعترض فی الافق واحترز بہ عن الفجر الکاذب وھو البیاض الذی یبدو فی السماء ویعقبہ ظلام وتسمیۃ العرب ذنب السرحان .(فتح القدیر ص ۱۹۲ جلد۱ باب المواقیت)

﴿۲﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد ، والمشاھد فی دیارنا قدر ساعۃ وربع ساعۃ. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاۃ)

﴿۳﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاھد فی دیارنا قدرساعۃ وربع ساعۃ.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاۃ)

مغرب اور عشاء کے درمیان وقفہ

سوال: مغرب اور عشاء کے درمیان کتنا وقفہ کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی رسول شاہ الہ دادخیل......۱۶/ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: غروب کے سوا گھنٹہ بعد بیاض غائب ہو جاتی ہے غالباً ہمارے دیار میں یہی فرق ہوتا ہے، ریاضی کے اصول پر ۱۵×۴=۶۰ منٹ فرق ہونا چاہئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نماز عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشاء کا وقت مغرب سے کتنے وقفے کے بعد شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحیم زڑہ میانہ نوشہرہ

الجواب: غروب سے ایک گھنٹہ بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے ﴿۲﴾ احتیاطاً ڈیڑھ گھنٹہ انتظار کرنا چاہئے، اہل فن نے فجر صادق اور طلوع شمس کے درمیان پندرہ درجات نیز غروب اور غیوب

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (و) وقت (المغرب منه الىٰ) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الى الصبح).

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: (و) وقت (المغرب منه الى) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب، قال ابن عابدين رحمه الله: تحت قوله اليه رجع الامام) اى الى قولهما الذى هو رواية عنه ايضاً وصرح في المجمع بان عليه الفتوىٰ.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة مطلب في الصلاة الوسطى)

بیاض کے درمیان ۱۵درجات کی مقدار معین کی ہے جس سے ۱۵×۴=۶۰ منٹ بنتے ہیں، واما الاحتیاط فلاجل اعتبار غروبھم ولاجل اضطراب الساعات ﴿۱﴾. فافھم، وھو الموفق

نمازوں کے مستحب اوقات

سوال: بحضور جناب محترم حضرت شیخ الحدیث مفتی محمد فرید صاحب دارالعلوم حقانیہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته! بندہ عارض بدیں منوال است کہ اقوال واختلاف مذاہب دراوقات صلوٰۃ خمسہ کثیر است اوقات معتبرہ صلوٰۃ کہ دریں وقت نماز بہتر است ودریں وقت بہتر نیست تحریر کن، وایضاً تحریر کن کہ اذان صبح بہ کدام وقت صحیح است، نیز وقت از صبح صادق تا طلوع شمس چند وقت است وایضاً فاصلہ درمابین سنت صبح وفرض چند است؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری فرمان اللہ متعلم حقانیہ

الجواب: اذان فجر زیادہ سے زیادہ سوا گھنٹہ طلوع شمس سے پہلے دینی چاہئے اور سنت کو غلس میں پڑھنا بہتر ہے اور فرض اسفار میں پڑھنا بہتر ہے اور نماز کو طلوع سے نصف گھنٹہ قبل پوری کرنا بہتر ہے نماز مغرب کو غروب کے بعد پڑھنا بہتر ہے یعنی بلا تاخیر اور عشاء کو سوا گھنٹہ غروب کے بعد پڑھنا جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ ثلث اللیل تک تاخیر کی جائے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾فی منهاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب ماجاء فی مواقیت الصلاة عن النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (والمستحب) للرجل (الابتداء) فی الفجر (باسفار والختم به)......(وتاخیر ظهر الصیف) بحیث یمشی فی الظل (مطلقا)...... (و) تاخیر (عصر) صیفا وشتاء توسعة للنوافل (مالم یتغیر ذکاء) بان لا ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز چاشت واشراق کا وقت اور ضحوہ کبریٰ وصغریٰ کا مطلب

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) نماز اشراق اور نماز چاشت کا وقت کب تک رہتا ہے بعض کہتے ہیں کہ اشراق کا وقت چوتھائی دن تک رہتا ہے تو یہ چوتھائی دن صبح صادق سے شروع ہوتا ہے یا طلوع افتاب سے؟

(۲) ضحوۃ کبریٰ اور ضحوۃ صغریٰ سے کیا مراد ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ایف ۲۸۷ نشتر آباد راولپنڈی......۲۵/شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) نماز چاشت اور نماز اشراق محققین کے نزدیک دو الگ الگ نمازیں نہیں ہیں، اور جمہور کے نزدیک الگ الگ نمازیں ہیں، اور میرا جواب جمہور کے مذہب پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ سورج کے صاف ہونے کے بعد ان کا وقت شروع ہوتا ہے اور استوا کے وقت ختم ہوجاتا ہے (الدر المختار) اور بعض فقہاء کے نزدیک یہی بہتر ہے کہ چوتھائی دن کے بعد پڑھی جائیں (شامی، کبیری) اور دن سے مراد بظاہر نہار عرفی ہے، اور تصریح باوجود تتبع کے نہ ملی، کیونکہ حدیث ترمض الفصال کی وجہ سے یہ قول کیا گیا ہے اور حرارت اس وقت سے شروع ہوتی ہے ﴿۱﴾۔

(بقیہ حاشیہ) تحار العین فیها فی الاصح (و) تاخیر (عشاء الی ثلث اللیل) قیده فی الخانیة وغیرها بالشتاء اما الصیف فیندب تعجیلها ...... (و) اخر (المغرب الی اشتباک النجوم) ای کثرتها. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۶۹ تا ۲۷۱ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: فصاعد فی الضحی) علی الصحیح من بعد الطلوع الی الزوال ووقتها المختار بعد النهار، (تحت قوله ووقتها المختار) ای الذی یختار ویرجع لفعلها وهذا عزاه فی شرح المنیة الی الحاوی وقال لحدیث زید بن ارقم ان رسول الله ﷺ قال صلاۃ الاوابین حین ترمض الفصال رواه مسلم وترمض بفتح التاء والمیم ای بترک من شدة الحر فی اخفافها.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۰۵ جلد ۱ کتاب الصلاۃ مطلب سنه الضحیٰ)

(۲) صبح صادق کے طلوع اور سورج کے غروب کے منتصف کو الضحوۃ الکبریٰ کہا جاتا ہے اور اس سے قبل کو ضحوۃ صغریٰ کہا جاتا ہے (شرح وقایہ)﴿۱﴾۔وھو الموفق

زوال اور وقت چاشت کے بارے میں دوبارہ استفسار

سوال: حضرت مقتدانا مفتی صاحب دامت برکاتہم دارالعلوم حقانیہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان ضحوۃ کبریٰ سے لیکر طلوع وغروب آفتاب کے درمیان نصف النہار تک اگر نماز پڑھنا مکروہ ہے تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ نیز جناب نے تحریر فرمایا تھا، کہ نماز چاشت کا وقت استویٰ کے وقت ختم ہوجاتا ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا سوال کے مذکورہ وقت میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے حالانکہ عین استوا کے وقت منع بلکہ ناجائز ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) جناب کی تحریر کے مطابق یہ سمجھ میں آیا ہے کہ اشراق کا وقت از طلوع تا غروب دن شمار کرتے ہوئے اس کے چوتھائی تک رہتا ہے اور دن کا چوتھائی حصہ ختم ہونے سے چاشت کا وقت شروع ہوجاتا ہے کیا یہ مفہوم صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ ایف ۷ ۲۸ راولپنڈی ......۲/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) اس وقت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، صرف ائمہ خوارزم کے نزدیک اور دیگر بعض ائمہ کے نزدیک صرف استوا کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، کذا فی الدرالمختار مع

﴿۱﴾ قال العلامہ عبید اللہ بن مسعود: اعلم ان النھار الشرعی من الصبح الی الغروب فالمراد بالضحوۃ الکبریٰ منتصفۃ ثم لا بد ان تکون النیۃ موجودۃ فی اکثر النھار فیشترط ان تکون قبل الضحوۃ الکبریٰ ...... فی مختصر القدوری الی الزوال والاول اصح. (شرح الوقایہ ص ۳۰۶ جلد ۱ کتاب الصوم وھکذا فی ردالمحتار ص ۹۲ جلد ۲ کتاب الصوم)

ردالمحتار ص ۳۴۵ جلد ۱ . لیکن روایات حدیثیہ سے قول ثانی کی ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اکثر فقہاء نے اسی کومختار کیا ہے، فلیراجع الی کتب الفقه ﴿۱﴾.

(۲) حدیث ترمض الفصال کی بنا پر میں نے اس طرف کوترجیح دی ہے کیونکہ فقہاء کے کلام میں مناسب تتبع کے بعد اس کا تعین نہ ملا۔ وھو الموفق

فجر اور عشاء کے اوقات کا بیان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صلاۃ فجر کے اوقات لکھ فرماویں، نیز تحریر فرماویں کہ طلوع شمس تک کتنا وقفہ ہے؟ (۲) مغرب اور عشاء کے درمیان کتنا وقفہ ہے تعین فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رفیع الحق صاحب خطیب مسجد صاحب زادگان نوشہرہ کلاں ...... ۱۸/ ربیع الثانی /۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے مشاہدہ کی بنا پر غالباً سوا گھنٹہ وقت فجر کا ہوتا ہے ﴿۲﴾ اور اسی طرح

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: (قوله واستواء) ...... ان الوقت المكروه هو عند انتصاف النهار الى ان تزول الشمس ولا يخفى ان زوال الشمس انما هو عقيب انتصاب النهار بلا فصل وفي هذا القدر من الزمان لا يمكن اداء صلاة فيه فلعل المراد انه لا تجوز صلاة بحيث يقع جزء منها في هذا الزمان اولمراد بالنهار هو النهار الشرعي وهو من اول طلوع صبح الى غروب الشمس وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان يعتد به ...... نهى عن صلاة نصف النهار حتى تزول الشمس ...... بان اعداد انتصاف النهار الشرعي وهو الضحوة الكبرىٰ الى الزوال عند ائمة خوارزم. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۷۳ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (والمستحب) للرجل (الابتداء) في الفجر (باسفار والختم به) هو المختار بحيث يرتل اربعين آية ثم يعيده بطهارة لوفسد وقيل يؤخر جدالان الفساد موهوم (الالحاج بمزدلفة) .

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ كتاب الصلاة)

مغرب کا پس فجر کے وقت مناسب یہ ہے کہ طلوع شمس سے نصف گھنٹہ قبل نماز ختم کی جائے۔اور غروب سے سوا گھنٹہ بعد اذان دی جائے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

غیوب شفق اور اوقات کا تعین مشاہدہ سے کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے، لہٰذا کسی نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی، سردیوں کے موسم میں تو کسی حد تک بات صحیح ہوسکتی ہے مگر دیگر مہینوں کیلئے یقیناً ایسا نہیں ہے، بہر حال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمہ موسمیات سے حاصل کردہ اوقات غروب شفق اور طلوع صبح صادق پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں، دراصل انگلینڈ میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتدا میں عشاء کی نماز اور صبح صادق کیلئے اپنے ہاں اپنی رصدگاہوں سے تعین اوقات کے نقشے منگوائے تھے تو رصدگاہوں نے بارہ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا، پھر آہستہ آہستہ تمام انگلینڈ میں بارہ درجہ والے ٹائم پر عمل شروع ہو چکا، پھر مفتیان شرع کو رجوع کیا تو انہوں نے سوا گھنٹہ بعد نماز کے متعلق کہا اب شرعی حکم کیا ہے تا کہ ہم اس پر عمل کریں؟ بینوا توجروا

نوٹ:......کافی صفحات پر استفتاء مشتمل تھا صرف خلاصہ پر اکتفا کر کے لکھ دیا (مرتب)

المستفتی: حزب العلماء یوکے انگلینڈ......۱۹۸۷ء/۱۲/۱۵

الجواب: آپ سال کی ہر ماہ میں دو یا تین بار غیوب شفق احمر اور شفق ابیض کا وقت مشاہدہ سے معلوم کریں اور آئندہ کیلئے اس کو لائحہ عمل بنائیں ﴿۲﴾ محکمہ موسمیات اور درجات کو بالائے طاق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: (و) وقت (المغرب منه الى) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة واليه رجع الامام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الى الصبح).
(الدر المختار على ردالمحتار ص ۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: وحاصله انا لا نسلم ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

رکھیں ﴿۱﴾ ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے مخالف ہے اور واضح رہے کہ دفع حرج کے واسطے احتیاط کو ترک کرنا خلاف شرع اقدام نہیں ہے۔ وھو الموفق

مغرب اور عشاء کے درمیانی وقفے کا دارمدار مشاہدہ پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز کے بعض نقشوں میں عشاء اور مغرب کا درمیانی وقفہ تقریباً ایک گھنٹہ لکھا ہے اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جن حضرات نے ڈیڑھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بیس منٹ لکھا ہے ان کو طول بلد اور عرض بلد سے پوری واقفیت نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے تخمیناً حساب لگایا ہے، آپ صاحبان اپنی تحقیق سے نوازیں۔ (۲) ماہ ذی قعدہ کی مختلف تاریخوں میں صبح صادق کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو وہ بھی نوٹ فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: بدر منیر تبلیغی صاحب افغان آٹوسٹور بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی ...... ۴/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

(بقیہ حاشیہ) لزوم وجود السبب حقیقة بل یکفی تقدیره کما فی ایام الدجال ویحتمل ان المراد بالتقدیر المذکور هو ماقاله الشافعیه من انه یکون وقت العشاء فی حقهم بقدر ما یغیب فیه الشفق فی اقرب البلاد الیهم ...... فتعین ما قلنا فی معنی التقدیر مالم یوجد نقل صریح بخلافه وانما مذهب الشافعیه فلا یقضی علی مذهبنا ...... قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر لجمیع الآجال کالصوم والزکاة والحج والعده وآجال البیع والسلم والاجارة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعة بحسب مایکون کل یوم من الزیادة والنقص کذا فی کتب الائمة الشافعیة ونحن نقول بمثله اذاصل التقدیر مقول به اجماعاً فی الصلوٰت. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۶۶ تا ۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی فاقدوقت العشاء کاهل بلغار)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاه بالکلیة بقوله نحن امة امیة لانکتب ولانحسب الشهر هکذا وهکذا وقال ابن دقیق العید الحساب لا یجوز الاعتماد علیه فی الصلاة انتهیٰ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۰۰ جلد ۲ مطلب ماقاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود)

الجواب: ریاضی کے اصول پر یہ وقت پندرہ درجہ یعنی ۱۵×۴=۶۰ منٹ ہے مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اسی مقدار سے زائد نہیں ہے ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ کے اوائل میں چار بج کر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

رمضان کے مہینے میں غلس میں صلاۃ فجر ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں صبح کی نماز کو اذان کے پندرہ منٹ بعد ادا کرنا کیسا ہے جبکہ اس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اکثر لوگ جماعت میں شریک ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد زبیر عثمانی حضرو اٹک ......۲۲/ رمضان ۱۴۰۲ھ

الجواب: روایات حدیثیہ اور فقہیہ کی بنا پر نماز فجر میں اسفار افضل ہے، الا لحاج بمزدلفة ﴿۲﴾ اور تغلیس جائز ہے، مگر افضل نہیں ہے، کما صرحوا بہ ﴿۳﴾ جواز اس صورت میں ہے جبکہ اذان طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل دی گئی ہو اور اگر ڈیڑھ گھنٹہ یا پونے دو گھنٹہ قبل دی گئی ہو تو اس اذان سے پندرہ منٹ بعد بھی صبح صادق (جوکہ محسوسات سے ہے) کا نام ونشان نہیں ہوتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاھد فی دیارنا قد رساعة وربع ساعة. (منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب مواقیت الصلاۃ)

﴿۲﴾ قال الحصکفی:(والمستحب) للرجل (الابتداء) فی الفجر (باسفار والختم به) ھو المختار بحیث یرتل اربعین آیة ثم یعیده بطھارة لو فسد وقیل یؤخر جدا لان الفساد موھوم (الالحاج بمزدلفة) . (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۶۹ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

﴿۳﴾ وفی منھاج السنن: اعلم ان النبی ﷺ ثبت عنه التغلیس بالفجر کما مرفی الباب السابق والاسفار به کما روی الطحطاوی عن ابی ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صبح صادق سے طلوع آفتاب تک گھڑی سے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک کتنا وقت بنتا ہے جبکہ اکابر علماء دیوبند ڈیڑھ گھنٹہ بتلاتے ہیں لیکن مفتی رشید احمد صاحب کراچی اس سے اٹھارہ منٹ کم بتلاتے ہیں جو نقشہ انہوں نے ہمارے سرگودھا کیلئے دیا ہے اس کے متعلق حکم کی وضاحت فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالحمید چنات آئل ملز ملت آباد سرگودھا......۵/ جولائی ۱۹۸۶ء

الجواب: اصولی طور سے مفتی رشید احمد صاحب کا اندازہ درست ہے البتہ ہمارے بلاد میں مشاہدہ کی بنا پر سوا گھنٹہ وقت بنتا ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) طریف و کان شاهدا مع رسول الله ﷺ حصن الطائف فکان یصلی بنا صلوٰة الفجر حتی لو ان انسانا رمی نبله ابصر مواقع نبله وروی عن جابر یقول کان النبی علیه السلام یؤخر الفجر کاسمها، وروی الشیخان عن ابی برزة الاسلمی عن النبی ﷺ قال کان ینفتل عن صلوٰة الفجر حین یعرف الرجل جلیسه ، قلت وهذاالحدیث یدل علی الاسفار به نهایة لا بدایة وروی الشیخان عن ابن مسعود قال ما رئیت رسول الله ﷺ صلی صلوٰة الا لمیقاتها الاصلوتین صلوٰة المغرب والعشاء بجمع وصلی الفجر یومئذٍ قبل مقیاتها، وفی لفظ مسلم قبل میقاتها بغلس، قلت افاد هذا الحدیث ان المعتاد کان غیر التغلیس وکان علیه السلام یفعل الافضل وقد یفعل غیر الافضل توسعة علی الامة ولم یعلم من هذه الروایات ان ایهما افضل الاسفار او التغلیس، فان قیل حدیث ابن مسعود یعلم منه ان الاسفار افضل لکونه معتاداً قلنا یعارضه حدیث الباب السابق فانه یدل علی کون التغلیس معتاداً فالظاهر ان تعامله ﷺ مختلف بین الاسفار مرة وبین التغلیس مرة اخریٰ ولکن للحنفیة تشریع قولی عام فی حدیث الباب ولیس للمخالفین تشریع قولی عام لعدوم ورود غلسوا بالفجر. ومن الاصول تقدیم مثل التشریع القولی العام علی الفعل والوقائع الجزء یة علی ان فی الاسفار تکثیر الجماعة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۱۷، ۱۸ جلد۲ باب ماجاء فی الاسفار بالفجر)

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

گھڑی کے لحاظ سے اوقات نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے اوقات گھڑی کے لحاظ سے بتائیں مثلاً صبح کا وقت کتنا ہوتا ہے اور عشاء کا وقت بعد از مغرب کب سے شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالفتاح پابینی صوابی ۲۴/شعبان ۱۴۰۳ھ

الجواب: ہمارے بلاد میں صبح اور مغرب کا تمام وقت غالباً سوا گھنٹہ رہتا ہے ﴿۱﴾ اور عصر کا وقت غالباً دن کا چھٹا حصہ ﴿۲﴾ اور دیگر اوقات معلوم ومشہور ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قد رساعة وربع ساعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

وقال العلامه ابن عابدین: ووجه ما قلناه ان الشارع لم یعتمد الحساب بل الغاه بالکلیة بقوله نحن امة امیة لا نکتب ولا نحسب الشهرهکذا وهکذا وقال ابن دقیق العید الحساب لا یجوز الاعتماد علیه فی الصلوٰة انتهیٰ.
(ردالمحتار ص ۱۰۰ جلد۲ مطلب ما قاله السبکی من الاعتماد علی قول الحساب مردود)

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قد رساعة وربع ساعة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب مواقیت الصلاة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: قال بتعجیل العصر فی اول وقتها مالک والشافعی واحمد وقال ابوحنیفة واصحابه بتاخیرها قال العلامة الشامی ان الوقت بعد العصر ای بعد دخول العصر الی الغروب قدر سدس النهار.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۶ جلد۲ باب ماجاء فی تعجیل العصر)

مغرب اور عشاء کے درمیان فاصلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں عشاء کی اذان، مغرب کی اذان سے پچاس یا پچپن یا زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ بعد دی جاتی ہے عموماً اذان مغرب اور جماعت عشاء کے درمیان سوا گھنٹہ وقفہ رکھا جاتا ہے اس سلسلے میں آپ حضرات سے وضاحت مطلوب ہے کہ مغرب اور عشاء کی اذانوں میں کتنا فرق رکھنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام سرور لوند خوڑ مردان...... ۱۹۸۷ء/۳/۱

الجواب: جب سورج یقیناً ڈوب جائے اور اس کے بعد سوا گھنٹہ گزر جائے تو عشاء کا وقت داخل ہو جاتا ہے ہمارے مشاہدہ اور تجربہ سے یہ ثابت ہے ﴿۱﴾ البتہ ریاضی کے حساب سے پندرہ درجہ جو کہ کل ۴×۱۵=۶۰ منٹ وقت مغرب ہے اس کے بعد عشاء شروع ہو جاتی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

شفق ابیض کے غیوب سے قبل نماز عشاء پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مسجد میں جولائی کے مہینے میں عشاء کی نماز پونے نو بجے اور اذان سوا آٹھ بجے دی جاتی ہے مغرب اور عشاء کے درمیان پینتالیس منٹ کا وقفہ رہ جاتا ہے سوال یہ ہے کہ کیا پینتالیس منٹ گزر جانے کے بعد عشاء کا وقت داخل

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب ماجاء فی مواقیت الصلوٰة عن النبی ﷺ)

﴿۲﴾ قال الحصكفی: (و) وقت (المغرب منه الی) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة والیه رجع الامام كما فی شروح المجمع وغیرها فكان هو المذهب (و) وقت (العشاء والوتر منه الی الصبح) (الدرالمختار ص ۲۶۵ جلد ۱ كتاب الصلاة)

ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں احناف کا مفتیٰ بہ مسلک کونسا ہے اور مغرب وعشاء کی اذان کے درمیان کتنا فاصلہ ضروری ہے، نیز ائمہ مذاہب کا شفق کے مصداق میں جو اختلاف ہے اس سے بچنے کا احوط طریقہ کیا ہے؟ اور قبل از غیوب شفق ابیض جماعت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خیر آباد نوشہرہ......۱۹۸۶ء/۸/۶

الجواب: غروب اور عشاء کے درمیان کم از کم سوا گھنٹہ فاصلہ کرنا چاہئے شفق ابیض کے غیوب کے وقت اذان دینی چاہئے یہی محققین کی رائے ہے، اور یہی احتیاط ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک غیوب بیاض سے قبل نماز باجماعت پڑھنے سے بعد از غیوب انفرادی نماز افضل ہے، کما فی شرح الکبیر ص ۵۲۹ وفی فتاویٰ صاعد امام محلته یصلی العشاء قبل غیاب البیاض فالافضل ان یصلیها وحده بعد البیاض ﴿۱﴾. وهو الموفق

بعد از مثل عصر کی اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں سعودی عرب میں بعد از مثل عصر کی اذان دی جاتی ہے جبکہ احناف کا قول بعد مثلین ہے تو اگر ہم ان کی اقتدا میں اس وقت نماز پڑھ لیں تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: منیر احمد شارع الشفاء طائف سعودیہ عربیہ......۲۶/اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: اس امام کے پیچھے اقتدا کیا کریں، اور اگر ہو سکے تو احتیاطاً اعادہ کیا کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۵۲۵ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: (وعليه عمل الناس اليوم) وانظر هل اذالزم من تاخيره العصر الى المثلين فوت الجماعة يكون الاولىٰ التاخير ام لا......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شفق احمر کا زوال جانب مشرق میں معتبر نہیں

سوال: حامداً ومصلیاً (رسالہ تحقیق وقت مغرب) صنفه مولانا فقیر محمد حسن صاحب زکوڑی (اول وقت المغرب غیبوبة الشمس المعلومة بذهاب الحمرة المشرقيه هذا هو الاصح، وعليه عمل اكثر الاصحاب لقول قائم اذا غابت الحمرة من هذا الجانب يعنى المشرق فقد غابت الشمس من شرق الارض وغربها، وروى الكلبى عن ابن عمر رضى الله عنه مرسلا عن النبى صلى الله عليه وسلم، اول وقت المغرب سقوط القرص ووقت الافطار ان تقوم بخذاء القبلة وتفقد الحمرة التى ارتفع من المشرق اذا جاوز قمة الراس الى ناحية المغرب فقط وجب الافطار وسقط القرص ، وهو صافى فى ان زوال الحمرة الشرقية علامة سقوط القرص الذى يرى غيبوبة الشمس ومرسل ابن عمر كالمسند، وللشيخ قول بان الغروب يتحقق باستتار القرص لقوله صلى الله عليه وسلم لابن اسامة رضى الله عنه وقد صعد جبل قبيس والناس يصلون المغرب فرأى الشمس لم تغب وانما توارت الجبل بئس ما صنعت انها تصليها اذا تريها حيث غابت او غارت وانما عليك مشرقك ومغربك وليس على الناس ان يبعثوا، وجوابه انه لا دلالة فيها ان تحقيق الغروب قبل ذهاب الحمرة فبقى الاخبار الصحيحه الصريحة باعتبار زوالها بغير معارض، انتهى (نقل من كتاب قواعد الاحكام تصنيف عزبن عبد السلام الشافعى المصرى ولد فى ۶۰۰ھ) والحال این کتاب درخانقاہ سراجیہ نزد کندیا شریف بدست مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین موجود است۔

(بقيه حاشيه)۱ والظاهر الاول بل يلزم لمن اعتقد رجحان قول الامام تأمل ثم رأيت فى آخر شرح المنية ناقلا عن بعض الفتاوىٰ انه لا كان امام محلته يصلى العشاء قبل غياب الشفق الابيض فالافضل ان يصليها وحده بعد البياض . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۶۴ جلد ۱ قبيل مطلب لوردت الشمس بعد غروبها اوقات الصلاة)

بسم الله الرحمن الرحیم الخ (فی فج العمیق: من تصنیف شیر محمد کاکیانی فی مذهب النعمانی) ما مر به اول وقت المغرب وقت غروب الشمس اذا غربت عن الافق فی جانب المغرب مائل فعلامة وقت المغرب التی اذا زالت الحمرة من جانب المشرق وبرفع السواد انتهیٰ فی ص ۱۹۹ . وایضاً صرح سید سند فی شرحه علی الچغمنی تحت قوله وفی الشرع من طلوع الفجر الثانی الیٰ غروب الشمس قوله الی غروب الشمس بمعنی مجاوزته عن الافق الغربی بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق وتزول الحمرة الخ فی القغمه ص ۱۳۱ ، وایضاً قال ابو الفتح ارکن بن حسام المفتی الکناری فی الفتاویٰ الحمادیة نقل من مطلوب المسلمین اما تغریبه اول وقت صلوٰة المغرب اذا غربت الشمس ولم یبق اثر شعاعها یعنی من جانب المشرق انتهیٰ ص ۹ . وایضاً قال علاء الدین الحصکفی فی درالمختار فی درالمنتقیٰ شرح الملتقیٰ تحت قول المصنف، الصوم ترک الاکل الخ من الفجر الی الغروب الی زمان غبیوبة تمام حمرة الشمس بحیث تظهر الظلمة فی جهة المشرق انتهیٰ فی الفتحه ص ۱۳۰ . بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ......۱۳/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب:اعلم ان التقید بزوال حمرة المشرق لا توافقه الروایات الحدیثیة ولا الفقهیة کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب الحدیث وکتب الفقه المتداولة بین العلماء، وما اوردوا فی حدیث ابن عمر لا یقبل قبل ذکر الاسناد اوالاستناد الی الکتاب الذی یروی فیه الحدیث مع الاسناد، او یقال ان المراد من ظهور الظلمة فی جهة المشرق هو الظهور فی الافق واما الحمرة فلا یکون فی سائر الایام فلا تکون امارة ولوسلم یحمل علی بعض البلاداورد هذا القول العلامة اللکهنوی فی

حاشیةشرح الوقایة﴿۱﴾. وهو الموفق

ایک وطن میں نماز پڑھ کر دوسری جگہ پہنچ کر وقت داخل نہیں ہوا ہے کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں اگر ایک شخص نے نماز کو اپنے وقت پر ادا کی بعد میں جیٹ طیارے کے ذریعہ سے ایسے وطن میں پہنچا جہاں ابھی تک اسی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا ہے کیا یہ شخص یہ نماز دوبارہ پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۰/محرم۱۳۹۲ھ

الجواب: بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ وقت کی واپسی کی تقدیر پر نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا،فی الدرالمختار فلو غربت ثم عادت هل یعود الوقت الظاهر نعم، اور بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی،فی ردالمحتار ص ۳۳۴ جلد ۱ قلت علی ان الشیخ اسماعیل رد ما بحثه فی النهر تبعاً للشافعیه بان صلوٰة العصر بغیبوبة الشفق تصیر قضاء ورجوعها لا یعیدها اداء...... ومافی الحدیث خصوصیة لعلی کما یعطیه قوله علیه السلام انه کان فی طاعتک وطاعته رسولک، وقال العلامة الشامی قلت ویلزم علی الاول بطلان صوم من افطر قبل ردها وبطلان صلوة المغرب لو سلمنا عود الوقت بعودها للکل والله تعالیٰ اعلم انتهیٰ مافی ردالمحتار﴿۲﴾ قلت ظاهر حدیث لا یصلی صلوة مرتین یقتضی ترجیح الثانی فافهم وکذا عدم اعادة النبی علیہ وسلم عند عود الشمس . وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: قوله (والمغرب منه الیٰ مغیب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه یفتیٰ) قوله الی ان تغیب الشمس قال شیخ الاسلام التفتازانی المعتبر فی غروب الشمس سقوط قرص الشمس وهذا ظاهر فی الصحراء واما فی البنیان وقلل الجبال فبان لا یری شئ من شعاعها علی اطراف البنیان وقلل الجبال وان یقبل الظلام من المشرق. (هامش عمدة الرعایه علی شرح الوقایه ص۱۴۷ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۶۵ جلد ۱ مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها)

بلغاریہ میں نماز فجر کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ فتاویٰ وددودیہ ص ۱۰۳، ۱۰۴ میں تحریر ہے کہ بلغاریہ کے ملک میں کبھی کبھی شام کی نماز کے بعد شفق کے غائب ہونے سے پہلے سورج آسمان پر نکل آتا ہے، مصنف فتاویٰ جناب مولوی محمد ابراہیم مرحوم نے لکھا ہے ''کہ خفتن کا نماز خواہ قضاء کرے یا نہ کرے'' لیکن جب سورج نکل آتا ہے تو فجر کی نماز بھی نہیں ہوتی تو آپ مرحوم نے فجر کے متعلق نہیں لکھا ہے کہ قضا کرے گا یا نہیں فجر کے متعلق مسئلہ واضح فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اورنگ زیب پی پشاور......۱۹۷۶ء/ ۸/ ۲۴

الجواب: بلغاریہ میں بعض موسموں میں غروب شفق سے طلوع فجر ہوتا ہے لہٰذا وہاں نماز فجر باقاعدہ ادا کی جائے گی، کما فی الدر المختار کبلغار فان فیها یطلع الفجر قبل غروب الشفق فی اربعینیة الشتاء (هامش ردالمحتار ص ۳۴۲ جلد ۱﴿۱﴾)﴿۲﴾. وهو الموفق

قطب شمالی میں چھ مہینے کے دن میں صوم وصلوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جہاں چھ مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں نماز روزہ کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالظاہر افغانستان متعلم جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک......۱۷/ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

﴿۱﴾(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۲۶۲ جلد ۱ کتاب الصلاة مطلب فی فاقد وقت العشاء کاهل بلغار)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی شرح المنهاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدة، قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر بجمیع الاجال کالصوم والزکاة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والاجارة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: چونکہ در قطب شمالی رفتن وقرار کردن انسان نہایت دشوار بلکہ محال است، لہٰذا شریعت غراء حکم صوم وصلوٰۃ ایں مقام جاری نہ کردہ است، شریعت غراء شواذ ونوادر بیان نمی کند، البتہ در شریعت غراء نظائر وشواہد امور نادرہ ضرور موجود باشد، تا کہ علماء در وقت ضرورت از واستخراج کنند۔ والاصل ھھنا حدیث الدجال رواہ مسلم والترمذی اقدروا له قدره ﴿۱﴾ پس یہ شخص اندازہ اور تحری سے طلوع غروب وغیرہ معلوم کرے گا اور اس پر صوم وصلاۃ کی ادائیگی کا بنا کرے گا، اور اگر یہ دشوار ہو تو قریب شہر جس میں باقاعدہ پانچ اوقات پائے جاتے ہوں ریڈیو وغیرہ ذرائع سے معلوم کر کے اوقات پر بنا کرے گا ﴿۲﴾ واعلم ان القمر یتحقق فیه الطلوع والغروب والاستواء کالارض

(بقیہ حاشیہ) کذا فی کتب الائمة الشافعیه ونحن نقول بمثله اذاصل التقدیر مقول به اجماعا فی الصلوات. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

﴿۱﴾ حدیث الدجال قلنا یارسول الله فذلک الیوم الذی کسنة ایکفینا فیه صلاة یوم قال لا اقدروا له قدره. (مشکوٰة المصابیح ص ۴۷۳ جلد ۲ باب العلامات بین یدی الساعة وذکر الدجال)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی شرح المنهاج ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدة قال فی امداد الفتاح قلت وکذلک یقدر لجمیع الآجال کالصوم والزکاة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والاجارة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الاربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص کذا فی کتب الائمة الشافعیة ونحن نقول بمثله اذا صل التقدیر مقول به اجماعاً فی الصلوات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۶۸ جلد ۱ مطلب فی طلوع الشمس من مغربها)

وایضاً قال فی الصفحة ۲۶۲ وحاصله انا لا نسلم لزوم وجود السبب حقیقة بل یکفی تقدیره کما فی ایام الدجال ویحتمل ان المراد بالتقدیر المذکور هو ما قاله الشافعیة من انه یکون وقت العشاء فی حقهم بقدر ما یغیب فیه الشفق فی اقرب البلاد الیهم...... فتعین ما قلنا فی معنی التقدیر ما لم یوجد نقل صریح بخلافه وامامذهب الشافعیه فلا یقضی علی مذهبنا.

(ردالمحتار ص ۲۶۶، ۲۶۷ جلد ۱ مطلب فی ما قد وقت العشاء کاهل بلغار)

وکذا تفاوت اللیل والنہار فالحکم فیہ کحکم الارض ﴿۱﴾۔ فافہم

جس نے نماز عصر نہ پڑھی ہو اس کیلئے نماز عصر سے پہلے نفل پڑھنا اور سنت قبلیہ اور فرض ظہر کے درمیان نفل پڑھنا قابل اعتراض نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں نماز عصر کی جماعت ہوگئی ہے ایک آدمی اکیلے نماز کیلئے آیا، دوسرے نے آکر کہا ذرا صبر کریں میں ذرا وضو کرلوں تو جماعت کریں گے اب یہ آدمی جماعت ثانیہ سے پہلے اور جماعت اولیٰ کے بعد نفل پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ نیز ظہر کے وقت فرض اور سنن کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن لکی مروت......۱۹۷۷ء/۷/۳۰

الجواب: جس شخص نے نماز عصر نہ پڑھی ہو اس کیلئے اصفرار سے قبل نوافل پڑھنا مشروع ہے کما صرح بہ جمیع الفقہاء ﴿۲﴾ نیز کسی فقیہ نے ظہر کے سنن قبلیہ اور فرض کے درمیان نوافل

﴿۱﴾ جس طرح زمین میں نماز فرض ہے اسی طرح اگر کوئی شخص چاند، زہرہ، مریخ یا دیگر سیاروں میں سکونت اختیار کرے تو نماز وہاں بھی فرض رہے گی، البتہ یہ بات کہ سجدہ تو اس کو کہتے ہے کہ ان تکون علی الارض او علی ماقام مقام الارض، اور فضاء میں معلق اشیا تو ایسے نہیں ہیں، تو اس کا جواب منہاج السنن میں یوں دیا گیا ہے، قلنا کما ان الماء جسم فاصل بین السفینۃ والارض لا یعتد بفصلہ فکذلک الریح جسم فاصل بین الطیارۃ والارض لا یعتد بفصلہا وکما ان السماء جسم لیس بارض ولاقام مقامہا وتصح الصلوٰۃ فیہا لقولہ تعالیٰ واوصانی بالصلوٰۃ والزکواۃ ما دمت حیا، ولاستقرار الجبہۃ علیہا فکذلک الطیارۃ تصح الصلاۃ والسجدۃ فیہا، وکذلک یقال فی الصلوٰۃ فی القمر والمریخ وغیرھما، البتہ سمت قبلہ لازمی ہے اور یہ قبلہ نما یا اور کسی ذریعہ سے معلوم کی جاسکتی ہے ورنہ حکم تحری بھی ہے کہ تحری کرکے جانب قبلہ متعین کرلیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اینما تولوا فثم وجہ اللہ (الآیۃ)۔ (ازمرتب)

﴿۲﴾ قال العلامہ مرغینانی: لاتجوز الصلوۃ عند طلوع الشمس ولا ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پڑھنے سے منع نہیں کیا ہے، کما لا یخفیٰ ﴿۱﴾. وھو الموفق

ظہر کی نماز مثل ثانی میں پڑھنا خلاف استحباب اور خلاف احتیاط ہے

سوال: ایک مسئلہ ہے جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ شدید سردیوں میں مثل ثانی سوا دو بجے شروع ہو جاتی ہے اور اس پر کچھ حوالہ جات بھی درج ہیں، نیز سائل نے مثل ثانی میں نماز پڑھنے کو خلاف استحباب ثابت کیا ہے جناب حضرت مفتی صاحب نے یوں جواب تحریر فرمایا ہے، آپ صاحبان اپنی رائے سے تشفی فرمائیں۔ بینوا توجروا

السائل: شیر محمد......۱۹۷۸ء/۱۰/۱۲

الجواب: یہ عبارات محولہ درست ہیں ان عبارات کی بنا پر مثل ثانی میں نماز پڑھنا خلاف استحباب اور خلاف احتیاط ہے البتہ ڈھائی بجے مثل ثانی کا داخل ہونا قابل غور ہے، نیز گرمی اور سردی کے موسموں میں فرق فیئ الزوال میں ہوتا ہے نہ کہ سایہ زائدہ میں ﴿۲﴾۔ فافہم

(بقیہ حاشیہ)عند قیامها فی الظهیرة ولا عند غروبها لحدیث عقبة بن عامر رضی الله عنه قال ثلثة اوقات نهانا رسول الله ﷺ ان نصلی وان نقبر فیها موتانا عند طلوع الشمس حتی ترتفع وعند زوالها حتی تزول وحین تضیف للغروب حتی تغرب.

(الهدایه ص ۸۰ جلد ۱ فصل فی الاوقات تکره فیه الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها وقیل تسقط وکذا کل عمل ینافی التحریمة علی الاصل. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار ص ۵۰۳ جلد ۱ قبیل مبحث مهم فی الکلام علی الضجعة بعد سنن الفجر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم:(والظهر من الزوال الی بلوغ الظل مثلیه سوی الفیئ) ای وقت الظهر اما اوله فمجمع علیه لقوله تعالیٰ اقم الصلاة لدلوک الشمس ای لزوالها وقیل لغروبها واللام للتأقیت ذکره البیضاوی واما آخره ففیه روایتان عن ابی حنیفه الاولی رواهما محمد عنه ما فی الکتاب والثانیه روایة الحسن اذا صار ظل کل شیئ مثله سوی......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ظہر کی نماز ادا کی پھر جہاز کے ذریعے سفر کر کے دوسرے مقام میں وقت ظہر داخل ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ظہر کی نماز ایک مقام پر پڑھ لی پھر جہاز کے ذریعہ دوسری جگہ چلا جائے تو وہاں اسی وقت کی اذان ہو رہی تھی اور وہاں پر وہ وقت داخل ہوا کیا دوبارہ نماز ادا کی جائے گی یا پہلے والی نماز کافی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعید اللہ آزاد کوہستان ۱۹۸۵ء/۳/۹

الجواب: اگر سابق وقت کا اعادہ خروج وقت کے بعد ہوا ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھی جائے،

ونظیرہ اعادۃ الظہر والعصر یوم تطلع الشمس من المغرب ﴿۱﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الفئ وھو قولھما والاولی قول ابی حنیفۃ قال فی البدائع انھا المذکورۃ فی الاصل وھو الصحیح وفی النھایۃ انھا ظاھر الروایۃ عن ابی حنیفۃ وفی غایۃ البیان وبھا اخذ ابوحنیفۃ وھو المشھور عنہ وفی المحیط والصحیح قول ابی حنیفۃ وفی الینا بیع وھو الصحیح عن ابی حنیفۃ وفی تصحیح القدوری للعلامۃ قاسم ان برھان الشریعۃ المحبوبی اختارہ وعول علیہ النسفی ووافقہ صدر الشریعۃ ورجع دلیلہ.

(البحر الرائق ص ۲۴۵ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: ورد فی حدیث مرفوع ان الشمس اذا طلعت من مغربھا تسیر الی وسط السماء ثم ترجع ثم بعد ذلک تطلع من المشرق کعادتھا قال الرملی الشافعی فی شرح المنھاج وبہ یعلم انہ یدخل وقت الظھر برجوعھا لانہ بمنزلۃ زوالھا ووقت العصر اذا صار ظل کل شئ مثلہ والمغرب بغروبھا وفی ھذا الحدیث ان لیلۃ طلوعھا من مغربھا تطول بقدر ثلاث لیال لکن ذلک لا یعرف الابعد لابھامھا علی الناس فحینئذٍ قیاس ما مر انہ یلزم قضاء الخمس لان الزائد لیلتان فیقدران عن یوم ولیلۃ وواجبھا الخمس.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۲۶۸ جلد ۱ کتاب الصلاۃ مطلب فی طلوع الشمس من مغربھا)

فرض نماز اور نماز جنازہ کا ایک وقت مقرر ہو کونسی مقدم پڑھی جائے گی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور نماز جنازہ کیلئے ایک وقت مقرر ہو چکا ہو تو فرض نماز کا پہلا پڑھنا تو ظاہر ہے لیکن سنن پر مقدم پڑھی جائے گی یا مؤخر؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوبیدار حمید گل گرگرہ کوہاٹ......۱۹۹۱ء/۲/۱۹

الجواب: جب نماز ظہر اور نماز جنازہ بیک وقت شروع ہونے والی ہوں یا وقت تنگ ہو تو مفتی بہ قول کی بنا پر سنن کو نماز جنازہ پر مقدم ادا کئے جائیں گے، کما فی ردالمحتار باب العیدین ﴿۱﴾. وهو الموفق

غروب اور دخول عشاء کے درمیان وقفہ کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کا وقت کتنی دیر بعد ختم ہو جاتا ہے اور عشاء کی نماز کا وقت کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد ڈھوک منجو ضلع کیملپور......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: غروب کے وقت سے دخول عشاء تک تقریباً ڈیڑھ، سوا گھنٹہ فرق ہوتا ہے ﴿۲﴾۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفي: وتقدم صلاة الجنازة على الخطبة وعلى سنة المغرب وغيرها (كسنة الظهر والجمعة والعشاء) والعيد على الكسوف لكن في البحر قبل الاذان عن الحلبي الفتوىٰ على تاخير الجنازة عن السنة واقره المصنف كانه الحاق لها بالصلاة لكن في آخر احكام دين الاشباه ينبغي تقديم الجنازة والكسوف حتى على الفرض مالم يضق وقته فتامل. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۶۱۱ جلد ۱ مطلب فيما يترجع تقديمه من صلاة عيد وجنازه الخ)

﴿۲﴾ وفي منهاج السنن: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد في ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن النبي صلى الله عليه وسلم)

کنیڈا میں عصر اور عشاء کے وقت کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں کنیڈا میں دن ساڑھے سترہ گھنٹے کا ہوتا ہے نماز کا ایک چارٹ ارسال خدمت ہے چونکہ یہاں مئی میں گھڑیوں کو ایک گھنٹہ آگے اور نومبر میں ایک گھنٹہ پیچھے کرلیا جاتا ہے، یہ نقشہ اوقات امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق ہے حنفی مسلک کے تحت عصر کی نماز کا وقت کیا ہوگا؟ نیز یہاں غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہو جاتا ہے لیکن شفق ابیض رات گیارہ بجے یا اس سے بھی دیر تک رہتا ہے، اس وقت انتظار بہت مشکل ہوتی ہے کیا نماز مغرب کے بعد فوراً ہم نماز عشاء پڑھ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اشفاق کنیڈا......۵/ ۸/ ۱۹۷۹ء

الجواب: غروب سے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ قبل نماز عصر پڑھا کریں غروب کے سوا گھنٹہ بعد نماز عشاء ادا کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ حنفیہ کے معمول میں عصر کا وقت دن کی پوری مقدار (طلوع سے غروب شمس تک) کا تقریباً آخری حصہ ہے، لیکن اس میں اتنی تاخیر کرنا جو اصفرار الشمس تک مفضی ہو مکروہ ہے، قال الحصكفي وآخر العصر الى اصفرار ذكاء فلو شرع فيه قبل التغير فمده اليه لا يكره (الدرالمختار ص ۳۶۸ جلد ۲) نیز شفق احمر وہ ہے جو سورج کے افق مغرب میں ہونے کی وجہ سے ہو، اور سورج افق میں رات کے آٹھویں حصہ سے عموماً زیادہ نہیں رہتا، بہر حال جب اوقات میں اسی قسم کا تغیر واقع ہو اور رات ودن کی پوری امتیاز ناممکن ہو تو قریبی ممالک کے اعتبار سے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے، قال الحصكفي: وقاقدوقتهما كبلغار فان فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق فى اربعينه الشتاء مكلف بهما فيقدر لهما ولا ينوى القضاء لفقد وقت الاداء. (درمختار ص ۳۶۲ جلد ۱) وكما فى حديث مسلم ص ۴۰ جلد ۲ باب ذكر الدجال: قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذى كسنة اتكفينا فيه صلوٰة يوم قال لا اقد رواله قدره الخ. (از مرتب)

نماز جمعہ کس وقت تک درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ کس وقت تک درست ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: سید اسماعیل شاہ تحصیل وضلع اٹک......۲۵/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: زوال کے بعد ڈھائی گھنٹہ سے زائد تاخیر کرنا بے احتیاطی ہے ﴿۱﴾ نماز جمعہ میں عجلت بہتر ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نماز عصر یا فجر کے بعد نفل وقضا نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عصر یا فجر کے بعد کوئی نفل یا قضا نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: محمد زاہد حولدار الیکٹریشن میڈیم رجمنٹ ایل اے ڈی......۱۷/ محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: قضا پڑھنا جائز ہے اور نفل منع ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم المصری رحمه الله: والجمعة كالظهر اصلا واستحبابا فی الزمانين كذا ذكره الاسبيجابی. (البحر الرائق ص ۲۴۷ جلد ۱ كتاب الصلاة فی المواقيت الصلاة)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: يدل حديث سلمة على التبكير فی الجمعة وهو المختار عند العينی وقال الاسبيجابی الجمعة كالظهر اصلاً واستحبابا فی الزمانين، ويؤيد التبكير ماقاله ابن قدامة فی المغنی ، كان النبی صلى الله عليه وسلم يصليها اذا زالت الشمس صيفا وشتاء على ميقات واحد. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۵۵ جلد ۳ باب ماجاء فی وقت الجمعة)

﴿۳﴾ وفی الهنديه: تسعة اوقات يكره فيها النوافل وما فی معناها لا الفرائض هكذا فی النهايه والكفايه فيجوز فيها قضاء الفائتة وصلاة الجنازة وسجدة التلاوة كذا فی فتاویٰ قاضی خان منها ما بعد طلوع الفجر قبل صلاة الفجر. (فتاویٰ عالمگيريه ص ۵۲ جلد ۱ الفصل الثالث فی بيان الاوقات التی لا تجوز فيها الصلاة وتكره)

نماز مغرب میں تاخیر مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز مغرب کو تاخیر سے پڑھنا جبکہ ساری مساجد میں نماز ہو جائے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخلیل محلّہ اباخیل نوشہرہ......۱۰/ رمضان ۱۳۹۶ھ

الجواب: مغرب میں زیادہ تاخیر (مقدار شفعہ) مکروہ ہے (فتح القدیر) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قضا نمازوں کیلئے مکروہ اوقات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضا نمازوں کے اوقات مکروہہ کونسے ہیں کیا زوال کے علاوہ اور بھی کوئی وقت ممنوعہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ازرم (اے سی) تبوک سعودیہ عربیہ......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: صرف تین اوقات ہیں غروب، طلوع، استواء ان اوقات میں قضا مکروہ ہے، والاصفرار فی حکم الغروب ﴿۲﴾. وھو الموفق

ظہر کے وقت کا دارمدار زوال پر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موسم گرما اور موسم سرما کے آغاز

﴿۱﴾ قال المرغینانی (واول وقت المغرب اذا غربت الشمس وآخر وقتها ما لم یغیب الشفق) وقال ابن الهمام رحمه الله: ولذا قلنا ان تاخیر المغرب مطلقاً مکروہ.
(هدایه مع فتح القدیر ص ۱۹۵ جلد ۱ باب المواقیت)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: ثم لیس للقضاء وقت معین بل جمیع اوقات العمر وقت له الا ثلاثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلاة فی هذه الاوقات لما مر فی محله. (البحر الرائق ص ۸۰ جلد ۲ باب قضاء الفوائیت)

وقت ظہر میں فرق ہے یا نہیں؟ میں نے سنا ہے کہ زوال یعنی وقت نماز ظہر ساڑھے بارہ بجے سے شروع ہوتا ہے تو اگر ایک مسافر یا مقیم گرما اور سرما میں پونے ایک بجہ نماز ظہر ادا کرے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید......۲۳/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: دارومدار زوال پر ہے پونے ایک بجہ پر ہر موسم میں زوال ہوا ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ووقت الظهر من زواله ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیه، قال ابن عابدین: من زواله الاولیٰ من زوالها عن کبد السماء ای وسطها بحسب ما یظهر لنا. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ص ۲۶۴ جلد ۱ قبیل مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها)

باب الاذان و الاقامة

اذان کے وقت باتیں کرنے اور وعظ کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اذان سے پہلے مسجد میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ باتوں میں مشغول تھے، کہ اذان شروع ہوگئی، اب باتیں بند کر کے اذان کے الفاظ کا جواب دینا ضروری ہے یا باتیں جاری رکھیں؟ (۲) اگر کسی مجمع میں وعظ ہو رہا ہو، اور اذان کی آواز آنے لگے تو اذان کی تکریم میں وعظ بھی بند کرنا چاہئے یا وعظ جاری رکھا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایوب خان محلہ شیام گنج مردان......۱۰/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: (۱) باتیں جاری رکھنا خلاف سنت کام ہے ﴿۱﴾ لان اجابة الاذان سنة ﴿۲﴾.
(۲) اگر اس وعظ میں تعلیم دین ہو رہی ہو تو وعظ کو جاری رکھنا مشروع ہے ﴿۳﴾ (ردالمحتار باب الاذان). وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: وينبغي للسامع ان لا يتكلم ولا يشتغل بشئى فى حالة الاذان والاقامة ولايرد السلام ايضا لان الكل يخل بالنظم. (ردالمحتار ص ۲۹۴ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجيم :ومن سمع الاذان فعليه ان يجيب وان كان جنبا لان اجابة المؤذن ليست باذان وفى فتاوىٰ قاضى خان اجابة المؤذن فضيلة وان تركها لا ياثم واماقوله عليه الصلاة والسلام من لم يجب الاذان فلا صلاة له فمعناه الاجابة بالقدم لاباللسان فقط وفى المحيط يجب على السامع للاذان الاجابة. (البحر الرائق ص ۲۵۹ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۳﴾ قال ابن عابدين: قوله(و تعليم علم تعلمه) اى شرعى فيما يظهر ولذا عبر فى الجوهرة بقراءة الفقه (قوله بخلاف قرآن) لانه لا يفوت جوهره ولعله لان تكرار القراءة انما هو للاجر فلا يفوت بالاجابة بخلاف التعلم فعلىٰ هذا لو يقرأ تعليما او تعلما لا يقطع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹۲ جلد ۱ باب الاذان)

اذان واقامت کے کلمات بھی تجوید کے قواعد سے ادا کئے جائیں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان اور اقامت کے کلمات میں تجوید کے اصول وقواعد کے مطابق وقف اور غیر وقف کے احکام جاری ہوتے ہیں یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمٰن الدین تحصیل وڈاکخانہ خاص دیر ضلع دیر

الجواب: قواعد تجوید اور قواعد عربیہ تمام کلمات میں جاری ہوتے ہیں اور اذان واقامت کے کلمات میں بھی جاری ہوتے ہیں ﴿۱﴾ (یدل علیه مافی ردالمحتار ص ۲۵۸، ۲۵۹ جلد ۱). وهوالموفق

دو یا زیادہ جگہوں میں مؤذن ہونا مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی دو یا تین جگہوں میں اذان دے کیونکہ اذان تومحض اعلان ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: سعید اللہ آزاد کوہستان......۱۹۸۵ء/۴/۲

الجواب: دو یا دو سے زائد مساجد میں ایک موذن ہونا مکروہ ہے، کمافی شرح التنویر قبیل شروط الصلاة ویکره له ان یوذن فی مسجدین ﴿۲﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی ولالحن فیه ای تغنی بغیر کلماته فانه لا یحل فعله وسماعه کالتغنی بالقرآن وبلا تغیر حسن، قال ابن عابدین بغیر کلماته ای بزیادة حرکة او حرف او مد او غیرها فی الاوائل والاواخر قهستانی.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۸۵ جلد ۱ مطلب فی اول من بنی المنابر للاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله فی مسجدین) لانه اذا صلی فی المسجد الاول یکون متنفلا بالاذان فی المسجد الثانی والتنفل بالاذان غیر مشروع ولان الاذان للمکتوبة وهو فی المسجد الثانی یصلی النافلة فلاینبغی ان یدعو الناس الی المکتوبه وهو لایساعدهم فیها.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹۵ جلد ۱ قبیل باب شروط الصلاة)

نمازعید کیلئے اذان خلاف سنت متعاملہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نمازعید کیلئے اذان دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سمیع الرحمٰن گڑھی کپورہ مردان......۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: خلاف سنت متعاملہ ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

ٹیپ ریکارڈ سے اذان دینے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ سے اذان دینے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبداللہ کلے ڈاکخانہ ہوارہ چارسدہ......۲۴/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: ٹیپ ریکارڈ سے اذان کا عکس سناجاتا ہے نہ کہ اذان لہٰذا اس عکس اذان پر اکتفاء کرنے سے سنت ادانہیں ہوتی ﴿۲﴾، جیسا کہ محراب میں ٹیپ ریکارڈ سے جماعت ادانہیں ہوسکتی ہے، ورنہ موذن اور امام کی مؤنت سے نجات حاصل ہوتی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: لا یسن لغیرها کعید، قال ابن عابدین کعید ای ووتر وجنازة وکسوف واستسقاء وتراویح...... لکن فی التعلیل قصور لا قتضائه سنیة الاذان لمالیس تبعاً للفرائض کالعید ونحوه فالمناسب التعلیل بعدم وروده فی السنة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۸۴ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: ان اذان الصبی الذی لا یعقل لایجزی ویعاد لان مایصدر لاعن عقل لا یعتدبه کصوت الطیور...... ان المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام بدخول اوقات الصلاة ثم صار من شعار الاسلام فی کل بلدة اوناحیة من البلاد...... لابد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹۱ جلد ۱ باب الاذان)

وقت سے پہلے اذان دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر وقت سے پہلے مثلاً قبل الزوال اذان ہو جائے تو کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اختر گل ظہران افریقہ......۱۹۷۵ء/۱۱/۲۷

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اذان قبل الزوال جائز نہیں ہے، لان المقصود من الاذان اعلام الناس بالوقت وفی الاذان قبل الوقت تجهيل لهم ولم يروفيه حديث ثابت حتى يترك به القياس ﴿۱﴾. وهو الموفق

حی علی الفلاح میں آواز زیادہ نہیں کھینچنی چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حی علی الفلاح میں الفلاح لفظ جو ہے اس میں سانس طویل کر کے کھینچنا ایک مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ آواز نہیں کھینچنی چاہئے کیا مولانا صاحب کا قول درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی ضلع صوابی......۱۹۶۹ء/۵/۱۲

الجواب: یہاں مد موجود نہیں ہے لہٰذا زیادہ کھینچنا نہیں چاہئے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾وفی الهنديه: تقديم الاذان على الوقت في غير الصبح لا يجوز اتفاقا وكذافى الصبح عند ابى حنيفه ومحمد رحمهما الله تعالىٰ وان قدم يعاد في الوقت هكذافى شرح مجمع البحرين لابن الملك وعليه الفتوىٰ هكذا في التتارخانيه ناقلا عن الحجة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۳ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾قال العلامه حصكفى :ومنها القراءة بالالحان ان غير المعنى والا لا الا في حرف مد ولين ......فلو في اعراب او تخفيف مشدد وعكسه اوبزيادة حرف فاكثر. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۶۶ جلد ۱ باب مايفسد الصلوٰة مطلب مسائل زلة القارى)

اجابت اذان میں محمدرسول اللہ بڑھانا

سوال: کیافرماتے ہیں مفتیان عظام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب موذن اذان دیتا ہے،تو اجابت اذان جو کی جاتی ہے،تو آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کے بعد اجابت میں محمدرسول اللہ بھی پڑھنا چاہئے ،یانہیں؟بعض کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بڑھانا گناہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ پورا کلمہ پڑھنا چاہئے اس میں کونسا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :نامعلوم......۱۹۹۰ء/۵/۱۰

الجواب: اجابت اذان سنت ہے اوراپنی طرف سے اذان کے کلمات کی زیادت بدعت سیئہ ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مغرب کی اذان کا وقت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو پشاور پر جب اذان ہوتی ہےتو بعض جگہوں پرسرخی آسمان میں نظر آتی ہے، یہ اذان درست ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۸ء/۱۱/۲۲

الجواب: غروب الشمس کے بعداذان دیناواجب ہے﴿۲﴾اگر چہ سرخی موجود ہو،(عمدة الرعاية)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: بان یقول بلسانه کمقالته ان سمع المسنون منه، قال ابن عابدین قوله کمقالته ای مثلها فی القول لافی الصفه من رفع صوت ونحوه.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۹۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه مرغینانی واول المغرب حین تغرب الشمس وآخره حین یغیب الشفق.
(هدایه علی صدرفتح القدیر ص ۱۹۵ جلد ۱ باب المواقیت)

﴿۳﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی:(قوله فیعاد) تفریع علی...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

داڑھی مونڈوانے والے کی اذان واقامت

سوال: ایک امام صاحب نے کہا ہے کہ جو شخص شیو (داڑھی مونڈوانا) کرتا ہو اس کا اذان دینا اور اقامت کرنا مکروہ ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راجہ علی اصغر کیانی لائلپور فیصل آباد......۱۹۷۲ء/۶/۱۸

الجواب: جو شخص عادتاً داڑھی مونڈواتا ہو تو اس کا اذان اور اسی طرح اقامت مکروہ ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جبکہ باقاعدہ مؤذن بنایا جائے، ورنہ کراہت نہیں ہے ﴿۱﴾ (فی ردالمحتار ص ۳۶۴، ۳۶۵ جلد ۱). وھو الموفق

بچے کے کان میں اذان کس وقت دی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں فقہاء احناف ومفتیان عظام بیچ اس مسئلہ میں کہ جب بچہ پیدا ہو جائے، تو اس کے کانوں میں اذان واقامت کرنا کس دن افضل ہے، آیا پہلے دن یا ساتویں دن افضل ہے؟ اور اگر ساتویں دن افضل ہے اور کسی نے پہلے دن کر لی ہے تو اس کا اعادہ کیا جائے گا، یا وہی کافی ہے؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن......۱۹۷۸ء/۷/۳۱

(بقیہ حاشیہ) قوله فی وقتها ای فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت و كذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها فی الوقت يلزم استيناف الكل.
(عمدة الرعايه فی حل شرح الوقايه على هامش شرح الوقايه ص ۱۵۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ويكره اذان جنب واقامته......وفاسق. قال ابن عابدين وحاصله ان يصح اذان الفاسق وان لم يحصل به الاعلام اى لاعتماد على قبول قوله فی دخول الوقت...... ثم اعلم انه ذكر فی الحاوی القدسی من سنن المؤذن كونه رجلا عاقلا صالحا عالما بالسنن والاوقات مواظباً عليه محتسبا ثقة متطهراً مستقبلاً......الظاهر ان الاعادة انما هی فی المؤذن الراتب اما لو حضر جماعة عالمون بدخول الوقت واذن لهم فاسق او صبی يعقل لا يكره ولا يعاد اصلا لحصول المقصود، تامل. (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۲۸۹، ۲۹۰ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: اذان عند الولادت کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ تعامل سے عجلت معلوم ہوتی ہے۔ وهو الموفق

اذان کے الفاظ غلط پڑھنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مؤذن ہے جو اذان کے بعض الفاظ اسی طرح پڑھتا ہے کہ اللہُ اکبر میں اللہُ کے ھا پر فتحہ اور حی علی الفلاح میں الفلاح کے فا کلمہ پر ضمہ پڑھتا ہے تو اذان دینا صحیح ہے یا غلط، ہمیں جلدی جواب سے نوازیں زیادہ آداب وسلام عرض ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی حکیم قلم خان لنڈی کوتل......۱۹۷۸ء/۳/۶

الجواب: اس مؤذن کیلئے الفاظ درست کرنے سے قبل اذان دینا مکروہ ہے، فی الدر المختار ولا لحن فيه اى تغنى بغير كلماته فانه لايحل . (هامش ردالمحتار ص ۳۵۹ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک مولوی

﴿۱﴾ قال الشيخ عبد القادر الرافعي: (قوله حتى قالوا في الذى يؤذن للمولود ينبغي ان يحول) قال السندى فيرفع المولود عند الولادة على يديه مستقبل القبلة ويؤذن في اذنه اليمنى ويقيم في اليسرىٰ ويلتفت فيهما بالصلاة لجهة اليمين وبالفلاح لجهة اليسار وفائدة الاذان في اذنه انه يدفع ام الصبيان عنه. (تقريرات الرافعي ص ۴۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله بغير كلماته) اى بزيادة حركة او حرف او مد اوغيرها في الاوائل والاواخر قهستاني.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۵ جلد ۱ قبيل مطلب في اول من بنى المنائر للاذان)

صاحب ہراذان سے پہلے لاؤڈ سپیکر پرتسمیہ اورتعوذ جہراً پڑھتے ہیں اور وجوب کے قائل ہیں آپ صاحبان سے گزارش ہے کہ کیابسم اللہ یا تعوذ بالجھر کتب شرعیہ میں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گلاب خان فاضل حقانیہ.....۱۵/ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

الجواب: باوجود تتبع بلیغ کے واضح جزئیہ نہیں ملا، پس مناسب ہے کہ اس مولوی صاحب سے جزئیہ طلب کیا جائے کیونکہ انہوں نے متعارف اورتعامل سے روگردانی کی ہے ﴿۱﴾۔ فقط

تہجد کیلئے اذان دینا

سوال: اذان تہجد کا کیا حکم ہے؟ ہمارے ہاں ایک مسجد میں اذان تہجد دی جاتی ہے جبکہ اکثر مساجد میں تہجد کیلئے اذان نہیں دی جاتی ؟ بینوا توجروا

المستفتی: مبین العلوم صادق روڈ کوئٹہ.....۶/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: جائز ہے ﴿۲﴾ کما یشیر الیہ کلام البدائع ص ۵۵ جلد ۱ بلال رضی اللہ عنہ اما کان یؤذن بلیل لصلاۃ الفجر بل لمعان اخری لما روی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ انہ قال ایمنعکم من السحور اذان بلال فانہ یؤذن بلیل لیوقظ نائمکم ویردقائمکم الحدیث ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ :الاذان خمس عشرۃ کلمۃ وآخرہ عندنا لا الہ الا اللہ کذافی فتاویٰ قاضی خان. (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۵۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ وفی منھاج السنن: ذکر محمد فی الموطأ وغیرہ ان اذان بلال کان فی رمضان خاصۃ لسحور الناس وفی شرعۃ الاسلام ان الاذان للتسحیر فی رمضان مستحب وکلام البدائع وغیرہ یدل علی انہ کان فی السنۃ کلھا لصلوۃ التھجد.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۰ جلد ۲ باب ماجاء فی الاذان باللیل)

﴿۳﴾ (بدائع الصنائع ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی بیان وقت الاذان)

موجودہ دور میں نقشہ اوقات پر اذان کا حکم اور قبل از وقت اذان کا اعادہ

سوال: (۱) کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس آدمی کو صبح صادق اور کاذب کی پہچان کا تجربہ نہ ہو تو اس کیلئے آج کل چھاپ شدہ نقشوں پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) وقت سے قبل اذان دینے پر جو اعادہ واجب ہے وہ کتنے منٹ قبل اذان دینے پر ہے ایک شخص نے دس منٹ قبل اذان دینے پر اعادہ کا کہا ہے جواب سے نوازیں اور اجر دارین حاصل کریں۔

المستفتی: نامعلوم......۱۱/دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) چونکہ ان نقشوں کا دارمدار تقلید اغیار پر ہوتا ہے نہ کہ مشاہدات پر، لہٰذا بجائے اس کے کہ ان پر اعتماد کیا جائے احوط یہ ہے کہ مشاہدہ پر اعتماد کیا جائے اور طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اذان دی جائے اور اس سے قبل اداشدہ نماز کو دوبارہ پڑھی جائے ﴿۱﴾۔

(۲) آدھا منٹ اور اس سے بھی کم موجب اعادہ ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب ماجاء فی مواقیت الصلاة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: تقدیم الاذان علی الوقت فی غیر الصبح لا یجوز اتفاقاً وكذا فی الصبح عند ابی حنیفة ومحمد رحمهماالله تعالیٰ وان قدم یعاد فی الوقت هكذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک وعلیه الفتویٰ هكذا فی التتارخانیة ناقلا عن الحجة.
(فتاویٰ هندیه ص ۵۳ جلد ۱ الفصل الاول فی صفة واحوال المؤذن)

وقال العلامه عبد الحی اللكهنوی: (قوله فی وقتها) ای فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت وكذا لو قدم بعض كلماته علی الوقت ووقع بعضها فی الوقت یلزم استیناف الكل. (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایه ص ۱۵۲ جلد ۱ باب الاذان)

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے

سوال: اذان سے متصل بعد جہر سے درود شریف پڑھنے کا ثبوت قرآن وسنت یا ائمہ اربعہ کے اقوال میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں، تو کیا اس بدعت کو بند کرنا علماء پر فرض نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان شنکیاری مانسہرہ......۱۹۷۲ء/۱۲/۹

الجواب: اذان کی اجابت کے بعد درود پڑھنا مندوب اور مستحب ہے، لحدیث رواہ مسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلو علی فانه من صلی علی الحدیث (مشکواۃ ص ۶۸) ﴿۱﴾ قلت والاجابة مثل عین الاذان فالظاهر ان حکمها واحد فیستحب للمؤذن ان یصلی واجاب لاعلی الجهر ولو جهر فلا یستحق الملام الا عند الالتزام ﴿۲﴾. فافهم وتدبر. وهو الموفق

صبح صادق اور اذان کے اوقات کی پہچان اور قبل از وقت اذان ونماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس آدمی کو صبح صادق اور کاذب جاننا مشکل ہو، جیسے عام لوگ، تو ان کیلئے مساجد میں آویزاں شدہ نقشوں کی پابندی ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نقشہ کے حساب سے پندرہ منٹ پہلے اذان دی جائے تو کیا ان کی اذان درست ہوگی اور اگر

﴿۱﴾ عن عبد الله ابن عمرو بن العاص قال قال رسول الله ﷺ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول ثم صلوا علی فانه من صلیٰ علی صلوة صلی الله علیه بها عشرا ثم سلو الله لی الوسیلة فانها منزلة فی الجنة لا ینبغی الا لعبد من عباد الله وارجو ان اکون اناهو فمن سال لی الوسیلة حلت علیه الشفاعة ، رواه مسلم. (مشکواة ص ۶۴ جلد ۱ باب فضل الاذان واجابة المؤذن)

﴿۲﴾ قال العلامة الشامی: وبان تخصیص الذکر بوقت لم یرد به الشرع غیر مشروع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۱۳ جلد ۱ باب العیدین)

مسافر اذان سنتے ہی اس اذان پرنماز پڑھ لے تو کیا اس نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحم الدین بام خیل صوابی......۲۱/ دسمبر۱۹۸۳ء

الجواب: ان نقشوں کی پابندی نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، ہمارے مشاہدہ کے مطابق صبح صادق طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل ظاہر ہوتا ہے ﴿۱﴾، لہٰذا اس سے قبل جو اذان دی جائے وہ معاد کی جائے گی، اور اس سے قبل اداشدہ نماز کو بھی معاد کی جائے گی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مسجد کے اندر سے اذان دینا مکروہ نہیں

سوال: زید اور عمرو کا اذان کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوا ہے کہ مسجد کے اندر سے اذان دینا درست نہیں، جبکہ لاؤڈ سپیکر عموماً مسجد کے اندر ہوتی ہے اور اذان اندر سے دی جاتی ہے تو اس مسئلہ میں کیا تطبیق کی جاوے گی؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی محمد زمان کوہاٹ......۲۲/ دسمبر۱۹۸۳ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر پر اذان دینا جائز ہے اور اذان کا مسجد سے باہر دینا اولیٰ ہے ﴿۳﴾ اور

﴿۱﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد۲ باب ماجاء فى مواقيت الصلاة عن النبى صلى الله عليه وسلم)

﴿۲﴾ قال الشيخ عبد الحى اللكهنوى: (قوله فى وقتها) اى فتجب اعادة الاذان ان اذن قبل الوقت وكذا لو قدم بعض كلماته على الوقت ووقع بعضها فى الوقت يلزم استيناف الكل وكذا تجب اعادة الاقامة قبل الوقت.

(عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه ص ۱۵۲ جلد۱ باب الاذان)

﴿۳﴾قال العلامه ابن عابدين: (قوله فى مكان عال) فى القنية ويسن الاذان فى موضع عال والاقامة على الارض...... وينبغى للموذن ان يؤذن فى ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ترکِ اولیٰ سے کراہیت لازم نہیں ہوتی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں مؤذن اشھد ان محمدرسول الله پر پہنچ جائے، تو بعض لوگ انگوٹھے چومتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ کتابوں کا حوالہ لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی داؤدشاہ حضرو ضلع اٹک..... ۵/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: جامع الرموز، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس وغیرہ میں اس چومنے کو جائز کہا گیا ہے اور اسی باب میں احادیث مرفوعہ ضعیفہ مروی ہیں ﴿۲﴾ پس بعض اوقات بطور احتیاط یہ کام

(بقیہ حاشیہ) موضع یکون اسمع للجیران ویرفع صوته ولا یجهد نفسه لانه یتضرر الیٰ ان قال، وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ماذن الی ان بنی رسول الله ﷺ مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع له شیئ فوق ظهره.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۳، ۲۸۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: واما المستحب اوالمندوب فینبغی ان لایکره ترکه اصلا لقولهم یستحب یوم الاضحی ان لا یاکل اولا الا من اضحیته ولو اکل من غیرها لم یکره فلم یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة..... فی البحر فی صلاة العید عند مسئلة الاکل بانه لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۸۳ جلد ۱ مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب والمکروه)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (تتمة) یستحب ان یقال عن سماع الاولیٰ من الشهادة صلی الله علیک یا رسول الله وعند الثانیة منها قرت عینی بک یارسول الله ثم یقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین فانه علیه السلام یکون قائداله الی الجنة کذا فی کنز العباد، قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قابل اعتراض نہیں ہے، خصوصاً جبکہ صحت بدنیہ کی بنا پر ہو، البتہ ثواب کی نیت سے یہ اقدام قابل اعتراض ہے خصوصاً جبکہ بطور التزام کے ہو ﴿۱﴾ (والتفصیل فی السعایة). وهو الموفق

زبان پراذان کا جواب دینا مسنون اور بالقدم واجب ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کا جواب واجب ہے یا مسنون یا مستحب، اگر واجب ہے تو لساناً یا عملاً، توضیح مسئلہ فرما کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم ناظم مدرسہ سراج العلوم ٹیکسلا راولپنڈی......۳۰/ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: اجابت باللسان مسنون ہے اور بالقدم واجب ہے اس شخص پر جس پر جماعت واجب ہو (شامیہ) ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وفی كتاب الفردوس من قبل ظفری ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدرسول الله فی الاذان انا قائده ومدخله فی صفوف الجنة وتمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی وذكر ذلك الجراحی واطال ثم قال ولم يصح فی المرفوع من كل هذا شئ ونقل بعضهم ان القهستانی كتب علی هامش نسخة ان هذا مختص بالاذان واما فی الاقامة فلم يوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۲۹۳ جلد۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: وفی السعايه فعلی هذا لو قبل الظفر احياناً فلابأس وان التزمه واعتقده ضروريا يشبه ان يكون مكروها فرب شيئی مندوب ومباح يكون بالتخصيص والالتزام مكروها انتهیٰ قلت وورد فی بعض الروايات فی فضل التقبيل انه لايصيبه الرمد والعمی كمافی المقاصد الحسنة للسخاوی فعلیٰ هذا لو قبل للصحة البدنية فلابأس ولوقبل رجاء للثواب فلا خير فيه ويكون بدعة لعدم ثبوت هذه الروايات عن النبی ﷺ نعم يختص هذا بالاذان. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۸۷ جلد۲ باب مايقول اذا اذن المؤذن)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ان الاجابة باللسان مستحبة وان الاجابة بالقدم واجبة ان لزم من تركها تفويت الجماعة.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۲۹۴ جلد۱ باب الاذان)

اذان کے بعد دیگر کلمات کا ذکر واذکار

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے بعد دعائے مسنونہ کے علاوہ دیگر ذکر واذکار یا کلمہ طیبہ کا اگر کوئی شخص ورد کرے تو کیا اس کو بدعت کہا جاسکتا ہے، اور کیا اس شخص کو اس سے منع کرنا جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ظہور احمد متعلم دار العلوم حقانیہ......۵/محرم ۱۴۰۳ھ

الجواب: ذکر مندوبہ کے علاوہ دیگر ذکر نہ مندوب ہے اور نہ ممنوع ہے، ایسے مفتیوں پر تعجب ہے کہ حرمت کو خود بخود ثابت کرتے ہیں حالانکہ، الاصل فی الاشیاء الاباحة ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اذان وغیرہ جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اذان، نعت، تلاوت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اذان تو مسجد سے باہر مستحب ہے تو پھر کیا مسئلہ ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبد المتین دولت زئی مردان......۲۵/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: مسجد میں اذان دینا جائز ہے خواہ لاؤڈ سپیکر میں ہو یا بغیر لاؤڈ سپیکر البتہ مسجد سے باہر افضل ہے ﴿۲﴾۔ نعت اور تلاوت بھی بلند آواز سے جائز ہے بشرطیکہ کسی نمازی کو

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله فالتعريف بناء عليه) اى على ان الاصل الاباحة اقول هذا الجواب نافع فيما سكت عنه الشارع وبقى على الاباحة الاصلية اما مانص على اباحته او فعله عليه السلام فلا ينفع وقد نص فى التحرير على ان المباح يطلق على متعلق الاباحة الاصلية كما يطلق على متعلق الاباحة الشرعيه فالاحسن فى الجواب ان يقال المراد بقوله فى التعريف ماثبت ثبوت طلبه لا ثبو ت شرعية والمباح غير مطلوب الفعل وانما هو مخير فيه.
(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۷۸ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فى الاشياء الاباحة)

﴿۲﴾ وفى الهنديه : وينبغى ان يوذن على الماذنة او ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

تکلیف نہ ہو﴿۱﴾۔وھو الموفق

اذان سے پہلے یا بعد مروجہ صلاۃ وسلام پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے پہلے یا بعد میں مروجہ صلوۃ وسلام پڑھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور نہ پڑھنے والے کو ملامت کرنا کیسا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرشید ارشد رسالپور......۱۹۷۷ء/۹/۳

الجواب: صلوٰۃ وسلام پڑھنا بذات خود عبادت اور موجب ثواب ہے لیکن مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا التزام﴿۲﴾اور ایذاء﴿۳﴾کی وجہ سے ناجائز اور واجب الاجتناب ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد، والسنة ان یؤذن فی موضع عال یکون اسمع لجیرانه ویرفع صوته ولا یجهد نفسه......ویقیم علی الارض هکذا فی القنیة، وفی المسجد هکذا فی البحر.

(فتاویٰ عالمگیریه ص۵۵جلد ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتهما)

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین الشهیر بابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۸جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع.

(البحر الرائق ص۱۵۹ جلد۲ باب العیدین)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قاری الخ.

(ردالمحتار ص۴۸۸جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

اذان سے پہلے بلند آواز سے صلاۃ وسلام پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل از اذان بصوت جہر صلوۃ و سلام پڑھنا کیسا ہے یہ سنت ہے یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالکریم عباسی.......۱۹۷۷ء/۹/۱۸

الجواب: صلوۃ وسلام بذات خود عبادت ہے لیکن اپنی طرف سے اس کیلئے وقت خاص کرنا مکروہ ہے خصوصاً جبکہ نمازیوں کو بھی تکلیف ہو، کمافی البحر ص ۱۵۹ جلد۲ ولان ذکر الله اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشئ دون شیئ لم یکن مشروعا حیث لم یرد الشرع به لانه خلاف المشروع ﴿۱﴾. وفی ردالمحتار ص ۱۴۴ جلد ۱ اجمع العلماء سلفاوخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل الخ ﴿۲﴾. وهو الموفق

اذان کے وقت انگوٹھے چومنا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اکثر لوگ اشهد ان محمد رسول الله کو اذان کے دوران سننے پر اپنے انگوٹھے چومتے ہیں اور آنکھوں پر لگاتے ہیں یہ کام بعض لوگ سنت سمجھتے ہیں اور استدلال میں روایات ذکر کرتے ہیں جن کو مظاہر حق والے نے روایت کیا ہے حالانکہ یہ خلاف سنت رسم ہے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور جس حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے اس کو علامہ ابن طاہر نے تذکرہ میں کہا ہے کہ وہ صحیح نہیں (فوائد المجموعه فی الاحادیث الموضوعه ص ۵ مولفه علامه شوکانی) الغرض یہ کام کرنا کیسا ہے سنت یا خلاف سنت یا بدعت؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا رحیم اللہ اضاخیل نوشہرہ......۱۷/ جولائی ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد۲ باب العیدین)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

الجواب: یہ مخصوص تقبیل اگرچہ علاجاً جائز ہے لیکن ثواب کی نیت سے کرنا بدعت ہے اور چونکہ موجودہ وقت میں عوام اس کو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں لہٰذا فتویٰ نہ کرنے کا دیا جائے گا، لان حدیث الصدیق لا یصح رفعه (کمافی المصنوع فی احادیث الموضوع ص ۲۵) (والفوائد المجموعه ص ۹) وعدم صحة الرفع لایستلزم صحة الموقوف بل لا بد من المراجعة الیٰ الاسناد وكذا مانقل عن الخضر عليه السلام ليس بحجة وفی سنده مجاهيل مع الانقطاع (بوادر ص ۴۰۹)﴿۱﴾ ومافی كنز العباد وغيره من كتب الفقه فبناء على تلك الروايات دون النقل عن الائمة ﴿۲﴾. فافهم وتدبر

﴿۱﴾ قال الشيخ اشرف على التهانوی : قلت اورد صاحب المقاصد فی الباب عدة اقسام من الروايات المرفوع من حديث ابی بكر الصديق عن الديلمی ثم قال لايصح وقال ايضا ولا يصح فی المرفوع من كل هذا الشئ والمنقول عن الخضر عليه السلام عن كتاب موجبات الرحمة وعزائم المغفرة لابی العباس احمد بن ابی بكر الرداد اليمانی المتصوف بسندفيه مجاهيل مع انقطاعه (فلم يصح) والموقوف على الحسن عن الفقيه محمد بن سعيد الخولانی بسنده والمنقول عن المشائخ كمحمد بن البابا والمجد احد القدماء من المصريين وبعض شيوخ العراق اوالعجم وابن صالح ومحمد بن ابی نصر البخاری اقوالهم وورد فی فضله فی ألاول فقد حلت عليه شفاعتی وفی سائرها حفظ العين عن الرمد والعمی ودم الالم عنها هذا ملخص مافی المقاصد اما حكم هذا العمل فظاهر وهو انه ان فعل باعتقاد الثواب الذی لم يثبت دليله كان بدعة وزيادة فی الدين واكثر من يفعله فی زماننا اعتقادهم كذلك فلا شك فی كونه بدعة وان فعل بنية الصحيحة البدنية فهو نوع من الطب فيجوز فی نفسه لكن لو اقصیٰ الی ايهام القربة كما هو المظنون من العوام فی هذا الزمان يمنع منه مطلقاً. (بوادرالنوادر ص ۴۰۸، ۴۰۹ چونتيسواں نادره درمسح عينين بالانامل عند الاذان)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: واما تقبيل ظفر الابهامين فقد ذكر فی جامع الرموز وكنز العباد والفتاویٰ الصوفيه ان يقول عند السماع الاول من شهادتی الرسالة صلى الله عليه وسلم يارسول الله وعند الثانية منها قرة عينی بك يارسول الله ويقول اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامين على العينين فمن فعله كان رسول الله صلى الله عليه وسلم قائده الی الجنة وفی كتاب الفردوس من قبل ظفری ابهاميه عند سماع اشهد ان محمدا رسول الله فی الاذان اناقائده ومدخله فی الجنة انتهیٰ، قالوا لم يصح فی المرفوع فی هذا شئ نعم ورد ذلك..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اقامت کے وقت کس مرحلہ پر نماز کیلئے کھڑا ہونا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے جہاں بھی نماز پڑھی ہے اقامت شروع ہوتے ہی امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن یہاں ایک مسجد میں جب اقامت شروع ہو جائے تو امام اور مقتدی سب بیٹھ جاتے ہیں، حتی کہ حی علی الصلوة کہنے کے وقت امام اور سب مقتدی کھڑے ہو جاتے ہیں جو کہ اس حدیث سے ثابت کرتے ہیں، عن ابی قتادة الحارث بن ربعی اذا اقیمت الصلوة فلا تقوموا حتی ترونی، اس حدیث کا مطلب واضح کریں، تاکہ پتہ لگ جائے کہ ان دو فرقوں میں سے کونسا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی فضل الدیان ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ پشاور

الجواب: حی علی الصلوة پڑھنے کے وقت سے قیام کرنا ادب اور افضل ہے اور پہلے سے قیام کرنے میں نہ گناہ ہے اور نہ عتاب ﴿۱﴾ (الدر المختار) جن فقہاء نے پہلے سے قیام کو مکروہ کہا ہے تو

(بقیہ حاشیہ) فی احادیث مرفوعة ضعیفة ، فان قیل الحدیث الضعیف یکفی فی الفضائل قلنا انهم اشترطوا فی العمل بالضعیف شروطا منها ما ذکره السیوطی والرملی ان لا یعتقد سنیة ذلک الفعل الثابت بالحدیث الضعیف بل یعتقد الاحتیاط، وفی السعایه فعلیٰ هذا لو قبل الظفر احتیاطا احیانا فلابأس وان التزمه واعتقده ضروریا یشبه ان یکون مکروهاً فرب شئ مندوب ومباح یکون بالتخصیص والا لتزام مکروها انتهیٰ قلت وورد فی بعض الروایات فی فضل التقبیل انه لا یصیبه الرمد والعمی کما فی المقاصد الحسنة للسخاوی ،فعلیٰ هذا لو قبل للصحة البدنية فلابأس ولو قبل رجاء للثواب فلا خير فيه ويكون بدعة لعدم ثبوت هذه الروايات عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نعم يختص هذا بالاذان.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۸۷ جلد۲ باب مایقول اذا اذن المؤذن)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ويكره له الانتظار قائما ولكن بقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن حيي على الفلاح انتهیٰ هنديه عن المضمرات.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۲۹۵ جلد۱ باب الاذان)

ان کی مراد کراہت تنزیہی ہے جس کے کرنے میں عقاب یا عتاب کا خطرہ نہیں ہے ﴿۱﴾ نیز روایات حدیثیہ ﴿۲﴾ اور فقھیہ ﴿۳﴾ سے صفوف کی برابری کا مہتم بالشان اور ضروری ہونا ثابت ہے پس افضل اگرچہ حی علی الصلوة کے وقت سے قیام ہے لیکن عادت اور تجربہ سے معلوم ہے کہ ایسے طرز عمل سے صفوف کو ضرور نقصان پہنچتا ہے، لہٰذا اس عارض کی وجہ سے افضل یہ ہے کہ پہلے سے قیام کیا جائے ﴿۴﴾ اور باقی رہا حدیث تو اس کی اس مسئلہ کے ساتھ کوئی خاص مناسبت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ امام کا انتظار کھڑے ہو کر کرنا مکروہ ہے اور یہ اتفاقی مسئلہ ہے باقی توجیہات تکلف سے خالی نہیں ہیں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: والظاھر ان خلاف الاولیٰ اعم فکل مکروہ تنزیھا خلاف الاولیٰ ولا عکس لان خلاف الاولیٰ قد لا یکون مکروھا حیث لا دلیل خاص کترک صلاۃ الضحیٰ.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۸۳ جلد ۱ مطلب فی بیان السنة والمستحب والمندوب الخ)

﴿۲﴾ عن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللهﷺ یسوی صفوفنا حتی کانما یسوی بھا القداح حتی رای انا قد عقلنا عنه ثم خرج یوما فقام حتی کاد ان یکبر فرای رجلاً بادیا صدرہ من الصف فقال عبادالله لتسون صفوفکم او لیخالفن الله بین وجوھکم رواہ مسلم.
(مشکوٰۃ المصابیح ص۹۷ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الاول)

﴿۳﴾ وفی الھندیه: وینبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوٰۃ ان یتراصوا ویسدوا الخلل ویسووا بین مناکبھم فی الصفوف ولابأس ان یامرھم الامام بذلک.
(فتاویٰ عالمگیری ص ۸۹ جلد ۱ الفصل الخامس فی بیان مقام الامام والمأموم)

﴿۴﴾ وفی منھاج السنن: وقال ابو حنیفه ومحمد یقومون عند حی علی الصلوٰۃ یشرعون عند قد قامت الصلوٰۃ ، وبالجمله انه لایجب القیام علی المقتدی الجالس المنتظر قبل ذلک علی اختلاف بینھم فی تعین ذلک الحد لا ان القیام قبل ذلک غیر جائز کمافی الطحطاوی علی الدرالمختار فی شرح قوله والقیام حین قیل حی علی الفلاح والظاھر انه احتراز عن التاخیر دون التقدیم حتی لو قام اول الاقامة لا بأس انتھیٰ.
(منھاج السنن شرح جامع السنن ص۸۷ جلد۲ باب ماجاء ان الامام احق بالاقامة)

لاؤڈ سپیکر پر اذان کے جواز کی دلیل

سوال: چہ میفر مایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اذان درلاؤڈ سپیکر درست است یانہ؟ اگر درست است بہ کدام دلائل متقدمین یا متأخرین دریں مسئلہ بحث قوی است یانہ، واگر درست نیست بچہ وجہ معتبر فی زماننا است۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد خطیب جامع مسجد چمڈ یری ضلع مردان......۱۹۶۹ء/۵/۹

الجواب: چونکہ دراذان رفع صوت مطلوب ومحمود ست ﴿۱﴾ لہٰذا درالہ مکبر الصوت اذان کردن مشروع بود، والدليل على حسن رفع الصوت ما ورد انه عليه السلام قال قم مع بلال فالق عليه مارئيت فليؤذن به فانه اندىٰ صوتا منک، رواه الترمذی وروى ابن ماجه انه عليه السلام امر بلالا ان يجعل اصبعيه في اذنيه قال انه ارفع لصوتک ﴿۲﴾ وقال العلامة الشامي ناقلا عن النهاية واذا اذن المؤذنون الاذان الاول ترک الناس البيع ذكر المؤذنين بلفظ الجمع اخراجاً للكلام فخرج العادة فان المتوارث فيه اجتماعهم التبليغ اصواتهم الىٰ اطراف المصر الجامع انتهىٰ. (ص ۳۶۲ جلد ۱ ردالمحتار) ﴿۳﴾. پس چونکہ نفس الامر میں اذان کے کلمات پڑھ چکے ہیں تو سنت بہرحال ادا ہوئی ہے اوراس کے علاوہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ رفع صوت کا مقصد نور على نور کے طریق سے حاصل ہورہا ہے لہٰذا اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفي السراج وينبغي للمؤذن في موضع يكون اسمع للجيران ويرفع صوته ولا يجهد نفسه لانه يتضرر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۳ جلد ۱ قبيل مطلب في المواضع التي يندب لها الاذان)

﴿۲﴾ (مشكوٰة المصابيح ص ۶۴ جلد ۱ باب الاذان الفصل الثالث)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان مطلب في اذان الجوق)

تثویب جائز ہے اور اذان میں داخل سمجھنا بدعت ہے

ســـوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تثویب جائز ہے یا بدعت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فروز خان وزیر

الـجـواب: تثویب جائز ہے اس میں تعاون علی البر موجود ہے ﴿۱﴾ البتہ اذان میں داخل کرنا بدعت ہے، یـدل علیه مافی الشرح التنویر ویثوب بین الاذان والاقامة فی الکل للکل بما تعارفوه (هامش ردالمحتار ص ۳۶۱، ۳۶۲ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان دینا بدعت نہیں

سوال: محترم المقام حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مفتی اعظم دار العلوم حقانیہ!

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته کے بعد مسئلہ ذیل کی وضاحت فرما کر مشکور وممنون فرماویں، کہ ہمارے ہاں ایک مولانا نے مسجد کی زمین پر بذریعہ لاؤڈ سپیکر اذان دینا بدعت سیئہ اور مکروہ تحریمی قرار دیا ہے کیا ان کا یہ مسئلہ صحیح ہے مع حوالہ جات کتب کے لکھ کر ہمیں مطمئن کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا سید شاہ جہان صادق گونڈ اشبقد رفورٹ چارسدہ

﴿۱﴾ وفـی منهـاج السـنـن: وجـوزه الـمتـأخـرون فـی الکل للکل بما تعارفوه واستثنوا من الـصـلـوات صلوٰة المغرب لعدم افادة التثویب فیها کما فی النهایه وغیرها وهذا التثویب وان لـم یـعهـد فی الصدر الاول لکن له اصلا فی الشرع ووجها وجیها فی الاصول روی ابو داؤد عـن ابـی بـکـرة قـال خـرجت مع رسول اللهﷺ لصلوٰة الصبح فکان لا یمر برجل الاناداه بـالـصـلـوٰة او حرکه بالرجل، وفیه تعاون علی البر وتکثیر للجماعة ونظیره فی ترک ما عهد فی عصرهﷺ منع النساء عن المساجد.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۵ جلد ۲ باب ماجاء فی التثویب فی الفجر)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: افضل یہ ہے کہ اذان مسجد سے خارج مقام پر دی جائے، کما فی الهندیه ص۵۷جلد ۱ وینبغی ان یؤذن علی المأذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۱﴾ باقی رہالاؤڈسپیکر میں اذان،تو نہ ممنوع ہےاور نہ مطلوب ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

تثویب مفتیٰ بہ قول کی بناپر جائز ہے

سوال: محترم المقام حضرت مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک !السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !بعدازسلام عرض یہ ہے کہ ہمارا شیخ صاحب اذان کے بعد آواز دیتا ہے کہ ''ایمان والونماز کیلئے آؤ'' صرف یہی الفاظ بولتا ہے دوسری طرف ایک مولانا صاحب اوراس کا شیخ صاحب یہ حکم دیتا ہے کہ جس مسجد میں یہ آواز ہوجائے تو اس میں کسی کی نماز ادانہیں ہوتی ،تو اس آواز کے جواز اورعدم جواز نیز اس مسجد میں نماز کےاداہونے یانہ ہونے کامسئلہ واضح فرماویں توعین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا

المستفتی :سید سلیمان شاہ بہلولہ پایاں چارسدہ

الجواب: یہ تثویب ہےاور مفتیٰ بہ قول کی بناپر جائز ہے، لمافی الدر المختار فی باب الاذان ویثوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل بما تعارفوه قال العلامة الشامی (ص ۲۶۲ جلد ۱) کتنخنخ او قامت قامت او الصلوٰة الصلوٰة ولو احدثوا اعلاما مخالفا

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة و کیفیتهما)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین الشامی: ان الاصل الاباحة اقول هذا الجواب نافع فیما سکت عنه الشارع وبقی علی الاباحة الاصلیة اما ما نص علی اباحته او فعله علیه السلام فلا ینفع وقد نص فی التحریر علی ان المباح یطلق علی متعلق الاباحة الاصلیة کما یطلق علی متعلق لاباحة الشرعیة فالاحسن فی الجواب ان یقال المراد بقوله فی التعریف ما ثبت ثبوت طلبه لا ثبوت شرعیته والمباح غیر مطلوب الفعل وانما هو مخیر فیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۸۷ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فی الاشیاء الاباحة)

لذالک جاز نهر عن المجتبیٰ ﴿۱﴾، اور یہ قول کہ اس مسجد میں کسی کی نماز ادانہیں ہوتی تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قائل یا جاہل ہے یا متجاہل ہے۔ وھو الموفق

اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دینا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا گاؤں ایک چھوٹی بستی ہے جس کی مسجد کے بیرونی دروازہ پر زمین سے کئی فٹ اونچا ممبر ہے، اور موذن اس پر اذان دیا کرتا ہے بعض خواتین منع کرتی ہیں کہ یہاں سے مکانات نظر آتے ہیں لہٰذا اذان نیچے زمین پر دیا کریں، تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام صادق مسجد چک نمبر ۵۳ بھکر میانوالی......۲۳/۴/۱۴۰۱ھ

الجواب: بہتر یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر اونچی جگہ پر دی جائے، لان بلالا رضی الله عنه کان یوذن علی بیت امرء ة من بنی النجار وکان اطول بیت حول المسجد کما فی ابی داؤد ص۷۷﴿۲﴾ وفی الهندیه ص۵۷ جلد ۱ وینبغی ان یؤذن علی المأذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۳﴾.

نوٹ:......تاہم پردہ کا انتظام ضروری ہے۔ وھو الموفق

سوائے مغرب کے دیگر اوقات میں تثویب مستحسن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تثویب کے متعلق کافی اختلاف موجود

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۸۶، ۲۸۷ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ عن عروة بن الزبیر عن امرأة من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت کان حول المسجد فکان بلال یؤذن علیه الفجر فیاتی بسحر فیجلس علی البیت ینظر الی الفجر الخ. (سنن ابی داؤد ص ۸۴ جلد ۱ باب الاذان فوق المنارة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۵ جلد ۱ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة وکیفیتهما)

ہے اس میں مختلف اقوال ہیں صحیح اور فیصلہ شدہ قول کونسا معتبر ہوگا۔ بینوا توجروا

المستفتی: بسم اللہ شاہ متعلم حقانیہ......۱۵/ دسمبر ۱۹۸۳ء

الجواب: فقہاء کرام نے سوائے مغرب کے دیگر اوقات میں تثویب کو مستحسن قرار دیا ہے ﴿۱﴾ اس کا ماخذ موجود ہے اور نظیر بھی موجود ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

اذان کے کلمات کے آخر میں ہا، ہا، ہا لحن اور ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں مؤذنین جب اذان میں اشھد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچتے ہیں تو آخر میں ہا، ہا، ہاوغیرہ پڑھتے ہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف نمبردار واہ کینٹ راولپنڈی......۱۸/ ۸/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: چونکہ ہا، ہاوغیرہ آخر میں لحن ہے، لہٰذا ناجائز ہے، لما فی الدر المختار ص ۳۵۹ جلد ۱ ولا لحن فیه ای تغنی بغیر کلماته فانه لا یحل فعله ولا سماعه کالتغنی بالقرآن وفی ردالمحتار تحت قوله بغیر کلماته ای بزیادة حرکة او حرف او مد او

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله فی الکل) ای کل الصلوٰت لظهور التوانی فی الامور الدینیة قال فی العنایة احدث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة علی حسب ماتعارفوه فی جمیع الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل هو تثویب الفجر وما رآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۸۶ جلد ۱ باب الاذان قبیل مطلب فی اذان الجوق)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: وهذا التثویب وان لم یعهد فی الصدر الاول لکن له اصلا فی الشرع ووجها وجیها فی الاصول روی ابوداؤد عن ابی بکرة قال خرجت مع رسول الله ﷺ لصلوٰة الصبح فکان لا یمر برجل الاناداه بالصلوٰة او حرکه بالرجل، وفیه تعاون علی البر وتکثیر للجماعة ونظیره فی ترک ماعهد فی عصره ﷺ منع النساء عن المساجد

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۶۷ جلد ۲ باب التثویب فی الفجر)

غیرھا فی الاوائل والاواخر ﴿۱﴾ . معلوم ہوا کہ زیادت حرکت یا زیادت حرف یا مدآخر یا اول میں لحن ہے، وھو لا یجوز. وھو الموفق

اذان واقامت میں جاہلانہ رویہ پر اصرار جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد دوخاندانوں میں مشترک ہے اذان واقامت کیلئے نمبر مقرر کیا گیا ہے کہ ایک ہفتہ ایک خاندان کا کوئی فرد اذان واقامت کہے گا، اور دوسرے ہفتے میں اس شخص یعنی دوسرے خاندان کا ایک فرد اذان کردے گا، اب وہ شخص امی ہے اس کے باری آنے پر اگر کوئی اذان دیتا ہے تو وہ اسے مار کر نیچے گرادیتا ہے اور خود دوبارہ اذان دیتا ہے، اسی طرح اقامت بھی خود دوبارہ کہتا ہے، تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مرحم اللہ بونیر......۱۹/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: بشرط صدق ثبوت یہ شخص جاہل مرکب ہے اس پر ضروری ہے کہ کتاب وسنت کا اتباع کرے، اور ان امور شنیعہ پر اصرار نہ کرے۔ وھو الموفق

اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ جہر سے پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے قبل تعوذ وتسمیہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ اور جہر سے پڑھنا چاہئے یا آہستہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر سعید قذافی مارکیٹ باجوڑ......۱۰/ ذی القعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: اذان سے قبل تعوذ اور بسملہ بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ﴿۲﴾ البتہ ان کا

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۸۵ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وشرعا اعلام مخصوص) ای اعلام بالصلاة قال فی الدرر ويطلق على الالفاظ المخصوصه ای التی يحصل...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جہر سے پڑھنا خصوصاً اذان کی طرح پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ عوام ان کو اذان کے کلمات سے شمار کرنے لگیں گے ﴿۱﴾ نیز یہ تعامل سلف اور خلف سے مخالف ہے۔ وھو الموفق

اذان کے وقت اہل بدع کے شعار اور التزام مالایلزم سے اجتناب ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ از روئے شریعت محمدی اذان سے قبل یا بعد سرأیا جہراً درود شریف پڑھنا کیسا ہے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں، حالانکہ درود شریف کے بہت فضائل ہیں تو پھر اس کو کیوں بعض لوگ منع کرتے ہیں قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں جواب سے مستفیض فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی حضرت بلال چورنگی ضلع کوہاٹ......۳۰/ اکتوبر ۱۹۸۴ء

الجواب: درود شریف بذات خود ایک بہت بڑی عبادت ہے اور عبادت غیر موقتہ ہے، البتہ جو درود شریف اہل بدع کا شعار ہو اور یا اس میں التزام مالایلزم کا اعتقاد ہو تو اس سے اجتناب ضروری ہے ﴿۲﴾ قال رسول اللہ ﷺ اتقوا مواضع التہم ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بها الاعلام من اطلاق اسم المسبب على السبب اسمعيل دائما لم يعرفه بالالفاظ المخصوصه لان المراد الاذان للصلاة ولو عرف بها الدخل الاذان للمولود ونحوه على مايأتى......
(قوله على وجه مخصوص) اى من الترسل والاستدارة والالتفات وعدم الترجيع واللحن ونحو ذلک من احكامه الآتية. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۱﴾ قال العلامه حلبى : كل مباح يؤدى اليه اى (الىٰ اعتقاد الجهلة سنيتها) فمكروه.
(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۵۶۹ فصل فى مسائل شتىٰ)

﴿۲﴾ قال ابن نجيم رحمه الله: ولان ذكر الله تعالىٰ اذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت او بشئ دون شئ لم يكن مشروعا حيث لم يرد الشرع به لانه خلاف المشروع .
(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۲ باب العيدين)

﴿۳﴾ حديث اتقوا مواضع التهم رواه البخارى فى الادب...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بلا وضواذان افضل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلا وضواذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمشاد خان طورومردان.....۱۳/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: بلا وضواذان دینا افضل نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تثویب کی مختلف روایات میں تطبیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے گاؤں میں اذان کے بعد مؤذن یا اور کوئی آدمی لوگوں کو آواز دیتے ہیں کہ نماز کیلئے آئیں، اس مسئلہ میں علماء کرام کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اور ابوداؤد شریف پر حوالہ دیتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال پیش کرتے ہیں اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اعلان جائز ہے اور ہدایہ اور شرح

(بقیہ حاشیہ) المفرد، وقال الملا علی قاری حدیث اتقوا مواضع التهم هو معنی قول عمر، من سلک مسالک التهم اتهم، رواه الخرائطی فی مکارم الاخلاق عن عمر موقوفا بلفظ من اقام نفسه مقام التهم فلا تلومن من اساء الظن به.

(الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۴۹ رقم حدیث ۱۵۱)

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: ولایکره اذان المحدث فی ظاهر الروایة هکذا فی الکافی.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۴ جلد ۱ باب الاذان)

وفی منهاج السنن: مذهب ابی حنیفة انه یکره الاقامة بغیر وضوء ویجوز الاذان وروی عنه انه یکره الاذان ایضاً ویؤیده حدیث لایؤذن احدکم الا وهوطاهر اخرجه ابو الشیخ مرفوعاً وفی سنده عبد الله بن هارون وهو ضعیف واخرجه البیهقی موقوفاعلی وائل وفی سنده انقطاع لم یسمع الجبار عن ابیه وائل شیاً.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۷۷ جلد۲ باب کراهیة الاذان بغیر وضوءٍ)

وقایہ پر حوالہ دیتے ہیں، اب عوام متحیر ہیں، اور جگہوں سے بھی ہم نے جواب طلب کیا مگر کسی نے تسلی بخش جواب نہیں دیا، آپ صاحبان کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمیں تسلی بخش جواب تحریر فرمائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منظور احمد مسجون دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی......١٤/محرم ١٤٠٥ھ

الجواب: فقہاء حنفیہ نے اس تثویب کو جائز قرار دیا ہے ﴿١﴾ بدليل ان فيه تعاونا على البر وبدليل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان يحرک رجل النائم اوناداه، رواه ابوداؤد ولان بلالاً رضی الله عنه كان ينادی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم للصلاة وانكار بعض الصحابة عليه بناء على بعض العوارض مثل التثويب بالصلاة خير من النوم فی غير الفجر ومثل الالتزام ﴿٢﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: (ويثوب) بين الاذان والاقامة فی الكل للكل بما تعارفوه. قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله فی الكل) ای كل الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدينية قال فی العناية احدث المتأخرون التثويب بين الاذان والاقامة على حسب ماتعارفوه فی جميع الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول يعنی الاصل وهو تثويب الفجر ومارآه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن.

(الدرالمختار مع ردالمختار ص ٢٨٦، ٢٨٧ جلد ١ باب الاذان)

﴿٢﴾ وفی منهاج السنن: التثويب اعلام بعد اعلام واصله ان تجئ الرجل مسقرخا فيلوح بثوبه ليرى ويشتهر، ويطلق على الاقامة وزيادة الصلوٰة خير من النوم فی اذان الفجر والمراد فی ترجمة الباب الثالث وهی سنة عندنا فی الفجر وهو مذهب ائمتنا الثلثة واخطأ الامام النووی فيما نسبه الی ابی حنيفة من انه لايقول به، وقول حی على الصلوٰة بين الاذان والاقامة حسنه الامام محمد فی الجامع الصغير وجوزه ابويوسف للامراء وكل من كان مشغولا بمصالح المسلمين و يؤيد قوله ماروی فی الصحاح ان بلالا كان يؤذن ثم يأتی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم على باب الحجرة فيؤذنه بصلوٰة الصبح فيخرج، وروى ابوداؤد عن المغيرة بن شعبه قال ضغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات ليلة وفيه فجاء بلال فآذنه بالصلوٰه وجوزه المتأخرون فی الكل للكل بماتعارفوه واستثنوا من الصلوٰت صلوٰة.....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مؤذن کی اجازت سے دوسرے شخص کیلئے اقامت کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید بکر کے ساتھ جھگڑا کر رہا تھا کہ جو شخص اذان دیتا ہے اقامت بھی وہ کہے گا، بکر نے کہا کہ یہ غلط ہے مؤذن کا کوئی حق نہیں کہ اذان بھی دے اور اقامت بھی، مولوی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو مولوی صاحب نے زید کو کہا کہ مؤذن کا حق ہے مؤذن کی اجازت کے بغیر دوسرا آدمی تکبیر نہ کہے تو زید نے فوراً کہا کہ پھر تجھے اناج دانے لینے کا کوئی حق نہیں، مولوی صاحب نے کہا کہ میں اپنی طرف سے نہیں حدیث رسول اللہ ﷺ بتا تا ہوں، زید نے کہا کہ میں حدیث مانتا ہی نہیں، چونکہ گاؤں میں تبلیغی جماعت کا گشت ہوتا ہے باتیں کرتے کرتے زید نے کہا کہ اب تبلیغ والے میرے گھر پر نہ آئیں اگر آ گئے تو میں بے عزتی کروں گا، اس پر ایک شخص نے کہا کہ بھائی تبلیغی جماعت والے تو کلمہ اسلام کی دعوت دیتے ہیں تو زید نے کہا کہ مجھے ایسے اسلام کی ضرورت نہیں، چنانچہ چند آدمی تیسرے دن زید کے ہاں گئے تا کہ اس کو سمجھا دیں اور توبہ تائب ہو جائے، اور تجدید نکاح کرے، زید نے کہا میں اسلام کو چھوڑ دوں گا، مگر یہ کام نہیں کروں گا تو کیا زید ان باتوں سے کافر ہو گیا ہے یا نہیں، اگر ہے تو تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں، اگر نہ کرے تو ایسے آدمی کے ساتھ کھانا پینا، دینی و دنیاوی امور میں شریک ہونا جائز ہے یا ناجائز، مسئلہ کی وضاحت فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز مدرسہ رحمانیہ جیمس آباد تھر پارکر سندھ

(بقیہ حاشیہ) المغرب لعدم افادة التثویب فیها کمافی النهایة وغیرها، وهذا التثویب وان لم یعهد فی الصدر الاول لکن له اصلاً فی الشرع ووجها وجیهاً فی الاصول روی ابو داؤد عن ابی بکرة قال خرجت مع رسول الله ﷺ لصلوٰة الصبح فکان لا یمر برجل الاناداه بالصلوٰة اوحرکه بالرجل، وفیه تعاون علی البر وتکثیر للجماعة ونظیره فی ترک ماعهد فی عصره ﷺ منع النساء عن المساجد.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۵ جلد ۲ باب فی التثویب فی الفجر)

الجواب: (الف) جو شخص اذان دے تو مستحب یہ ہے کہ وہ اقامت کہے گا لیکن اگر موذن موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن اس کو دوسرے شخص کے اقامت کہنے سے وحشت نہ ہوتی ہو تو دوسرے شخص کا اقامت کہنا بلا کراہت جائز ہوگا، قال فی الدر المختار اقام غیر من اذن بغیبته ای الموذن لایکره مطلقاً وان بحضوره کره ان لحقه وحشة (هامش ردالمحتار ص ۳۶۷ جلد ۱) ﴿۱﴾ وقلت ماروا ه الترمذی من اذن فهو یقیم ففی سنده عبد الرحمن بن زیاد الافریقی وهو ضعیف وعلی تقدیر الثبوت یحمل علی الاستحباب ﴿۲﴾ لہٰذا بکر اور مولوی صاحب حق پر ہیں۔

(ب) اور زید کی یہ بات کہ "میں حدیث نہیں مانتا ہوں" کفر ہے ﴿۳﴾ بشرطیکہ یہ مراد نہ ہو کہ میں جاہل مقلد ہوں، میں فقہ کا پابند اور تابعدار ہوں گا براہ راست میں حدیث پر عمل نہیں کرسکتا ہوں کیونکہ یہ مجتہد کا کام ہے اور اس کے ساتھ زیبا ہے۔

(ج) اسلام کے چھوڑنے پر راضی ہونا کفر ہے، نظیره مافی شرح الفقه الاکبر ومن دعی الی الصلح فقال انا اسجد للصنم ولاادخل فی هذا الصلح قیل لا یکفر ...... وقال

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۹۱ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: قال فقهائنا ومالک الاولیٰ ان یقیم من اذن وان قام غیره فجاز ان لم یتأ ذبذلک الموذن فان کان یتاذی بذلک یکره لان اکتساب اذی المسلم مکروه وقال الشافعی یکره تاذیٰ اولم یتاذی واحتج بحدیث الباب ،واحتج علمائنا بماروا ه ابو داؤد وسکت علیه من خدیث عبد الله بن زید وفیه اذان بلال واقامة عبد الله بن زید قال ابن عبد البر اسناده حسن، والجواب عن حدیث الباب انه ضعیف او محمول علی الاولویة.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۶ جلد ۲ باب ماجاء من اذن فهو یقیم)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: قال رضی الله عنه سألت صدر الاسلام جمال الدین عمن قرء حدیثا من احادیث النبی ﷺ فقال رجل همه روز خلشها خواند قال ان اضاف ذلک الی القاری لاالی النبی ﷺ ینظر ان کان حدیثا یتعلق بالدین واحکام الشرع یکفر وان کان حدیثا لا یتعلق به لا یکفر. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۲۶۶ جلد ۲ احکام المرتدین منها ما یتعلق بالانبیاء)

برھان الدین صاحب المحیط وفیہ نظر وعندی انہ یکفر (ص ۱۵۰)﴿۱﴾ بشرطیکہ اس کی مراد اسلام سے دین اسلام ہو اور اگر اس کی مراد کسی خاص جماعت (تبلیغی جماعت) کا طریق کار ہو تو اس سے بے اعتنائی وغیرہ مؤجب کفر نہیں ہے لیکن بہرحال اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ پردہ میں تجدید نکاح کرے﴿۲﴾ یعنی زوجین اپنے دو بیٹوں وغیرہ کے روبرو ایجاب وقبول کرے۔

(د) اگر یہ شخص اپنے جہل پر اصرار کرے تو مصلحت کی بنا پر ترک مولات اس کیساتھ جائز ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

صبح اور مغرب کی اذان اور نماز کے اوقات

سوال: فجر کی اذان اور پھر جماعت اسی طرح نماز مغرب کی اذان اور جماعت کیلئے اوقات صحیحہ مستحبہ کیا ہوں گے واضح طریقہ پر فتویٰ صادر فرماویں؟

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۸ء/۱۰/۲۵

الجواب: صبح کی اذان طلوع شمس سے سوا گھنٹہ پہلے کر کے نصف گھنٹہ بعد جماعت پڑھی جائے﴿۴﴾۔

﴿۱﴾ (شرح فقه الاکبر للقاری ص ۱۸۴ فصل فی الکفر صریحا وکنایة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: واقره فی نور العین ومفهومه انه لا یحکم بفسخ النکاح وفیه البحث الذی قلناه واما امره بتجدید النکاح فهو لا شک فیه احتیاطاً خصوصا فی حق الهمج الارذال الذین یشتمون بهذه الکلمة فانهم لا یخطر علی بالهم هذا المعنی اصلاً.
(ردالمحتار ص ۳۱۶ جلد ۳ قبیل مطلب توبة الیاس مقبولة دون ایمان الیاس)

﴿۳﴾ عن ابی سعید الخدری عن رسول اللهﷺ قال من رای منکم منکراً فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان رواه مسلم.
(مشکواه المصابیح ص ۴۳۶ جلد ۲ باب الامر بالمعروف)

﴿۴﴾ قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بین طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وکذا بین غروب الشمس وغیوب البیاض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد فی دیارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب مواقیت الصلاة)

مغرب کی اذان بعد الغروب دے کے نماز فوراً ادا کرے ﴿۱﴾ اورسوا گھنٹہ بعد عشاء کی نماز ادا کرنی چاہئے۔ وھو الموفق

کسی امر کی مقدار شرعی سے زائد اہتمام کرنا یا اپنی طرف سے تخصیص کرنا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے قبل یا بعد مروجہ صلاۃ وسلام کا کیا حکم ہے؟ جو لوگ یہ نہیں کرتے انہیں وہابی اور گستاخ رسول کہا جاتا ہے کیا یہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایوب مرکزی مسجد ٹیکسلا......۲۰/۱/۱۹۷۶ء

الجواب: صلاۃ وسلام بذات خود عبادت ہے لیکن کسی امر کی مقدار شرعی سے زائد اہتمام کرنا یا اپنی طرف سے تخصیص کرنا منکر اور ناجائز ہے کما انکر اللہ تعالیٰ علی من عامل معاملة الحرام بالطیبات حیث قال یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطان الخ ﴿۲﴾ وکذا انکر اللہ علی من التزم الدخول من ظھور البیوت فعلاً وترکا ﴿۳﴾ وانکر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ من التزم الانصراف عن الیمین

﴿۱﴾ قال العلامة المرغینانی: اول وقت المغرب حین تغرب الشمس وآخر وقتھا حین یغیب الشفق. (ھدایہ علی صدر فتح القدیر ص۱۹۵ جلد ۱ باب المواقیت)

﴿۲﴾ قال العلامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول اللہ تعالیٰ امراً عبادہ المؤمنین بہ المصدقین برسولہ ان یأخذ وابجمیع عری الاسلام وشرائعہ والعمل بجمیع اوامرہ وترک جمیع زواجرہ مااستطاعوا من ذلک...... وزعم عکرمہ انھا نزلت فی نفر ممن اسلم من الیھود وغیرھم کعبد اللہ بن سلام واسد بن عبید وثعلبہ وطائفة استأذنوا رسول اللہ ﷺ فی ان یسبتو وان یقوموا بالتوراة لیلا فامرھم اللہ باقامة شرائع الاسلام والاشتغال بھا عما عداھا. (تفسیر ابن کثیر ص۳۲۴ جلد ۱ سورة البقرة آیت:۲۰۸)

﴿۳﴾ قال العلامہ شبیر احمد العثمانی: زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

رواه البخاری ﴿۱﴾ وقال صاحب البحر ص ۱۵۹ جلد۳ ولان ذکر الله تعالیٰ اذا قصد به التخصیص بوقت دون وقت او بشیٔ دون شیٔ لم یکن مشروعا حیث لم یرد به الشرع لانه خلاف المشروع﴿۲﴾. وھو الموفق

دعائے اذان میں بعض اضافی الفاظ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کی دعا میں والدرجة الرفیعة وارزقنا الشفاعة وغیرہ بعض الفاظ کی زیادت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ تورڈھیر صوابی

الجواب: چونکہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ میں نہیں پائی گئی ہے البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے، لہٰذا ماثور پر اکتفاء کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے﴿۳﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دیکر گھستے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے اللہ تعالیٰ نے اس کو غلط فرمادیا.......... اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اپنی طرف سے کسی جائز اور مباح امر کو نیکی بنالینا اور دین میں داخل کرلینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت باتوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہوگیا۔(فوائد تفسیر عثمانی ص۳۷ جلد ۱ سورۃ البقرۃ آیت: ۱۸۹)

﴿۱﴾عن الاسود قال قال عبد الله بن مسعود لا یجعل احدکم للشیطان شیاً من صلاته یریٰ ان حقا علیه ان لا ینصرف الاعن یمینه لقد رأیت النبی ﷺ کثیرا ینصرف عن یساره. (صحیح البخاری ص۱۱۸ جلد ۱ باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال)

﴿۲﴾(البحر الرائق ص ۱۵۹ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: ثبت اذکار بعد التأذین منها الصلوٰة علی النبی ﷺ کما فی حدیث عبد الله بن عمرو عند مسلم وقال ابن القیم الافضل صلوٰة التشهد، ومنها دعاء الوسیلة وهو اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمدا الوسیلة وابعثه مقاما محمودا الذی وعدته رواه البخاری، قال الحافظ وزیادة والدرجة الرفیعة...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بالغ لوگوں کی موجودگی میں نابالغ کی اذان

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بالغ افراد موجود ہیں ان کی موجودگی میں نابالغ کی اذان کیسی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :علی اکبر پٹن ازاد کشمیر

الجواب: بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

اذان اور اقامت میں فرق

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان اور اقامت میں سوائے کلمات (قد قامت الصلوٰۃ) کے علاوہ کوئی اور فرق ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :محمد از رم تبوک سعودی عرب......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: راجح یہ ہے کہ اذان پندرہ کلمات ہو، اور بلند آواز سے ہو عجلت سے نہ ہو بخلاف اقامت کے کہ اس میں راجح سترہ کلمات ہیں اور پست آواز اور عجلت سے ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ)لیس لها اصل ، وقال السخاوی لا اصل لها وفی معارف السنن وردت هذه الزيادة عند ابن السنی فی عمل اليوم والليلة وذكرها الشاه ولی الله فی حجة الله البالغه وزيادة قوله انک لا تخلف الميعاد ثابتة فی السنن الكبرىٰ للبيهقی بسند قوی واما زيادة وارزقنا شفاعته فلا اصل لها ايضا وكذا لم يثبت فی شئ من طرقه زيادة ياارحم الراحمين كما فی التلخيص. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸٦ جلد ۲ باب مايقول اذا اذن المؤذن)

﴿۱﴾ قال فی الهنديه: اذان الصبی العاقل صحيح من غير كراهة فی ظاهر الرواية ولكن اذان البالغ افضل واذان الصبی الذی لا يعقل لا يجوز ويعاد وكذا المجنون هكذا فی النهاية. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۵۴ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ وفی الهنديه: الاذان خمس عشرة كلمة وآخر عندنا لا اله الا الله كذافی فتاوی قاضی خان...... والاقامة سبع عشرة كلمة خمس عشر منها كلمات......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب کے بعد سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذان عشاء نہیں دینا چاہیے

سوال: ہمارے گاؤں میں چھ مساجد ہیں، ہر مسجد میں ساڑھے آٹھ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک مسجد میں آٹھ بجے، اور ساڑھے آٹھ بجے تراویح شروع ہو جاتی ہے، تو ان اوقات میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام اعظم رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق تراویح اور نماز کا صحیح وقت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم مولوی عبدالغفور غفوری دواخانہ ڈھیری کلپانی مردان......۲۶/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غروب کے سوا گھنٹہ گزرنے کے بعد عشاء کا وقت داخل ہوتا ہے اور سفیدی غائب ہو جاتی ہے پس ائمہ مساجد حضرات پر ضروری ہے کہ سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذانیں نہ دیویں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

صبح صادق سے پہلے اذان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں اکثر مساجد میں سحری کے وقت کے ختم ہونے پر اذان دی جاتی ہے اور سحری کا وقت صبح صادق سے پہلے ختم ہوتا ہے تو اس صورت میں صبح صادق سے پہلے اذان ہو جائے گی کیونکہ لوگ اذان سننے پر سحری ختم کرتے ہیں تو کیا وقت سے پہلے یہ اذان ہو جاتی ہے؟ یا کوئی اور طریقہ اعلان اختیار کیا جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نفیس احمد میر پور خاص سندھ......۵/رمضان ۱۴۰۵ھ

(بقیہ حاشیہ) الاذان وکلمتان قوله قد قامت الصلاة مرتين كذافى فتاوىٰ قاضى خان...... ويترسل فى الاذان ويحدر فى الاقامة وهذا بيان الاستجاب كذا فى الهدايه.
(فتاوىٰ عالمگیریه ص ۵۵، ۵۶ جلد ۱ الفصل الثانى فى كلمات الاذان والاقامة)

﴿۱﴾ وفى المنهاج: قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين عروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۰ جلد ۲ باب مواقيت الصلاة)

الجواب: مستحب یہ ہے کہ خوردنوش طلوع فجر سے قبل بند کیا جائے بلکہ مشکوک ہونے سے بھی قبل ﴿۱﴾۔اوراگر بندش کا اعلان کیا جائے تو ممنوع نہیں ہے ﴿۲﴾۔وھو الموفق

وقت سے قبل اذان دینا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگروقت سے قبل اذان دی جائے تو دوبارہ دینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی:رضاءاللہ شگئی ضلع صوابی......۱۷/شعبان۱۴۱۰ھ

الجواب: اس اذان کا اعادہ کیا جائے گا،(شامی وغیرہ)﴿۳﴾۔ وھو الموفق

اذان کے وقت ریڈیو بلندآواز سے لگانے والے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جوکہ ہوش وحواس کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے لیکن جب اذان شروع ہوجاتی ہے تو وہ ریڈیو کو بلندآواز سے لگاتا ہے اورریڈیو بندکرنے کا جب کہا جاتا ہے توانکارکرتا ہے، نیز نماز کیلئے بلاکربھی انکارکرتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:سیدغلام حیدرشاہ......۱۹۸۹ء/۱۰/۱۰

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: (قوله وتاخیره) لان معنی الاستعانة فیه ابلغ بدائع ومحل الاستحباب ماذا لم یشک فی بقاء اللیل فان شک کره الاکل فی الصحیح کما فی البدائع. (ردالمحتار ص ۱۲۴ جلد۲ قبیل فصل فی العوارض)

﴿۲﴾ لماروا ه ابوداؤد فما احل فهو حلال وماحرم فهوحرام وماسکت عنه فهو عفو.
(سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد۲ باب مالم یذکر تحریمه)

﴿۳﴾قال الحصکفی: (فیعاد اذان وقع) بعضه (قبله) کالاقامة خلافا لثانی فی الفجر. (الدرمختار ص ۲۸۴ جلد۱ باب الاذان).وفی الهندیه: تقدیم الاذان علی الوقت فی غیر الصبح لایجوز اتفاقا وکذافی الصبح عند ابی حنیفه ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: ایسے شخص کے ساتھ ترک موالات کرنا چاہئے ﴿۱﴾۔ کیونکہ حکم شرعی (حبس دائم) ہمارے بس میں نہیں ہے۔ وھو الموفق

اقامت کہنا سنت مؤکدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز سے پہلے اقامت پڑھنا کیا درجہ رکھتا ہے فرض ہے یا سنت یا واجب یا مستحب؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرقیب پشاور یونیورسٹی.....۲۴/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اقامت سنت مؤکدہ ہے اور صاحب بدائع نے اسے واجبات سے شمار کیا ہے ﴿۲﴾

فی مراقی الفلاح سن الاذان فلیس بواجب علی الاصح وکذا الاقامة سنة مؤکدة فی قوة الواجب لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ (ھامش الطحطاوی ص ۱۱۵) ﴿۳﴾. وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ومحمد رحمهما الله تعالیٰ وان قدم یعاد فی الوقت ھکذا فی شرح مجمع البحرین لابن ملک وعلیه الفتوی ھکذافی التتارخانیه ناقلا عن الحجة.

(فتاویٰ ھندیه ص ۵۳ جلد ۱ الفصل الاول فی صفته واحوال المؤذن)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن حجر العسقلانی: فتبین ھنا السبب المسوغ للھجر وھو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها...... قال المهلب غرض البخاری فی ھذا الباب ان یبین صفة الھجران الجائز وانه یتنوع بقدر الجرم، فمن کان من اھل العصیان یستحق الھجران بترک المکالمة کما فی قصة کعب وصاحبیه...... وقال الطبری: قصة کعب بن مالک اصل فی ھجران اھل المعاصی.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۵۹۸ جلد ۱۳ باب مایجوز من الھجران لمن عصی)

﴿۲﴾ قال العلامة کاسانی: واما واجباتها فانواع بعضها قبل الصلاة وبعضها فی الصلاة...... اما الذی قبل الصلاة فاثنان احدھما الاذان والاقامة.

(بدائع الصنائع ص ۳۶۴ جلد ۱ واجبات الصلاة)

﴿۳﴾ (حاشية الطحطاوی علی المراقی ص ۱۹۴ باب الاذان)

اذان میں اشهد ان محمدا رسول الله میں محمداً منصوب پڑھا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان میں محمدًا رسول الله پڑھا جائے گا یعنی زبر کے ساتھ، یا محمدُ رسول اللهُ یعنی پیش کے ساتھ، کیونکہ کلمہ طیبہ میں پیش کیساتھ پڑھا جاتا ہے تو اذان میں پیش کیوں نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیم صدیقی عمان مسقط.....۵/۱۱/۱۹۷۴ء

الجواب: اذان میں اِنَّ (عامل ناصبہ) کی وجہ سے محمداً (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

اذان کیلئے دائیں یا بائیں جانب کی کوئی تخصیص نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان الله یحب التیامن (الحدیث) چنانچہ لباس، دخول مسجد، کنگھی اور غسل رجلین وغیرہ میں دائیں طرف اور جانب کا حکم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اذان شعائر اسلام سے ہے اور وہ بائیں جانب کو ہوتی ہے مسجد کی دائیں جانب اذان کیوں نہیں دی جاتی جیسا کہ اقامت دائیں جانب ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالحمید باجوڑا یجنسی.....۳/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: یسار کی طرف اذان کرنا کتابی حکم نہیں ہے پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ میں مسجد سے باہر اذان دی جاتی تھی، میمنہ یا میسرہ کا کوئی لحاظ نہیں تھا، کما لا یخفیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه جمال الدين عثمان بن الحاجب: المنصوبات فمنه اسم ان واخواتها هو المسند اليه بعد دخولها مثل ان زيداً قائم. (كافيه ابن حاجب ص ۴۹ المنصوبات)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ان اول من رقى منارة مصر للاذان شر حبيل بن عامر المرادى وبنى سلمة المنابر للاذان بامر معاوية ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

صوفی جاہل کی بنسبت عالم فاسق کی اذان اولیٰ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایم اے تک تعلیم یافتہ ہے پابندی سے بہت اچھے طریقے سے تلاوت قرآن مجید کرتا ہے حروف بھی اچھے طریقے سے ادا کرتا ہے لیکن اس کی داڑھی نہیں ہے مونڈواتا ہے کیا اس کیلئے اذان دینا جائز ہے؟ دوسرا آدمی ہے جو بالکل ان پڑھ ہے اور تلاوت قرآن بھی نہیں کرسکتا اور نہ اذان کے حروف اچھے طریقے سے ادا کرسکتا ہے البتہ اس کی داڑھی ہے۔ان دونوں میں سے کون اذان دینے کیلئے بہتر ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ربی کندی تازہ دین پہی نوشہرہ......۲۵/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ محلوق اللحیہ فاسق ہے، کما صرح به فی شهادات تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ﴿۱﴾ اور عالم باعمل کی موجودگی میں اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے البتہ صوفی جاہل کی نسبت اولیٰ اور افضل ہے، کمافی الدر المختار وفاسق ولو عالماً لاکنه اولیٰ بامامة واذان من جاهل تقی﴿۲﴾ (هامش ردالمحتار ص ۲۶۳ جلد ۱) . وهو الموفق

(بقیه حاشیه)ولم تکن قبل ذلک وقال ابن سعد بالسند الی ام زید بن ثابت کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقه من اول ماأذن الی ان بنی رسول الله ﷺ مسجده فکان یؤذن بعد علی ظهر المسجد وقد رفع له شئ فوق ظهره.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۲۸۵ جلد ۱ مطلب من بنی المنابر للاذان باب الاذان)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین فی تنقیح الفتاویٰ: ان الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود الهنود ومجوس الاعاجم فحیث ادمن علی فعل هذا المحرم یفسق.

(تنقیح الفتاویٰ الحامدیة ص ۳۵۱ جلد ۱ لایباح الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ مطلب فی المؤذن اذاکان غیر محتسب فی اذانه باب الاذان)

جیل میں قیدیوں کیلئے اذان کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نوشہرہ حوالات میں زمانہ قدیم سے یہ طریقہ تھا، کہ وہاں پر قیدی نماز باجماعت بھی پڑھتے تھے، اور اذان بھی دیتے تھے، اب ایک مولوی صاحب نے قیدیوں کو اس سے منع کیا ہے کہ تم اذان بھی نہ دو اور جماعت بھی نہ کرو، یہ شرع میں منع ہے، اسلئے کہ اذان اس جگہ میں دینی چاہئے جہاں دروازے کھلے ہوں اور عام لوگ بلا قید وقیود آ جا سکتے ہوں، مولوی صاحب نے یہ بھی بتایا کہ ہم مجرم ہیں اور مجرم کی اقتداء صحیح نہیں، لہٰذا التماس ہے کہ شرع محمدی ﷺ کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب بحوالہ کتب معتبرہ مدلل تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سیف اللہ......۳۱/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: نماز جمعہ کو حوالات میں پڑھنا الگ چیز ہے اور نماز باجماعت الگ چیز ہے اور اس دوسری صورت میں اذان نہ دینا بے قاعدہ حکم ہے ﴿۱﴾ اگر اس مولوی صاحب کو جزئیہ معلوم ہو تو ہمیں روانہ کریں۔ وھو الموفق

اذان خطبہ کہاں دی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ سے قبل جو اذان دی جاتی ہے اس کیلئے جگہ کی کوئی قید ہے یا نہیں، یا جہاں بھی دی جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالوہاب زڑہ میانہ نوشہرہ

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله للفرائض الخمس الخ) دخلت الجمعة بحر وشمل حالة السفر والحضر والانفراد والجماعة قال فی مواهب الرحمن ونور الایضاح ولو منفرداً اداء او قضاء سفراً او حضراً.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۸۳ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب :اس اذان کوداخل مسجد دینا چاہئے نیز بین یدی المنبر اورنزدیک کے دینا چاہئے (والتفصیل فی امداد الفتاویٰ ص ۴۴۹ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

جس مسجد کیلئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوتو واردین کیلئے اذان واقامت افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت سفر میں اکثر مساجد میں جو جماعت ثانیہ کی جاتی ہے تو اس حالت میں اقامت کرنا بہتر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی بدر منیر مہتمم دارالعلوم مدنیہ بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی......۱۰/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: جس مسجد کیلئے امام ومؤذن مقرر نہ ہوں تو واردین کیلئے افضل یہ ہے کہ اذان واقامت کریں، کمافی الهندیه ص ۵٦ جلد ۱ مسجد ليس له موذن وامام معلوم يصلى فيه الناس فوجاً فوجاً بجماعة فالافضل ان يصلى كل فريق باذان واقامة على حدة كذا فی فتاویٰ قاضی خان ﴿۲﴾. وهو الموفق

اذان میں کلمات تکبیر دو دو کلمات ملا کر کہے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان کے سارے کلمات الگ

﴿۱﴾ قال الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله: اکثر کتب کی عبارت تو محتمل وجہین کو ہے مگر جامع الرموز کی عبارت صریح ہے، قرب متبادر ومحاذات میں وهو هذه بين يديه اى بين الجهتين المسامتتين اليمين المنبر اوالامام ويساره قريبا منه ووسطهما بالسكون فيشمل ما اذا اذن فى زاوية قائمة او حادةٌ او منفرجة حادثة من خطين خارجين من هاتين الجهتين، قلت تحدث القائمة اذا كان المؤذن حذاء وسط المنبر بالحركة والمنفرجة والحادة اذا كان فى غير حذائه.
(امداد الفتاویٰ ص ۴۷۴ جلد ۱ باب صلوٰة الجمعة والعيدين)

﴿۲﴾(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۵ جلد ۱ الفصل الاول فی صفته واحوال المؤذن)

الگ سانس کے ساتھ کہنا ضروری ہے یا الله اکبر ، الله اکبر ، دو دو کلمات کو ایک سانس میں کہنے کیلئے کوئی استثناء موجود ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحق ابو یاسوات......۱۹۸۹ء/۴/۹

الجواب: ہر دو الله اکبر کے بعد سانس لی جائے گی ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

داڑھی مونڈے کی اذان کا اعادہ احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کے داڑھی مونڈا اگر اذان دے دیں تو اس کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: صدر رحمٰن گل قریب نیو حاجی کیمپ کراچی نمرا......۱۴۰۱ھ/۷/۵

الجواب: داڑھی مونڈوانے والا فاسق ہے مردود الشہادت ہے، کمافی تنقیح الفتاویٰ ﴿۲﴾ اور اس کی اذان مکروہ ہے اور احوط یہ ہے کہ غیر فاسق اس کا اعادہ کرے، کمافی ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ۱ قوله ویعاد اذان جنب الخ، زادالقهستانی والفاجر والراکب والقاعد ﴿۳﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجيم (قوله ويترسل فيه ويحدرفيها) اى يتمهل فى الاذان ويسرع فى الاقامة وحده ان يفصل بين كلمتى الاذان بسكتة بخلاف الاقامة للتوارث...... ولو جعل الاذان اقامة يعيد الاذان ولوجعل الاقامة اذانا لا يعيد لان تكرار الاذان مشروع دون الاقامة. (بحر الرائق ص ۲۵۷ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين فى تنقيح الفتاوىٰ: ان الاخذمن اللحية وهى دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احدو اخذ كلها فعل يهود الهنود ومجوس الاعاجم فحيث ادمن على فعل هذا المحرم يفسق وان لم يكن ممن يستخفونه ولا يعدونه قادحاً للعدالة والمروءة فكلام المولف غير محرر ،فتدبر.

(تنقيح الفتاوىٰ الحامديه ص ۳۵۱ جلد ۱ لايباح الاخذ من اللحية وهى دو ن القبضة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ مطلب فى المؤذن اذا كان غير محتسب فى اذانه باب الاذان)

داڑھی مونڈوانے والے کی اذان مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی مونڈوانے والے کو مستقل طور پر جامع مسجد کا مؤذن بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی علی محمد دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نادر شاہ بازار بہاولنگر......۱۹۸۸ء/۵/۱۰

الجواب: عادۃ داڑھی مونڈوانے والا فاسق ہے، کما فی تنقیح الفتاویٰ ص ۳۵۱ جلد ۱ فحیث اد من علی فعل هذا المحرم یفسق ﴿۱﴾ انتهیٰ. اورارباب فتاویٰ نے لکھا ہے کہ فاسق کی امامت اوراذان مکروہ ہے ﴿۲﴾ پس اس کو باقاعدہ امام اورموذن مقرر کرنا دینی بے اعتنائی اورمداہنت ہے۔ وهو الموفق

بلاوضواذان دینے سے قوم کی خواری وپستی موضوعی وعید ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بلاوضو اذان دینے سے قوم پرخواری اورپستی آتی ہے کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قیس نعمانی مرہٹی نوشہرہ

الجواب: بلاوضواذان دینا خلاف استحباب ہے ﴿۳﴾ اوراس کی وجہ سے قوم کی خواری اور پستی منصوصی بات نہیں موضوعی اورخودساختہ وعید ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۳۵۱ جلد ۱ لایباح الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة)

﴿۲﴾ قال العلامه حصکفی: ویکره اذان جنب واقامته واقامة محدث لا اذانه واذان امرأة وخنثیٰ وفاسق ولو عالما لکنه اولیٰ بامامة واذان من جاهل تقی.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۲۸۹ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۳﴾ قال الشرنبلالی: ویستحب ان یکون الموذن ...... علی وضوء لقوله علیه السلام لا یؤذن الا متوضئ. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۲۱۱ ما یستحب للمؤذن) (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(بقیہ حاشیہ)وفی المنهاج: مذهب ابی حنيفة انه يكره الاقامة بغير وضوء ويجوز الاذان، وروى عنه انه يكره الاذان ايضاً ويؤيده حديث لا يؤذن احدكم الا وهو طاهر، اخرجه ابوالشيخ مرفوعا وفي سنده عبد الله بن هارون وهو ضعيف واخرجه البيهقي موقوفا على وائل وفي سنده انقطاع لم يسمع الجبار عن ابيه وائل شيأً، ومذهب الشافعي انه يكره الاذان بغير طهور، ومذهب احمد ان التطهر مستحب في الاذان والامامة، وقال مالك يصح الاذان بغير طهور ولا يقيم الا متوضئ.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۷۷ جلد۲ باب كراهية الاذان بغير وضوء)

باب شروط الصلوٰۃ وارکانها

جیب میں نسوار یا سگریٹ کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نسوار کی ڈبیہ یا تھیلی نیز سگریٹ کے جیب میں ہوتے ہوئے نماز پڑھنا جائز ہے، یا اس کو ہٹانا لازمی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لطیف اللہ چارسدہ

الجواب: نسوار میں غالباً پاک پانی ڈالا جاتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ نماز ادا کرنا ممنوع نہیں ہے، باقی سگریٹ کی تھیلی اور ڈبیہ پاک ہو تو اس سے نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے﴿۱﴾ البتہ بدبو اور موذی اشیاء کا مسجد لے جانا ممنوع ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

میت کے غسل کیلئے استعمال شدہ پاک تختہ پر نماز درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تختہ نماز پر ایک بچے کی میت کو غسل دیا گیا اب اس تختہ پر نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منشی محمود مانسہرہ

﴿۱﴾ وفی الهندیه: تطهیر النجاسة من بدن المصلی وثوبه والمکان الذی یصلی علیه واجب هکذا فی الزاهدی فی باب الانجاس.

(فتاویٰ عالمگیریه ص۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله واکل نحو ثوم) ای کبصل ونحوه مما له رائحة کریهة للحدیث الصحیح فی النهی عن قربان آکل الثوم والبصل المسجد قال الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی اذی..... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: واضح رہے کہ صحت صلوٰۃ کیلئے طہارت مکان شرط ہے،پس اگر یہ تختہ پاک ہوتو اس پرنماز پڑھنا درست ہوگا﴿۱﴾،والظاهر هی الطهارة والا فلم یصح صلوٰة الجنازة ایضا. فافهم وتدبر. وهو الموفق

سجدہ ثانیہ بھول کرسلام کے بعدادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص آخری رکعت میں سجدہ ثانیہ بھول گیا اورسلام سے بھی فارغ ہوا کہ یادآیا،اورابھی تک کوئی امر منافی للصلوٰۃ بھی نہیں کیا ہے،تواب کیا صورت اختیار کرے،اوراگرکوئی امر منافی للصلوٰۃ سرزدہوا ہوتو پھر کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی:عبدالرحمٰن

الجواب: ایسے شخص سے اگرکوئی امر منافی للصلوٰۃ سرزدہوا ہوتو نماز کا اعادہ کرے گا،اور اگرمنافی متحقق نہیں ہوا ہوتو سجدہ ثانیہ ادا کرے،اورالتحیات پڑھ کرسجدہ سہوہ کرے،اوردوبارہ التحیات پڑھ کر سلام پھیرے﴿۲﴾۔وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع خلافا لمن شد ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة مأكولا او غيره الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ مطلب فی الغرس فی المسجد)

﴿۱﴾ وفی الهندیه: تطهیر النجاسة من بدن المصلی وثوبه والمكان الذی یصلی علیه واجب هكذا فی الزاهدی فی باب الانجاس. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة)

﴿۲﴾ قال الشیخ طاهر بن عبد الرشید البخاری: وان سلم وهو غیرذاكر لهما(ای سجدة صلبیة وسجدة التلاوة) فان سلامه لا یكون قطعا وعلیه ان یسجد للتلاوة ویسجد للصلوتیة الاول فالاول ثم یتشهد ثم یسلم ثم یسجد سجدتی السهو ثم یتشهد ثم یسلم.

(خلاصة الفتاویٰ ص ۱۸۰ جلد ۱ باب سجود السهو)

کوٹ پتلون اورٹائی پہنے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگریزی لباس یعنی کوٹ، پتلون اورٹائی پہننا ایک رسم عام بن گیا ہے، خاص کرافسرشاہی لوگوں کا یہ شیوہ ہے، ڈیوٹی کے دوران جب نماز کا وقت ہوجائے اور کپڑوں کی تبدیل کرنے کا موقع نہ ملے، کیا اسی لباس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر خالد حسین میڈیکل افیسر میرعلی شمالی وزیرستان......۱۹۷۲ء/ ۵/ ۲۸

الجواب: نماز قضاء ہونے سے یہ بہتر ہے کہ اس غیر شرعی لباس میں نماز پڑھی جائے خصوصاً جبکہ عذر بھی ہو﴿۱﴾۔فقط

سجدہ میں پاؤں اٹھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ میں پاؤں اٹھانے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن پشاور......۵/ اگست ۱۹۷۹ء

الجواب: جب تمام سجدہ میں زمین سے پاؤں اٹھائے جائیں تو نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے لیکن اس کا متحقق ہونا کسی سے نہیں سنا ہے (بحر شامی)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال الشیخ محمدامین ابن عابدین: (قوله والرابع سترعورته) ای ولو بما لا یحل لبسه کثوب حریر وان اثم بلا عذر کالصلوٰة فی الارض المغصوبة.
(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۲۹۷ جلد۱ مطلب فی سترا لعورة)

﴿۲﴾ قال فی شرح التنویر: ومنها السجود بجبهته وقدمیه ووضع اصبع واحدة منهما شرط، قال ابن عابدین: وافاد انه لو لم یضع شیأ من القدمین لم یصح السجود وهو مقتضی ما قدمناه آنفا عن البحر وفیه خلاف سند کره فی الفصل الآتی (ص۳۳۰ جلد۱) وقال الحصکفی: وفیه یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة والا لم تجز والناس عنه غافلون. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۳۰،۳۲۹ جلد۱ بحث الرکوع والسجود)

مستورات کا باریک دوپٹہ اور آستین کا کلائیوں سے اوپر ہونے کی حالت میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) باریک دوپٹہ جس میں بال نظر آتے ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔ (۲) نیز آستین جب کلائیوں سے اوپر ہوں نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: (۱) زنانہ کیلئے اس میں (باریک دوپٹہ میں) نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے اور دوبارہ باقاعدہ واجب الاعادہ ہے، روایات حدیثیہ اور فقہیہ سے یہ ثابت ہے ﴿۱﴾۔ (۲) مرد کیلئے مکروہ ہے اور عورت کیلئے مفسد ہے، والدلیل علی الاول کراهة الصلوٰۃ علی وجه الولایة، والدلیل علی الثانی کون الیدین عورة الا الکفین ﴿۲﴾. فقط

علم کے اعتبار سے نمازی کی اقسام اور عبارت عالمگیری میں فیہ ضمیر کا مرجع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین کہ فتاویٰ عالمگیری کی درجہ ذیل عبارت کے متعلق ایک استفسار ہے، المصلون ستة من علم الفرائض منها والسنن وعلم معنی الفرائض انه ما یستحق الثواب بفعله والعقاب بترکه والسنة ما یستحق الثواب بفعلها ولا یعاقب بترکها فنوی الظهر والفجر اجزأته واغنت نیة الظهر عن نیة الفرض والثانی من یعلم

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: بدن الحرة عورة الا وجهها وکفیها وقدمیها کذا فی المتون، وشعر المرأة ما علی رأسها عورة واما المسترسل ففیه روایتان الاصح انه عورة کذا فی الخلاصة وهو الصحیح وبه اخذالفقیه ابو اللیث وعلیه الفتویٰ...... والثوب الرقیق الذی یصف ما تحته لا تجوز الصلاة فیه کذا فی التبیین. (فتاویٰ هندیه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بان یکون رافعا کمیه الی المرفقین. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۳ جلد ۱ مطلب مکروهات الصلاة)

ذلک وینوی الفرض فرضاً ولکن لا یعلم ما فیه من الفرائض والسنن یجزیه کذا فی القنیة'' اس عبارت میں مافیہ میں ہ ضمیر کا مرجع کیا ہے، ما فی الوقت یامافی الفرض؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ عالمگیری سہگل جہلم ۱۹۷۰ء/۵/۱۷

الجواب: ضمیر مافیہ میں نماز فرض کو راجع ہے، یعنی اتنا جانتا ہو کہ یہ نماز فرض ہے لیکن اس نماز میں جتنے فرائض اور واجبات وغیرہا ہیں ان سے ناواقف ہو۔ وهو الموفق

بکری دنبے کے چمڑے کے بنے ہوئے مصلیٰ رکھنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ومشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بکری یا دنبے کے مصلیٰ پر یہاں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک سر اور گردن والا حصہ آگے اور بعض کے نزدیک پچھلا حصہ آگے، لہٰذا مستند کتب کے حوالے سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ مصلی کی کونسی سمت آگے اور کونسی پیچھے ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سعید اصفہانی چائے ڈپو کوہالہ مری

الجواب: دونوں شق جائز ہیں، کیونکہ دونوں کے متعلق نہ امر آیا ہے اور نہ منع، تو بنا بر حدیث، وما سکت عنه فهو عفو﴿۱﴾ دونوں جائز اور مباح ہیں، البتہ تکلف اور تشدد منع ہے۔ فقط

فرض نماز اور سنت کی نیت کس طرح کی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز کی نیت کس طرح کرنی چاہئے صرف قلب سے یا قلب وزبان دونوں سے۔ (۲) سنت نماز میں سنت رسول اللہ کہنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صفدر حسین اینڈ برادرز سعودی عرب......۱۹۸۶ء/۱/۳۰

﴿۱﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۸۳ جلد۲ باب مالم یذکر تحریمه)

الجواب: (۱) نیت قلب کے ارادہ کا نام ہے خواہ زبان سے تلفظ کیا جائے یا نہیں، البتہ زبان سے تلفظ مستحب ہے اس سے ارادہ قلبی کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور سنت ثابتہ سے متصادم بھی نہیں ہے ﴿۱﴾۔
(۲) سنت یا سنت رسول اللہ پڑھنا ایک حکم رکھتا ہے ایک مجمل ہے اور دوسرا مفصل ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

زنانہ کیلئے نماز میں ستر عورت

سوال: چہ مے فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ یک زن مسلمان واصیل کہ دریک لباس نماز ادا میکنند، ودران لباس ساق زن وصدرش از جہت کشادگی گریوان ظاہر میشود، این نماز زن دران لباس درست است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: باز محمد افغانی ۱۹۸۷ء/۱/۲۴

الجواب: ماسوائے وجہ وقدمین وکفین ہر اندام مکمل یا ربع وے کہ برہنہ شود، نمازش فاسد شود، کما فی الھندیہ ص ۶۰ جلد ۱ الربع وما فوقه کثیر وما دون الربع قلیل وھو الصحیح ھکذا فی المحیط ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

بجانب قبلہ بعض مواجہت قبلہ ہو تو نماز فاسد نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کو معلوم نہیں تھا کہ

﴿۱﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: والمستحب في النية ان ينوى يقصد بالقلب ويتكلم باللسان بان يقول اصلي صلوٰة ...... ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الائمة لان النية عمل القلب لا عمل اللسان واستحباب ضمه لما ذكرنا.
(غنية المستملى شرح منية المصلى ص ۲۵۱، ۲۵۲)

﴿۲﴾ في ردالمحتار: ان كان مما واظب عليه الرسول ﷺ او الخلفاء الراشدون من بعده فسنة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۷۶ جلد ۱ مطلب في السنة وتعريفها)

﴿۳﴾ (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول في الطهارة وستر العورة)

قبلہ سے سینہ پھیر کر نماز فاسد ہو جاتی ہے اب بے علمی کی وجہ سے سینہ قبلہ سے پھیر گیا نصف یا نصف سے زیادہ یعنی کم از کم کتنا سینہ قبلہ سے پھیر جائے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی......۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اگر بعض مواجہت باقی ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے اور جب مواجہت بالکلیہ فوت ہو جائے تو نماز فاسد ہوتی ہے، یدل علیہ ما فی ردالمحتار ص ۳۹۸ جلد ۱ ﴿۱﴾۔ فقط

بارش سے بھیگے پاک کپڑوں میں نماز جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا بدن بھی پاک ہے اور کپڑے بھی پاک ہیں مگر بوجہ بارش کے کپڑے بھیگ کر بدن کے ساتھ لپٹ گئے، اور دیگر کپڑے موجود نہیں، تو کیا ان کپڑوں میں نماز ادا کرے گا یا قضا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر احمد بن جمال الدین کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۴/۴

الجواب: نماز ادا کرے گا، کیونکہ کپڑے بھیگ جانے سے ناپاک نہیں ہوتے ہیں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وسيأتي في المتن في مفسدات الصلاة انها تفسد بتحويل صدره عن القبلة بغير عذر فعلم ان الانحراف اليسير لا يضر وهو الذي يبقى معه الوجه او شيء من جوانبه مسامتالعين الكعبة او لهوائها بان يخرج الخط من الوجه او من بعض جوانبه ويمر على الكعبة او هوائها مستقيما ولا يلزم ان يكون الخط الخارج على استقامة خارجا من جبهه المصلي بل منها او من جوانبها كما دل عليه قول الدرر من جبين المصلي فان الجبين طرف الجبهة وهما جبينان وعلى ما قررناه يحمل ما في الفتح والبحر عن الفتاوىٰ من ان الانحراف المفسد ان يجاوز المشارق الى المغارب. فهذا غاية ما ظهر لي في هذا المحل والله تعالىٰ اعلم.

(ردالمحتار ص ۳۱۶، ۳۱۷ جلد ۱ مبحث في استقبال القبلة)

ہمارے بلاد میں نماز کیلئے جہت قبلہ کافی ہے نہ کہ عین قبلہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے لئے قبلہ کی صحیح سمت کیا ہے؟ کیاموسم گرمااورسرما میں سورج کے غروب ہونے کے درمیان والی جگہ میں قبلہ ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان بخت خان ملاکنڈ ایجنسی......۱۹۷۸ء/۱۱/۲۷

الجواب: واضح رہے کہ اہل ریاضی کے نزدیک کعبہ بنسبت ہمارے بلاد کے جنوب کی طرف مائل ہے لیکن تمام فقہاء کا کہنا ہے کہ نماز تمام جہت قبلہ کی طرف پڑھنا جائز ہے ﴿۱﴾۔وهو الموفق

ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہندو پاک میں قبلہ بجانب مغرب ہے اسلئے مساجد کا رخ عین مغرب کی جانب ہے لیکن آج کل سعودی عرب سے جو قبلہ نما ملتا ہے اس کے ذریعے ہمارے گجرات شہر میں قبلہ مغرب سے اٹھارہ درجہ جنوب کی طرف بنتا ہے اب اس مسجد میں جو عین مغرب کی طرف بنی ہوئی ہے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۱۰/۲۷

الجواب: ہمارے بلاد میں بین المغربین سمت قبلہ ہے ﴿۲﴾ اور کعبہ کی طرفین کا استقبال

﴿۱﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالی: (قوله اصابة جهتها) فالمغرب قبلة لاهل المشرق وبالعكس والجنوب قبلة لاهل الشمال وبالعكس فالجهة قبلة كالعين توسعة على الناس كما فى القهستانى حتى لو ازيل المانع لا يشترط ان يقع استقباله على عين القبلة كما فى الحلبى وهو قول العامة وهو الصحيح لان التكليف بحسب الوسع. (مراقى الفلاح ص ۱۱۵ باب شروط الصلاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: وقال فى شرح زادالفقير وفى بعض الكتب المعتمدة فى استقبال القبلة الى الجهة اقاويل كثيرة واقربها الى الصواب قولان الاول ان ينظر فى مغرب الصيف فى اطول ايامه ومغرب الشتاء فى اقصر ايامه......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(چھتیس درجات تک) کافی ہے اوران جدید آلات پراعتماد نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع، البتہ ان کی وجہ سے قدیم مساجد میں شبہات پیدا کرنا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ناچ گانے والی جگہ پرنماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسی مخصوص جگہ جہاں پر اکثر ناچ گانا ہوتا ہے، اس جگہ پرنماز جنازہ وغیرہ پڑھنا اور پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصب دار مقام بولیا توال ضلع اٹک.....۲۳/ رمضان ۱۴۰۸ھ

(بقیہ حاشیہ) فليدع الثلثين في الجانب الايمن والثلث في الايسر والقبلة عند ذلك ولو لم يفعل هكذا وصلى فيما بين المغربين يجوز واذ وقع خارجا منها لا يجوز بالاتفاق، ملخصا وفي منية المصلى عن امالي الفتاوىٰ حد القبلة في بلادنا يعني سمر قند بين المغربين مغرب الشتاء ومغرب الصيف فان صلى الى جهة خرجت من المغربين فسدت صلاته.
(ردالمحتار ص ۳۱۴ جلد ۱ مبحث استقبال القبلة)

﴿۱﴾قال العلائي: فتبصر وتعرف بالدليل وهو في القرىٰ والامصار محاريب الصحابة والتابعين وفي المفاز والبحار النجوم كالقطب، قال صاحب ردالمحتار تحت (قوله محاريب الصحابة والتابعين) فلا يجوز التحرىٰ معها زيلعي بل علينا اتباعهم خانيه ولا يعتمد على قول الفلكي العالم البصير الثقة ان فيها انحرافا خلافا للشافعيه في جميع ذلك كما بسطه في الفتاوىٰ الخيرية فاياك ان تنظر الى ما يقال ان قبلة اموى دمشق واكثر مساجدها المبنية على سمت قبلته فبها بعض انحراف وان اصح قبلة فيها قبلة جامع الحنابله الذى في سفح الجبل اذ لا شك ان قبلة الاموى من حين فتح الصحابة ومن صلى منهم اليها وكذا من بعدهم اعلم واوثق وادرى من فلكي لا ندرى هل اصاب ام اخطا بل ذلك يرجح خطاه وكل خير في اتباع من سلف..... قال القهستاني ومنهم من بناه على بعض العلوم الحكمية الا ان العلامة البخاري قال في الكشف ان اصحابنا لم يعتبروه..... اقول لم ارفي المتون ما يدل على عدم اعتبارها (اى دلائل النجوم) ولنا نعلم ما نهتدى به على القبلة من النجوم وقال تعالىٰ والنجوم لتهتدوا بها على ان محاريب الدنيا كلها نصبت.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: بنابرحدیث تمام روئے زمین پرنماز پڑھنا جائز ہے﴿۱﴾سوائے بعض خاص مقامات کے جن کوحدیث نے مستثنیٰ کیا ہے﴿۲﴾اور یہ مسئولہ جگہ ان میں سے نہیں ہے۔ وهو الموفق

بس (گاڑی) میں نماز کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر بس میں نماز قضا ہونے کا خطرہ ہوتو نماز پڑھنی جائز ہے یانہیں؟اورقبلہ روہونا ضروری ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی: ملک امان اللہ جامع مسجد عثمان غنی برہان اٹک......۱۹۸۹ء/۲/۱۹

الجواب: بس اورریل کا حکم یکساں ہے ان میں نماز پڑھنا جائز ہے،اورقبلہ روہونا ضروری ہے﴿۳﴾ نیز جب بس کھڑی ہوتو بیٹھ کرنماز پڑھنا صحیح نہیں ہے﴿۴﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بالتحری حتی منی کما نقله فی البحر ولا یخفیٰ ان اقوی الادلة النجوم والظاهر ان الخلاف فی عدم اعتبارها انما هو عند وجود المحاریب القدیمة اذ لا یجوز التحری معها کما قدمناه لئلا یلزم تخطئة السلف الصالح وجماهیر المسلمین.
(ردالمحتار مع الدرالمختار ص۳۱۷ جلد ۱ قبیل کرامات الاولیاء ثابتة)

﴿۱﴾ عن حذیفة قال قال رسول الله ﷺ فضلنا علی الناس بثلاث جعلت صفوفنا کصفوف الملائکة وجعلت لنا الارض کلها مسجدا وجعلت تربتها لنا طهورا اذا لم نجد الماء رواه مسلم. (مشکواة المصابیح ص ۵۴ جلد ۱ باب التیمم الفصل الاول)

﴿۲﴾عن ابن عمر قال نهی رسول الله ﷺ ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزبلة والمجزرة والمقبرة وقارعة الطریق وفی الحمام وفی معاطن الابل وفوق ظهر بیت الله رواه الترمذی وابن ماجه. (مشکواة المصابیح ص ۷۱ جلد ۱ باب المساجد ومواضع الصلوٰة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: (والمربوطة بلجة البحر ان کان الریح یحرکها شدیدا فکالسائره والافکالواقفة) ویلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وکلما دارت.

وقال ابن عابدین رحمه الله: (قوله والا فکالواقفة) ای ان لم تحرکها الریح شدیدا بل یسیرا فحکمها کاالواقفة فلا تجوز الصلاة فیها قاعدا مع القدرة ......(بقیه دوسرے صفحه پر)

(پچھلے صفحے کا حاشیہ)علی القیام کما فی الامداد(قوله ویلزم استقبال القبلة) ای فی قولهم جمیعا بحر وان عجز عنه یمسک عن الصلاة امداد عن مجمع الروایات ولعله یمسک مالم یخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته وهذا کذلک والافما. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۶۳ جلد ۱ باب صلاة المریض)

﴿۴﴾ وفی منهاج السنن: واما الصلوٰۃ فی السفینة اذا کانت سائرة فجائزة بلا کراهة اذا لم یمکن الخروج الی الشط، ومع الکراهة اذا امکن الخروج الیه نعم الصلوٰۃ قاعدا برکوع وسجود عند العجز عن القیام وعن الخروج الی الشط تجزیٔ بالاتفاق، وعند القدرة علی القیام وعلی الخروج الی الشط تجزئ عند ابی حنیفة مع الاساء ة وعند ابی یوسف ومحمد لا یجزئ ویلزم التوجه الی الکعبة اتفاقا، وتمام الکلام فی البدائع، واما الصلوٰۃ فی السیارات البریة من القطارات وغیرها فعند الوقوف حکمها کحکم الصلوٰۃ علی الارض وعند السیر حکمها کحکم الصلوٰہ فی السفینة السائرہ فمن صلی فیها قاعداً برکوع وسجود اجزء ت، ومن صلی فیها بالایماء للزحمة وضیق المحل فالظاهر من النظائر ان یعید الصلوٰۃ. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الدابة حیث توجهت به)

باب صفة الصلوٰة

جدت پسندی کے مرض کا انجام بھیانک ہوتا ہے

سوال: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امابعد میں حنفی ہوں اور مقلد ہوں لیکن رفع الیدین کی احادیث بھی موجود ہیں اب میں باقاعدہ رفع الیدین کرتا ہوں آیا اس کا ثواب ہے یا عذاب؟ براہ کرم جواب سے مستفید فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: فضل عالم بڈھ بیر پشاور/ ۱۹۷۶ء/ ۱۲/۵

الجواب: محترم وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ شاہ ولی اللہ جیسے محقق ومدقق عالم نہ ہوں تو آپ جدت پسندی کے مریض ہیں ایسے مریض پر رفتہ رفتہ الحاد وزندقہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے علماء احناف حدیث کو حدیث کی وجہ سے ترک کرتے ہیں افسوس ہے کہ آپ حنفیت کو اپنی رائے سے ترک کرتے ہیں اللہ کریم آپ کو استقامت کی نعمت سے نوازے۔ فقط

قبر سامنے ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

سوال: چہ میفر مایند علماء دین دریں مسئلہ کہ زمین مقبرہ کہ پیش در زمین قبور باشد بلاضرورت نماز در آں جا جائز است یانہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۹ء/ ۱۱/ ۲۳

الجواب: اگر قبور زیر نظر نہ باشد کراہیت نیست، کما فی الھندیہ ص ۱۱۳ جلد ۱ (مصری) وفی الحاوی وان کانت القبور ماوراء المصلی لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار ما لو کان فی الصلوٰۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لا یکرہ کذا فی التتارخانیہ،

انتهی ﴿۱﴾ قلت وانہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لو صلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الیٰ موضع سجودہ ، ردالمحتار ص ۵۹۳ جلد ۱ ﴿۲﴾. وھو الموفق

بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فوجی لوگ بوٹ پہنے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حولدار محمد زاہد C/o ایس بی پی او نمبر ۳......۷ المحرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: بوٹ میں نماز پڑھنا منع نہیں ہے لیکن بوٹ کے پاک اور ناپاک کی معرفت بہت مشکل ہے لہٰذا ہم اس میں نماز پڑھنے کا فتویٰ نہیں دے سکتے ﴿۳﴾۔ فقط

ہوائی جہاز اور موٹر میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور موٹر میں اشارہ سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل محمد گلی چشمہ کوئٹہ......۲۰/شوال ۱۴۰۴ھ

﴿۱﴾ (ہندیہ ص ۱۰۷ جلد ۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلاۃ ومالایکرہ)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۲۹ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد باب مایفسد الصلاۃ)

﴿۳﴾ وفی المنہاج: قال مشائخنا الیوم لا یصلی بالنعال فی المسجد لان دخول المساجد متنعلا من سوء الادب فی العرف الحادث ولان تلویث المسجد بھا واقع لا محالۃ ولان علۃ التنعل قد انتھت لان الیھود والنصاریٰ فی زماننا یصلون فی النعال لا یخلعونھا، واعلم ان النعال اذا لم تکن مانعۃ من توجیہ رءوس الاصابع الی القبلۃ فجاز الصلوٰۃ فیھا والا فلا کما یشیر الیہ کلام القاری فی المرقاۃ، فالصلوٰۃ فی المداس الرائج الیوم لا یجوز اذا کان مقدمہ مرتفعا واسعا بحیث لا یمتلأ باصابع القدم فافھم. منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۷۸ جلد ۲ باب الصلاۃ فی النعال)

الجواب: (۱) چونکہ ہوائی جہاز میں استقرار جبہہ ممکن ہے لہٰذا اس میں کشتی چانداور آسمان کی طرح نماز پڑھنا جائز ہے۔(۲) موٹر میں اشارہ سے نماز پڑھنا کافی نہیں اور واجب الاعادہ ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

الجواب الثانی: چونکہ ہوائی جہاز میں تمام ارکان باقاعدہ ادا ہوسکتے ہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں سفینہ کی طرح نماز پڑھنا درست ہوگا، فی البدائع ص ۱۰۹ جلد ۱ وان کانت سائرۃ فان امکنہ الخروج الی الشط یستحب لہ الخروج الیہ لانہ یخاف دوران الرأس فی السفینۃ فیحتاج الی القعود وھو آمن عن الدوران فی الشط فان لم یخرج وصلی فیھا قائماً برکوع وسجود اجزأہ لما روی الخ﴿۲﴾، ویؤید صحۃ الصلوٰۃ فی السماء قال اللہ تعالیٰ اوصانی بالصلوٰۃ والزکوۃ ما دمت حیا﴿۳﴾ فافھم. وھو الموفق

نماز وغیرہ کے متفرق مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک مسجد میں قرآن کے ختم کیلئے امام کھڑا ہے جبکہ دوسری جانب تراویح بغیر ختم کے پڑھی جاتی ہیں، لیکن فرض اکٹھے پڑھتے ہیں تو کیا یہ صورت جائز ہے؟ (۲) کسی دوائی کی تاریخ ختم ہوچکی ہے لیکن اس میں فائدہ کی توقع ہے کیا اس کی فروخت جائز ہے؟ (۳) اگر امام الحمد سے پہلے ایک آیت یا زیادہ پڑھ لیں تو نماز میں فرق آتا

﴿۱﴾وفی المنہاج: واما الصلاۃ فی السیارات البریۃ من القطارات وغیرھا فعند الوقوف حکمھا کحکم الصلاۃ علی الارض وعند السیر حکمُھا کحکم الصلاۃ فی السفینۃ السائرۃ فمن صلی فیھا قاعداً برکوع وسجود اجزءت، ومن صلی فیھا بالایماء للزحمۃ وضیق المحل فالظاھر من النظائر ان یعید الصلوٰۃ. (منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلاۃ علی الدابۃ الخ)

﴿۲﴾(بدائع الصنائع ص ۱۰۹ جلد ۱ فصل فی ارکان الصلاۃ)

﴿۳﴾(سورۃ مریم پارہ: ۱۶ رکوع: ۵ آیت: ۳۲)

ہے یانہیں؟ (۴) حافظ قرآن کے پیچھے اگر فاتح قرآن کو دیکھ کر لقمہ دے کیا یہ جائز ہے؟ (۵) اگر حافظ قرآن ایک جگہ ختم کرے پھر دوسری مسجد میں دوسرا ختم شروع کرے کیا مقتدیوں کی سنت ختم ہو جاتی ہے؟ (۶) فجر کی دو رکعت سنت ایسی جگہ میں ادا کرنا کہ امام کی قرأت سنائی دیتی ہو درست ہے یانہیں؟ (۷) جو آدمی فوت ہو چکا ہے اس کا شناختی کارڈ گھر میں رکھنا جائز ہے یانہیں؟ (۸) تبلیغ میں جا کر بریلوی ائمہ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یانہیں؟ (۹) نمازیوں کے آگے گزرنے کیلئے کتنا فاصلہ شرط ہے؟ (۱۰) محمد نواز اور محمد عیاض نام رکھنا جائز ہے یانہیں؟ (۱۱) مسجد میں جب کسی آدمی کو احتلام ہو جائے تو کیا محتلم اذان تک مسجد میں رہ سکتا ہے اور دیوار مسجد پر تیمّم جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: طاہر یونانی دواخانہ اقبال مارکیٹ مینگورہ سوات......۱۹۹۰ء/۶/۱۷

الجواب: (۱) جائز ہے ﴿۱﴾۔ (۲) یہ صرف قانونی جرم ہے۔ (۳) سجدہ سہو واجب ہے ﴿۲﴾ (کبیری ص۱۲۶)۔ (۴) اگر یہ فاتح فتح دینے کے وقت نماز میں شامل نہ تھا تو اس کا فتح لینا مفسد صلوٰۃ ہے ﴿۳﴾۔ (۵) بلاشک وشبہ ادا ہوتی ہے ﴿۴﴾۔ (۶) فاصل کی موجودگی کے وقت سنتیں پڑھنا

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: من صلى العشاء والتراويح والوتر فى منزله ثم ام قوما آخرين فى التراويح ونوى الامامة كره له ذلك ولا يكره للمامومين ولو لم ينو الامامة وشرع فى الصلاة فاقتدى الناس به لم يكره لواحد منهما .

(ردالمحتار ص ۵۲۴ جلد ۱ مطلب فى كراهة الاقتداء فى النفل على سبيل التداعى)

﴿۲﴾ قال الحلبى: وقد يقال انه بقرأته قبل الفاتحة آخر الفاتحة فقد آخر الواجب.

(غنية المستملى شرح منية المصلى ص ۴۳۱ فصل فى سجود السهو)

﴿۳﴾ وفى الهنديه: وان فتح غير المصلى على المصلى فاخذ بفتحه تفسد كذا فى منية المصلى.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۹۹ جلد ۱ الفصل الاول فيما يفسد)

﴿۴﴾ قال العلامة عبد الحئى: قد روى بعض اهل العلم عن كنز الفتاوىٰ رجل ام قوماً فى التراويح وختم فيها ثم ام قوما آخرين له ثواب الفضيلة ولهم ثواب الختم.

(مجموعة الفتاوىٰ ص ۲۲۴ جلد ۱ كتاب الصلاة)

بہ نسبت ترک اہون ہیں ﴿۱﴾۔ (۷) نہ ممنوع ہے نہ مطلوب ہے۔ (۸) بعض اوقات اعادہ ضروری ہوتا ہے۔ (۹) تین چار گز ﴿۲﴾۔ (۱۰) جائز ہے۔ (۱۱) مسجد میں جنب کا رہنا جائز نہیں ہے ﴿۳﴾ (اور مسجد کی دیوار پر تیمّم کرنا ناجائز نہیں ہے)۔ وھو الموفق

نماز کے بارے میں بعض استفسارات کے مختصر جوابات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) مغرب یا عشاء کی نماز میں اگر امام تین آیات پڑھ کر بھول گیا مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لیا تو اس صورت میں کس کی نماز فاسد ہوگی؟ (۲) فجر کی سنت اگر چھوڑی گئی تو اس کو بعد میں پڑھے گا یا نہیں؟ (۳) اگر صبح کی نماز سے آدمی سویا ہوا تھا تو اشراق کے بعد قضا کی نیت کرے گا یا ادا کی نیت کرے گا؟ (۴) عصر کی نماز افتاب غروب ہونے کے بعد قضا کرے گا یا ادا کی نیت کرے گی؟ (۵) اگر امام نے سری نماز میں الحمد تک جہر کیا تو سجدہ سہو واجب ہے یا نہیں؟ (۶) امام کیلئے عمامہ صرف نماز میں سنت ہے یا ہر وقت سنت ہے؟ (۷) بعد از سنت اجتماعی دعا بدعت ہے یا جائز؟ (۸) بریلوی امام کے پیچھے دیوبندی کا نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عمر خطاب، محمد حکیم، ہاتھیاں مردان ......۵/ رمضان ۱۴۱۰ھ

﴿۱﴾ قال ابن الهمام: ومن انتهىٰ الى الامام فى صلاة الفجر وهو لم يصل ركعتى الفجر ان خشى ان تفوته ركعة ويدرك الاخرى يصلى ركعتى الفجر عند باب المسجد ثم يدخل لانه امكنه الجمع بين الفضيلتين وان خشى فوتهما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعيد بالترك الزم بخلاف سنة الظهر. (فتح القدير ص ۴۱۴ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: انه قدر ما يقع بصره على المار لو صلى بخشوع اى راميا ببصره الى موضع سجود. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۲۹ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى: ويحرم الحدث الاكبر دخول المسجد لا مصلى عيد وجنازة ولو للعبور خلافا للشافعى الالضرورة حيث لا يمكنه غيره ولو احتلم فيه ان خرج مسرعا تيمم ندبا. (الدرالمختار ص ۱۲۶ جلد ۱ مطلب يوم عرفة افضل من يوم الجمعة كتاب الطهارة)

الجواب: (۱) امام اور فاتح دونوں کی نماز درست ہے ﴿۱﴾ (شامی، کبیری)۔ (۲) صرف طلوع شمس کے بعد پڑھے قبل از طلوع مکروہ ہے ﴿۲﴾ (شامی)۔ (۳) طلوع شمس سے نماز فجر قضا ہوتی ہے البتہ قضا قبل الزوال کی صورت میں سنت بھی پڑھے جائیں گے ﴿۳﴾۔ (۴) غروب کے بعد قضا کی نیت کرے گا۔ (۵) اتنی قلیل مقدار عفو ہے ﴿۴﴾۔ (۶) عمامہ پہننا کار ثواب ہے، اور بلا عمامہ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی نہیں ہے ﴿۵﴾۔ (۷) مستحب ہے اور فرض کے بعد جائز ہے ﴿۶﴾۔ (۸) جس کا عقیدہ شرکی ہو اس کا اقتدا کرنا باطل ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفي رحمه الله: بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال (قوله بكل حال) اى سواء قرأ الامام قدر ما تجوز به الصلاة آم لا انتقل الى آية اخرى ام لا تكرر الفتح ام لا هو الاصح.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۰ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾﴿۳﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله ولا يقضيها الا بطريق التبعية) اى لا يقضى سنة الفجر وفاته الفجر الا اذا فاتت مع الفجر فيقضيها تبعا لقضائه لو قبل الزوال واما اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل الطلوع الشمس بالاجماع لكراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فكذلك عندهما وقال محمد احب الى ان يقضيها الى الزوال كما فى الدرر قيل هذا قريب من الاتفاق لان قوله احب الى دليل على انه لولم يفعل لالوم عليه وقالا لا يقضى وان قضى فلابأس به. (ردالمحتار على هامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۴﴾ قال ابن عابدين: لان القليل من الجهر فى موضع المخافتة عفو.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۴۹ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۵﴾ قال الحلبى: المستحب ان يصلى الرجل فى ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة ولو صلى فى ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كما يفعله القصار فى القصرة جاز من غير كراهة مع تيسر وجود الطاهر الزائد ولكن فيه ترک الاستحباب.

(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۳۳۷ فصل فى بيان ما الذى يكره فعله فى الصلوٰة)

﴿۶﴾ قال العلامة ابن عابدين: واما ما ورد من الاحاديث فى...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں رکوع اسی طرح کی جاتی ہے کہ کمر اتنی سیدھی ہو کہ پانی کا پیالہ بھر کر کمر پر رکھ لیں اور گر نہ جائے تو کیا اسی طرح رکوع کرنا بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی ہے، حالانکہ یہ تو سجدہ سے مشابہ ہوگا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ

الجواب: صرف انحناء کافی ہے، حقیقی اور اصل رکوع کی طرح کمر کو سیدھا کرنا ناممکن ہے (فلیراجع الی ردالمحتار ص ۱۷۱ جلد ۱) ﴿۱﴾ . فقط

حنفی لوگ آمین آہستہ کہا کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ابوظہبی میں فرض نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو عرب لوگ امام کے پیچھے آمین زور سے پڑھتے ہیں کیا ہم بھی زور سے پڑھیں گے؟ ہم کیوں آہستہ پڑھتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: لتہ باز خان ابوظہبی ۱۰/۱۰/۱۹۷۴ء

(بقیہ حاشیہ) الاذکار عقیب الصلاة فلا دلالة فیه علی الاتیان بها قبل السنة بل یحمل علی الاتیان بها بعدها لان السنة من لواحق الفریضة وتوابعها ومکملاتها فلم تکن اجنبیة عنها فما یفعل بعدها یطلق علیه انه عقیب الفریضة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ اداب الصلاة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: (قوله ویجعل سجوده اخفض) اشار الی انه یکفیه ادنی الانحناء عن الرکوع وانه لا یلزمه تقریب جبهة من الارض باقصی مایمکنه کما بسطه فی البحر عن الزاهدی. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۶۱ جلد ۱ باب صلاة المریض)

الجواب: آپ آمین کو آہستہ پڑھا کریں ﴿۱﴾ اور عرب پر اعتراض نہ کریں ان کا مسلک ہم سے الگ ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ اختلافی مسائل میں صحابہ سے اختلاف آرہا ہے

سوال: محترم جناب مفتی صاحب: میں بطور ایک محقق دین عرض کرتا ہوں کہ آپ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنی پیشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح ترین سند کے ساتھ جواب سے مشکور فرمالیں، کہ رفع الیدین عند الرکوع کرنے اور آمین بالجہر کہنے میں کرنے کے دلائل زیادہ قوی ہیں یا نہ کرنے کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ حلیم میڈیکوز یونیورسٹی ٹاؤن پشاور......۲/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! وعلیکم السلام کے بعد واضح رہے کہ ان مسائل میں قرن صحابہ سے اختلاف آرہا ہے لہٰذا ان میں حق عند اللہ کا تعین مشکل بلکہ ناممکن ہے ان میں سے ہر مذہب حق عنداھلہ ہے باقی جو شخص علم تفسیر اور علم حدیث سے باقاعدہ خبردار نہ ہو اور کسی امام کا مقلد بھی نہ ہو وہ شیطان کا شکار ہوجاتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: اذا فرغ من الفاتحة قال آمین والسنة فیه الاخفاء کذا فی المحیط. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۷۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی سنن الصلاة وآدابها وکیفیتها)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: اختلفوا فی انه اهل یجهر بها من یؤمن ام یخفیها الثانی مذهب ابی حنیفة واحدقولی مالک، والاول قول الشافعی فی القدیم وقول احمد وقال الشافعی فی الجدید یجهر بها الامام ویخفیها المأموم، والمختار قوله القدیم وقال الحافظ ابن حجر وعلیه الفتویٰ وروی عن عمر وعلی وابن مسعود بل الخلفاء الراشدین الاخفاء...... فاستدل الحنفیة بروایة شعبه فقال آمین وخفض بها صوته ویؤیدها قوله تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیة. لان آمین دعاء وکذا یؤیدها حدیث حفظت من رسول الله صلی الله علیه وسلم السکتتین لان المراد من السکتة الاخفاء دون عدم القراء ة وکذا یؤیدها آثار الصحابة کما مرت وکذا القیاس علی سائر الاذکار.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۲۵، ۱۲۷ جلد ۲ باب ماجاء فی التامین)

رفع الیدین کی احادیث ہمارے نزدیک منسوخ ہیں

سوال: محترم مولانا صاحب! رفع الیدین کے بارے میں آپ کے فتویٰ نے مجھے سخت حیرت میں ڈال دیا، میں نے ثبوت میں بخاری ومسلم سے احادیث پیش کرنے کا کہا تھا لیکن آپ نے تعمیل کیلئے شرائط پیش کیں کہ جب تک قرآن وحدیث کا بڑا عالم یا کسی امام کا مقلد نہ ہو اور عمل کرے تو شیطان کا شکار ہوا ہے، بزرگو! میں نہ تو عالم دین ہوں اور نہ تقلید جانتا ہوں اب میں کیا کروں بخاری ومسلم کی احادیث سے صاف انکار کروں؟

المستفتی: امان اللہ حلیم میڈیکوز یونیورسٹی ٹاؤن پشاور......۱۷/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ اگر آپ باقاعدہ عالم نہ ہوں تو ان مسائل میں عذر ظاہر کریں اور اس کو کسی مقامی یا غیر مقامی عالم کے پاس روانہ کریں تاکہ آپ کی تشفی ہو جائے۔محترم بخاری اور مسلم کی یہ احادیث منسوخ ہیں ﴿۱﴾ ان میں صرف یہ ثابت ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے رفع الیدین کیا ہے ان میں یہ ثابت نہیں کہ تاحین وفات کیا ہے جیسا کہ نماز میں چلنا پھرنا باتیں کرنا معمول تھا۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ احادیث میں رفع الیدین اور ترک رفع الیدین دونوں کے متعلق روایات موجود ہے لیکن ترک رفع الیدین کے روایات ناسخ ہیں، منہاج السنن میں ہے: اعلم ان ترک الرفع متواتر عملا کالرفع، والبلاد قاطبة فيها الرافعون وفيها التاركون ما عدا الكوفة فانهم باجمعهم تعاملوا بالترک وكذا بالترک كان تعامل اهل المدينة فی عهد مالک كما ينقله المالكيه ...... فيحمل حديث ابن عمر على النسخ ويؤيده ترک الراوی العمل به كما فی رواية الطحاوی، وكذا يؤيد النسخ كونه غير المعمول به فی المدينة المنورة فی عهد مالک وكذا ترک اكابر الصحابة وفقهاء هم مثل عمر وعلی وابن مسعود العمل به (منهاج السنن ص ۱۴۲ جلد ۲) اس کے علاوہ یہ روایات صریحاً ترک رفع الیدین کیلئے دلیل ہے۔ (۱) عن علقمة...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

مسئلہ ترک رفع الیدین اور حدیث مسلم شریف

سوال: محترم ومکرم آپ صاحبان نے فرمایا تھا کہ رفع الیدین منسوخ ہے لیکن رفع الیدین کرنے والے کہتے ہیں کہ اگر کسی نے اس کا منسوخ ہونا ثابت کیا تو ہم اس کو مبلغ پانچ سو روپے نقد بطور انعام دیں گے، میں نے انہیں وہ مسلم شریف والی حدیث پیش کی، انہوں نے مسلم شریف لا کر بتایا کہ یہ منع تو بوقت سلام ہے اور پھر اس مسلم شریف میں بوقت رکوع رفع کی کئی احادیث اثبات میں پیش کیں براہ مہربانی منسوخ ہونے کی مضبوط دلیل مع حوالہ تحریر فرماویں تاکہ ہم اہل حدیث کا جواب کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ پشاور یونیورسٹی ......۱۹/ جولائی ۱۹۷۵ء

الجواب: الحديث المسئول رواه جابر بن سمرة رضى الله عنه مرفوعاً ص ۱۸۱ جلد ا ﴿ ا ﴾ وفيه انكار على رفع اليدين لقوله ﷺ اسكنوا فى الصلوٰة وهو

(بقيه حاشيه) قال قال لنا ابن مسعود الا اصلى بكم صلاة رسول الله ﷺ فصلى ولم يرفع يديه الامرة واحدة مع تكبير الافتتاح رواه الترمذى وابوداؤد والنسائى وهو حديث صحيح (اثار السنن باب ترک رفع اليدين فى غير الافتتاح ص ۱۰۴)وفى التعليق قلت صححه ابن حزم وقال الترمذى حديث ابن مسعود حديث حسن (باب رفع اليدين عند الركوع ص ۵۹ جلد ا). (۲) عن براء بن عازب قال ان رسول الله ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود (ابوداؤد ص ۱۰۹ جلد ا). (۳)عن عبد الله بن عمر قال: رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفع ولا بين السجدتين (مسند حميدى ص۲۷۷ جلد۲ احاديث عبد الله بن عمر رقم: ۶۱۴)

﴿ ا ﴾ عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعى ايديكم كانها اذناب خيل شمس اسكنوا فى الصلوٰة قال ثم خرج علينا فرانا حلقا فقال مالى اراكم عزين قال ثم خرج علينا فقال الا تصفون كما تصف الملائكة عند ربها فقلنا يارسول الله وكيف تصف الملائكة عند ربها قال يتمون الصفوف الاول ويتراصون فى الصف. (الصحيح المسلم ص ۱۸۱ جلد ا باب الامر بسكون فى الصلاة)

لا يصدق على وقت السلام لان السلام محلل ومخرج عن الصلوٰة ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز میں عدم رفع الیدین اور تقلید فیصلہ شدہ مسائل ہیں

سوال: مسئلہ رفع الیدین کے متعلق بخاری شریف ص ۴۶۸ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مسلم شریف میں ابوقلابہ، جابر بن سمرہ اور بیہقی میں ہے کہ خلفاء اربعہ رفع الیدین کرتے تھے اسی طرح فاتحہ خلف الامام بھی ثابت ہے بخاری ص ۴۸۰ ترمذی ص ۱۰۵۔ اس کا کیا جواب دیں گے نیز تقلید شخصی کی وضاحت فرمائیے۔ بینوا توجروا

المستفتی حکیم اللہ، محمد یوسف مسکین پور شریف مظفر گڑھ......۱۹۷۵ء/۶/۱۸

الجواب: محترم المقام: یہ فیصلہ شدہ مسائل ہیں ان کے ہر پہلو پر علماء نے بحث کی ہے آپ عینی اور معارف السنن کو مراجعت کریں اور تشفی حاصل کریں، البتہ تقلید شخصی کے متعلق واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس تقلید پر انکار کیا ہے کہ امام اور مقلد کے پاس ہدایت اور عقل نہ ہو یعنی نہ دلیل نقلی ہو اور نہ دلیل عقلی ہو، حیث قال اولو كان آباء هم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون ﴿۲﴾ مطلق تقلید شخصی پر انکار نہیں کیا ہے، لہٰذا وہ تقلید شخصی منکر نہ ہوگا جس کے امام متعلقہ کے ساتھ دلیل عقلی یا نقلی موجود ہو، نیز فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ﴿۳﴾ بھی ہے اور قرآن مطلق ہے یعنی ہر حادثہ میں

﴿۱﴾ وفي المنهاج: ومنها ما رواه مسلم وغيره عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ ونحن رافعوا يدينا في الصلاة فقال ما لي اراكم رافعي ايديكم كانها اذ ناب خيل شمس واللفظ للنسائي وسياق هذا الحديث مغاير عن سياق الحديث الذي انكر فيه على من رفع ايديهم عند السلام كما لا يخفىٰ على من راجع الى نصب الرايه وتعليقاته.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۴۰ جلد ۲ باب رفع اليدين عند الركوع)

﴿۲﴾ (سورة البقرة پارہ: ۲ رکوع ۵ آیت: ۱۷۰)

﴿۳﴾ (سورة النحل پارہ: ۱۴ رکوع: ۱۲ آیت: ۴۳)

صرف ایک اہل ذکر کو مراجعت کرے اور جدا جدا اہل ذکر کو مراجعت کرنا دونوں کا مجوز ہے، والاول هو التقليد الشخصي، نیز تقلید شخصی خیر القرون میں بلا نکیر موجود ہوئی ہے تو یہ سنت ہوگی نہ کہ بدعت لان الائمة الاربعة كانوا ائمة في حياتهم فافهم ولاتعجل، نیز حدیث عليكم بالسواد الاعظم ﴿۱﴾ بھی تقلید شخصی کی افضلیت کا مؤید ہے کیونکہ ہر زمانہ میں خواص کا سواد اعظم مقلد رہا ہے، كما لا يخفىٰ على من راجع الى تاريخ المحدثين والشارحين للحديث والفقهاء واصحاب الطريقة من الشيوخ، واما غير المقلدين فانهم يقلدون (في الحقيقة) الائمة شر القرون ويذرون ائمة خير القرون تلك اذاً قسمةٌ ضيزىٰ. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اتبعوا لسواد الاعظم فانه من شذ شذ في النار رواه ابن ماجه من حديث انس.
(مشكواة المصابيح ص ۳۰ جلد ۱ باب الاعتصام بالكتاب والسنة كتاب الايمان)

باب واجبات الصلوٰۃ

چلتی ریل گاڑی میں بیٹھ کر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص ریل گاڑی میں سفر کرتا ہے اور نماز کا وقت ہوا اب یہ شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد بلوچستان......۱۹۸۶ء/۷/۲۱

الجواب: ریل میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ چل رہی ہو اور قیام سے معذور ہو، البتہ استقبال قبلہ ضروری ہے (ہندیہ ص ۵۲ جلد ۲) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز فرض یا واجب ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکبیر تحریمہ میں کونسی چیز

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: ومن اراد ان یصلی فی سفینة تطوعا او فریضة فعلیه ان یستقبل القبلة ولایجوز له ان یصلی حیثما کان وجهه کذا فی الخلاصة .

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۶۳، ۶۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی استقبال القبلة)

وفی منهاج السنن: واما الصلوٰة فی السیارات البریة من القطارات وغیرها فعند الوقوف حکمها کحکم الصلوٰة علی الارض وعند السیر حکمها کحکم الصلوٰة فی السفینة السائرة فمن صلیٰ فیها قاعداً برکوع وسجود اجزأت ، ومن صلی فیها بالایماء للزحمة وضیق المحل فالظاهر من التطائر ان یعید الصلوٰة ،واما الصلوٰة فی الطیارات فلعل حکمها کحکم الصلوٰة فی السفینة السائرة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلوٰة علی الدابة حیث ما توجهت به)

فرض اور گیا واجب اور سنت ہے اشاعت فتاویٰ عالمگیری کیلئے با حوالہ جواب کا احتیاج ہے کیونکہ عالمگیری میں نماز کیلئے واجبات میں تکبیر تحریمہ کے بارے میں کوئی چیز ذکر نہیں ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد صادق ناظم مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ ہندیہ سہگل جہلم

الجواب: تکبیر تحریمہ شرط اور فرض ہے (درمختار باب صفة الصلوٰة) ﴿۱﴾ اور بالخصوص الله اکبر پڑھنا واجب یا سنت ہے (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۴۷ جلد ۱) ﴿۲﴾. فقط

نماز عشاء کی چار رکعتوں میں قصداً یا سہواً جہر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام نے نماز عشاء کی چاروں رکعتوں میں قرأت بالجہر کیا اور سجدہ سہوہ نہ کیا اس نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: عشاء کی رکعتین آخرین میں اسرار واجب ہے لہٰذا اس اسرار کے ترک کی وجہ سے سجدہ سہوہ واجب ہوگا جب کہ یہ ترک سہواً ہو ورنہ اعادہ واجب ہوگا، قال فی شرح التنویر والجهر فيما يخافت فيه الامام هامش ردالمحتار ص ۶۹۴ جلد ۱ ﴿۳﴾ والاسرار يجب على الامام والمنفرد مما يسر فيه وهو صلوٰة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والاخريان من العشاء ردالمحتار ص۴۳۷ جلد ۱ ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفي: من فرائضها التحريمة وهى شرط.
(الدارالمختار على هامش ردالمحتار ص۳۲۶ جلد ۱ باب صفة الصلوٰة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: واذا اراد الشروع فى الصلاة كبر لو قادرا للافتتاح اى قال وجوبا الله اكبر قال ابن عابدين واجيب بانه يفيد السنية اوالوجوب. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۵۴ جلد ۱ فصل فى بيان تاليف الصلوٰة الى انتهائها باب صفة الصلوٰة)

﴿۳﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۵۴۸ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۴﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۴۶ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

نماز میں الفاظ پر زبانی تلفظ ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) اگر ایک نمازی الحمد، تشہد، درود شریف اور دعا پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے اور ہونٹ بند کئے ہوئے دل میں الفاظ ادا کرے، کیا قرأت وغیرہ دل میں پڑھنے سے نماز ہو جاتی ہے؟ (۲) اگر دل میں پڑھنے سے نماز ادا نہیں ہوئی تو وہ کونسا طریقہ ہے کہ ہونٹ بند کئے ہوئے زبان سے الفاظ ادا ہو سکیں؟ آج کل ۹۹/ فیصد نمازی اسی طرح معلوم ہوتے ہیں کہ ان کے ہونٹ نہیں ہلتے اگر کوئی ایسا طریقہ ہو تو قرآن وسنت کے مطابق لکھوا کر ارسال کریں تا کہ میں بھی باسانی نماز ادا کر سکوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی...... یکم جون ۱۹۷۰ء

الجواب: (۱) یہ تدبر اور تفکر ہے لہٰذا اس سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے فراغت ذمہ کیلئے تلفظ ضروری ہے، وفی الھدایۃ ص ۹۸ ثم المخافۃ ان یسمع نفسہ والجھر ان یسمع غیرہ وھذا عند الفقیہ ابی جعفر الھندوانی، وقال الکرخی ادنی الجھر ان یسمع نفسہ وادنی المخافۃ تصحیح الحروف لان القرأۃ فعل اللسان وعلی ھذا الاصل کل ما یتعلق بالنطق ﴿۱﴾. (۲) گونگے کے ماسوا کیلئے گنجائش نہیں ہے آپ مشقت برداشت کریں اور تلفظ کیا کریں اللہ تعالیٰ آپ کو دگنا اجر دے گا (لحدیث ورد بذلک) ﴿۲﴾ اور آپ جس طرح گفتگو کرتے ہیں اور مشقت برداشت کرتے ہیں تو اسی طرح نماز میں بھی مشقت برداشت کریں۔ فقط

﴿۱﴾ (ھدایہ ص ۱۰۶، ۱۰۷ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ فصل فی القرأۃ)

﴿۲﴾ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ ﷺ الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ والذی یقرأ القرآن ویتتعتع فیہ وھو علیہ شاق لہ اجران متفق علیہ.
(مشکواۃ المصابیح ص ۱۸۴ جلد ۱ باب فضائل القرآن)

نماز کے الفاظ تفکر سے نہیں تلفظ سے ادا کرنا لازمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز با جماعت ادا کرتے ہوئے جب تشہد، درود شریف اور دعا وغیرہ کرنی ہوتی ہے تو زبان سے پڑھتے ہوئے میری زبان سے الفاظ صحیح طریقے سے ادا نہیں ہوتے بلکہ دل میں پورے دھیان کے ساتھ معنی سمجھتے ہوئے پڑھ سکتا ہوں تو کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟ اگر نہیں تو پھر حضرت میں کیا کروں میں بڑی مشکل میں گرفتار ہوں اگر زبان سے الفاظ ادا کرتا ہوں تو کچھ آواز بھی نکلتی ہے جس کی وجہ سے ساتھ والے نمازیوں کو نماز پڑھنے میں خلل آتا ہے اگر آواز نہ نکالوں تو زبان پر الفاظ تو چڑھتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا کہ زبان سے ادا ہوئے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نور محمد بوہڑ بازار راولپنڈی...... مئی ۱۹۷۰ء

الجواب: چونکہ تشہد کا پڑھنا واجب ہے لہٰذا آپ کیلئے ضروری ہے کہ آپ تدبر اور تفکر پر اکتفاء نہیں کریں گے بلکہ اپنی مقدور اور استطاعت کے موافق تلفظ کریں گے آپ اگر اپنے الفاظ نہ سنیں لیکن یہ یقین حاصل ہو کہ میں نے زبان سے تصحیح حروف کی ہے تو یہ بھی کافی ہے ﴿۱﴾۔ فقط

بس (لاری) میں بلا استقبال قبلہ ادا کی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سفر کے دوران جب ڈرائیور گاڑی کو نماز کیلئے نہیں روکتا تو بغیر استقبال قبلہ کے اشارے کے ساتھ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبید اللہ مدرس عربی ہائی سکول لتمبر ضلع کرک......۲۶/۱۱/۱۹۷۲ء

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: (و) ادنى الجهر اسماع غيره و ادنىٰ المخافتة اسماع نفسه، قال ابن عابدين: اعلم انهم اختلفوا في حد وجود القرأة على ثلاثة اقوال فشرط الهندواني والفضلي لوجودها خروج صوت يصل الى اذنه وبه قال الشافعي وشرط بشر المريسي واحمد خروج الصوت من الفم وان لم يصل الى اذنه لكن بشرط كونه مسموعا في الجملة حتى لو ادنىٰ احد صماخه الى فيه يسمع ولم يشترط الكرخي وابوبكر البلخي السماع واكتفيا بتصحيح الحروف. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۳۹۴ جلد ۱ فصل في القرأة)

الجواب: غیر جاندار سواری میں استقبال قبلہ ضروری ہے، فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۴۷ جلد ۱ ﴿۱﴾، اور اگر تنگی وقت کی وجہ سے بلا استقبال ادا کی گئی تو بعد میں واجب الاعادہ ہوگی (بالاصل المذکور فی البحر ص ۱۴۹ جلد ۱). وھو الموفق

نماز کے متعلق مختلف سوالات کے جوابات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) نماز بحالت قعود میں رکوع کے وقت ہاتھ کہاں رکھے جائیں گے؟ (۲) منفرد بوجہ سجدہ سہوہ دونوں طرف سلام پھیرے گا؟ (۳) نماز کی تیسری رکعت میں شام کو یا چوتھی رکعت (عصر کی نماز میں) شریک ہوا اب بعد از فراغت امام یہ ایک رکعت کے بعد قاعدہ کرے گا یا دو کے بعد؟ (۴) طلاق مغلظہ دینے کے باوجود جو شخص اس بیوی کو اپنے پاس رکھے، اس شخص کو مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے گی یا روکا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن وانڈہ شہاب خیل لکی مروت......۱۹۷۶ء/۲/۲۵

الجواب: (۱) اگر حرج نہ ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا افضل ہوگا (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: والمربوطة بلجة البحر ان كان الريح يحر كها شديدا فكالسائرة والافكالواقفة ويلزم استقبال القبلة عند الافتتاح وكلما دارت (قوله ويلزم استقبال القبلة) اى فى قولهم جميعا بحر وان عجز عنه يمسك عن الصلاة امداد عن مجمع الروايات ولعله يمسك مالم يخف خروج الوقت لما تقرر من ان قبلة العاجز جهة قدرته وهذا كذلك والا فما الفرق فليتأمل وانما لزمه الاستقبال لانها فى حقه كالبيت حتى لا يتطوع فيها مومئا مع القدرة على الركوع والسجود بخلاف راكب الدابة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۶۳ جلد ۱ مطلب فى الصلاة فى السفينة باب صلاة المريض)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (قوله ان يبلغ الركوع) اى يبلغ اقل الركوع بحيث تنال يداه ركبتيه وعبارته فى الخزائن عن القنية الى ان يصير اقرب الى الركوع.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۸ جلد ۱ قبيل مبحث القرأة)

(۲) سلام ایک طرف (دائیں) پھیرنا چاہئے اس میں منفرد اور امام کا فرق نہیں ہے، البتہ دونوں طرف سلام پھیرنا مفسد صلاۃ نہیں، خلافا للبعض (شامی)﴿۱﴾. (۳) مفتی بہ قول کے مطابق ایک رکعت کرنے کے بعد قعدہ کرے گا (شامی)﴿۲﴾۔ (۴) ایسے مجرم شخص کو نماز باجماعت یا مسجد سے منع کرنا حرام ہے (القرآن)﴿۳﴾. وھو الموفق

سواری اور پیادہ پا کی حالت میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سواری اور پیادہ پا جانے کے وقت نماز کا کیا حکم ہے اور اس آیت کا کیا مطلب ہوگا، وان خفتم فرجالاً او رکبانا (الایۃ)؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین.....۴/۴/۱۹۷۴ء/۲

﴿۱﴾قال ابن عابدين: (يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط) لانه المعهود وبه يحصل التحليل وهو الاصح بحر عن المجتبىٰ وعليه لو اتى بتسليمتين سقط عنه السجود.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۴۵، ۵۴۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويقضى اول صلاته فى حق قرأة وآخرها فى حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتى بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعى بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها . قال ابن عابدين: (قوله ويقضى اول صلاته فى حق قرأة) هذا قول محمد كما فى مبسوط السرخسى وعليه اقتصر فى الخلاصه وصرح الطحاوى والاسبجابى والفتح والدرر والبحر وغيرهم وذكر الخلاف كذلك فى السراج لكن فى صلاة الجلابى ان هذا قولهما وتمامه فى شرح الشيخ اسمعيل وفى الفيض عن المستصفىٰ لو ادركه فى ركعة الرباعى يقضى ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتى بالثالثة بفاتحة خاصة عند ابى حنيفة وقالا ركعة وسورة وتشهد ثم ركعتين اولا هما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة. وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد (قوله وتشهد بينهما) قال فى شرح المنية ولولم يقعد جاز استحسانا لا قياسا ولا يلزمه سجود السهو لكون الركعة اولى من وجه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۴۱ جلد ۱ قبيل باب الاستخلاف)

﴿۳﴾قال الله وتعالىٰ: ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها.
(سورة البقرة پاره: ۱ ركوع: ۱۴ آيت: ۱۱۴)

الجواب: اعلم ان الراجل هو القائم على الرجلين سواء كان ماشياً او لا كما ان الراكب هو الواقف على المركب سواء كان ذاهبا اولا. لكن الفقهاء الكرام اتفقوا على كون العمل الكثير مفسداً كما صرحوا به والمشى المتتابع عمل كثير فيكون مفسداً وهو مقتضى الاحتياط، فافهم نعم لو ورد مشاة اوركبانا لقدم النص على الاصل فتقديم المحتمل على الاصل خلاف الاحتياط، وكذا الراكب هو الساكن وانما الماشي هو المركب فالتقابل ايضا يقتضى الاحتياط ﴿۱﴾. وهو الموفق

دوسجدوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا موجب اعادہ صلاۃ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص دوسجدوں کے درمیان جلسہ نہیں کرتا، یعنی صرف اشارہ کرتا ہے کیا یہ نماز ہوجاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسعود صدیقی محلہ موچی پورہ کابلی گیٹ پشاور.....۱۹۹۱ء/۲/۱۷

الجواب: جب جلسہ (سبحان الله) کہنے کی مقدار سے کم ہوتو نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: فلايجوز على الدابة بلا عذر لعدم الحرج كما فى البحر (قوله راكبا) فلاتجوز صلاة الماشى بالاجماع بحر عن المجتبىٰ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۱۲ جلد ۱ مطلب فى الصلاة على الدابة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى: وتعديل الاركان اى تسكين الجوارح قدر تسبيحة فى الركوع والسجود وكذا فى الرفع منهما على مااختاره الكمال. قال ابن عابدين: لو تركها او شيئا منها ساهيا يلزمه السهو ولو عمدا يكره اشد الكراهة ويلزمه ان يعيد الصلاة.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۴۲ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

باب سنن الصلوٰۃ

فرض نماز کے بعد طویل دعا یا اللھم انت السلام کی مقدار کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد امام یا مقتدی کا بیٹھ کر طویل دعا کا کیا حکم ہے، جبکہ روایات میں صرف مقدار اللھم انت السلام آیا ہے کیا اس سے زیادہ بیٹھنا جائز نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۴ء/۴/۱۶

الجواب: ذکر بعد المکتوبات کی مقدار حسب تصریح فقہاء کرام قدر اللھم انت السلام یا معمولی کم وبیش ہے، کما فی ردالمحتار ص ۴۹۵ جلد ۱ وقول عائشۃ رضی اللہ عنہا بمقدار لا یفید انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد بقدر ما یسعہ ونحوہ من القول تقریبا فلا ینا فی ما فی الصحیحین من انہ ﷺ کان یقول فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لا الہ الا اللہ الخ ﴿۱﴾. وھو الموفق

تشہد میں اشارہ بالسبابہ اور اقوال فقہاء کرام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تشہد میں اشارہ سنت ہے یا نہیں؟ نیز مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مکتوبات میں اسے حرام لکھا ہے اسی طرح جامع الرموز، خلاصۃ الفتاویٰ، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ ہندیہ میں بھی ہے کہ، والمختار انہ لا یشیر والا کثرون لا یرون الاشارۃ، تحقیقی جواب لکھ کر تشفی فرمائے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن مدرسۃ الحسینیہ شہداد پور سانگھڑ......۱۹۷۵ء/۶/۹

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل فصل فی القراءۃ)

الجواب: علماء ومتاخرین اشارہ کے حل وحرمت میں مختلف ہیں، بہت سے علماء اس کو جائز اور سنت مانتے ہیں اور بہت سے اس کو ناجائز اور مکروہ کہتے ہیں ان میں سے مجدد الف ثانی رحمہ اللہ بھی شمار کیا گیا ہے، البتہ راجح جواز اور سنیت معلوم ہوتی ہے کیونکہ احادیث مرفوعہ فعلیہ اور قولیہ سے فعل معلوم ہے انکار معلوم نہیں ہے، تو نسخ کس طرح درست ہو سکے گا، واماحديث اسكتوا فى الصلوٰة ففيه انكار على رفع اليدين فى الصلاة او عند السلام كما لا يخفىٰ على من راجع الى مسلم وليس فيه انكار على الاشارة، والنسخ لا يثبت بالرائ والقياس وما قيل ان احاديث الاشارة مضطربة فيقال بالمنع ثم بالتوسع كما فى الرفع عند التحريمة على ان الضعيف يثبت به الاستحباب وماقيل ان البخارى لم يروها فيقال الحجه هو الحديث دون البخارى فقط كما يقال فى مسئلة رفع اليدين، وقد صرحوا ان عدم كون الحديث على شرط البخارى لا يقتضى عدم الصحة فليراجع، نیز ہمارے ائمہ متقدمین سے ظاہر الروایت میں اشارہ کے متعلق نہ نفی موجود ہے اور نہ اثبات، اور نادر الروایۃ میں اثبات موجود ہے، كما فى الموطأ للامام محمد واما لى ابى يوسف رحمهما الله تعالىٰ، وفى البحر ان المصير الىٰ نادر الرواية واجب عند عدم الظاهر، فما قالوا ان ظاهر الرواية هى عدم الاشارة فقد ضلوا واضلوا افهم، لم يفرقوا بين عدم الرواية ورواية العدم، نیز متاخرین میں سے جنہوں نے اشارت کو ترجیح دی ہے وہ جامع بین الفقہ والحدیث میں محققین ہیں، بخلاف ما قال بعد مها هى ان قولهم مخالف عن الرواية والدراية كما فى فتح القدير واما ما نسب الى الامام الربانى فقال شيخنا ومرشدنا مولانا محمد عبد المالک الصديقى المجددى قدس سره ان هذا المكتوب موضوع نسبه الى شيخه، فقال البعض انه لم يبلغه الاحاديث وفيه مافيه، وقيل تحقيقه مخالف عن تحقيق اهل الفن، وما قالوا انها ما ذكرت فى ظاهر

الروایة فلم یمیزوا بین عدم الروایة وروایة العدم، وما قالوا انها لم یذکرها صاحب الهدایة قلنا قد ذکرها فی مختارات النوازل ولم یذکرها فی الهدایه لعدم ذکرها فی القدوری وجامع الصغیر وغیره، وماقالوا ان المسنون هو افتراش الاصابع الی القبلة، قلنا نعم ذلک مسنون فی اول الوضع خلافا للشوافع فانهم یحلقون الکف من اول الوضع فافهم وتدبر. وهو الموفق

تشہد میں اشارہ کا حکم اور صاحب خلاصہ کیدانی کی عبارت کی توضیح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رفع سبابہ عند التشہد کا اثبات احناف کے بعض کتابوں میں مذکور ہے اور بعض نفی کا قول کرتے ہیں، فتاویٰ وودودیہ (پشتو) میں اسے سنن نماز سے گردانا ہے اور خلاصہ کیدانی کے باب خامس میں اشارہ بالسبابہ کا هل الحدیث محرمات میں بیان کیا ہے تو اس بارے میں قول راجح کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہدایت اللہ نعیم کندی اکازی تہکال پشاور.....۱۹۷۴ء/۹/۹

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ قول راجح ومحقق یہ ہے کہ اشارہ سنت اور محکم ہے، لانه ثبت فی الاحادیث المرفوعة فعلها وترغیبها وتقریرها وکذا ثبت فی الاثار فعل الصحابة بعد وفاته ﷺ ولم یرو عن ابی حنیفة رحمه الله فی الظاهر الروایة شئ من النفی او الاثبات وهی ساکتة، نعم فی غیر الظاهر ثبت اثباتها کما فی الموطأ وامالی ابی یوسف وقال صاحب البحر اذا لم یثبت الحکم فی الظاهر فوجب المصیر الی غیر الظاهر، نعم اختلف المتاخرون یعنی علمائنا فقال البعض بانها منسوخة فیکون العمل بها حراما وقال بعض الحنفیة وکذا الشوافع والموالک والحنابلة واهل الحدیث بعدم

النسخ وهو الراجح كما حقق فی مقامه، خلاصہ یہ کہ بنابر تحقیق اشارہ سنت اور محکم ہے اور صاحب خلاصہ وغیرہ کے نزدیک حرام ومنسوخ ہے، اور خلاصہ میں اہل حدیث کا ذکر مثال کے طور پر ہے کیونکہ اہل حدیث کے ساتھ ہمارے محققین احناف بھی شریک ہیں۔ وهو الموفق

اللهم انت السلام کے وقت ہاتھ اٹھانا

سوال: فرض نماز کے بعد اللهم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز نوشہرہ......۲۶/محرم الحرام۱۳۹۵ھ

الجواب: يرفع الايدی عند زيادة الكلمات الدعائيه وعند عدم الزيادة لم يثبت الرفع وكذا لا يقتضيه الاصل ﴿۱﴾ الا ان يقال ان الثناء على الكريم دعاء ﴿۲﴾ . وهو الموفق

پگڑی کے مسنون ہونے کا حکم انقلابات زمانہ سے تبدیل نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس مقام پر پگڑی کا

﴿۱﴾ وفی المنهاج : اعلم انه لم يثبت مواظبة النبی ﷺ على ذكر خاص وكذا لم يثبت عند رفع الايدی عند مثل هذه الاذكار ، واما رفع الايدی عند الدعوات خارج الصلوٰة فقد ثبت باحاديث كثيرة قولية وفعلية فی الامهات الست وغيرها منها ما اخرجه ابن ابی حاتم وذكره الحافظ ابن كثير فی تفسيره ص ۱۷۲ جلد۳ عن ابی هريره ان رسول الله ﷺ رفع يديه بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم اخلص الوليد بن الوليد الى آخر الدعاء الخ.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۱ جلد۲ باب مايقول اذا سلم)

﴿۲﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوی: قوله والدعاء هذا لا ينا فی الاتيان باللهم انت السلام الخ لانه ليس دعاء بل ثناء الا ان يراد بالدعاء ما يعم الذكر او هو بالنظر الى قوله فحينا الخ دعاء على مافيه. (الطحطاوی شرح مراقی الفلاح ص ۳۱۳ فصل فی صفة الاذكار)

استعمال نہ ہوتا ہو، اس مقام پر پگڑی میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اور یہ بات کس کتاب میں لکھی ہوئی ہے کہ جہاں پگڑی کا استعمال نہ ہوتا ہو، وہاں پگڑی میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے کتاب کا حوالہ لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار برطانیہ......۱۹/محرم ۱۳۹۵ھ

الجواب: امر مسنون تا قیامت مسنون رہے گا، عرف کے انقلابات سے سنت میں انقلاب نہیں آتا، کما فی تنقیح الفتاویٰ ص ۳ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وھو الموفق

غیر مقلدین کا رفع الیدین کرنا ہماری تحقیق کی بنا پر غلط اور ان کا ایھا النبی کے بجائے علی النبی پڑھنا خلاف احتیاط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہمارا ایک ساتھی رفع الیدین کرتا ہے اور دوسروں کو ایسا کرنے کی ترغیب دیتا ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا اور دوسروں کو ترغیب دینا جائز ہے؟ (۲) نیز ہمارا یہ ساتھی تشہد میں السلام علیک ایھا النبی کے بجائے علی النبی پڑھتا ہے اور اس کو محتاط قرار دیتا ہے اور دوسروں کو ترغیب بھی دیتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ایم نثار محمد کوثر پڑانگ چارسدہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: (۱) یہ شخص کوئی غیر مقلد معلوم ہوتا ہے لہٰذا وہ ہماری تحقیق کی بنا پر غلطی پر ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین: وفی القنیہ لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علی ظاھر المذھب ویترکا العرف...... واصلھاقولہ علیہ الصلاۃ والسلام ما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن (اقول) لکن صرحوا بان العرف المخالف للنص لا یعتبر بانہ لایصح بیع الشرب مقصودا وان تعورف. (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ص ۳ جلد ۱ قبیل کتاب الطھارۃ (مقدمہ))

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: الدلیل الشرعی اقتضی العمل بقول المجتھد وتقلیدہ فیہ فیما احتاج الیہ وھو فاسئلوا اھل الذکر والسوال انما یتحقق عند طلب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) اس کا یہ احتیاط خلاف احتیاط ہے ﴿۱﴾ ۔ وھو الموفق

فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبل سورت امام کیلئے بھی تسمیہ (آہستہ) پڑھنا مستحب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۷۲ء/۱/۱۳

الجواب: فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا جائز غیر مکروہ (حسن) ہے (ردالمحتار ص ۴۵۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ . وھو الموفق

بغیر عمامہ کے نماز پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر عمامہ (پگڑی) کے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن مندنی چارسدہ......۱۹۸۶ء/۱۰/۱۲

(بقیہ حاشیہ) حکم الحادثة المعینة فاذا ثبت عنده قول المجتهد وجب عمله به و اما التزامه فلم یثبت من السمع اعتباره ملزما الخ.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۲۰۹ جلد۳ مطلب فیما اذا رتحل الی غیر مذهبه باب التعزیر)

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ویقصد بالفاظ التشهد معانیها مرادة له علی وجه الانشاء کانه یحی الله تعالیٰ ویسلم علی نبیه وعلی نفسه و اولیاء ه لا الاخبار عن ذلک قال ابن عابدین: ای لا یقصد الاخبار والحکایة عما وقع فی المعراج منه ﷺ ومن ربه سبحانه ومن الملائکة علیهم السلام.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۳۷۷ جلد ۱ قبیل مطلب فی جواز الترحم علی النبی ابتداء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله ولا تکره اتفاقا) ولهذا صرح فی الذخیرة والمجتبیٰ بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروء ة سرا او جهرا کان حسنا عند ابی حنیفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلمیذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی کونها ایة من کل سورة بحر.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۶۲ جلد ۱ مطلب قرأة البسملة بین الفاتحة والسورة)

الجواب: بلاعمامہ کے نماز پڑھنا خلاف اولیٰ ہے اس میں امام اور غیر امام کا کوئی فرق نہیں ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

نماز میں سر پر عمامہ یا ٹوپی رکھنا مطلوب اور مسنون ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عوارض خارجیہ کے بغیر سر کو عاری عن العمامہ او القلسنوۃ چھوڑا ہے اور کہتے ہیں کہ سر پر عمامہ یا ٹوپی نہ رکھنا بھی سنت ہے کیا یہ صحیح ہے؟ نیز نماز اور غیر نماز کی حالت کا حکم بیان فرماویں۔ بینوا بالدلائل الواضحۃ المتقررہ فی الدین النبوی ﷺ۔

المستفتی: عبدالرحیم جلبئی صوابی......۲۱/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: سر کا چھپانا نماز میں مطلوب اور مسنون ہے، کما صرحوا به﴿۲﴾ لیکن نماز سے خارج چھپانا اور اس کا اہتمام کرنا امر مباح ہے، اور جائز ہے بشرطیکہ یہ برہنہ رکھنا کفار یا فساق سے تشبیہ کرنے پر مبنی نہ ہو، والا فیکون حراماً قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی اللذین ظلموا﴿۳﴾ وقال رسول اللہ ﷺ من تشبہ بقوم فھو منھم ﴿۴﴾ وصرح به الفقھاء فی مواضع کثیرۃ.فقط

﴿۱﴾ قال الشیخ طاهر بن عبد الرشید :و فی الاصل لا بأس بان یصلی الرجل فی ثوب واحد متوشحاً یؤم کذلک والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متوشحا به جمیع بدنه کازار المیت یجوز صلوته من غیر کراهة.
(خلاصة الفتاویٰ ص۴۳ جلد۱ الفصل السادس فی ستر العورة)

﴿۲﴾وفی الهندیه: وتکره الصلاة حاسرا رأسه اذا کان یجد العمامه وقد فعل ذلک تکاسلا اوتهاونا بالصلاة ولابأس به اذا فعله تذللا وخشوعا بل هو حسن کذا فی الذخیرة.
(فتاویٰ عالمگیریه ص۱۰۶ جلد۱ الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاة وما لا یکره)

﴿۳﴾ (سورة هود: آیت:۱۱۳ پاره:۱۲ رکوع: ۱۰)

﴿۴﴾ قال الطیبی: (قوله من تشبه بقوم فهو منهم) هذا عام فی الخلق والخلق والشعار واذاکان الشعار اظهر فی التشبیه ذکر فی هذا الباب. (شرح طیبی ص۲۱۹ جلد۸ کتاب اللباس الفصل الثانی)

تشہد میں اشارہ کا ثبوت اور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا مسلک

سوال: چہ مے فرمایند علماء دین ومفتیان کرام دریں مسئلہ کہ اشارہ درحالت قعود بوقت شہادتین چہ حکم دارد، سنت است یا فرض، وجواب ازقول امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ درباب منع از اشارہ چیست؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا، عند الله الحكيم العليم

المستفتی: عتیق اللہ متعلم دارالعلوم حقانیہ......۱۹۸۴ء/۸/۷

الجواب: اشارہ دروقت تشہد سنت زائدہ ومستحب است درقول راجح، لثبوتها بالاحاديث من غير نسخ ولثبوتها في نادر الرواية عن ابی حنيفة رحمه الله وظاهر الرواية ساكتة عنها، وقال صاحب البحر في مثله يصار الىٰ نادر الرواية ومشائخنا المتاخرون اختلفوا فيها فذهب الامام الربانی وغيره الى منعها وذهب الاكثرون ومن جمعوا بين علم الفقه والحديث وكذا متبعوا المجدد الى ثبوتها وتمام الكلام في منهاج السنن شرح جامع السنن للامام الترمذی ص ۱۶۶ جلد ۲ فليراجع ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفي المنهاج: اعلم ان الاشارة بالسبابة من سنن الصلوٰة عن الائمة الثلاثة واما الامام ابو حنيفة فلم يرو عنه في ظاهر الرواية شئ من النفي او الاثبات كما لا يخفىٰ على من راجع الى كتب ظاهر الرواية ومن جعل نفي الاشارة ظاهر الرواية فقداخطأ في جعل عدم الذكر ذكر العدم نعم روى عنه في غير ظاهر الرواية الاثبات كما في موطأ محمد واما لى ابى يوسف وكذا صرح في الكفاية والمحيط انه قال بسنيتها ابو حنيفة، وقال صاحب البحر في باب قضاء الفوائت من البحر المسئلة اذا لم تذكر في ظاهر الرواية وثبتت في رواية اخرىٰ تعين المصير اليها، واختلف مشائخنا المتأخرون في الاشارة قال بعضهم يشير وقال بعضهم لا يشير، والراجح الاشارة لان الاحاديث القولية والفعلية والتقريرية وردت في فعلها دون منعها فكيف يصح دعوىٰ النسخ، على ان ادعاء النسخ لا بد فيه من النقل الصريح من اهل الفن كالطحاوى وغيره فان قيل احاديث الاشارة مضطربة، قلنا لم يقل احد من اهل الفن باضطرابه كما لم يقولوا باضطراب حديث رفع اليدين عند التحريمة وحديث...... (بقيه حاشيه اگلے صفحهه پر)

احکام کا مدار کتاب وسنت پر ہے بخاری پر نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مقلد حنفی شخص نے رفع الیدین شروع کیا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے عدم رفع الیدین پر دلیل دی جائے اور وہ بھی صرف بخاری شریف سے اور کسی کتاب کو نہیں مانتا ہوں، اس کی وضاحب فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ افتخار علی شاہ خطیب جامع مسجد تقوئی نوشہرہ......۱۹۸۴ء/۲/۷

الجواب: اس شخص سے آپ پوچھیں کہ آپ کے نزدیک بخاری حجت ہے یا حدیث؟ اور یہ پوچھ لیں کہ جب بخاری شریف میں متضاد احادیث موجود ہوں مثلاً احادیث جلسہ استراحت، تو اس میں

(بقیہ حاشیہ) وضع اليدين تحت الصدر او تحت السرة، نعم قالوا ان اختلاف الكيفيات الواردة محمول على اختلاف الاوقات والتوسع صرح به العينى والنووى ولان اثار الصحابة وردت فى فعلها دون منعها مثل اثر ابن عمر رواه احمد واثر معاذ بن جبل رواه الطبرانى واثر ابى هريره رواه عبد الرزاق واثر عقبة بن عامر رواه الحاكم فى تاريخه واثار الصحابة تكفى لاثبات الاستحباب وكذا هى دالة على عدم النسخ ولان ظاهر الرواية ساكتة عنها وغيرها ناطقة بها فتعين المصير اليها، ولان من رجح الاشارة من مشائخنا فهم الذين جمعوا بين الفقه والحديث بخلاف من رجح نفيها، فان قيل لم يروالبخارى حديث الاشارة ، قلنا ليس هو على شرط البخارى والحجة عندنا وعند الامام البخارى هو الحديث الثابت دون ما هو على شرط البخارى، فان قيل لم يذكر صاحب الهداية الاشارة قلنا لم يتعرض لها صاحب الهداية فى الهداية لا نفيا ولا اثباتا لعدم ذكرها فى ظاهر الرواية نعم ذكرها فى مختارات النوازل فان قيل ذكر فى ظاهر الرواية بسط الاصابع عند القعدة قلنا البسط عند اول القعود لا ينا فى القبض عند الشهادة، فان قيل ورد فيه لفظ " وعليه الفتوىٰ" قلنا من قال ان لفظ " وعليه الفتوىٰ" الآكد خالف عن قوله وافتىٰ بخلافه، فعلم ان الاعتبار لقوة المدرك والدليل عند الاختلاف بين الخواص وبه يحصل قطع النزاع وبه وقع عمل السلف والخلف.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص١٢٦ ،١٢٧ جلد١ باب ماجاء فى الاشارة)

آپ کا کیا رویہ ہے؟ اور ان سے پوچھیں کہ بخاری شریف میں یہ کہاں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے دائماً حتی الموت رفع الیدین کیا ہے اور ترک نہیں کیا ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما متناً مضطرب ہے

سوال: محترم جناب مولانا مفتی محمد فرید صاحب دار العلوم حقانیہ! گزشتہ دنوں آپ کے ہاں ایک غیر مقلد مولوی گکھڑ منڈی سے آیا تھا، اور اس نے ایک حدیث کا ترجمہ کروانا تھا، انہوں نے یہاں آ کر مفتیوں اور خصوصاً مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا کہ وہ غلط ترجمہ پڑھاتے ہیں اور وہ حدیث رفع الیدین کے بارے میں ہے وغیرہ وغیرہ، بہر حال اس حدیث میں رکوع کے بعد جو لفظ لا یرفعھما ہے اس کا تعلق ماقبل سے ہے یا مابعد سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد یوسف گکھڑ منڈی گجرانوالہ.....۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث متناً مضطرب ہے معارف السنن اور مشکل الاثار وغیرہ کو مراجعت کرنے سے اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا، پس اس روایت مسئولہ میں " ان یرکع " پر جملہ ختم ہوا ہے، اور " بعد ما یرفع رأسه " ظرف مقدم ہے اپنے عامل " لا یرفعھما " پر، اگر قلمی یا قدیم نسخوں میں اس سے مخالف عبارت ہو تو اس پر اعتماد کرنا چاہئے۔ وھو الموفق

نماز کے بعد جہر سے کلمات پڑھنا اور لاؤڈ سپیکر پر ذکر بالجہر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز باجماعت ادا

﴿۱﴾ عن براء بن عازب قال ان رسول اللهﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود. (ابوداؤد شريف ص ۱۱۶ جلد ۱ باب من لم يذكر الرفع عند لركوع) عن علقمة قال قال لنا ابن مسعود الا اصلى بكم صلوٰة رسول اللهﷺ فصلى ولم يرفع يديه الامرة واحدة مع تكبير الافتتاح رواه الترمذى وابوداؤد والنسائى.
(مشكواة المصابيح ص ۷۷ جلد ۱ باب صفة الصلوٰة)

ہونے کے بعد فوراً زور زور سے امام اور مقتدیوں کا **لا الـه الا انت الخ** ،کا ورد کرنا کیسا ہے؟ جبکہ مسبوقین کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، بلکہ اکثر غلط ہو جاتے ہیں۔(۲) نماز عشاء کے بعد امام اور پانچ چھ مقتدیوں کا لاؤڈ سپیکر پر جہراً **لا الـه الا الـله** ، پڑھنا کیسا ہے؟ جبکہ جوش میں آ کر کچھ اور الفاظ بھی منہ سے نکلتے ہیں جس کو وجد وغیرہ کہتے ہیں جبکہ یہ عمل عام اہل محلّہ اور دوسرے مسبوقین کی نماز اور آرام میں خلل انداز ہوتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :محمد نادر خان ضلع نوشہرہ......۲۵/شوال ۱۴۱۰ھ

الـــجـــواب: (۱) ذکر بالجہر جائز ہے لیکن جب مسبوق کیلئے ضرر رساں ہو تو مکروہ ہے (شامی)۔ (۲) یہ بھی مکروہ ہے جبکہ نمازی وغیرہ کو ضرر رساں ہو (شامی) ﴿۱﴾ البتہ جن لوگوں کو لاؤڈ سپیکر میں ذکر کرنے سے جذب حاصل ہوتا ہو اور بغیر لاؤڈ سپیکر کے مزہ نہیں دیتا ہو تو یہ ذاکر بیمار ہے ﴿۲﴾ اور جس سامع کو ضرر رساں ہو اور گانے سننا ضرر رسان نہ ہو تو وہ بھی بیمار ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ **قال العلامه ابن عابدين عن الامام الشعراني: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ.**
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب في رفع الصوت بالذكر)

﴿۲﴾ **قال العلامه آلوسي: عن ابن عمر وقد رأى ساقطا من سماع القرآن فقال انا نخشى الله تعالىٰ ومانسقط هؤلاء يدخل الشيطان في جوف احدهم...... هذا نعت اولياء الله تعالىٰ قال تقشعر جلودهم تبكي اعينهم وتطمئن قلوبهم الى ذكر الله تعالىٰ ولم ينعتهم الله سبحانه بذهاب عقولهم والغشيان عليهم انما هذا في اهل البدع وانما هو من الشيطان، واخرج ابن ابي شبيه عن ابن جبير قال الصعقة من الشيطان وقال ابن سيرين بيننا وبين هؤلاء الذين يصرعون عند قرأة القرآن ان يجعل احدهم على حائط باسطا رجليه ثم يقرأ عليهم القرآن كله فان رمى بنفسه فهو صادق.**

(تفسير روح المعاني ص ۲۸۴ جلد ۱۳ سورة الزمر آيت: ۲۳)

تشہد میں اشارہ بالسبابہ احادیث سے ثابت ہے

سوال: چہ میفر مایند علماء دین دریں مسئلہ کہ اشارۃ بالسبابہ لطفا از شما استدعا میمنائیم، زیرا کہ فہم چیز است ودر وطن مایاں منفی است، واگر یک ادم میکند اورا بدے داند، کہ ایں وہابی شدہ است وپیش مایان عاجزان نہ یک کتاب ونہ ایں قدر علمیت کہ برائے شان قناعت بدہم ونہ بخود شان اینقدر حفظ از علم احادیث است، اگر ایں مسئلہ اشارت واضح موافق باکمال علمیت ووقوف خود نوشتہ شود، در ہر کتاب کہ نفی اشارت میشود ومیکند نام این کتاب ومرجوحیت قول این ہم لطفاً واضح شود؟ بینو اتوجروا

المستفتی: عبدالغفار افغانستان

الجواب: دریں باب بسیار احادیث مرفوعہ وارد شدہ اند (فلیراجع الی مشکواۃ باب التشھد) وبعد از وفات پیغمبر علیہ السلام از صحابہ اشارہ کردن ثابت شدہ است (فلیراجع الی الموطأ للامام محمد) وائمہ ما متقدمین در کتب ظاہر الروایہ ہیچ نہ گفتہ اند، بے شک در غیر ظاہر الروایت بہ جواز تصریح کردہ اند، شیخ ابی یوسف رحمہ اللہ در امالی وامام محمد در موطأ وصاحب بحر در باب قضاء الفوائت گفتہ است، کہ در وقت عدم ظاہر الروایت واجب است مصیر بہ نادر الروایہ وعلماء متاخرین در اشارۃ مختلف اند جمع عظیم بر جواز قائل است، وجمع عظیم بر عدم جواز، لاکن راجح جواز است زیرانکہ آن متاخرین کہ جامع بین الفقہ والحدیث اند، مثل صاحب الفتح والبحر والشرح الکبیر وردالمحتار قائل بر جواز اند وصاحب الہدایہ نیز بر جواز تصریح کردہ است در مختار النوازل وسکوت کردہ است در ہدایہ وبحث دریں مسئلہ بسیار است وفرصت نوشتن کم است لہٰذا بریں اشارات اکتفاء باید کرد ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (مر التفصیل فی الحاشیۃ المحولۃ بمنھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۶۲ جلد ۱ باب ماجاء فی الاشارۃ)

فرض وسنن کے بعد اجتماعی دعا حدیث قولی کی بنا پر مسنون اور فعلی کی بنا پر غیر معمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد دعا مانگنا یا سنت کے بعد مانگنا حضور ﷺ سے ثابت ہے یا نہیں، اگر فرض نماز کے بعد حضور ﷺ نے ہیئت اجتماعی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہو تو اس کی وضاحت بھی فرمائیں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: محمد لقمان شمس آباد اٹک......۴/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: حضور ﷺ نے ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما فی الدارمی والفتح وغیرہ ﴿۱﴾، اور بذات خود ہیئۃ اجتماعی سے نہ فرائض سے متصل دعا مانگی ہے اور نہ سنن رواتب کے بعد، اور نہ اللھم انت السلام ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے، پس ہیئۃ اجتماعیہ سے دعا کرنے میں بعد الفرائض اور بعد الرواتب فرق نہیں ہے حدیث قولی کی بنا پر دونوں مسنون ہیں اور حدیث فعلی کی بنا پر دونوں غیر معمول ہیں، فافہم ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحافظ ابن الحجر: واخرج الحاکم عن حبیب بن مسلمة الفهری سمعت رسول الله ﷺ یقول: لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالیٰ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمین)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: والجواب عن الامر الاول انه معارض بالقرآن والاحادیث الصریحة فی مشروعیة الدعاء والذکر علی وجه الاجتماع قال الله تبارک وتعالیٰ قد اجیبت دعوتکما، وروی القرطبی عن ابی العالیه ان موسیٰ علیه السلام کان یدعو وهارون علیه السلام یؤمن، وقال النبی ﷺ لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالیٰ رواه الحاکم وذکره فی کنز العمال، وقال النبی ﷺ ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا کان حقا علی الله ان لا یرد ایدهم رواه الدارمی وذکره الحافظ فی الفتح...... ماتبین من الجوابِ الاول انه ثبت باحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع ولم یثبت ما یعارضها لانه لم یثبت عن النبی ﷺ فی راویة ما انه لم یدع علی وجه الاجتماع......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز کے بعد اللھم انت السلام میں بعض الفاظ کی زیادت کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام میں حینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام کی زیادت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ تورڈھیر صوابی

الجواب: چونکہ یہ زیادت احادیث مرفوعہ اور آثار صحابہ میں نہیں پائی گئی ہے ﴿۱﴾ البتہ فقہاء کرام نے اس کو ذکر کیا ہے ﴿۲﴾ لہٰذا ماثور پر اکتفا کرنا اور زیادت پر اعتراض نہ کرنا اعتدال ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بخلاف اذان العید فانہ ثبت فیہ روایۃ العدم فی سنن ابی داؤد وغیرہ فالعجب من ھذا القائل فی انہ لم یفرق بین عدم الروایۃ وبین روایۃ العدم، ولو سلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یدع بعد الصلوٰۃ علی وجہ الاجتماع والانقل عنہ البتۃ وھو التحقیق ایضاً فیقال ان القول ھو الا قویٰ من غیرہ الخ.
(منہاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۴ جلد ۱ جلد ۲ مبحث الدعاء علی ھیئۃ الاجتماعیۃ)

﴿۱﴾ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا: قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام رواہ مسلم، وعن ثوبان رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارک یا ذالجلال والاکرام رواہ مسلم.
(مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۸ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامہ شرنبلالی: بعد الفرض القیام الی اداء السنۃ التی تلی الفرض متصلا بالفرض منسون غیر انہ یستحب الفصل بینھما کما کان علیہ السلام اذا سلم یمکث قدر ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام الیک یعود السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام وقال الطحطاوی تحت (قولہ والیک یعود السلام) قال فی شرح المشکاۃ عن الجزری واما ما یزاد بعد قولہ ومنک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا وادخلنا دار السلام فلا اصل لہ بل مختلق بعض القصاص.
(مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۱۷۰ فصل فی صفۃ الاذکار بعد الصلاۃ)

فرائض کے بعد دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا مکروہ قرار دیتے ہیں اور استدلال میں عقائد السنیہ کی عبارت پیش کرتے ہیں، والمختار عند الحنفية ان يشتغل بعد اداء المكتوبة بالسنة ويكره ان يشتغل بالدعاء والتسبيح قبل اداء السنة، حالانکہ احادیث میں متعدد اذکار صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد وارد ہیں لہٰذا حنفیہ کے قول مذکور کی کوئی تاویل ہو تو تحریر فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد یعقوب تحت نصرتی بنوں......۱۹۶۹ء/۴/۶

الجواب: جمہور احناف مثلاً ابن الہمام، ابن عابدین، ابن نجیم، حلبی وغیرہ کی یہی رائے ہے اور بعض احناف کی رائے یہ ہے کہ فرائض کے بعد متصل دعا کی جائے مثلاً امام بقالی (بحوالہ شرح شرعة الاسلام) لہٰذا بہتر یہ ہے کہ رواتب کے بعد دعا کی جائے ﴿۱﴾ اور فرائض کے بعد متصل دعا کرنا بھی حنفیت سے متعارض نہیں ہے، اگرچہ عند الجمہور مکروہ تنزیہی ہے رواہ مسلم ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الحلبي: واما ما روى من الاحاديث في الاذكار عقيب الصلوٰة فلادلالة فيها على الاتيان بها عقيب الفرض قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعد السنة ولا يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن كونها بعدها وعقيبها لان السنةمن لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية منهما فما يفعل بعدها يطلق عليه انه فعل بعد الفريضة وعقيبها.
(غنية المستملى شرح منية المصلى ص ۳۳۱ قبيل فصل فى المكروهات)

﴿۲﴾ عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام الحديث، وعلىٰ هامشه: قوله لم يقعد الا الخ...... وعلى هذا فلا وجه للاستدلال به على ان ماثبت من الادعية بعد الصلوٰة كان يأتى بها ﷺ بعد السنة جمعا بينه وبين هذا الحديث والله اعلم.
(صحيح المسلم ص ۲۱۸ جلد ۱ باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته)

وقال الحصكفى رحمه الله: ويكره تاخير السنة ال...... (بقيه حاسيه اگلے صفحه پر)

سنتوں کی تیسری رکعت میں ثنا نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنت مؤکدہ کی تیسری رکعت میں سبحانک اللھم سے شروع کرے گا یا بسم اللہ سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم

الجواب: بسم اللہ سے پڑھے گا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تشہد میں اشارہ بالسبابہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں دو علماء کا اختلاف ہے ایک عالم اشارہ بالسبابہ کو سنت کہتا ہے اور دوسرا ترک اشارہ کو مستحب کہتا ہے پس ان دونوں کے بارے میں قول فیصل لکھ کر ہماری رہنمائی فرمائیے۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرحیم قلعہ سیف اللہ بلوچستان......۱۹۹۰ء/۱/۱۰

الجواب: ہماری (فقہ احناف) ظاہر الروایت اشارہ کے جواز اور عدم جواز سے ساکت ہے البتہ نادر الروایۃ میں جواز مسطور ہے، کما فی الموطأ والامالی وھی الراجعة لتائیدھا بالاحادیث المرفوعه وآثار الصحابة ولان المتأخرین الذین اختاروھا جامعون بین

(بقیہ حاشیہ) بقدر اللھم انت السلام الخ، قال الحلوانی لا بأس بالفصل بالاوراد واختاره الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراھة التنزیھیة ارتفع الخلاف. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۹۱ جلد ۱ مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح)

﴿۱﴾ وفی الھندیه: واذا قام یفعل فی الشفع الثانی ما فعل فی الشفع الاول من القیام والرکوع والسجود کذا فی المحیط و یقرأ الفاتحة فقط ھکذا فی الکافی وتکره الزیادة علی ذلک کذا فی السراج الوھاج.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۷٦ جلد ۱ سنن الصلاة وآدابھا وکیفیتھا)

الفقه والحديث﴿١﴾ (والتفصيل فی منهاج السنن) ﴿٢﴾. وهو الموفق

ترک تسمیہ سے سجدہ سہو یا اعادہ صلاۃ لازم نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے یا واجب؟ (۲) اور نہ پڑھنے سے سجدہ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ (۳) نہ پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا واجب الاعادہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: عالم خان لنڈ یواہ لکی مروت......۲۲/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے، ترک سنت سے قضا اور اعادہ لازم نہیں ہوتا﴿٣﴾ لما فی شرح التنویر وسمی غیر الموتم بلفظ البسملة سراً فی اول کل رکعة ولو جهرية بحذف يسير هامش ردالمحتار ص٤٥٧ جلد ١ ﴿٤﴾. وهو الموفق

﴿١﴾ قال العلامه ابن عابدين: وفی المحيط انها سنة يرفعها عند النفی ويضعها عند الاثبات وهو قول ابی حنيفة ومحمد وكثرت به الاثار والاخبار فالعمل به اولیٰ...... وقال فی الشرح الكبير قبض الاصابع عند الاشارة هو المروی عن محمد فی كيفية الاشارة وكذا عن ابی يوسف فی الامالی وهذا فرع تصحيح الاشارة وعن كثير من المشائخ لا يشير اصلا وهو خلاف الدراية والرواية فعن محمد ان ما ذكره فی كيفية الاشارة قول ابی حنيفة ...... وهذا اما اعتمده المتاخرون لثبوته عن النبی ﷺ بالاحاديث الصحيحة ولصحة نقله عن ائمتنا الثلاثة فلذا قال فی الفتح ان الاول خلاف الدراية والرواية......واستضئ بمصباح الحقيق فی هذا المقام فانه من منح الملك العلام.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص٣٧٦ جلد ١ مطلب مهم فی عقد الاصابع عند التشهد)

﴿٢﴾ (مر التفصيل فی ذيل هذا الباب فليراجع)

﴿٣﴾ قال الحصكفی: (وسننها) ترک السنة لا يوجب فساداً ولا سهوا بل اساءة لو عامداً غير مستخف، قال ابن عابدين، ای بخلاف ترک الفرض فانه يوجب الفساد وترک الواجب فانه يوجب سجود السهو. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص٣٥٠ جلد ١ مطلب سنن الصلاة)

﴿٤﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص٣٦٢ جلد ١ قبيل مطلب لفظة الفتوىٰ آكد من لفظة المختار)

نماز کے بعد اللھم انت السلام الخ کس طرح پڑھا جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے بعد جب امام اللھم انت السلام پڑھتا ہو تو کس طرف رخ کرے، نیز یہ دعا ہے یا نہیں، بعض لوگ اسے دعا نہیں کہتے، جواب سے نواز کر ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: شاد محمد کوہاٹ......۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: اللھم انت السلام الخ ایک ذکر ہے دعا نہیں ہے اس ذکر کے کرتے وقت ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں ہے پیغمبر ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہیئت اجتماعی سے یہ ذکر (اللھم انت السلام) نہیں کیا ہے بلکہ انفرادی طور پر کیا ہے لہذا ہر شخص انفرادی طور سے رو بہ قبلہ ہو کر کیا کرے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

دعا بعد السنن کے مسئلہ میں افراط و تفریط سے ہم بیزار ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا بعد السنّت علی ہیئت الاجتماعیہ جائز ہے یا نہیں؟ آپ حضرات کے فتویٰ سے جواب ظاہر ہے مگر خیر المدارس ملتان کے مفتی صاحب عدم جواز کے قائل ہیں ہمارے علاقہ میں لوگ دار العلوم حقانیہ کے فتویٰ پر عمل کرتے ہیں مگر بعض اس سے انکاری ہیں یہ پوسٹر حاضر خدمت ہے جس میں دونوں جانب دلائل اور رد موجود ہیں، اب ہم کیا کریں کس کی بات کو مانیں؟ مدلل جواب ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ملک جہانزیب افریدی درہ بازار درہ آدم خیل......۱۲/محرم ۱۴۰۵ھ

الجواب: پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے نہ فرائض کے بعد دعا کی ہے اور نہ سنن رواتب

﴿۱﴾ وعن ثوبان رضی اللہ عنہ: قال کان رسول اللہ ﷺ اذا انصرف من صلوتہ استغفر ثلاثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام رواہ مسلم.
(مشکواۃ المصابیح ص۸۸ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ الفصل الاول)

کے بعداور نہ اللھم انت السلام کو ہیئت اجتماعیہ سے پڑھا ہے البتہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما فی کنز العمال وغیرہ پس ہیئت اجتماعیہ سے نماز کے بعد دعا کرنا ممنوع نہیں ہے نہ فرائض کے بعد اور نہ سنن رواتب کے بعد، ممنوع صرف التزام ہے، والمختار ھو بعد الرواتب عند الجمهور وبعد الفرائض عند البقالی وتمام الکلام فی المقالات.

جواب اشتہار: ...... ہمارا مسلک اور صوبہ سرحد کے علماء کا مسلک، مسلک دیوبندی ہے اس پوسٹر کے مضمون میں افراط وتفریط موجود ہے ہم بریلویت اور سلفیت دونوں سے بیزار ہیں، دعا بعد السنن بھیئة الاجتماعیه حضور ﷺ نے نہ بعد الفرائض کی ہے اور نہ بعد السنن، ومن ادعی فعلیه البیان، البتہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی ترغیب دی ہے، اور فقہاء کی اکثریت نے دعا بعد السنّت کو افضل قرار دیا ہے، اختلاف فضیلت میں ہے نہ کہ جواز اور عدم جواز میں، البتہ التزام مالا یلزم دونوں صورتوں میں مکروہ ہے۔

جن علماء کرام نے بعد السنن دعا کو بدعت قرار دیا ہے ہم ان سے متفق نہیں ہیں اکثر فقہاء نے دعا کو بعد السنن افضل قرار دیا ہے ہاں امام بقالی رحمہ اللہ بعد الفرائض کو افضل مانتے ہیں، وھو مختار اکثر الاکابر، جولوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بعد السنن دعا نہیں کی ہے لہذا بالاجماع بدعت ہے تو ان سے پوچھنا چاہئے کہ احادیث کی کونسی کتاب میں ہے کہ نہیں کی ہے عدم ذکر اور ذکر العدم میں فرق موجود ہے، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی، والا النقل عنه البتة وھو التحقیق ایضا فیقال ان القول ھو الاقویٰ من غیرہ انه ثبت باحادیث قولیة مندوبیة الدعاء علی وجه الاجتماع ولم یثبت ما یعارضها لانه لم یثبت عن النبی ﷺ فی روایة ما انه لم یدع علی وجه الاجتماع بخلاف اذان العید فانه ثبت فیه روایة العدم فی سنن ابی داؤد وغیرہ. وھو الموفق

ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا مندوب ہے بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ پنج وقتہ نمازوں کے بعد خواہ فرائض کے بعد متصل ہو یا سنن رواتب کے بعد، اجتماعی دعا درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جو کہ سرزمین حجاز اور مکہ مکرمہ سے پڑھ کر آتے ہیں تو نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو فرائض کے بعد اور خصوصاً سنن کے بعد ناجائز اور بدعت کہتے ہیں، اور مسلمانوں کو نماز کے بعد دعا مانگنے سے منع کرتے ہیں شریعت اور علماء احناف کے مسلک کی رو سے اس کا حل کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال ڈنڈل ٹیکشن تربت مکران بلوچستان......۲۷/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: حضور ﷺ نے فرائض کے بعد دعا کی ترغیب دی ہے، کما فی حدیث الترمذی قیل یا رسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و دبر الصلوات المکتوبات ﴿۱﴾ اور دبر المکتوبات سے مراد میں اختلاف ہے بعض محدثین مابعد متصل مراد لیتے ہیں اور بعض غیر متصل، اور دبر کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی فرائض پر مقدم نہیں ہیں ﴿۲﴾ واضح رہے کہ دعا کیلئے بہت سے آداب ہیں جو کہ اس حدیث میں مذکور نہیں ہیں اور دیگر احادیث میں مذکور ہیں (مثل رفع الیدین ، التثلیث، التحمید، الصلاۃ، التامین) بعض ان اداب میں سے ہیئت اجتماعی ہے، لحدیث الحاکم و کنز العمال لا یجتمع ملا فیدعوا بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ، ولحدیث الدارمی وابی نعیم ما اجتمع ثلاثۃ قط بدعوۃ

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ص ۱۸۸ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: واما ما ورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلاہ فلا دلالۃ فیہ علی الاتیان بھا قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بھا بعدھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلم تکن اجنبیۃ عنھا فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ عقیب الفریضۃ. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل مطلب فی ما لو زاد الخ)

الا کان حقا علی اللہ ان لا یرد ایدیھم (ذکرہ الحافظ فی فتح الباری)﴿۱﴾ پس ہیئت اجتماعی سے دعا کرنا مندوب ہے منکر اور بدعت نہیں ہے، البتہ بدعت لغوی ہے، کیونکہ پیغمبر ﷺ نے ہیئت اجتماعی سے نہ فرائض کے بعد دعا مانگی ہے اور نہ سنن کے بعد، ونظیرہ الازار والسراویل. وھو الموفق

علماء احناف سنن کے بعد اور بقالی المعتزلی فرائض کے بعد دعا کو افضل سمجھتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سنن کے بعد دعا ہیئت اجتماعی کے ساتھ حرام اور بدعت سیئہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مستحب اور بدعت حسنہ ہے قول فیصل ذکر کر کے ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سیف الرحمٰن برول بانڈہ ضلع دیر......۲۵/۷/۱۹۷۰ء

الجواب: واضح رہے کہ ہیئت اجتماعی کے ساتھ دعا کرنا خیر القرون میں معمول نہ تھا نہ فرائض کے بعد اور نہ رواتب کے بعد﴿۲﴾ ومن ادعی فعلیہ البیان والدلیل ولن یأتوا بہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً، البتہ حدیث قولی سے دعا کرنا ثابت ہے، وھو حدیث دبر الصلوات المکتوبات﴿۳﴾ اور یہ حدیث دونوں پر صادق ہے، لان الدعاء بعد الرواتب یصدق علیہ انہ دبر المکتوبات لا انہ قبل المکتوبات ، وایضاً صرح العلامۃ الشامی وابن الھمام ان ما یفعل بعد الرواتب یطلق علیہ انہ دبر المکتوبات فلیراجع وصرح فی البحر والخلاصہ

﴿۱﴾ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمین)

﴿۲﴾ ولیعلم ان الدعاء المعمول فی زماننا من الدعاء بعد الفریضۃ رافعین ایدیھم علی الھیئۃ الکذائیۃ لم تکن المواظبۃ علیہ فی عھدہ علیہ الصلاۃ والسلام الخ. (العرف الشذی علی الترمذی ص ۸۶ جلد ۱ باب ماجاء فی کراھیۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعاء)

﴿۳﴾ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات رواہ الترمذی. (مشکواۃ المصابیح ص ۸۹ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلاۃ الفصل الثانی)

وارشاد الساری وغیره ان الدعاء عند الحنفية بعد الرواتب نعم قال البقالی المعتزلی انه بعد الفرائض ﴿۱﴾ فعلم ان فی الامر توسعاً والاولیٰ هو الاتیان بعد الرواتب واما الهيئة الاجتماعيه فهی من اداب الدعاء کالحمد والصلوٰة وغيره لحديث ذكر فی معارف السنن وغير واحد من كتب الاحاديث ﴿۲﴾. وهو الموفق

دعا بعد السنّت اور بعد الفرض پر التزام بدعت اور دوام مشروع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ فرض نماز کے بعد دعا بہ ہیئت اجتماعیہ زیادہ بہترین اور افضل ہے اور سنت کے بعد بہ ہیئت اجتماعی دعا کا کوئی ثبوت نہیں، بعض اہل علم سنن کے بعد دعا کو لازم سمجھتے ہیں براہ مہربانی قول فیصل سے نواز کر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ناصر شاہ محلّہ سیدان جلبئی صوابی ۱۹۷۲ء/۱۲/۵

﴿۱﴾ وفی شرح شرعة الاسلام ويغتنم الدعاء بعد المكتوبة قبل السنة علی ماروی عن البقالی (المعتزلی فی الاصول، الحنفی فی الفروع مثل صاحب الكشاف) من انه قال الافضل ان يشتغل بالدعاء ثم بالسنة وبعد السنن والاوراد علی ماروی عن غيره وهو المشهور المعمول فی زماننا فانه مستجاب بالحديث.

(تعليق الكوكب الدری ص ۱۹۲ جلد ۲) (وهكذا فی السعايه ص ۲۶۱ جلد ۲ باب صفة الصلاة)

﴿۲﴾ قال الله تبارك وتعالیٰ: قد اجيبت دعوتكما ، وروی القرطبی عن ابی العالية ان موسیٰ عليه السلام كان يدعو وهارون عليه السلام يؤمن، وقال النبی عليه السلام لا يجتمع ملأ فيدعو بعضهم ويؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالیٰ رواه الحاكم وذكره فی كنز العمال وقال النبی ﷺ ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا كان حقا علی الله ان لا يرد ايديهم رواه الدارمی وذكره الحافظ فی الفتح...... ثبت باحاديث قولية مندوبية الدعاء علی وجه الاجتماع.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۴ جلد ۲ مبحث الدعاء علی الهيئة الاجتماعية)

الجواب: واضح رہے کہ دعا بالالتزام بدعت ہے خواہ فرائض کے بعد ہو یا رواتب (سنن) کے بعد، لیکن التزام بہت سے لوگوں پر خفی ہے التزام کا معنی ہے کسی چیز کو لازم اور واجب سمجھنا یا کسی چیز کے فاعل یا تارک پر واجب جیسا انکار کرنا اور برا ماننا، اور صرف دوام اور پابندی کو التزام نہیں کہا جاتا ہے، ورنہ تہجد، اوابین، ضحیٰ وغیرہ مستحبات تمام کے تمام بدعات ہو جائیں گے، والامر لیس کذلک لا نھم لا یعتقدونھا واجبات ولا ینکرون علی تارکھا مثل الانکار علی تارک الواجب ، اورفقہ حنفی میں یہ مذکور ہے کہ جمہور احناف کے نزدیک سنن کے بعد دعا کرنا بہتر ہے اور امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد بہتر ہے اور اسی کو اکثر اکابر دیوبند نے مختار کیا ہے ﴿۱﴾ لہٰذا اس میں تشدد نہ کرنا چاہئے اور اسی بلاد میں اسلم یہی ہے کہ سنن کے بعد دعا کی جائے تاکہ عام فقہاء سے مخالفت نہ ہو اور فتنہ برپا نہ ہو، ورنہ امام بقالی جو کہ حنفی فی الفروع اور معتزلی فی الاصول ہے ان کے قول پر عمل کرنا بھی جائز ہے، وان شئت الاطلاع علی دلائل الطرفین فراجع الی المقالات ﴿۲﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال المفتی الاعظم المفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ: (دعا بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کیلئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۳۴۰ جلد ۳ سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں فصل اول)

﴿۲﴾ مقالات میں سے یہ مقالہ دعا اگلے صفحات پر برائے افادہ عام نقل کیا جاتا ہے...... (از مرتب)

غنیۃ الطالب

فی الدعاء بعد المکتوبۃ والرواتب

دعا کی فضیلت: ......دعا کرنا عبادت ہے پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں، الدعاء ھو العبادۃ رواہ الترمذی ﴿۱﴾ اور اللہ تعالیٰ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے، وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (سورۃ المومن) ﴿۲﴾ دعا عبادت کا مغز (اصل، گودا) ہے پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں، الدعاء مخ العبادۃ (رواہ الترمذی) ﴿۳﴾ دعا عبادت کی اصل ہے یعنی کامل عبادت ہے کیونکہ عبادت اس تعظیم اور عاجزی کو کہتے ہیں جو کسی ذات کی تسلط غیبی پر دلالت کرتی ہو اور دعا میں یہ دلالت واضح طور پر موجود ہے۔

دعا اور تقدیر: ......بعض لوگ کہتے ہیں کہ تقدیر نہیں بدلی جاتی اسلئے دعا کرنا بے فائدہ ہے لیکن یہ ایک فاسد خیال ہے ﴿۴﴾ کیونکہ جب کوئی شے عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مطلوب ہو اور انبیاء علیہم السلام کا معمول ہو وہ عبث نہیں ہو سکتی، اور عالم اسباب میں جس طرح دوسرے اسباب و ذرائع کا استعمال تقدیر سے متصادم نہیں اسی طرح دعا بھی ایک سبب اور ذریعہ ہے تو تقدیر سے متصادم نہ ہوگا۔

﴿۱﴾ (جامع الترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ ابواب الدعاء باب ماجاء فی فضل الدعاء)

﴿۲﴾ (سورۃ المومن آیت، ۶۰ رکوع، ۱۱ پارہ: ۲۴)

﴿۳﴾ (جامع الترمذی ص ۱۷۳ جلد ۲ باب ماجاء فی فضل الدعاء ابواب الدعوات)

﴿۴﴾ عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ ﷺ لا یرد القضآء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر رواہ الترمذی. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۵ جلد ۱ کتاب الدعوات الفصل الثانی)

آداب دعا: ...... دعا کرنے کے بہت سے آداب ہیں جن کی اپنے درجے کے موافق رعایت کرنا بہت اہم ہے

(الف)......دونوں ہاتھ اٹھانا، کما فی البیهقی یرفع یدیه فی الدعاء ﴿۱﴾ لیکن نماز کے اندر عام طور سے نہیں اٹھائے جائیں گے، کما فی مصنف ابن ابی شیبه ان رسول اللهﷺ لم یکن یرفع یدیه حتی یفرغ من صلاته.

(ب)......دعا سے پہلے حمد وصلاۃ پڑھنا، لحدیث ابی داؤد اذا صلیت فقعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل علی ثم ادعه ﴿۲﴾.

(ج)......ناجائز سوال نہ کرنا، لحدیث مسلم یستجاب لعبد مالم یدع باثم او قطیعة رحم ﴿۳﴾.

(د)......حضور اور توجہ سے مانگنا اور قبول ہونے کا یقین کرنا، لحدیث الترمذی ادعوا الله وانتم موقنون بالاجابة واعلموا ان الله لا یستجیب دعاء من قلب غافل لاه ﴿۴﴾.

(ھ)......عزم اور اصرار سے دعا کرنا، لحدیث البخاری اذا دعا احدکم فلیعزم المسئله......

﴿۱﴾ عن انس قال کان رسول اللهﷺ یرفع یدیه فی الدعاء حتی یری بیاض ابطیه. (مشکواة المصابیح ص ۱۹۶ جلد ۱ ابواب الدعوات الفصل الثالث)

﴿۲﴾ عن فضالة بن عبید قال بینما رسول اللهﷺ قاعد اذ دخل رجل فصلی فقال اللهم اغفرلی وارحمنی فقال رسول اللهﷺ عجلت ایها المصلی اذاصلیت فقعدت فاحمد الله بما هو اهله وصل علی ثم ادعه قال ثم صلی رجل آخر بعد ذلک فحمد الله وصلی علی النبیﷺ فقال له النبیﷺ ایها المصلی ادع تجب رواه الترمذی وروی ابوداؤد والنسائی نحوه . (سنن الترمذی ص ۱۸۶ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

﴿۳﴾عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ یستجاب للعبد مالم یدع باثم او قطیعه رحم الخ رواه مسلم. (مشکواة المصابیح ص ۱۹۴ جلد ۱ کتاب الدعوات الفصل الاول)

﴿۴﴾ سنن الترمذی ص ۱۸۶ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یقولن احدکم اللھم اغفرلی ان شئت اللھم ارحمنی ان شئت لیعزم المسئلۃ فانہ لا مکرہ لہ ﴿۱﴾.

(و)......الفاظ دعا تین بار مکرر کہنا، لحدیث مسلم و ابی داؤد ان رسول اللہ ﷺ کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ﴿۲﴾.

(ز)......قبول ہونے کی جلدی نہ کرنا، حوصلہ اور ہمت بلند رکھنا، لحدیث البخاری یستجاب للعبد ما لم یعجل ﴿۳﴾.

(ح)......آخر میں آمین کہنا، لحدیث ابی داؤد ان ختم بآمین فقد اوجب ﴿۴﴾.

(ط)......چہرے پر (آخر میں) ہاتھ پھیرنا، لحدیث ابی داؤد قال علیہ الصلاۃ والسلام فاذا فرغتم فامسحوا بھا جوھکم ﴿۵﴾.

(ی)......حرام سے بچنا، لحدیث مسلم مطعمہ حرام ومشربہ حرام وملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذلک رواہ مسلم ﴿۶﴾

(ک)......ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کی تھی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قد اجیبت دعوتکما، وفی تفسیر القرطبی ص ۳۷۵ جلد ۸ عن ابی العالیہ کان موسیٰ علیہ السلام یدعو وھارون علیہ السلام یؤمن ﴿۷﴾ اور نبی علیہ السلام

﴿۱﴾ (صحیح البخاری ص ۹۳۸ جلد ۲ باب لیعزم المسئلۃ فانہ لا مکرہ لہ کتاب الدعوات)
﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۲۰ جلد ۱ باب فی الاستغفار کتاب الصلاۃ)
﴿۳﴾ (صحیح البخاری ص ۹۳۸ جلد ۲ باب یستجاب للعبد ما لم یعجل کتاب الدعوات)
﴿۴﴾ (سنن ابی داؤد ص ۱۴۲ جلد ۱ باب التأمین وراء الامام)
﴿۵﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۱۶ جلد ۱ باب الدعاء کتاب الصلاۃ)
﴿۶﴾ (مشکواۃ المصابیح ص ۲۴۱ جلد ۱ باب الکسب وطلب الحلال الفصل الاول)
﴿۷﴾ (تفسیر قرطبی ص ۳۷۵ جلد ۸ سورۃ یونس آیت ۸۹ رکوع: ۱۴)

نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے، کما رواہ الحاکم و ذکر فی کنز العمال قال النبی ﷺ لا یجتمع ملأ فیدعو بعضهم ویؤمن بعضهم الا اجابهم الله تعالیٰ و کما رواہ الدارمی و ذکرہ الحافظ فی الفتح ما اجتمع ثلاثة قط بدعوة الا کان حقا علی الله ان لا یرد ایدیهم ﴿۱﴾ اور علامہ مرغینانی نے ہدایہ کتاب الحج میں لکھا ہے، والاجابة فی الجمع ارجیٰ ﴿۲﴾.

(ل)......اوقات اجابت میں دعا کرنا، اوقات اجابت بہت ہیں یہاں پانچ ذکر کئے جاتے ہیں، اول اذان کے وقت، دوم مقدس جنگ کے وقت، سوم بارش کے وقت، کما فی حدیث ابی داؤد ثنتان لا تردان الدعاء عند النداء وعند البأس حین یلحم بعضهم بعضا وفی روایة وتحت المطر ﴿۳﴾ چہارم رات کے آخری حصہ میں، پنجم فرض نماز کے بعد، کما فی حدیث الترمذی قیل یا رسول الله ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات ﴿۴﴾.

ذکر وغیرہ کیلئے احداث جماعات: ...... عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے پر انکار کیا ہے، کما رواہ الحاکم باسنادہ ﴿۵﴾ تو اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احداث جماعات منکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسی طرح ہیئت اجتماعیہ سے ذکر کرنے کی ترغیب دی ہے، کما فی حدیث الترمذی اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر ﴿۶﴾

﴿۱﴾ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۳۰۸ جلد ۱۴ باب التأمین)
﴿۲﴾ (هدایه علی صدر فتح القدیر ص ۳۶۹ جلد ۲ باب الاحرام کتاب الحج)
﴿۳﴾ وفی روایة تحت المطر رواه ابوداؤد والدارمی الا انه لم یذکر وتحت المطر. (مشکواة المصابیح ص ۶۶ جلد ۱ باب فضل الاذان واجابة المؤذن الفصل الثانی)
﴿۴﴾ (سنن ترمذی ص ۱۸۸ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)
﴿۵﴾ (مسند دارمی ص ۶۸ جلد ۱ باب فی کراهه اخذ الرائ)
﴿۶﴾ (سنن ترمذی ص ۱۸۹ جلد ۲ باب ماجاء فی تهد التسبیح بالید)

وکما فی حدیث مسلم، ان رسول اللہ ﷺ خرج علی حلقة من اصحابه فقال ما اجلسکم ھھنا قالوا، ذکر اللہ فی آخرہ اتانی جبرائیل علیه السلام فاخبرنی ان اللہ تعالیٰ یباھی بکم الملائکة ﴿۱﴾ وکما فی حدیث ملائکةٌ سیاحین ھم ای الذاکرون قوم لا یشقی بھم جلیسھم ﴿۲﴾.

حدیث عبداللہ بن مسعود موقوف ہے اور حدیث موقوف حدیث مرفوع کے مقابلہ میں مرجوح اور متروک ہوتا ہے ﴿۳﴾ اور یا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نیکیوں کے گننے اور گناہوں کے شمار کو چھوڑنے پر انکار کیا ہے نہ کہ احداث جماعات پر، کما فی سنن الدارمی ص ۶۱ جلد ۱ فقال عبد اللہ بن مسعود ما ھذا الذی اراکم تصنعون قالوا یا عبد الرحمن حصی نعدبه التکبیر والتهلیل والتسبیح قال فعدوا سیأتکم فاناضامن ان لا یضیع من حسناتکم شیٔ، اور یہ ممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس فعل کی اپنی حیثیت کے فوق اہتمام پر انکار کیا ہو۔

﴿۱﴾ (رواہ مسلم، مشکواۃ المصابیح ص۱۹۸ جلد۱ باب ذکر اللہ والتقرب الیه الفصل الثالث)

﴿۲﴾ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکة یطوفون فی الطرق یلتمسون اھل الذکر فاذا وجدوا قوما یذکرون اللہ تنادو ...... قال ھم الجلساء لا یشقی جلیسھم رواہ البخاری وفی روایة مسلم قال ان للہ ملائکة سیارۃ فضلا یبتغون مجالس الذکر فاذا وجدوا مجلساً فیه ذکر قعدوا معھم ...... فیقول وله غفرت ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم. (مشکواۃ المصابیح ص۱۹۷ جلد ۱ باب ذکر اللہ والتقرب الیه)

وعن ابی ھریرۃ او عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکة سیاحین والارض فضلا عن کتاب الناس ...... فیقول ھم القوم لا یشقی لھم جلیس ھذا حدیث حسن صحیح وقدروی عن ابی ھریرۃ من غیر ھذا الوجه. (سنن الترمذی ص ۱۹۹ جلد۲ باب ای الکلام احب الی اللہ)

﴿۳﴾ قال العلامة السید شریف علی الجرجانی: المرفوع ھو ما اضیف الی النبی ﷺ خاصة من قول او فعل او تقریر سواء کان متصلا او منقطعاً ...... والموقوف وھو مطلقا ما روی عن الصحابی من قول او فعل متصلاً کان او منقطعاً وھو لیس بحجة علی الاصح الخ. (الرسالة فی فن اصول الحدیث للسید شریف علی الجرجانی ص ۲، ۳ الملحقه بالترمذی)

لفظ دبر کی تشریح: ...... دبر الصلاۃ کا دو مطلب پر اطلاق کیا جاتا ہے، ایک ماقبل سلام پر اور یہ مطلب واضح ہے، کیونکہ دبر شئے کسی چیز کے پچھلے جز کو کہتے ہیں، اور دوسرا اطلاق مابعد اور خارج نماز پر بھی کیا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں آیا ہے، معقبات لا یخیب قائلهن دبر کل صلاۃ ثلاث وثلثون تسبیحة وثلاث وثلاثون تحمیدة واربع وثلاثون تکبیرة﴿۱﴾، اور اسی طرح یہ حدیث مذکور ترمذی شریف میں آیا ہے۔

فائدہ: ...... دبر المکتوبات مابعد الفرائض کو کہتے ہیں خواہ متصل ہو یا منفصل، متصل سے خاص نہیں ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے دعا اور تسبیحات دونوں کی ترغیب لفظ دبر سے دی ہے اور یہ ناممکن ہے کہ دونوں عمل ایک وقت میں فرائض کے متصل کئے جائیں اگر دعا پہلے کی جائے تو تسبیحات دبر الفرائض نہ ہوں گی اگر تسبیحات پہلے کی جائیں تو دعا دبر الفرائض نہ ہوگی، اور جمع بین التسبیحات والدعا خلاف سنت ہو جائیگی، حالانکہ یہ کسی کا قول نہیں ہے کہ دعا پہلے کی جائے اور بعد میں تسبیحات کی جائیں یا بالعکس، ان میں سے کوئی بھی خلاف سنت نہیں ہے، تو معلوم ہوا کہ فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے جائز ہے اور اسی طرح فرائض اور تسبیحات کی فصل دعا سے جائز ہے، پس لازم ہوا کہ لفظ دبر اتصال کا مقتضی نہیں، تو جب فرائض اور دعا کی فصل تسبیحات سے دعا دبر المکتوبات کیلئے مضر نہیں، کیونکہ تسبیحات سنن مرغوبہ ہیں، تو اسی طرح فرائض اور دعا کی فصل مسنون نماز سے ضرر رسان نہ ہوگی، بلکہ بطریق اولیٰ ضرر رسان نہ ہوگی، کیونکہ اتصال مسنون نماز فرائض کے ساتھ اشد ہے، بہ نسبت اتصال تسبیحات فرائض کے ساتھ، قیامت کے دن نماز مسنون فرائض کے قائم مقام بن جائے گی نہ تسبیحات، فقہاء کرام نے تصریح کی ہے کہ جو ذکر وغیرہ سنن موکدہ کے بعد کی جائے تو اسے دبر المکتوبات کہا جائے گا، علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں، واما ما ورد من الاحادیث

﴿۱﴾عن کعب بن عجرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ معقبات لا یخیب قائلهن او فاعلهن دبر کل صلوٰۃ مکتوبة ثلث وثلثون تسبیحة وثلث وثلثون تحمیدة واربع وثلثون تکبیرة رواہ مسلم.(مشکواۃ المصابیح ص ۸۹ جلد ۱ باب الذکر بعد الصلوات)

فی الاذکار عقیب الصلاۃ فلا دلالہ فیہ علی الاتیان بھا قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بھا بعدھا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعھا ومکملاتھا فلم تکن اجنبیۃ عنھا، فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انہ عقیب الفرائض، انتھیٰ(ص ۴۹۴ جلد ۱)﴿۱﴾، اور محقق ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں، وما ورد انہ ﷺ کان یقول دبر کل صلاۃ لا الہ الا اللہ وحدہ...... الی ان قال...... لا یقتضی وصل ھذہ الاذکار بل کونھا عقیب السنۃمن غیر اشتغال بما لیس ھو من توابع الصلاۃ یصحح کونہ دبرھا، انتھیٰ (ص ۳۱۳ جلد ۱)﴿۲﴾۔

دعا بہ ہیئت اجتماعیہ: ......اہل علم پر خفی نہیں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بعض اوقات میں ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ خطبہ جمعہ میں دعا کی ہے، بخاری شریف (ص ۱۴۰ جلد ۱) میں روایت ہے، فرفع رسول اللہ ﷺ یدیہ یدعو ورفع الناس ایدیھم مع رسول اللہ ﷺ یدعون﴿۳﴾ اور بعض اوقات میں انفرادی طور سے فجر کے بعد دعا کی ہے، یا منہ قبلہ کی طرف ہوتا، کماروی الحاکم وابن ابی شیبہ ان رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ بعد ما سلم وھو مستقبل القبلۃ فقال، اللھم اخلص الولید الی آخرہ (وذکر الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۱۷۲ جلد ۳) اور یا منہ قوم کی طرف ہوتا، کما روی ابن ابی شیبہ فی مصنفہ قال ابو الاسود صلیت مع رسول اللہ ﷺ فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا﴿۴﴾۔

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ قبیل مطلب فی ما لو زاد علی العدد الوارد عقب الصلاۃ)

﴿۲﴾(فتح القدیر ص ۳۸۳، ۳۸۴ جلد ۱ باب النوافل)

﴿۳﴾(صحیح البخاری ص ۱۴۰ جلد ۱ باب رفع الناس ایدیھم مع الامام فی الاستسقاء)

﴿۴﴾ وفی منھاج السنن: واما رفع الایدی عند الدعوات خارج الصلوٰۃ فقد ثبت باحادیث کثیرۃ قولیۃ وفعلیۃ فی الامھات الست وغیرھا منھا ما اخرجہ ابن ابی حاتم وذکرہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۱۷۲ جلد ۳ عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ رفع یدیہ.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بعد الفرائض یا بعد السنن ہیئت اجتماعی سے دعا کرنے کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے نہ دعا کرنے کی متعلق روایت موجود ہے اور نہ نہ کرنے کے متعلق روایت موجود ہے اسے عدم ذکر اور عدم روایت کہتے ہیں، اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا نہیں کی ہے تو اس نے پیغمبر علیہ السلام پر افتراء کیا، اور اسی طرح کوئی یہ دعویٰ کرے کہ پیغمبر علیہ السلام نے یہ دعا کی ہے تو یہ بھی افترا ہے۔

اگر کوئی کہہ دے کہ اگر یہ دعا کی ہوتی تو مروی ہوتا، تو اس کا مخالف یہ کہے گا کہ اگر یہ دعا نہ کی ہوتی تو یہ نہ ہونا مروی ہوتا جیسا کہ نماز عید کیلئے اذان اور اقامت نہیں ہوئی ہے اور یہ نہ ہونا مروی ہے، کما فی روایة ابی داؤد ص ۱۶۹ وغیرہ ﴿۱﴾، بہر حال ہیئت اجتماعیہ کے ساتھ اس دعا کے متعلق اور اسی طرح اللهم انت السلام کے متعلق ذخیرہ احادیث ساکت ہے اور عدم ذکر اور ذکر عدم کے درمیان فرق نہ کرنا غباوت یا غوایت ہے۔ ﴿۲﴾

(بقیہ حاشیہ) بعد ما سلم وهو مستقبل القبلة فقال اللهم اخلص الوليد بن الوليد الى آخر الدعاء وفي سنده علی بن زيد بن جد عان وهو متكلم فيه والراجح انه لا ينزل عن درجة الحسن كيف وقال يعقوب هذا حديث صحيح وقال العجلي وابن عدی يكتب حديثه وقال ابن دقيق العيد، على بن زيد وان ضعف فقد ذكر بالصدق...... واما اخرجه ابن ابی شيبة فی مصنفه من حديث الاسود العامری عن ابيه هو عبد الله بن حاجب بن عامر قال صليت مع رسول الله ﷺ الفجر فلما سلم انصرف ورفع يديه. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۷۲ جلد ۲ باب ما يقول اذا سلم) (تفسير ابن كثير ص ۱۷۰ جلد ۱ سورة النساء آيت: ۹۸)

﴿۱﴾ عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ صلى العيد بلااذان ولا اقامة وابابكر وعمر او عثمان شک یحیٰ. (سنن ابی داؤد ص ۱۷۰ جلد ۱ باب ترک الاذان فی العید)

﴿۲﴾ قال العلامه مفتی اعظم مفتی كفايت الله الدهلوی: شيخ (عبد الحق محدث دهلوی) کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھانا اور امین امین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں، فان عدم الثبوت لا يستلزم ثبوت العدم وهذا ظاهر جداً، جیسا کہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے اسی طرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(کفایت المفتی ص ۳۴۸ جلد ۳ فصل سوم فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہے)

قول، فعل اور تقریر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت امر بدعت نہیں : ...... پیغمبر علیہ السلام کے قول، فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں ﴿۱﴾ تو ایک کام تب خلاف سنت اور بدعت ہوگا کہ نہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو اور نہ فعل اور تقریر سے ثابت ہو تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ کام بدعت ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے نہیں کیا ہے غباوت یا غوایت ہے۔

نماز کے بعد هیئت اجتماعیه سے دعا کرنا : ...... نماز کے بعد ہیئت اجتماعیہ سے دعا کرنے کے متعلق فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساکت ہے البتہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے وہ حدیث دبر المکتوبات ہے، رواہ الترمذی ﴿۲﴾ اور اس حدیث میں نہ رفع الیدین کا ذکر ہے اور نہ حمد وصلاۃ کا ذکر ہے نہ آمین اور مسح الوجہ کا ذکر ہے، اور نہ انفراد یا اجتماع کا ذکر ہے، لیکن قاعدہ یہ ہے کہ، اذا ثبت الشیٔ ثبت بادابه ولوازمه ، بہرحال اس دعا میں ان آداب کی رعایت کی جائے گی خواہ یہ دعا فرائض کے بعد ہو یا سنن کے بعد۔

دعا بعد السنت کے بارے میں فقهاء کے اقوال : ...... شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے، ویغتنم بعد المکتوبة قبل السنة علی ما روی عن البقالی (المعتزلی فی الاصول، الحنفی فی الفروع مثل صاحب الکشاف) من انه قال الافضل ان یشتغل بالدعاء ثم بالسنة، وبعد السنن والاوراد علی ما روی عن غیره وهو المشهور المعمول فی زماننا فانه مستجاب بالحدیث (تعلیق الکوکب الدری ص ۲۹۱ جلد ۲) قلت ومثل قول البقالی مروی عن الامام

﴿۱﴾ قال الشیخ عبد الحق الدهلوی: اعلم ان الحدیث فی اصطلاح جمهور المحدثین یطلق علی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفعله وتقریره ومعنی التقریر انه فعل احد او قال شیأً فی حضرته صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینکر ولم ینهه عن ذلک بل سکت وقرر.
(مصطلحات علم الحدیث الملحقه بالمشکواة المصابیح ص ۳ للشیخ عبد الحق الدهلوی)
﴿۲﴾ قیل یا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر ودبر الصلوات المکتوبات. (سنن ترمذی ص ۱۸۸ جلد ۲ باب ماجاء فی جامع الدعوات)

جعفر الصادق فی الطبرانی ﴿۱﴾، پس امام بقالی کے نزدیک فرائض کے بعد دعا کرنا افضل ہے اور اس کو اکثر اکابر کا میلان ہے، اور جمہور کے نزدیک بعد السنن افضل ہے اور فقہاء کرام نے یہ قول مختار کیا ہے۔

ابن الہمام اور ابن العابدین کی رائے پہلے ذکر ہوئی، ابن نجیم صاحب بحر فرماتے ہیں، لکن عندنا السنة مقدمة علی الدعاء الذی هو عقب الفراغ (ص ۳۰۴ جلد ۸) اور صاحب مراقی الفلاح علامہ حسن شرنبلالی فرماتے ہیں، ویستحب للامام بعد سلامه ان یتحول الی جهة یساره لتطوع بعد الفرض ویستحب ان یستقبل بعده ای بعد التطوع وعقب الفرض ان لم یکن بعده نافلة، یستقبل الناس...... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیهم ثم یمسحون بها وجوههم انتهیٰ بحذف (الطحطاوی ص ۲۵۳ تا ۲۵۷) اور اشباہ والنظائر میں ابن نجیم اور شرح اشباہ میں حموی فرماتے ہیں، الاشتغال بالسنة عقیب الفرض افضل من الدعاء (ص ۱۲۷، ۱۲۸) صاحب خلاصۃ الفتاویٰ علامہ طاہر بن عبدالرشید البخاری فرماتے ہیں، بعد الفریضة الاشتغال بالسنة اولیٰ من الاشتغال بالدعاء (ص ۹۵ جلد ۱) اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں، وعند الحنفیة یکره له المکث قاعداً لیشغل بالدعاء لان القیام الی السنة بعد اداء الفریضة افضل من الدعاء والتسبیح والصلاة (ص ۱۴۴ جلد ۲).

التزام اور دوام میں فرق: ......التزام مالا یلزم اور کسی شے کا اپنی حیثیت سے فوق اس کا اہتمام کرنا بدعات ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان انصار پر انکار کیا ہے جنہوں نے احرام کی حالت میں اپنے گھروں کو پیچھے کی جانب سے آنے کا اہتمام اور التزام کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ولیس البر بان تأتوا

﴿۱﴾ وفی السعایة نقلا عن المواهب للقسطلانی نقلا عن الحافظ بن الحجر اخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة.
(سعایه شرح هدایه ص ۲۵۸ جلد ۲ باب صفة الصلاة)

البیوت من ظهورها ولكن البر من اتقى، وأتوا البيوت من ابوابها (سورة البقرة)﴿۱﴾ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں پر انکار کیا تھا جنہوں نے نماز کے بعد دائیں جانب پھیرنا لازم سمجھا تھا، حیث قال لا يجعل احدكم للشيطان شيأً من صلاته يرى ان حقاً عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه (بخاری ص ۱۱۸ جلد ۱)﴿۲﴾ اور ملا علی قاری فرماتے ہیں، من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال (مرقاة ص ۳۵۳ جلد ۲)﴿۳﴾.

التزام دو قسم کے ہیں ایک حقیقی ہے کہ ایک شے واجب نہ ہو اور لزوم و وجوب کا اعتقاد کیا جائے اور یہ نذر کی صورت میں جائز ہے، اور نذر کے علاوہ مکروہ اور بدعت ہے۔ دوسرا التزام حکمی ہے کہ کسی شے کو لازم اور واجب نہ سمجھتا ہو لیکن اپنی حیثیت سے فوق اہتمام کرتا ہو جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ پر ابتلاء آئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت نازل ہوئی، يا ايها الذين آمنوا ادخلوا في السلم كافة ولا تتبعوا خطوات الشيطان (بقرة) ﴿۴﴾ اور اسی طرح انصار کی ابتلاء کہ، ليس البر ان

﴿۱﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ رکوع: ۷ آیت: ۱۸۹)
﴿۲﴾ (صحيح البخاری ص ۱۱۸ جلد ۱ باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال)
﴿۳﴾ (مرقاة المفاتيح شرح مشكواة المصابيح ص ۳۵۳ جلد ۲ باب الدعاء في التشهد)
﴿۴﴾ قال العلامه حافظ عماد الدين ابن كثير: يقول الله تعالىٰ امراً عباده المؤمنين به المصدقين برسوله ان يأخذو بجميع عرى الاسلام وشرائعه والعمل بجميع اوامره وترك جميع زواجره ما استطاعوا من ذلك...... وزعم عكرمه انها نزلت في نفر ممن اسلم من اليهود وغيرهم كعبد الله بن سلام واسد بن عبيد وثعلبة وطائفه استأذنوا رسول الله ﷺ في ان يسبتو وان يقوموا بالتوراة ليلاً فامرهم الله باقامة شعائر الاسلام والاشتغال بها عما عداها، وفي ذكر عبد الله بن سلام مع هؤلاء نظر، اذ يبعد ان يستأذن في اقامة السبت وهو مع تمام ايمانه يتحقق نسخه ورفعه وبطلانه والتعويض عنه باعياد الاسلام.
(تفسير ابن كثير ص ۳۲۴ جلد ۱ سورة البقرة آیت: ۲۰۸)

تأتوا البیوت من ظهورها ﴿۱﴾ کے ساتھ اس سے انکار نازل ہوا، البتہ التزام اور دوام میں فرق ضروری ہے التزام بالمستحب ممنوع ہے اور دوام بالمستحب مطلوب ہے، قال رسول اللہ ﷺ خیر العمل مادیم علیه وقال رسول اللهﷺ احب الاعمال الی الله ادو مها و ان قل، رواه البخاری ومسلم عن عائشة رضی الله عنها ﴿۲﴾ التزام اور دوام کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ ہے جو لوگ فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں اور التزام کیساتھ کرتے ہیں تو یہ شخص دوام اور التزام دونوں کا مرتکب ہوا اور جو شخص فرض یا سنن کے بعد کبھی کبھی دعا کرتا ہے اور التزام کرتا ہے تو اس نے التزام کیا اور دوام نہیں، اور جو شخص فرض یا سنن کے بعد ہمیشہ دعا کرتا ہے لیکن نہ اسے لازم کہتا ہے اور نہ تارک پر انکار کرتا ہے تو اس نے دوام کیا اور التزام نہیں اور بدعت سے بچ گیا، البتہ عوام کی اصلاح کیلئے کبھی کبھی فرض اور سنن کے بعد دعا نہ کرنا مناسب ہے تاکہ التزام میں مبتلا نہ ہو جائے۔

تین بار دعا بعد السنن مباح ہے: ...... پیغمبر علیہ السلام نے زیارت القبور کے وقت تین بار دعا کی ہے، کما فی مسلم (ص ۳۱۲ جلد ۱) جاء النبی ﷺ البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرات ثم انحرف ﴿۳﴾ اور فرض یا سنن کے بعد تین بار دعا کرنا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے امر مباح ہے اور ہر وہ مباح جس پر عوام کا عقیدہ سنتیت پیدا ہو جائے وہ مکروہ بن جاتا ہے، کما فی شرح الکبیر کل مباح یودی الیه ای الی اعتقاد الجهلة سنیتها فمکروه (۵۷۳) ﴿۴﴾.

﴿۱﴾ (سورة البقرة پاره: ۲ رکوع: ۷ آیت: ۱۸۹)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۱۰ جلد ۱ باب القصد فی العمل الفصل الاول)

﴿۳﴾ (صحیح مسلم شریف ص ۳۱۳ جلد ۱ فصل فی التسلیم علی اهل القبور والدعاء لهم)

﴿۴﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۵۶۹ فصل فی مسائل شتیٰ)

نماز کے بعد چند معمولات کے بارے میں فقھی مسائل: ......

جس نماز کے بعد سنن نہ ہوتو امام کی مرضی ہے کہ اپنی جگہ سے اٹھتا ہے یا بیٹھتا ہے لیکن قبلہ کی طرف اللهم انت السلام (الی آخرہ) کی مقدار سے زیادہ نہ بیٹھے گا (بدائع) اور بنابر حدیث ترمذی شریف نماز فجر اور نماز مغرب کے فرض کے بعد بمقدار اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ، دس بار پڑھنے کے بیٹھنا مستثنیٰ ہے، (مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۲۵۲، ۲۵۳) اور جب بیٹھ جائے تو اس کی مرضی ہے کہ دائیں طرف منہ پھیرتا ہے یا بائیں طرف، یا لوگوں کی طرف منہ کریں لیکن یہ اس وقت کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو (بدائع) اور جس نماز کے بعد سنن ہوتو امام اللهم انت السلام کی مقدار کے برابر بیٹھ جائے پھر سنت ادا کریں (مراقی الفلاح وطحطاوی ص ۲۵۲) سنت اس جگہ نہیں پڑھی جائے گی جہاں فرض ادا کیا ہو (بدائع ص ۱۶۱ جلد ۱) البتہ اگر مقتدی فصل اور انتظار کے بعد اسی جگہ سنت ادا کرے تو یہ جائز ہے (حدیث ابوداؤد)﴿۱﴾. (تمت المقالة فی الدعاء)

فرائض اور سنن کے درمیان بیٹھنا اور اللھم انت السلام دونوں سنت ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض اور سنن کے درمیان بیٹھنا ہی سنت ہے یا اللھم انت السلام کا پڑھنا بھی سنت میں شامل ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان ہنگو ۱۹۷۲ء/ ۸/ ۲۴

﴿۱﴾ عن الازرق بن قیس...... فقال الرجل الذی ادرک معه التکبیرة الاولیٰ من الصلوٰۃ یشفع فوثبت الیه عمر فاخذ بمنکبیه فهزه ثم قال اجلس فانه لم یهلک اهل الکتاب الا انهم لم یکن بین صلواتهم فصل فرفع النبی ﷺ بصره فقال اصاب الله بک یاابن الخطاب.

(سنن ابی داؤد ص ۱۵۱ جلد ۱ باب فی الرجل یتطوع فی مکانه الذی صلی فیه المکتوبة)

الجواب: دونوں سنت ہیں ﴿۱﴾۔وهو الموفق

﴿ ۱ ﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله الا بقدر اللهم) لما رواه مسلم والترمذى عن عائشة رضى الله عنها قالت كان رسول الله ﷺ لا يقعد الا بمقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنك السلام تباركت يا ذالجلال والاكرام واماما ورد من الاحاديث فى الاذكار عقيب الصلاة فلا دلالة فيه على الاتيان بها قبل السنة بل يحمل على الاتيان بها بعدها لان السنة من لواحق الفريضة وتوابعها ومكملاتها فلم تكن اجنبية عنها فما يفعل بعدها يطلق عليه ان عقيب الفريضة وقول عائشة بمقدار لا يفيد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر ما يسعه ونحوه من القول تقريبا فلا ينا فى ما فى الصحيحين من انه ﷺ كان يقول فى دبر كل صلاة مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذا الجد من الجد وتمامه فى شرح المنية.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹۱ جلد ۱ مطلب هل يفارقة الملكان اداب الصلاة)

باب آداب الصلوٰۃ

فرض ادا کرنے کے بعد امام سنت کہاں ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کے بعد امام کیلئے محراب میں سنت پڑھنا مکروہ ہے کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک جہانزیب آفریدی درہ آدم خیل کوہاٹ......۳۰/اگست ۱۹۸۹ء

الجواب: جس فرض کے بعد سنت ہو تو فرض پڑھانے والے امام کیلئے مستحب ہے کہ آگے یا پیچھے ہو جائے اور جانب چپ یا راست (دائیں یا بائیں) کو ہو جائے اور یا گھر کو چلا جائے ﴿۱﴾۔فقط

پگڑی کے ساتھ نماز کثرت ثواب کا ذریعہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کیلئے عمامہ (پگڑی) ضروری ہے یا نہیں؟ نیز واضح کریں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پگڑی اور عمامہ باندھنے سے ثواب ستر گنا درجہ زیادہ ہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل کریم صوابی......۲۷/ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

الجواب: عمامہ پہننا ہر مسلمان کیلئے کار خیر اور مستحب ہے، خصوصاً نماز کی حالت میں کثرت ثواب کا ذریعہ ہے، کما فی الفردوس الدیلمی عن جابر رکعتان بعمامة خیر من سبعین

﴿۱﴾ قال الحصکفی: یستحب للامام التحول لیمین القبلة الخ و قال العلامه ابن عابدین رحمه الله: وان کان بعدها تطوع وقام یصلیه یتقدم او یتأخر او ینحرف یمینا او شمالاً او یذهب الی بیته فیتطوع ثمة. (ردالمحتار ص ۳۹۲ جلد ۱ مطلب فیما لو زاد علی العدد الوارد فی التسبیح عقب الصلاة آداب الصلاة)

رکعة بلا عمامة وفیه ایضاً الصلوٰة فی العمامه عشر الاف حسنة کما فی کشف الحقائق ص۷۷﴿۱﴾ البتہ امام کے ساتھ اس کی تخصیص کرنا جہالت ہے۔ وھو الموفق

اللھم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللھم انت السلام پڑھتے وقت ہاتھ اٹھانا بدعت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خان ایبٹ آباد......۲۶/۳/۸۵

الجواب: فعل رسول اللہ ﷺ اللھم انت السلام پڑھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے سے ساکت ہے نہ اس کے متعلق اثبات مروی ہے نہ نفی، سکوت سے نفی بنانا کم فہمی یا بدفہمی ہے۔ وھو الموفق

فرض نماز کے بعد جہراً دعا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد جہراً دعا مانگنا چاہئے یا آہستہ، اور مستحب کونسا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیمان کراچی......۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

الجواب: نماز کے بعد امام کا جہراً دعا مانگنا اور مقتدیوں کا آمین کہنا جائز ہے، لحدیث ورد بذلک کما فی فتح الباری ﴿۲﴾، لیکن مسبوق وغیرہ کو ایذا کی تقدیر

﴿۱﴾ قال القاری: وکذا ما اورده الدیلمی من حدیث ابن عمر مرفوعاً: صلاة بعمامة تعدل خمسا وعشرین...... ومن حدیث انس مرفوعا الصلاة فی العمامة بعشرة آلاف حسنة قلت: مروی ابن عمر نقله السیوطی عن ابن عساکر فی جامعه الصغیر مع التزامه بانه لم یذکر فیه الموضوع. (الموضوعات الکبریٰ للقاری ص۱۴۷ رقم حدیث: ۵۶۳)

﴿۲﴾قال الحافظ ابن حجر العسقلانی: قوله (باب التامین) یعنی قول آمین عقب الدعا ذکر فیه حدیث ابی هریرة اذا امن القاری فأمنوا، والمراد بالقاری......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

پرنا جائز ہے (حموی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پگڑی کی شرعی حیثیت اور مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پگڑی صرف نماز کیلئے باندھی جائے گی یا دیگر اوقات میں بھی مسنون ہوگی، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا رومال جو عام طور پر کندھوں پر استعمال کیا جاتا ہے، اس سے سنت کا اتباع ہوگا یا نہیں؟ نیز حضور ﷺ کی پگڑی کی مقدار کیا تھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: روح الامین فائنل شعبہ نفسیات پشاور یونیورسٹی......۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: پگڑی نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں مسنون ہے ﴿۲﴾ پگڑی کی کوئی حد شرعی نہیں ہے البتہ حضور ﷺ نے ساڑھے تین گز، چھ گز دو قسم پگڑیاں (مختلف رنگوں کی) استعمال کی ہیں (سعایہ وزرقانی)۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ھنا الامام اذا قرأ فی الصلاۃ ویحتمل ان یکون المراد بالقاری اعم من ذلک...... واخرج الحاکم عن حبیب بن مسلمۃ الفھری سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: لا یجتمع ملأ فیدعو بعضھم ویؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ تعالیٰ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص۳۰۸ جلد۱۴ باب التامین)

﴿۱﴾ قال العلامۃ ابن عابدین: وفی حاشیۃ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ.

(ردالمحتار ص۴۸۸ جلد۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۲﴾ عمامہ (پگڑی) پہننا رسول اللہ ﷺ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے حضرات انبیاء اور صالحین کے لباس کا حصہ ہے، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کا ایک عمامہ تھا جس کو سحاب کہا جاتا تھا، آپ اس عمامہ کے نیچے سر پر مڑی ہوئی ٹوپی پہنتے تھے، (المواھب مع زرقانی ص۹ جلد۵) اور شرح مواہب میں ہے کہ حضور ﷺ کا ایک عمامہ چھ گز اور ایک بارہ گز کا تھا، اور سعایہ میں ہے کہ ملا علی قاری نے اپنے رسالہ عمامہ میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے بعض حنفی علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ ہمیشہ جو عمامہ پہنتے تھے اس کا طول...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرض ادا کرنے کے بعد مقدار اللهم انت السلام الخ بیٹھنا یا یہ پڑھنا دونوں ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض اور سنت کے درمیان بمقدار اللهم انت السلام الخ بیٹھنا سنت ہے یا بعینہ اس دعا کا پڑھنا سنت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لعل مرجان کوہاٹ......۲۶/ رجب ۱۳۹۳ھ

(بقیہ حاشیہ) سات گز تھا اور جمعہ اور عیدین میں بارہ گز کا عمامہ باندھتے تھے، اور اس کی تائید علامہ جزری کے قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے تصحیح المصابیح میں ذکر کیا ہے، حتی اخبرنی من اثق به انه وقف علی شیئ من کلام الشیخ محی الدین النووی ذکر فیه انه علیه السلام کان له عمامة قصیرة و عمامة طویلة و ان القصیرة کانت سبعة ازرع و الطویلة اثنی عشر، حافظ ابن القیم نے زاد المعاد (ص ۲۷ جلد ۱) اور ملا علی قاری نے مرقاۃ اور مجد الشیر ازی وغیرہ ارباب السیر نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ جس طرح ٹوپی استعمال فرماتے تھے اسی طرح عمامہ بھی باندھتے تھے چنانچہ آپ ﷺ اکثر ٹوپی پہن کر اس پر عمامہ باندھتے تھے، نیز بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہنتے تھے اور بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ استعمال فرماتے تھے، اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ترمذی میں مرفوع روایت ہے: ان فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس، تو اس کا ایک جواب محدثین نے یہ ذکر کیا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے، اسناده لیس بالقائم اور منہاج السنن میں ہے کہ اس حدیث میں حضور ﷺ کی مراد اعتجار پر انکار ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے صرف حالت احرام میں برہنہ سر ہونا ثابت ہے اور عموماً آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ آپ کے سر مبارک پر عمامہ یا ٹوپی بھی رہتی تھی، اور یہ سنت ملائکہ ہیں، تفسیر ابن کثیر (ص ۴۲۳ جلد ۱) میں متعدد روایات اس بارے میں وارد ہیں، صحابہ کرام بھی ٹوپی یا عمامہ سے اپنے سروں کو ڈھانکتے تھے، عبداللہ بن عتیک اور عبداللہ بن عدی میں سے ہر ایک کے عمامے کا ذکر بخاری شریف میں آیا ہے اسی طرح کتب احادیث میں انس بن مالک، عمار بن یاسر اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام کے عمامے کا ذکر آیا ہے، نیز دوسرے صحابہ کرام کے عمامے پہننے اور شملہ چھوڑنے کی کیفیت تک کا تذکرہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے، تابعین اور تبع تابعین کے متعلق عمامے کا استعمال مروی ہے، ابن بطال مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے بیان فرمایا کہ انہوں نے یحیی بن سعید، ربیعہ اور ابن ہرمز رحمہم اللہ میں سے ہر ایک کو عمامہ باندھتے ہوئے پایا اور میں ربیعہ کی مجلس میں تھا ان میں اکتیس شرکاء تھے ہر ایک عمامہ باندھے ہوئے تھا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، قوم عمامے اور ٹوپی پر سجدہ کرتی تھی (بخاری ص ۵۶ جلد ۱)۔......(از مرتب)

الجواب: اسی مقدور کا فصل بھی سنت ہے، اور اللھم انت السلام یا دوسرے اذکار ماثورہ پڑھنا بھی سنت ہے، لثبوت کلیھما بالحدیث ﴿۱﴾. وھو الموفق

سنت اور فرض کے درمیان کھانا پینا یا باتیں کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صبح کی نماز میں فرض اور سنت کے درمیان یا نماز ظہر کی سنت اور فرض کے درمیان کھانا پینا اور باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس سے سنت کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی نصیب خان حسن خیل شمالی وزیرستان......۱۰/نومبر ۱۹۸۹ء

الجواب: فرائض اور سنن کے درمیان یہ امور منقص ثواب ہیں لیکن موجب اعادہ نہیں ہیں (شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص۴۵۷ جلد ۱)﴿۲﴾. وھو الموفق

نماز میں فوات خشوع کے خطرہ سے آنکھیں بند کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر توجہ اور خشوع بنانے کیلئے نماز میں دونوں آنکھیں بند رکھی جائیں تو اس میں کوئی قباحت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحلیم بقلم خود......۱۹۷۳ء/۱/۱۷

﴿۱﴾ وعن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول اللهﷺ اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام ومنک السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام رواه مسلم.
وعن ثوبان رضی الله عنه قال كان رسول اللهﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تباركت يا ذاالجلال والاكرام رواه مسلم.
(مشكوٰة المصابيح ص۸۸ جلد ۱ باب الذكر بعد الصلوٰة الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی: ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها، وقيل تسقط. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۰۳ جلد ۱ مبحث مهم فی الكلام علی الضجعة بعد سنن الفجر باب الوتر والنوافل)

الجواب: اگر آنکھیں کھولنے میں خشوع کے فوات کا خطرہ ہوتو بند کرنا جائز بلکہ بہتر ہے (شامی ص ۴۰۶ جلد ۱)﴿۱﴾. وھو الموفق

امام کے لئے پگڑی کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد کیلئے پگڑی کی کم از کم مقدار کتنی ہونی چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی صوابی......۱۹۶۹ء/ ۱۲/۵

الجواب: پیغمبر علیہ السلام کی پگڑی مختلف قسم کی تھی لیکن سنت ہر پگڑی سے ادا ہوتی ہے جیسا کہ قمیص اور چادر اور ازار جتنا بھی ہو اس سے سنت ادا ہوسکتی ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ موافق مقدار منقولہ کی ہو﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: وتغميض عينيه للنهي الا لكمال الخشوع. (قوله الالكمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤية ما يفرق الخاطر فلا يكره بل قال بعض العلماء انه الاولى وليس ببعيد حلية وبحر . (الدرالمختار على هامش ردالمختار ص ۴۷۷ جلد ۱ مطلب اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة اولى، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿۲﴾العمامة ما اعتم بالرأس ولاحدلها شرعاً نعم ذكر في شرح المواهب كانت له ﷺ عمامة قصيرة ستة اذرع وعمامة طويلة اثنا عشر ذراعاً وكما في الطبراني ولكن قال ابن حجر لا اصل له (مواهب ص ۹۹) وفي السعاية ذكر على القارى في رسالته في العمامة ذكر بعض علماء نا الحنفية ان العمامة التى كان يلبس دائما طولها سبعة اذرع والتى تلبس في الجمعة والعيدين طولها اثنتا عشرة ذراعا ويؤيده ما ذكره الجزرى في تصحيح المصابيح قد تتبعت الكتب وتطلبت من كتب السير والتواريخ لا قف على قدر عمامته ﷺ فلم اقف على شئ حتى اخبرنى من اثق به انه وقف على شئ من كلام الشيخ محى الدين النووى ذكر فيه انه عليه السلام كان له عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة اثنى عشر (مواهب) وقال الشيخ احمد عبد الجواد الدومى عن ابن القيم: لم تكن عمامته ﷺ كبيرة يوذى الرأس حملها ولا صغيرة لا تقى الرأس من حر ولا برد بل كانت وسطاً بين ذلك وخير الامور الوسط (اتحافات ص ۱۵۵). ......(ازمرتب)

عمامہ کے دوشملوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمامہ کے دو شملے چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حامد انور......۱۹۷۵ء/۳/۱۲

الجواب: بین الکتفین دوعذبہ (عذبة شملہ عمامہ) جائز ہیں ﴿۱﴾ (اشعة اللمعات شرح مشکواۃ). وھو الموفق

عمامہ کیلئے رومال کا استعمال اور مقدار عمامہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل رومال کا جو استعمال ہے کیا اس کو سر پر باندھنے سے عمامہ کی سنت ادا ہوگی؟ نیز از روئے احادیث عمامہ کی اقل مقدار اور اکثر مقدار کتنے گز تک ثابت ہے؟ نیز کیا عمامہ صرف امام کیلئے سنت ہے یا مقتدی اور منفرد کیلئے بھی؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب گل......۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ عمامہ پہننا ہر مسلمان کیلئے سنت ہے لثبوتها بالاحاديث القولية

﴿۱﴾ وفی المنهاج: وكما ثبت ارسال العذبة بين الكتفين كذلک ثبت ارسالها من الجانب الايمن نحو الاذن فی حديث امامة، اخرجه الطبرانی فی الكبير...... وكذلک ثبت ارخاء ها بين يدی المعتم ومن خلفه فی حديث عبد الرحمن بن عوف رواه ابو داؤد وفی اسناده شيخ مجهول وفی حديث ثوبان اخرجه الطبرانی فی الاوسط...... اعلم ان سدل الطرف الاسفل يسمى عذبة فی الاصطلاح واما غرز الطرف الاعلى وارساله من خلفه فيسمى عذبة لغة وهو ثابت فی رواية ابی الشيخ من رواية ابن عمر، كان رسول الله ﷺ يدير كور العمامة على راسه ويغرزها من وراءه ويرخی لها ذوابة بين كتفيه.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۲ جلد ۵ باب سدل العمامة بين الكتفين)

والفعلية كما لا يخفیٰ، اورفقہاء کرام نے اس کو مستحبات نماز میں شمار کیا ہے، کما فی شرح الکبیر ص ۳۲۴ ﴿ ۱ ﴾. اس میں امام اور غیر امام کا حکم یکساں ہے صرف امام کے ساتھ خاص ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے ﴿۲﴾۔ نیز واضح رہے کہ عمامہ ہر وہ کپڑا ہوتا ہے جو کہ سر پر پیچیدہ کیا جائے، کما فی التعلیق الممجد، اور یہ معنی رومال میں بھی موجود ہے، لہٰذا لغت عربی کی رو سے یہ عمامہ ہوگا، اگر چہ ہماری لغت میں اسے عمامہ نہیں کہا جاتا ہے اور چونکہ عمامہ کیلئے شرعا کوئی مقدار مقرر نہیں ہے لہٰذا رومال کے صغر سے کوئی نقص لازم نہ ہوگا، البتہ ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ پیغمبر ﷺ کا چھوٹا عمامہ سات شرعی گز تھا اور بڑا عمامہ بارہ شرعی گز تھا، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس خاص مقدار سے کم وبیش عمامہ مسنون نہ ہوگا، کما فی الرداء والازار ﴿۳﴾. فافهم ۔وهو الموفق

﴿ ۱ ﴾ قال العلامه حلبی: المستحب ان يصلی الرجل فی ثلثة اثواب ازار وقميص وعمامة ولو صلی فی ثوب واحد متوشحا به جميع بدنه كما يفعله القصار فی المقصرة جاز من غير كراهة...... ولكن فيه ترك الاستحباب.
(غنية المستملی ص ۳۳۷ فصل فيما يكره فی الصلاة)

﴿ ۲ ﴾ قال العلامه عبد الحئی اللكهنوی: وقد ذكروا ان المستحب ان يصلی فی قميص وازار وعمامة ولا يكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهة ذلك.
(عمدة الرعايه علی هامش شرح الوقايه ص ۱۹۸ جلد ۱ قبيل باب الوتر والنوافل)

وفی منهاج السنن: ان العمامة سنة ولها فضيلة مثل سائر السنن الزائدة واما روايات فضيلة الصلوٰة فيها خمسا وعشرين صلاة او سبعين صلاة وعشرة الاف حسنة فباطلة وموضوعة صرح به القاری وغيره.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۲ جلد ۵ باب سدل العمامة بين الكتفين)

﴿۳﴾ وفی منهاج السنن: والعمامة هی ما اعتم بالرأس ولا حد لها شرعا نعم ذكر فی شرح المواهب كانت له ﷺ عمامة قصيرة ستة اذرع عمامة طويلة اثنا عشر ذراعا وفی السعاية ذكر علی القاری فی رسالته فی العمامة ذكر بعض علماء نا الحنفية ان العمامة التی كان يلبس دائما طولها سبعة اذرع والتی تلبس فی الجمعة والعيدين ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

سجدہ میں جاتے ہوئے ہاتھ گھٹنوں پر رکھیں گے یا کھلے ہوئے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضور ﷺ قومہ سے سجدہ میں جاتے تو ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر جاتے یا کھلے ہاتھ؟ ہمارے لئے بہتر طریقہ کون سا ہے کہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جائیں یا کھلے ہاتھ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء/ ۸/ ۲۳

الجواب: سجدہ سے اٹھنے کے وقت ران یا گھٹنوں پر اعتماد کرنا حدیث اور فقہ سے ثابت ہے ﴿۱﴾ لیکن سجدہ کو جاتے وقت اعتماد کرنا ثابت نہیں، لہٰذا بلا عذر اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔ وھو الموفق

فرض کے بعد ذکر واذکار افضل ہیں یا سنت پڑھنے کے بعد؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب کی نماز کے بعد

(بقیہ حاشیہ)طولها اثنتا عشرة ذراعا ويويده ما ذكر الجزري في تصحيح المصابيح قد تتبعت الكتب وتطلبت من كتب السير والتواريخ لا قف على قدر عمامته ﷺ فلم اقف على شئ حتى اخبرني من اثق به انه وقف على شئ من كلام الشيخ محي الدين النووي ذكر فيه انه عليه السلام كان له عمامة قصيرة وعمامة طويلة وان القصيرة كانت سبعة اذرع والطويلة اثنى عشر انتهى.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۳۷ جلد ۱ باب مافي المسح على الجوربين والعمامة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي: ويكره للنهوض على صدور قدميه بلا اعتماد وقعوده استراحة، قال ابن عابدين: (قوله بلا اعتماد) اى على الارض قال في الكفاية اشار به الى خلاف الشافعي في موضعين احدهما يعتمد بيديه على ركبتيه عندنا وعنده على الارض والثاني الجلسة الخفيفة قال شمس الائمة الحلواني الخلاف في الافضل حتى لو فعل كما هو مذهبنا لا بأس به عند الشافعي ولو فعل كما هو مذهبه لا بأس به عندنا كذا في المحيط.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص۳۷۴ جلد ۱ باب آداب الصلاة)

تین چار دفعہ کلمہ شریف آیۃ الکرسی وغیرہ پڑھی پھر دعا مانگی اس کے بعد سنت ادا کی کیا یہ صحیح ہے یا فرض کے بعد فوراً سنت ادا کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی شاہ......۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: سنت کے بعد افضل ہے ﴿۱﴾ البتہ فرض کے بعد متصل بھی جائز ہے۔ وھو الموفق

امام کیلئے ربنا لک الحمد پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام سمع الله لمن حمده کے بعد ربنا لک الحمد پڑھے گا یا نہیں؟ اگر پڑھ لے تو نماز میں فرق آتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق پوسٹ بکس نمبر ۱۱۴۲۱ جدہ سعودی عرب......۱۹۸۵ء/۱۰/۳۱

الجواب: امام سمع الله لمن حمده کے بعد ربنا لک الحمد پڑھ سکتا ہے، ہمارے مذہب میں یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے اس میں توسع ہے بہت سے فقہاء نے پڑھنے کو راجح قرار دیا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

امام سے عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے کا مطالبہ درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص لوگوں کے روبرو یہ بات کہدے کہ پگڑی سر پر باندھنا سنت رسول ہے، اور جو علماء سر پر پگڑی نہیں باندھتے وہ لعنتی اور خبیث

﴿۱﴾ قال العلامه حسن بن عمار الشرنبلالي: قال الكمال عن شمس الائمة الحلواني انه قال لابأس بقراءة الاوراد بين الفريضة والسنة فالاولىٰ تاخير الاوراد عن السنة، فهذا ينفي الكراهة. (مراقي الفلاح شرح نور الايضاح ص ۳۱۲ فصل في صفة الاذكار)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين: (قوله لغيره) اى لمؤتم ومنفرد لكن سيأتي ان المعتمد ان المنفرد يجمع بين التسميع والتحميد وكذا الامام عندهما وهو رواية عن الامام جزم بها الشرنبلالي في مقدمته. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۵۳ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

ہیں اس کہنے والے کا کیا حکم ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں اکثر علماء سر پر پگڑی نہیں باندھتے بلکہ اکثر ٹوپی اور قراقلی پہنتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزاق پی او ایف واہ کینٹ......۱۹۹۱ء/۱/۹

الجواب: عمامہ پہننا سنت رسول ﴿۱﴾ اور سنت ملائکہ ہے ﴿۲﴾ اور اس کا پہننا ہر مسلمان کیلئے سنت زائدہ اور مستحب ہے ﴿۳﴾ علماء کرام یا ائمہ کرام کے ساتھ اس کا خاص کرنا غلطی ہے ﴿۴﴾ البتہ

﴿۱﴾ فی منهاج السنن: ان العمامة سنة ولها فضيلة مثل سائر السنن الزائدة واما روايات فضيلة الصلوٰة فيها خمساً وعشرين صلاة او سبعين صلاة وعشرة آلاف حسنة فباطلة وموضوعة صرح به القاري وغيره، وتمام هذه المسائل في التحفة الاحوذي.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۱۲ جلد۵ باب سدل العمامة بين الكتفين)

﴿۲﴾ قال العلامه حافظ ابن كثير: (قوله من الملائكة مسومين) قال معلمين وكان سيما الملائكة يوم بدر عمائم سود ويوم حنين عمائم حمر وروى من حديث حصين بن مخارق عن سعيد عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس قال لم تقاتل الملائكة الا يوم بدر...... عن ابن عباس قال كان سيما الملائكة يوم بدر عمائم بيض قدارسلوها في ظهورهم ويوم حنين عمائم حمر ......حدثنا هشام بن عروة عن يحيٰ بن عباد ان الزبير رضى الله عنه كان عليه يوم بدر عمامة صفراء مقجرابها فنزلت الملائكة عليهم عمائم صفر.

(تفسير ابن كثير ص۵۲۳ جلد۱ سوره آل عمران آيت۱۲۵)

﴿۳﴾ قال في شرح الوقايه: السنة ما واظب النبي عليه السلام عليه مع الترك احيانا فان كانت المواظبة المذكورة على سبيل العبادة فسنن الهدىٰ وان كانت على سبيل العادة فسنن الزوائد كلبس الثياب والاكل باليمين وتقديم الرجل اليمنىٰ في الدخول ونحو ذلك.

(شرح الوقايه ص ۶۹ جلد۱ الولاء والتيامن في الوضوء كتاب الطهارة)

﴿۴﴾ قال العلامه حسن بن عمار بن على: والمستحب ان يصلى في ثلاثة اثواب ازار وقميص وعمامة وقال الزيلعي والافضل ان يصلى في ثوبين لقوله عليه السلام اذا كان لاحدكم ثوبان فليصل فيهما يعنى مع العمامة لانه يكره مكشوف الرأس.

(امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۲۲۹ باب شروط الصلوٰة واركانها)

کپڑے یا چمڑے کی ٹوپی پر کفایت کرنا بھی جائز ہے ﴿۱﴾ اور جو شخص عمامہ کو بالکلیہ ترک کردے یا استخفاف اور قلت مبالات کی وجہ سے ترک کردے یا تکاسل کی وجہ سے ترک کردے، تو وہ حدیث بیہقی لعنتهم ولعنهم الله وكل نبيي يجاب والتارک لسنتی کی بناپر ملعون ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

نوٹ:...... ماحول اور معاشرہ کے تاثر سے سنت رسول ترک کرنا اضعف ایمان کی علامت ہے۔ فقط

﴿۱﴾ وقال فی منهاج السنن: فی الغرائب رجل صلی مع قلنسوة وليس فوقها عمامة او شئ آخر يكره وما ذكره الفردوس الديلمي عن جابر ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بلا عمامة، وبالجملة ان ترک العمامة ترک الاولیٰ نعم جاز ترک مألايكون مطلوباً شرعا عند مصلحة العوام.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۲۵ جلد ۲ باب ماجاء فی الصلوٰة فی الثوب الواحد)

﴿۲﴾ وقال فی منهاج السنن: ذكر العلی القاری ايضا والمجد الشيرازی وغيرهما من ارباب السيران النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان يلبس القلانس تحت العمائم وبغير العمائم ويلبس العمائم بغير القلانس انتهیٰ، فان قيل قد روی الترمذی مرفوعا ان فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس قلنا قال الترمذی اسناده ليس بالقائم وقيل قصده صلی اللہ علیہ وسلم الانكار على الاعتجار. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۷ جلد ۱ باب ماجاء فی المسح على الجوربين والعمامة)

قال العلامه عبد الحئی اللكهنوی: وقد ذكروا ان المستحب ان يصلی فی قميص وازار وعمامة ولايكره الاكتفاء بالقلنسوة ولا عبرة لما اشتهر بين العوام من كراهته ذلک.

(عمدة الرعايه على هامش شرح الوقايه ص ۱۹۸ جلد ۱ قبيل باب الوتر النوافل)

باب تسوية الصفوف

کیا اکیلا نابالغ بالغین کی صف میں کھڑا ہوگا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب بالغین کی صف میں جگہ موجود ہو تو کیا نابالغ جب اکیلا ہو بالغین کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کرک استادبھرت بنوں......۲۰/۱۱/۱۹۷۵ء

الجواب: یہ نابالغ بالغین کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے، کما فی الدر المختار ﴿۱﴾ . وھو الموفق

اگلی صف میں جگہ قبضہ کرنے اور مصحف کو پشت کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ ایک شخص کیلئے مسجد کی صف اول میں رومال یا ٹوپی رکھ کر جگہ قبضہ کرنا کیسا ہے؟ (۲) اگلی صف میں نمازی بیٹھے ہیں زید پیچھے صف میں بیٹھ کر قرآن مجید میں تلاوت کرتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کی پشت قرآن مجید کی طرف ہوتی ہے کیا زید کا یہ طریقہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن، حمید علی پارک اچھرہ لاہور......۸/۹/۱۹۸۷ء

الجواب: (۱) یہ ممنوع نہیں ہے البتہ کسی کو اپنے مقام سے اٹھانا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔

﴿۱﴾ قال الحصکفی ثم الصبیان ظاهره تعددهم فلو واحدا دخل الصف. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۲۲ جلد ۱ مطلب فی الکلام علی الصف الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین : (قوله ولیس له) قال فی القنیة له فی المسجد موضع معین یواظب علیه وقد شغله غیره قال الاوزاعی له ان یزعجه ولیس له ذلک عندنا، ای لان المسجد لیس ملکا لاحد بحر عن النهایة قلت...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

(۲) قرآن مجید اور کتب دینیہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے، پشت کرنا مکروہ نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

سخت دھوپ کی وجہ سے صف اول چھوڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں ایک حصہ پر چھت اور جنوبی حصہ بغیر چھت کا ہے اب ایک بزرگ عالم دین لوگوں کو زبردستی دھوپ میں پہلی صف میں شمولیت پر مجبور کرتے ہیں کہ صف اول کی فضیلت زیادہ ہے جبکہ دھوپ بھی شدید ہے تو اس صورت میں مقتدی کیا کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل حلیم بونیر......۲۹/۷/۸۷

الجواب: جب سخت دھوپ کی وجہ سے ترک جماعت جائز ہے ﴿۲﴾ تو صف اول چھوڑنا بطریق اول جائز ہوگا، البتہ جب دھوپ قابل برداشت ہو تو صف اول کی فضیلت حاصل کرنا چاہئے، لان من ابتلى ببليتين فليختر اهونهما. فافهم

(بقيه حاشيه) وينبغي تقييده بما اذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ولا سيما اذا وضع فيه ثوب لتحقق سبق يده تأمل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۹۰ جلد ۱ قبيل باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ وفي الهنديه: مد الرجلين الى جانب المصحف ان لم يكن بحذائه لا يكره وكذا لو كان المصحف معلقا في الوتدوهو قد مد الرجل الى ذلك الجانب لا يكره كذا في الغرائب.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۳۲۲ جلد۵ الباب الخامس في آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: ولا (يجب الجماعة) على من حال بينه وبينها مطر وطين وبرد شديد قال العلامةابن عابدين رحمه الله: (قوله وبرد شديد) لم يذكرا لحر الشديد ايضا ولم ارمن ذكره من علمائنا ولعل وجهه ان الحر الشديد انما يحصل غالبا في صلاة الظهر وقد كفينا مونته بسنية الابراد نعم قد يقال لو ترك الامام هذه السنة وصلى في اول الوقت كان الحر الشديد عذر تأمل.

(ردالمحتار ص ۴۱۱ جلد ۱ باب الامامة)

قسم میں حانث ہونے والے کے ساتھ صف میں نماز پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بعد از نماز جمعہ مسجد میں حلف اٹھایا کہ فلاں کام کو کروں گا، اب وہ قسم کے خلاف کرے اور وہ کام نہ کرے، کیا اس کے ساتھ نماز باجماعت ایک صف میں جائز ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: زردار خان حویلیاں ہزارہ......۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۴

الجواب: اہل سنت والجماعت کا یہ مسلک ہے کہ گناہ کی وجہ سے نیکی کو نقصان نہیں پہنچتا ﴿۱﴾ اور گناہ کی وجہ سے کسی کا نیک کام سے روکنا گناہ ہے، لہٰذا اس خلاف وعدہ ہونے والے آدمی کی نماز درست ہے اور اس کو مسجد آنے سے روکنا اور صف سے نکالنا بڑا گناہ ہے اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ فساق کے ساتھ تعلقات قطع کرنا چاہئے تاکہ وہ واپس اور تائب ہو جائے۔ فقط

مسجد بھرنے پر سڑک کے پار صفوف بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اگر مسجد نمازیوں سے بھر جائے اور مسجد کی

﴿۱﴾ قال الامام نعمان بن ثابت: نقول المسئلة مبينة مفصلة: من عمل حسنة بشرائطها خالية عن العيوب المفسدة والمعانی المبطلة ولم يبطلها حتى خرج من الدنيا فان الله تعالیٰ لا يضيعها بل يقبلها منه ويثيبه عليها وماكان من السيئات دون الشرک والكفر ولم يتب عنها حتى مات مؤمنا فانه فی مشيئة الله تعالیٰ ان شاء عذبه وان شاء عفاعنه ولم يعذبه بالنار ابداً، قال الملا علی قاری فی شرحه: وفی اقتصار حكم الامام الاعظم رحمه الله على الرياء والعجب دون سائر الآثام اشعار بان باقی السيئات لا تبطل الحسنات بل قال الله تعالیٰ: ان الحسنات يذهبن السيئات وذلک للحديث القدسی سبقت رحمتی غضبی.
(شرح القاری على الفقه الاكبر ص۷۷، ۷۸ الطاعات بشروطها مقبولة الخ)

مشرقی جانب متصل چودہ فٹ سڑک ہے لوگ اس فاصلہ کو چھوڑ کر اس پار صفوف بناتے ہیں ان لوگوں کے اقتداء کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد وزیر بٹگرام ہزارہ.....۲۳/صفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: ان لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فاصلہ کو پر کر کے نماز ادا کریں ورنہ ان کا اقتدا درست نہ ہوگا، لمافی الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۴۷ جلد ۱ ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة او نهر...... لیسع صفین فاکثر الا اذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا ﴿۱﴾ ہاں عیدگاہ میں اگر فاصلہ رہ جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے، لمافی الهندیه ص ۸۷ جلد ۱ ﴿۲﴾. وهو الموفق

صفوف میں شیوخ، نوجوانوں، بچوں اور عورتوں کی ترتیب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں صفوف بنانے میں پہلی صف میں بڑی عمر والے پھر نوجوان پھر بچے اور آخر میں عورتیں کھڑی ہوں گی، اس کا شرعی ثبوت کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ولی اللہ تبوک سعودی عرب.....۲۰/ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: یہ مسئلہ درست ہے حدیث شریف میں وارد ہے، لیلنی منکم اولوا الاحلام والنهیٰ ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم (رواه مسلم) ﴿۳﴾ پس اہل علم اور اہل

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۳ جلد ۱ باب الامامة مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الراویة)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: وفی مصلی العید الفاصل لا یمنع الاقتداء وان کان یسع فیه الصفین او اکثر. (فتاویٰ هندیه ص ۸۷ جلد ۱ الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لایمنع)

﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۹۸ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الاول)

عقل درجہ بدرجہ صفوف بنائیں گے، مثلاً اولاً مرد بالغ ثانیاً نابالغ وغیر ذلک ﴿۱﴾ . وھو الموفق

پچھلی صف میں اکیلے کھڑے ہوکر آگے صف سے نمازی کا پیچھے صف میں لانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب اگلی صف بھر جائے اور پیچھے ایک ہی نمازی آئے دوسرے کے آنے کی امید نہ ہوتو اس صورت میں آگے صف سے کسی نمازی کو کھینچ کر پیچھے لانا ضروری ہے یا نہیں، نیز اگر ایسا نہ کریں تو اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی ......۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس زمانے میں بہتر یہ ہے کہ تنہا کھڑا ہوا جائے، فليراجع الى الشرح الكبيرى ص ۳۱۷ ﴿۲﴾ وردالمحتار ص ۶۰۵ جلد ۱ ، ناقلاً عن القنيه، اور بعض فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر صف میں کوئی سمجھدار آدمی ہو تو اس کو کھینچے ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے (ردالمحتار ص ۶۰۵ جلد ۱) ﴿۳﴾ اور اصل حکم کے متعلق تصریح نہیں ملی، لیکن بظاہر کراہت تنزیہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فرجہ کے موجود ہونے کے باوجود جب پیغمبر علیہ السلام نے اعادہ کا حکم نہیں دیا، تو فرجہ کے نہ ہونے کے وقت امر سہل ہوگا۔فقط

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله : الرجال ثم الصبيان ثم الخناثى ثم النساء .
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۲ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحلبى رحمه الله: والقيام وحده اولى فى زماننا لغلبة الجهل على العوام فاذاجره يفسد صلوته انتهىٰ. (الشرح الكبير ص ۳۴۹ فصل فى بيان ما الذى يكره فعله فى الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: وقد منا كراهة القيام فى صف فيه فرجة بل يجذب احدامن الصف ذكره ابن الكمال لكن قالوا فى زماننا تركه اولىٰ فلذا قال فى البحر يكره وحده الا اذا لم يجد فرجة (قوله وقد منا) اى فى باب الامامة عند قوله ويصف الرجال حيث قال ولو صلى على رفوف المسجدان وجد فى صحنه مكانا كره كقيامه فى صف خلف صف فيه فرجة، ولعله يشير بذلك الى انه لو لا العذر المذكور كان انفراد المأموم مكروها (قوله لكن قالوا) القائل صاحب القنية فانه.....(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

امام کے پیچھے صف پوری ہوکر دوسری صف میں اکیلا کھڑا ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیش امام کے پیچھے ایک صف اگر پوری ہو جائے تو دوسری صف میں مقتدی اکیلا کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سلیم صدیقی پوسٹ بکس نمبر ٦٣٠ مسقط عمان......١٩٧٤ء/١١/٥

الجواب: صف میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ ہے ﴿١﴾ لیکن نماز درست ہوتی ہے، لحدیث زادک الله حرصاً ولا تعد ﴿٢﴾ ولم یامره بالاعادة ههنا ﴿٣﴾. فافهم. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) عزا الی بعض الکتب اتی جماعة ولم یجد فی الصف فرجة قیل یقوم وحده ویعذر وقیل یجذب واحداً من الصف الی نفسه فیقف بجنبه والاصح ماروی هشام عن محمد انه ینتظر الی الرکوع فان جاء رجل والاجذب الیه رجلا او دخل فی الصف ثم قال فی القنیة والقیام وحده اولیٰ فی زماننا لغلبة الجهل علی العوام فاذا جره تفسد صلاته.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص٤٧٨ جلد١ باب من یفسد الصلاة ومایکره فیها)

﴿١﴾ قال العلامه حصکفی: وقد منا کراهة القیام فی صف خلف صف فیه فرجة للنهی وکذا القیام منفرداً وان لم یجد فرجة بل یجذب احداً من الصف ذکره ابن الکمال لکن قالوا فی زماننا ترکه اولیٰ. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص٤٧٨ جلد١ باب مکروهات الصلاة)

﴿٢﴾ وعن ابی بکرة انه انتهیٰ الی النبی ﷺ وهو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف ثم مشی الی الصف فذکر ذلک للنبی ﷺ فقال زادک الله حرصا ولا تعد رواه البخاری.

(مشکواة المصابیح ص ٩٩ جلد ١ الفصل الاول باب الموقف)

﴿٣﴾ قال العلامه علی بن سلطان محمد: ذهب الجمهور الی ان الانفراد خلف الصف مکروه غیر مبطل وقال النخعی وحماد وابن ابی لیلی ووکیع واحمد مبطل والحدیث حجة علیهم فانه علیه السلام لم یأمره بالاعادة ولو کان الانفراد مفسداً لم تکن صلاته منعقدة لاقتران المفسد بتحریمتها.

(مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ص ١٨٥ جلد٣ قبیل الفصل الثانی باب الموقف)

مسجد میں نماز ادا کرنے والے کے آگے مسجد سے باہر یا اندر گزرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد کے اندر یا صحن میں نماز ادا کر رہا ہے اور دوسرا شخص مسجد سے دور سامنے گزر گیا، کیا وہ گنہگار ہوگا؟ نیز مسجد اور غیر مسجد کا کوئی فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ......۳۰/۳/۷۴

الجواب: محقق ابن الہمام نے اس کو مختار کیا ہے کہ مسجد اور غیر مسجد میں فرق نہیں ہے یعنی مسجد میں بھی کچھ دور (ای مالایقع علیه بصر المصلی الخاشع) گزرنا جائز ہے (کمافی فتح القدیر ص ۲۸۸ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صف اول میں سنتیں شروع کر کے جماعت کھڑی ہو جائے تو یہ شخص کیا کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی صف اول میں سنتیں پڑھنا شروع کرے اور کچھ دیر بعد جماعت کھڑی ہو جائے، اب جبکہ صف ایک ہی ہے اب یہ شخص اس صف میں سنتیں پورا کر کے جماعت کے ساتھ شامل ہو جائے یا سنتیں ترک کر کے پیچھے ہٹ کے سنت پڑھ کر پھر فرض جماعت میں شریک ہو جائے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغنی......۳/ جون ۱۹۷۵ء

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام : وفی النهاية الاصح انه ان كان بحال لو صلی صلاة الخاشعين نحو ان يكون بصره فی قيامه فی موضع سجوده وفی موضع قدميه فی ركوعه والی ارنبة انفه فی سجوده فی حجره فی قعوده والی منكبه فی سلامه لا يقع بصره علی المار لا يكره ومختار السرخسی مافی الهدايه وما صحح فی النهاية مختار فخر الاسلام رجحه فی النهاية. (فتح القدير ص ۳۵۴ جلد ۱ باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

الجواب: سنت پڑھ کرامام کے ساتھ شریک ہوجائے (ردالمحتار) ﴿۱﴾. وهو الموفق

صفوں میں ٹخنوں اور کندھوں کوملانے سے مراد محاذات ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں ٹخنے اور کندھے ملا کر کھڑا ہونا چاہئے یا بغیر کندھے ملائے ہوئے کھڑا ہونا چاہئے؟ حالانکہ ان دونوں کو بیک وقت ملانا مشکل ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حیدر چارسدہ

الجواب: صفوف کو سیدھا رکھنا مطلوب ہے اور جن روایات میں کعب کو کعب سے، منکب کو منکب سے اور رکبۃ کو رکبۃ سے ملانے کا حکم وارد ہے اس سے مراد محاذات ہے نہ کہ معنی حقیقی مراد ہے، لانها متعذر فی آنٍ واحد، فافهم ﴿۲﴾ وفی البحر ص ۳۵۳ جلد ۱ وينبغی للقوم اذا قاموا الی الصلوٰة ان يتراصوا ويسدوا الخلل ويسووا بين مناكبهم فی الصفوف ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: قال فی شرح المنية والا وجه ان يتمها لانها ان كانت صلاة واحدة فظاهر الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۵۲۸ جلد ۱ قبيل مطلب فی كراهة الخروج من المسجد بعد الاذان باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: واما الزاق المنكب بالمنكب والركبة بالركبة والكعب بالكعب فالمراد منه المحاذاة دون المعنى الظاهر بدليل مارواه ابوداؤد وحاذوا بين المناكب وحاذوا بالاعناق...... واما ما يفعله اهل الظاهر من حمل الا لزاق على الحقيقة فلا سلف لهم فيه على ان الزاق الكعب بالكعب والركبة بالركبة والمنكب بالمنكب حقيقة فی وقت واحد عسير جداً بل محال.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۱۰۳ جلد۲ باب ماجاء فی اقامة الصفوف)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص۳۵۳ جلد ۱ باب الامامة)

بلاضرورت صفوف کو چھوڑ کر امام سے دور کھڑا ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد میں آ کر امام کی اقتدا میں نیت باندھ لیتا ہے اور صف کو چھوڑ کر اکیلا کھڑا ہوتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم پشاور شہر

الجواب: اگر یہ شخص صفوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتدا کرتا ہے تو اس کی نماز جائز خلاف اولیٰ ہے، کما فی الهنديه ص ۸۸ جلد ۱ ولو اقتدیٰ بالامام فی اقصی المسجد والامام فی المحراب فانه يجوز كذا فی شرح الطحاوی وان قام علی سطح داره المتصل بالمسجد لا يصح اقتداءه ﴿۱﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۸ جلد ۱ الفصل الرابع فی بيان مايمنع صحة الاقتداء وما لا يمنع)

باب الامامة

فصل فی الجماعة

تارک الجماعة فاسق ومنافق ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں روزانہ اذان دی جاتی ہواور گاؤں کے لوگ اذان سن کر حاضر نہ ہوتے ہوں اوراذان کے مطلب ومقصد سے بھی واقف ہوایسے لوگوں کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نذیر عباسی ساکن ڈھیر آزاد کشمیر...۲۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: تارک الجماعۃ فاسق ﴿۱﴾ اور منافق ہے ﴿۲﴾ ۔وھوالموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجيم: وذكر في غاية البيان معزيا الى الاجناس ان تارك الجماعة يستوجب اساءة ولا تقبل شهادته اذا تركها استخفافا بذلك ومجانة اما اذا تركها سهوا او تركها بتاويل بان يكون الامام من اهل الاهواء او مخالفا لمذهب المقتدى لا يراعي مذهبه فلا يستوجب الاساءة وتقبل شهادته.

(البحر الرائق ص ۳۴۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن مسعود قال لقد رائيتنا وما يتخلف عن الصلاة الا منافق قد علم نفاقه او مريض ان كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة وقال ان رسول الله ﷺ علمنا سنن الهدىٰ وان من سنن الهدىٰ الصلاة في المسجد الذي يوذن فيه.

(مشكواة المصابيح ص ۹۶ جلد ۱ باب الجماعة الفصل الثالث)

کسی فاسق وفاجر کونماز باجماعت سے منع نہیں کیا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بدعی طلاق یعنی طلاق ثلاثہ دی ہیں جس کے متعلق تمام علماءکرام علاقہ کشمیر نے زوج سے زوجہ کی علیحدگی کا حکم صادر کردیا،لیکن وہ دونوں پشاور چلے گئے اور وہاں مقیم ہوکراکٹھے رہتے ہیں اور زنا میں مبتلا ہیں ان سب باتوں کااس شخص کے والد نے بھی اقرار کیا ہےاورنماز ظہر کے بعدامام کے پوچھنے پرکہا کہ میں ان کے ساتھ غمی شادی میں شریک ہوں اور تعلق رکھتا ہوں اوران کے ہاں آنا جانا ہوتا ہےتو امام مسجد نے نماز کااعادہ کیااوراس کے والدکوکہا کہ جب تک آپ نے اپنے بیٹے سے تعلق نہیں چھوڑا ہومسجد باجماعت کوحاضری مت کرو،اس شخص نے دوسری مسجد جا کرنماز پڑھنی شروع کی،اس دوسری مسجد کے امام نے کہا کہ آپ کی نماز جائز ہےآپ صرف والد ہونے کے ناطے کافرنہیں بن گئے ہیں اب اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:صاحب حق کانگڑہ شبقدرفورٹ پشاور.....۲۰/جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: اس طلاق دینے والے کےوالدکونماز باجماعت یامسجد سےمنع کرنا حرام ہےاللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیها اسمه ﴿۱﴾ وقال ارءیت الذی ینهیٰ عبداً اذا صلیٰ﴿۲﴾ وایضاً ما منع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الثلثة الذین خلفوا عن المسجد والجماعة ﴿۳﴾ ، نیزاس کام کااعادہ سراسرلاعلمی کامظاہرہ ہےاورایسی تعزیرکاپوراکرنا مشکل ہی مشکل ہے کیونکہ فسق وفجورصرف زنانہیں ہے جوا،شراب پینا،سودکرنا،داڑھی حلق کرنا،نماز باقاعدہ

﴿۱﴾ (سورۃ البقرۃ پارہ: ۱ آیت: ۱۱۴ رکوع: ۱۴)

﴿۲﴾ (سورۃ العلق پارہ: ۳۰ آیت: ۹،۱۰ رکوع: ۲۱)

﴿۳﴾ (الصحیح البخاری ص ۶۳۵ جلد۲ باب حدیث کعب بن مالک کتاب المغازی)

نہ پڑھنا یہ تمام کے تمام موجب فسق ہیں تو ان کو مسجد سے اور جماعت سے کیوں منع نہیں کرتے ہیں، مختصر یہ کہ دوسرا امام حق بہ جانب ہے اور اس شخص پر (والد) نیز تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس زانی سے تعلقات قطع کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

حدیث: من ام قوما وھم له کارھون اور صلوا خلف کل بر وفاجر میں تطبیق

سوال: ما یقول العلماء الراسخون فی هذه المسئلة ان الامام اذا صار فاسقا بعد ما تقلدوه عادلاً هل یستحق العزل، وهل یجوز لاهل الحل والعقد من اهل المحلة ان یعزلوه استدلالا بقوله علیه السلام لا یقبل صلوٰة من ام قوما وهم له کارهون؟ وبعضهم یقولون یجوز الصلوٰة خلفه ولا یستحق العزل استدلالا بقوله علیه السلام صلوا خلف کل بر وفاجر ،فما التطبیق بین الحدیثین؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید حبیب شاہ معرفت شیخ الحدیث مولانا محمد احمد صاحب شیر گڑھ ۱۹۷۳ء/۳/۱۹

الجواب: اعلم ان الصلوٰة جائزة خلف الفاسق لقوله علیه السلام صلوا خلف کل بر وفاجر (الحدیث) ﴿۲﴾ لکنها مکروهة تحریماً کما فی منحة الخالق علی

﴿۱﴾ قال القاری علی بن سلطان محمد: رخص للمسلم ان یغضب علی اخیه ثلاث لیال لقلته ولا یجوز فوقها الا اذا کان الهجر ان فی حق من حقوق الله تعالیٰ فیجوز فوق ذلک...... واجمع العلماء علی ان من خاف من مکالمة احد وصلته ما یفسد علیه دینه او یدخل مضرة فی دنیاه یجوز له مجانبته وبعده ورب صرم جمیل خیر من مخالطة تؤذیه...... فان هجرة اهل الاهواء والبدع واجبة علی مر الاوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع الی الحق، فانه ﷺ لما خاف علی کعب بن مالک واصحابه النفاق حین تخلفوا عن غزوة تبوک امر بهجر انهم خمسین یوماً. (مرقاة المفاتیح شرح مشکواة ص ۷۵۹ جلد ۸ باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات)

﴿۲﴾ (اخرجه البیهقی کتاب الجنائز باب الصلوٰة علی من قتل نفسه غیر مستحل لقتلها (ص ۱۹ جلد ۴) والدار القطنی باب صفة من تجوز الصلاة......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ھامش البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ ، قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة التحریم انتہیٰ ﴿۱﴾ قلت وھذا عند وجود غیر الفاسق لما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة کما لا یخفیٰ ﴿۲﴾ وجاز عزلہ عند عدم الفتنة کما یدل علیہ ما فی ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ۱ واذا قلد عدلا ثم جار وفسق لا ینعزل ولکن یستحب العزل ان لم یستلزم فتنة انتہیٰ ﴿۳﴾ قلت وجہ الدلالة واضحة لان امام الحی ادون حالا من الامام الکبیر وقلت ایضا ھذا عند تحقق الامام الغیر الفاسق والافلا ضیر فیہ فافھم. وھو الموفق

کن صورتوں میں ترک جماعت جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ذیل میں مندرج صورتوں میں انسان مسجد جا کر نماز باجماعت پڑھے یا گھر میں رہ کر انفراداً ادا کرے؟ (۱) زوجہ کو خاوند کی غیر موجودگی میں ضرر پہنچنے کا غالب گمان ہے۔ (۲) زوجہ کو خاوند کی عدم موجودگی میں ایذاء پہنچنے کا شک وتردد ہے۔ (۳) زوجہ کو خاوند کی عدم موجودگی میں محض طبیعت کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ (۴) کسی سے وعدہ پورا کرنے کا وقت ہے۔

(بقیہ حاشیہ) معہ والصلاة علیہ ص۵۷ جلد۲ وبنحوہ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر رقم: ۱۳۶۲۲ (حاشیہ امداد الفتاح ص ۲۴۴ بیان من تکرہ امامتھم) وعن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ الجھاد واجب علیکم مع کل امیر برا کان اوفاجرا وان عمل الکبائر والصلاة واجبة علیکم خلف کل مسلم برا کان او فاجرا وان عمل الکبائر ...... رواہ ابوداؤد. (مشکواة المصابیح ص ۱۰۰ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی ھامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

(۵) سخت معذور ہے مسجد میں ستر وغیرہ ظاہر ہوتا ہے، تفصیلی جواب سے نواز کر ممنون بناویں۔ بینوا توجروا
المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈیرہ اسماعیل خان......۱۹۷۲ء/۲/۲۵

الجواب: اول اور آخری صورت میں ترک جماعت جائز ہے ﴿۱﴾۔ فقط

صحت اقتدا کیلئے امام کی رضامندی شرط نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام اپنے مقتدیوں سے تنخواہ کا مطالبہ کرے اور کہہ دے کہ جو شخص تنخواہ دینے سے انکاری ہے وہ میرے پیچھے نماز نہ پڑھے، شریعت کی رو سے اس بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: غنی الرحمٰن ارمڑ پایان نوشہرہ

الجواب: امامت کے عوض اجرت (تنخواہ) دینا اور لینا جائز ہے ﴿۲﴾ البتہ کسی امام کے پیچھے اقتدا کی صحت کیلئے اس امام کی رضامندی شرط نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

انفراداً نماز عصر پڑھی تو جماعت سے دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص انفراداً عصر کی نماز ادا

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولا على من حال بينه وبينها مطر وطين وبرد شديد وظلمة كذلك وريح ليلا لا نهارا وخوف على ماله او من غريم او ظالم او مدافعة احد الاخبثين، قال ابن عابدين (قوله او ظالم) يخافه على نفسه او ماله.
(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۱۱ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقة والامامة والاذان.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳۸ جلد ۵ باب الاجارة الفاسدة)

﴿۳﴾ قال الحصكفي: والامام ينوى صلاته فقط ولا يشترط لصحة الاقتداء نية امامة المقتدى بل لنيل الثواب عند اقتداء احدبه قبله كما بحثه فى الاشباه.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳۱۲ جلد ۱ مبحث النية باب شروط الصلاة)

کرتا ہے جبکہ اس کو جماعت کے ہونے یا نہ ہونے کی متعلق کچھ معلوم نہیں ہے، اب یہ شخص ایک جماعت پر جو عصر پڑھ رہے ہیں گزرتا ہے تو یہ شخص یہ نماز ان کے ساتھ دوبارہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعداللہ خان فیروز سنز لیبارٹریز نوشہرہ......۲۳/ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: جو شخص نماز عصر ایک بار پڑھے خواہ انفراداً ہو یا اجتماعاً وہ دوبارہ نماز عصر نہیں پڑھ سکتا ﴿۱﴾ (شامی)۔ وھو الموفق

مسجد حرام اور مسجد نبوی میں حنفی کا شوافع کے پیچھے اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ اپنے گاؤں میں ایک نئی بات کا شکار ہو رہے ہیں یہاں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارے یعنی حنفی المسلک مسلمانوں کی نماز بیت اللہ شریف اور حرم نبوی ﷺ میں اس امام کے پیچھے جو شافعی المسلک ہو نہیں ہوتی، جبکہ ہم تمام نے ان کے پیچھے نمازیں ادا کی ہیں، فتویٰ کا طالب ہوں سند کے ساتھ جلدی ارسال فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: الحاج حافظ محمد اسماعیل......۱۹۷۳ء/۲/۱۵

الجواب: اگر امام (جو مخالف فی الفروع ہو) سے مفسد صلوٰۃ متحقق نہ ہوا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ نہیں ہے، یدل علیه ما فی ردالمحتار ص ۵۲۶ جلد ۱ وفی حاشیة الاشباه للخیر الرملی الذی یمیل الیه خاطری القول بعدم الکراهة اذا لم یتحقق منه مفسد انتهیٰ ﴿۲﴾ یقول العبد الضعیف ان قول الرملی یؤیده ما تعامله السلف لا نهم اقتدوا

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وان صلی ثلاثا منها ای الرباعیة اتم منفرداً ثم اقتدیٰ بالامام متنفلاً ویدرک بذلک فضیلة الجماعة حاوی الا فی العصر فلا یقتدی لکراهة النفل بعده. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۲۷ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص۴۱۶ جلد ۱ مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوه هل یکره ام لا، باب الامامة)

بعضهم ببعض مع الاختلاف فی الفروع﴿۱﴾. وهو الموفق

خطرہ ملازمت کی وجہ سے حنفیت چھوڑ کر دوسرے مذاہب کے طریقے پر نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام حنفی المسلک بوجہ ملازمت اپنے حنفی نماز کا طریقہ چھوڑ کر دوسرے مذاہب کے طریقہ پر نماز پڑھائیں حتی کہ وتر کو دو سلام سے ادا کرے، کیا کسی حنفی کیلئے اس طریقہ سے امامت کرانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہان نثار بشام سوات......۱۹۹۰ء/ ۸/ ۵

الجواب: اگر یہ امام مضطر نہ ہو تو اس کیلئے یہ ضمیر فروشی جائز نہیں ہے﴿۲﴾ ورنہ اضطرار کی صورت میں اس سے شدید منکرات بھی مرخص ہو جاتے ہیں﴿۳﴾۔ وهو الموفق

شر وفتنہ سے بچنے کیلئے جماعت ثانیہ اهون البلیتین ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ہماری مسجد کا جو امام گزر چکا ہے وہ موجودہ امام کا استاد تھا، اور ابھی وہ استاد اس سے ناراض ہے (۲) امام مسجد مولوی یوسف قریشی کا بھی

﴿۱﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبی: ولهذا ذكر فی المحيط انه لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلی خلف تقی كيف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه ما لا يخفی...... وعليه يحمل عمل الصحابة والتابعين فی الاقتداء بالحجاج. (غنية المستملی شرح منية المصلی ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۲﴾ فی الهنديه: حنفی ارتحل الی مذهب الشافعی رحمه الله تعالیٰ يعزر كذا فی جواهر الاخلاطی، قال الصحيح قوله ارتحل الی مذهب الشافعی يعزر ای اذا كان ارتحاله لالغرض محمود شرعا . (فتاویٰ عالمگيريه ص ۱۶۹ جلد۲ فصل فی التعزير)

﴿۳﴾ قال الله تعالیٰ: انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم .

(سورة البقرة آيت:۱۷۳ پاره: ۲ ركوع:۵)

شاگرد ہے وہ بھی اس سے ناراض ہے۔(۳) اس امام سے تمام محلے والے بھی ناراض ہیں، کیا اس کا اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل جنان ولد حاکم خان......۲۸/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: کون سی وجوہات کی بناپر اس مذکور امام سے یہ لوگ ناراض ہے؟ ان کی وضاحت سے قبل ہم جواب دینے سے معذور ہیں۔وھو الموفق

دوبارہ استفسار کا جواب

سوال: تفصیل اور وجوہات درجہ ذیل ہیں کہ ہمارے محلے میں تین بھائیوں کی اولاد ہیں دو بھائیوں کی اولاد کہتی ہے کہ مسجد کیلئے متفقہ طور پر امام رکھا جائے لیکن تیسرے بھائی کی اولاد کہتی ہے کہ موجودہ امام کو اسی طرح رکھنا ہوگا، لیکن اکثریت اس پر متفق ہے کہ موجودہ امام کو امامت سے ہٹایا جائے اور اس دوسرے کو متفقہ طور پر مقرر کیا جائے، اور یہ دوسرا امام اسی گاؤں کا ہے اور ہمیشہ چچازاد بھائیوں سے زمین وغیرہ پر لڑتا ہے لیکن موجودہ امام اپنی امامت سے نہیں ہٹتا اور کہتا ہے کہ جس طرح بھی ہو میں امامت کروں گا اسی وجہ سے ایک مسجد میں دو امام ایک ہی وقت میں نماز ادا کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل جنان ضلع بنوں......۲۴/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: محترم بلاوجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں ہے، نیز بیک وقت دو جماعت منعقد کرنا مکروہ ہے﴿۱﴾ البتہ بنسبت خانہ جنگی اور شر وفتنہ کے اھون البلیتین ہے﴿۲﴾ پس تکرار وتعدد خیر ست لیکن

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ویکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام له ولا مؤذن. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۰۸ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد القادر الرافعی: (قوله الا لفتنة) ای الا اذا خیف حصول فتنة من عزله بسبب فسقه فلا یسعی فی عزله لان ضرر الفتنة فوق ضرر خلعه.
(تقریرات الرافعی حاشیه ابن عابدین ص ۶۹ جلد ۷ باب الامامة)

تلوار وتعصب شراست۔ وھو الموفق

سٹیٹ بینک میں امامت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سٹیٹ بینک میں ملازمت یا امامت کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سراج الاسلام جامع مسجد کوچی بازار محمد علی جوہر روڈ پشاور......۳/صفر ۱۴۰۴ھ

الجواب: بینک کی ملازمت تعاون علی المعصیة ہے جو کہ ممنوع ہے ﴿۱﴾ اور یہ امامت بذات خود جائز ہے البتہ سودی منافع کا کسی امام یا ملازم کو بطور عوض دینا جائز نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ننگے سر امامت کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امام ننگے سر امامت کر سکتا ہے؟

﴿۱﴾ عن جابر قال لعن رسول الله ﷺ اکل الربوا و موکله و کاتبه وشاهدیه وقال هم سواء رواه مسلم. (مشکواة المصابیح ص ۲۴۴ جلد ۱ الفصل الاول باب الربوا)

﴿۲﴾ وفی المنهاج: ان التصدق من الحرام کفران کان علی رجاء الثواب لان فیه استحلال المعصیة وهو کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی سواء کان حراماً لعینه او لغیره وهو الراجح فالاصل فیه ان یرد الی المالک او ورثته فان لم یمکن الرد فسبیله التصدق علی الفقراء کما فی الهدایة وغیرها ولکن لا علی وجه رجاء الثواب من هذا المال نفسه بل ینوی فراغ الذمة او ایصال الثواب الی المالک فیثیبه الله تعالیٰ بامتثال امر الشریعة کما صرح به ابن القیم وفی شرح الاشباه انه جاز اخذ الحرام کالربا للفقیر، ویدل علی جواز التصدق علی الفقراء وعلی جواز اخذهم حدیث عاصم بن کلیب اخرجه ابوداؤد فی سننه فی باب اجتناب الشبهات من کتاب البیوع من حدیث اجابة النبی ﷺ داعی امرأة وفی آخره اطعمیه الاساریٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳۴ جلد ۱ مبحث التصدق من الحرام)

حالانکہ امام کے پاس کپڑا بھی موجود ہوتا ہے لیکن اسے اتار کر کہتا ہے کہ یہ بھی سنت رسول ہے کیا ننگے سر نماز پڑھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی گل رحمٰن پیپلز کالونی فیصل آباد......۷/ رمضان ۱۴۰۳ھ

الجواب: احرام کی حالت میں اور تواضع کی صورت میں ننگے سر نماز پڑھنا جائز ہے البتہ تواضع اور تصنع میں فرق ضروری ہے اور نئی تہذیب والوں کیلئے احتجاج کا محل بننا فتنہ عظیم ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مستورات کیلئے برائے نماز مسجد میں حاضر ہونا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) کیا عورتیں اور مرد (غیر محرم) مسجد میں نماز باجماعت پڑھ سکتے ہیں جبکہ مسجد میں پردے کا انتظام نہ ہو، اور ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے ہوں جبکہ ہم نے بار بار انہیں کہا ہے کہ عورتیں گھروں میں نماز پڑھ لیا کریں کیونکہ مکہ مکرمہ میں بھی ایسا ہوتا ہے مسئلہ کی وضاحت کریں؟ (۲) ان عورتوں میں کئی عورتیں نیم برہنہ بھی مسجد میں آتی ہیں اور مسجد کے احاطہ میں ایک کمرہ ہے جس میں پوشاک تبدیل کرکے نماز پڑھتی ہیں یہ پوشاک بھی وہ ہوتی ہے جس کو پاکستان میں ہم بنام ٹیڈی کپڑے گردانتے ہیں کیا ان کی اس میں نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسحاق ہانگ کانگ......۱۹۷۴ء/۲/۱۱

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے (۱) کہ جب مرد اور عورت ایک امام کے پیچھے اقتدا کریں تو محاذات کی صورت میں مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی محاذات سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وصلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل ولابأس به للتذلل اما للاھانة بھا فکفر فی ردالمحتار قال فیه اشارة الی ان الاولیٰ ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانھما من افعال القلب. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۷۴ جلد ۱ مطلب فی الخشوع باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا)

مراد یہ ہے کہ عورت دائیں یا بائیں طرف مرد کے ساتھ بلا حائل قریب کھڑی ہو یا مرد سے آگے سامنے کھڑی ہو اگر چہ مرد بعید ہو ﴿۱﴾ حرم شریف میں محاذات سے حفاظت کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن عوام کی بدنظمی سے منتظمین عاجز ہو جاتے ہیں۔ (۲) عورت کیلئے نیم برہنہ ہونا حرام ہے لیکن ستر عورت کے وقت اگر چہ ٹیڈی لباس ہو نماز درست ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بغیر عمامہ اور بغیر ٹوپی کے نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سعودی عرب میں اکثر ائمہ بغیر عمامہ یا ٹوپی کے کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے ہیں اور ہمیں مجبوراً ان کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی ہے کیا ان لوگوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل وزارۃ الدفاع والطیر ان ریاض سعودیہ......۱۹۸۸ء/۴/۱۸

الجواب: بغیر عمامہ یا بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا یا پڑھانا خلاف سنت ہے ﴿۳﴾ لیکن ایسی نماز کا

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: وقد صرحوا بان المرأة الواحدة تفسد صلاة ثلاثة اذا وقفت فی الصف من عن یمینها ومن عن یسارها ومن خلفها فالتفسیر الصحیح للمحاذاة ما فی المجتبیٰ المحاذاة المفسدة ان تقوم بجنب الرجل من غیر حائل او قدامه واجاب فی النهر بان المرأة انما تفسد صلاة من خلفها اذا کان محاذیالها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۳ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ وفی فتاویٰ الهندیه: بدن الحرة عورة الا وجهها وکفیها وقدمیها کذا فی المتون.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۸ جلد ۱ الفصل الاول فی الطهارة وستر العورة)

﴿۳﴾ فی منهاج السنن: اعلم انه تستحب الصلوٰة فی ثلاثة اثواب الرداء والازار والعمامة او القمیص والسراویل والعمامة صرح به فی البحر وغیره، ولا تکره فی ثوب واحد اذا اشتمل به جمیع بدنه کازار المیت کما صرح به فی الشرح الکبیر، ولعل مراده نفی کراهة التحریم فلایرد ما ذکر فی الغرائب رجل صلی مع قلنسوة ولیس فوقها عمامة او شئ آخر یکره وماذکره الفردوس الدیلمی عن جابر رکعتان بعمامة ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اعادہ کرنا مطلوب شرعی نہیں ہے نیز داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے لیکن واجب الاعادہ نہیں ہے، لان السلف الصالحین قد صلوا خلف ائمة الجور ولم تروعنهم الاعادة ﴿۱﴾ ولان الاقتداء خلف الفاسق اولیٰ من الانفراد ولان هذه الكراهة لامر خارج عن ماهية الصلاة ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

امام مسجد میں اور بعض مقتدی تہہ خانہ میں ہوں تو اقتدا درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا مسجد ہو جس کے نیچے تہہ خانہ

(بقیہ حاشیہ)خير من سبعين ركعة بلا عمامة، وبالجملة ان ترك العمامة ترك الاولىٰ نعم جاز ترك ما لايكون مطلوبا شرعا عند مصلحة العوام. (منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۲۵ جلد۲ باب ماجاء فی الصلوٰة فی الثوب الواحد)

﴿۱﴾ قال العلامه حلبی: ولهذا ذكر فی المحيط انه لو صلی خلف فاسق او مبتدع احرز ثواب الجماعة لكن لا يحرز ثواب المصلی خلف تقی كيف وقد صلی الصحابة والتابعون خلف الحجاج وفسقه ما لا يخفی...... وعليه ما يحمل عمل الصحابة والتابعين فی الاقتداء بالحجاج. (غنية المستملی شرح المنية المصلی ص۵۷۴ فصل فی الامامة)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن: (قوله رجل ام قوما وهم له كارهون) قال ابن الملك لبدعته او فسقه او جهله اما اذا كان بينه وبينهم كراهة عداوة بسبب امر دنيوی فلا يكون له هذا الحكم، وقال القطب الجنجوهی جملة الامر انه لو كان فيه ما يوجب كراهته شرعا اعتبرت كراهة وان لم يكرهه احد، وان لم يكن فيه ذلك شرعا لم يعتبر فيه كراهة من كرهه وان كرهه الكل واما اذا لم يكن امره ظاهراً شرعا فالمعتبر رایٔ غالب من خلفه، قال القاری اما اذا كرهه البعض فالعبرة بالعالم ولو انفرد، وقيل العبرة بالاكثر ورجحه ابن حجر ولعله محمول علی اكثر العلماء اذا وجدوا والافلا عبرة بكثرة الجاهلين وجزم صاحب الحلية بكون هذه الكراهة كراهة تحريم كما قاله ابن عابدين وذكرارباب الفتاویٰ ان كراهة الاقتداء بمثل هذا الامام اذا كان فی القوم افضل منه والافلا كراهة وذكروا ايضا ان الاقتداء بمثله اولیٰ من الانفراد.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۴۰ جلد۲ باب ماجاء من ام قوما وهم له كارهون)

بھی ہوامام مسجد میں کھڑا ہواور بارش یا دوسرے اجتماعات کی وجہ سے جگہ نہ ہواور مقتدی تہہ خانہ میں کھڑے ہوجائیں تو کیا نیچے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان......۱۹/۳/۱۹۷۴ء

الجواب: یہ اقتدا یعنی جب امام بالا ہواور قوم تہہ خانہ میں ہو جائز ہے جبکہ اشتباہ سے مأمون ہوں، کما صرح به فی الھندیه و ردالمحتار فی باب الامامة ﴿۱﴾. وھو الموفق

جماعت ثانیہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد میں جماعت ثانیہ پڑھنا کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی گل عظیم خان احسان کارپوریشن بٹ خیلہ سوات......۱۷/۹/۱۹۷۹ء

الجواب: جماعت ثانیہ نہ مطلقاً مکروہ ہے اور نہ مطلقاً مشروع، کما لا یخفیٰ علی من راجع الی امامة ردالمحتار وبوادر النوادر ، اذان اور اقامت کے ترک کی صورت میں اور ہیئت بدلنے کی صورت میں انکار کرنا بذاتِ خود منکر ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۵۳ جلد ۱ ولو کرر اھله بدونھما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً (وقال بعده) عن ابی یوسف انه اذا لم تکن الجماعة علی الھیئة الاولیٰ لا تکره والاتکره وھو الصحیح﴿۲﴾. وفی الھندیه ص ۸۳ جلد ۱ وفی الاصل للصدر الشھید اما اذا صلوا الجماعة بغیر اذان واقامة فی

﴿۱﴾ وفی الھندیه: ولو قام علی سطح المسجد واقتدی بامام فی المسجد ان کان للسطح باب فی المسجد ولا یشتبه علیه حال الامام یصح الاقتداء. (فتاویٰ عالمگیریه ص۸۸ جلد۱ الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع)(وھکذا فی ردالمحتار ص ۴۳۵ جلد۱ قبیل مطلب فی رفع المبلغ صوته زیادة علی الحاجة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص۴۰۸،۴۰۹ جلد۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

ناحية المسجد لا یکرہ ﴿۱﴾ وفی المقام تفصیل ﴿۲﴾. وهو الموفق

جب شرکاء چار سے زائد نہ ہوں تو مسجد کی کسی طرف میں جماعت ثانیہ کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں معین امام موجود ہے اور نماز ادا کریں لیکن کچھ آدمی رہ جائیں اور جماعت ثانیہ کریں تو کیا ان کی یہ نماز یعنی جماعت ثانیہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خان گمبیلا لکی مروت ۴/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: مسجد کی کسی طرف میں بلا اذان واقامت جماعت ثانیہ کرنا جائز ہے خصوصاً جبکہ یہ شرکائے نماز چار سے زائد نہ ہو، کما فی الهندیه ص ۸۳ جلد ۱ وفی الاصل للصدر الشهید اما اذا صلوا بجماعة بغیر اذان واقامة فی ناحیة المسجد لایکرہ، وقال شمس الائمة الحلوانی ان کان سوی الامام ثلاثة لا یکرہ بالاتفاق ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الاول فی الجماعة)

﴿۲﴾ قال الشاه اشرف علی التهانوی: روایات فقہیہ سے چند صورتیں اور ان کے احکام معلوم ہوتے ہیں صورۃ اولیٰ مسجد محلّہ میں غیر اہل محلہ نے نماز پڑھ لی ہو، صورۃ ثانیہ مسجد محلّہ میں اہل نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجہ اولیٰ نماز پڑھی ہو، صورۃ ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو، صورۃ رابعہ اس مسجد میں امام ومؤذن معین نہ ہوں، صورۃ خامسہ مسجد محلّہ ہو یعنی اس کے نمازی اور امام معین ہوں اور انہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو، پس صورۃ رابعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے جیسا کہ افضلیت کی تصریح موجود ہے اور صورت خامسہ میں اگر جماعت ثانیہ بہیئت الاولیٰ ہو تب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں تحریمی ہونے کی تصریح ہے اور اگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو پس یہ محل کلام ہے امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے جیسا کہ ظہیریہ میں اس کا ظاہر روایت ہونا مصرح ہے، البتہ ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں یہ خلاصہ ہوا روایات کے مدلول ظاہری کا الخ۔

(امداد الفتاویٰ ص ۲۴۲ جلد ۱ باب الامامة والجماعة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ هندیه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الاول فی الجماعة الباب الخامس فی الامامة)

دیہات کی مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دیہات کی مساجد میں مذہب حنفی کی بناپر جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمران نوشہرہ

الجواب: جمات ثانیہ نہ مطلقا ممنوع ہے اور نہ مطلقا مشروع ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا قول، اوسع المذاهب ہے وهو انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولیٰ لا تكره والاتكره وهو الصحيح كما فی ردالمحتار ص ۵۵۲ جلد ۱ ﴿۱﴾. وهو الموفق

ائیر پورٹ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد عرب امارات کے ائیر پورٹ پر واقع ہے پانچ وقتہ نمازوں کیلئے امام مقرر ہے جو باقاعدہ امامت کراتا ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ ظہر کو دو جماعتیں ہوتی ہیں جو ہیئت اولیٰ پر پڑھائی جاتی ہیں اسی مصلی اور اقامت کے ساتھ اور دونوں جماعتوں کیلئے اوقات بھی باقاعدہ لکھے جا چکے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید اندرون ہشتنگری گیٹ پشاور......۲۰/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: بہ ظاہر اس تکرار جماعت میں کوئی کراہت نہیں ہے، کیونکہ ائیر پورٹ اور سٹیشن وغیرہ کے مساجد محلّہ نہیں رکھتے ہیں (ماخوذ از ردالمحتار ص ۵۱۶ جلد ۱ باب الامامة)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۹ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: او كان مسجد طريق جاز اجماعا كما فی مسجد ليس له امام ولاموذن ويصلى الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلى كل فريق باذان واقامة على حدة كما فی امالى قاضيخان ......وامامسجد الشارع فالناس فيه سواء لا اختصاص له بفريق دون طريق. (ردالمحتار ص ۴۰۸ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

سودخور امام کی وجہ سے نماز کیلئے دوسری مسجد جانا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سودخور کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جبکہ قریب ہی دوسری مسجد میں نماز باجماعت ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میاں احسان اللہ اسماعیل خیل نوشہرہ......۳۰/ جولائی ۱۹۷۳ء

الجواب: اسی صورت میں دوسری مسجد کو جانا جائز ہے بلکہ بہتر ہے، فی الشرح الکبیر ص ۵۶۹ وفی فتاویٰ قاضی خان اذا کان امام الحی زانیا او آکل ربواً له ان یتحول الی مسجد آخر ﴿۱﴾. وهو الموفق

فرض نماز کے اعادہ کرنے والے کے پیچھے نو وارد مفترض کے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کراہت تحریمی کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کرنے والے امام کے پیچھے نو وارد مفترض کا اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری دارالعلوم حقانیہ......۱۴/۱۰/۱۹۹۰

الجواب: اس اقتدا کی صحت یا عدم صحت کے متعلق صریح جزیہ نہیں ملا، اورا کابر اس میں مختلف ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صحت کی طرف مائل ہے اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ عدم صحت کے قائل ہیں، راجح حکیم الامت رحمہ اللہ کا قول ہے ان شاء الله، کیونکہ اعادہ کی تعریف یہ ہے، هی فعل ما فعل او لا مع ضرب من الخلل ثانیا وقیل هو اتیان المثل الاول علی وجه الکمال کما فی منحة الخالق علی هامش البحر ص۷۸ جلد۲ ﴿۲﴾، وفی ردالمحتار ص۷۷۶ جلد۱ عن المیزان یوخذ من لفظ الاعادة ومن تعریفها بما مر انه ینوی بالثانیة الفرض

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۵۶۵ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص۷۸ جلد۲ باب قضاء الفوائت)

لان ما فعل او لا هو الفرض فاعادته فعله ثانیا اما علی القول بان الفرض یسقط بالثانیة فظاهر، واما علی القول الاخر فلان المقصود من تکرارها ثانیا جبر نقصان الاولیٰ فالاول فرض ناقص والثانیة فرض کامل، انتھیٰ مافی ردالمحتار ﴿۱﴾، وفی جنائز ردالمحتار ص ۸۲۶ جلد ۱ فاذا اعادھا وقعت فرضاً مکملا للفرض الاول نظیر اعادۃ الصلوٰۃ المؤاداۃ بکراھۃ فان کلا منھما فرض کما حققناہ فی محلہ انتھیٰ ما فی ردالمحتار ﴿۲﴾، خلاصہ یہ کہ صلوٰۃ معادہ فرض ہے اور ابن الہمام رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی طرف مشیر ہے، کما فی ردالمحتار ص ۴۲۶ جلد ۱ قولہ والمختارانہ جابر للاول لان الفرض لا یتکرر ای الفعل الثانی جابر للاول بمنزلۃ الجبر بسجود السھو وبالاول یخرج عن العھدۃ...... ومقابلہ ما نقلوہ عن ابی الیسر من ان الفرض ھو الثانی، واختار ابن الھمام الاول کما قال لان الفرض لا یتکرر وجعلہ الثانی یقتضی عدم سقوطہ بالاول اذھو لازم ترک الرکن لا الواجب الا ان یقال المراد ان ذلک امتنان من اللہ تعالیٰ اذ یحتسب الکامل وان تاخر عن الفرض لما علم سبحانہ انہ سیوقعہ، انتھیٰ ﴿۳﴾ خلاصہ یہ کہ اعادہ کی صورت میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ نماز معادہ فرض ہے پس اس نو وارد کا اقتدا درست ہوگا۔ وھو الموفق

اہل محلّہ کیلئے مسجد میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسجد میں

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۳۶ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)
﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۶۵۲ جلد ۱ مطلب فی کراھۃ صلاۃ الجنازۃ فی المسجد باب صلاۃ الجنائز)
﴿۳﴾ (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۳۳۷ جلد ۱ مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تجب اعادتھا)

جماعت ہو چکی ہے اور اس کے بعد اسی محلّہ کے دیگر لوگ پھر دوبارہ جماعت کرتے ہیں کیا شرعاً یہ دوسری جماعت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالولی افغانی متعلم دارالعلوم حقانیہ......۱۹۸۶ء/۱۲/۳۱

الجواب: جس مسجد محلّہ کا امام مقرر ہو اور اس نے باقاعدہ نماز باجماعت پڑھائی ہو تو اس کے بعد جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اما اذا صلوا بجماعة بغير اذان واقامة فی ناحية المسجد لا يكره وقال شمس الائمة الحلوانی ان كان سوى الامام ثلاثة لا يكره اتفاقا كذا فی الاصل لصدر الشهيد (عالمگیری ص ۸۲ جلد ۱ باب الامامة ﴿۱﴾. وهوالموفق

بدعتی کے اقتدا میں نماز پڑھی جائے یا انفراداً؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بدعتی کے اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے اگر اقتدا نہ کیا جائے تو پھر انفراداً پڑھنی ہوگی؟ حکم بیان فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۹/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: انفراد سے ستائس درجہ افضل ہے ﴿۲﴾ (بحر، شامی، فتح القدير، هنديه وغيره) ﴿۳﴾. وهوالموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۳ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ صلوٰة الجماعة تفضل على صلوٰة الرجل وحده بسبع وعشرين درجة. (سنن الترمذی ص ۳۰ جلد ۱ باب ماجاء فی فضل الجماعة)

﴿۳﴾ وفی الهنديه: تجوز الصلاة خلف صاحب هوى وبدعة...... ولو صلى خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة لكن لا ينال مثل ما ينال خلف تقى كذا فی الخلاصه.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بيان من يصلح اماما لغيره)

امام کواجرت دینے کے خوف سے جماعت ترک کرنے والے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جومقتدی امام کوفطرانہ دینے اور اجرت دینے کے ڈر سے نماز ترک کریں اس کا کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۲۳/ ذی قعدہ۱۳۹۶ھ

الجواب: تارک الجماعۃ فاسق ہے ﴿۱﴾ اگرچہ امام میں فسق، بدعت حرام خوری وغیرہ عیوب کیوں موجود نہ ہوں ﴿۲﴾ (ماخوذمن ردالمحتار والبحر والھندیہ). وھو الموفق

غیراہل محلّہ کی جماعت ثانیہ اوراذان واقامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک مسجد میں نماز ہوچکی ہو اورمہمان حضرات جماعت ثانیہ کریں تو یہ جائز ہے یانہیں؟ نیز اذان واقامت کا کیاحکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق باڑہ پشاور......٦/صفر۱۴۰۳ھ

الجواب: جس مسجد کے ساتھ محلّہ ہواورامام ومؤذن مقرر ہوتواہل محلّہ کی باقاعدہ جماعت کے بعددوسری جماعت مکروہ ہے البتہ اگرتین چار اشخاص ایک کونے میں بغیراقامت کے جماعت ثانیہ کریں تو

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین رحمہ اللہ: (قولہ قال فی البحر الخ) وقال فی النھر ھو اعدل الاقوال واقواھا ولذا قال فی الاجناس لا تقبل شھاتہ اذا ترکھا استخفافا ومجانۃ اما سھوا او بتاویل ککون الامام من اھل الاھواء او لا یراعی مذھب المقتدی فتقبل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۰ جلد ۱ باب الامامۃ)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن نجیم رحمہ اللہ: (قولہ وکرہ امامۃ العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمی وولد الزنا) بیان للشیئین الصحۃ والکراھۃ اما الصحۃ فمبینۃ علی وجود الاھلیۃ للصلاۃ مع اداء الارکان وھما موجودان من غیر نقص فی الشرائط والارکان ومن السنۃ حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر وفی صحیح البخاری ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج وکفی بہ فاسقا کما قال الشافعی وقال المصنف انہ افسق اھل زمانہ.

(البحر الرائق ص ۳۵۸ جلد ۱ باب الامامۃ)

قابل اعتراض نہیں، ہاں شارع عام کی مسجد میں یہ حکم نہیں ہوگا، فلیراجع الی البدائع والشرح الکبیر ﴿۱﴾. وھو الموفق

مسافروں کا اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسافروں کیلئے قبل از جماعت اہل محلّہ ان کی مسجد میں علیحدہ جماعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: زاہد حسین بٹ خیلہ سوات

الجواب: مسافر لوگ اہل محلّہ کی جماعت سے قبل جماعت کر سکتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں ہے (عینی شرح ھدایہ، شامی ص ۳۷۱ جلد ۱) ﴿۲﴾. وھو الموفق

حنفی امام کا شوافع کیلئے طریقہ شوافع پر نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام حنفی ہے اور مقتدی دوسرے

﴿۱﴾ قال الحلبی: واذا لم یکن للمسجد امام وموذن راتب فلا یکرہ تکرار الجماعة فیه باذان واقامة بل ھو الافضل ذکرہ قاضی خان اما لو کان له امام وموذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعة فیه باذان واقامة عندنا وعن ابی حنیفة رحمه الله لو کانت الجماعة الثانیة اکثر من ثلثة یکرہ التکرار والافلا وعن ابی یوسف رحمه الله اذا لم تکن علی ھیئة الاولیٰ لا یکرہ والا یکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئة کذا فی فتاویٰ البزازی. (غنیة المستملی ص ۵۶۶، ۵۶۷ فصل فی احکام المسجد)

(ومثله فی بدائع الصنائع ص ۳۷۸ جلد ۱ تکرار الجماعة فی المسجد)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وکرہ ترکھما معا لمسافر ولو منفرداً وکذا ترکھا لا ترکه لحضور الرفقة بخلاف مصل ولو بجماعة فی بیته بمصر او قریة لھا مسجد ای فیه اذان واقامة والا فحکمه کالمسافر فلا یکرہ ترکھما اذا اذان الحی یکفیه او مصل فی مسجد بعدہ صلاة جماعة فیه بل یکرہ فعلھما. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۹۱ جلد ۱ مطلب فی کراھة تکرار الجماعة فی المسجد)

امام کے تابع ہیں شوافع ہیں یا موالک وغیرہ، کیا یہ حنفی امام دوسرے مذہب کے مقتدیوں کیلئے ان کے طریقہ پر نماز پڑھا سکتا ہے؟ مثلاً قنوت فی الفجر، تسمیۃ بالجہر وغیرہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل اکبر حقانی حالاً مقیم متحدہ عرب امارات......۹/ ۷/ ۱۴۰۱ھ

الجواب: امام متبوع رہے گا، اس کے تابع ہونے میں توہین اور بدنظمی وغیرہ مصائب موجود ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

چوری کے خطرہ کی وجہ سے ترک جماعت کی اجازت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں زرعی تربیتی ادارہ پشاور میں بحیثیت انسٹریکٹر تعینات ہوں، طلبا کو پڑھانے کے علاوہ چوکیداروں کی نگرانی بھی میرے ذمہ ہے مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر چوکیدار ڈیوٹی کے دوران مسجد کو نماز باجماعت کیلئے جاتے ہیں اب اگر خدانخواستہ اسی دوران کوئی چوری وغیرہ ہو جائے تو متعلقہ چوکیدار اور ساتھ میں بھی بحیثیت نگران ذمہ دار ہوں گا سوال یہ ہے کہ کیا چوکیدار کیلئے ڈیوٹی کے دوران نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کشمیر خان پشاور یونیورسٹی......۲۲/ شوال ۱۴۰۴ھ

الجواب: مناسب یہ ہے کہ یہ چوکیدار حضرات وغیرہ ڈیوٹی کے دوران کسی مناسب جگہ میں نماز باجماعت ادا کریں اگرچہ چوری کے خطرہ کی وجہ سے ترک نماز باجماعت جائز ہے (کما فی ردالمحتار ص ۵۱۹ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: لو ان رجلا برئ من مذهبه باجتهاد وضح له كان محمود ماجورا اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الآثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر فى الدين واستخفافه بدينه ومذهبه.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۰۹ جلد۳ مطلب فيما اذا ارتحل الى غير مذهبه باب التعزير)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: ولا على من حال بينه وبينها......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عدم محاذات کی صورت میں میاں بیوی جماعت کر سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنے بیوی کے ساتھ امریکہ میں رہتا ہے اس کا کہنا ہے کہ یہاں عید کے سوا نماز با جماعت کا کوئی بندوبست نہیں ہے اگر یہی شخص اپنی بیوی کے ساتھ اپنے گھر میں نماز با جماعت ادا کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل مولیٰ عرف تنگی استاد پڑانگ چارسدہ......۱۲/صفر۱۳۹۲ھ

الجواب: بلاشک وشبہ یہ جماعت جائز ہے البتہ بیوی کو وجوباً پیچھے کھڑا کرے گا، لان المحاذاة مفسد عندنا ﴿۱﴾ وروی الطبرانی فی الکبیر والاوسط ان رسول اللهﷺ اقبل من نواحی المدينة يريد الصلوٰة فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم (بحواله بوادر ص ۱۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾ . وهو الموفق

امام کیلئے مسجد کے ہال کے دروازہ میں مقتدیوں سے علیحدہ کھڑا ہونا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام مسجد ہمیشہ مسجد کے کمرہ

(بقیه حاشیه) مطر وطین وبرد شدید وظلمة كذلك وريح ليلالا نهارا وخوف علی ماله، قال ابن عابدين ای من لص ونحوه اذا لم يمكنه غلق الدكان او البيت مثلاً ومنه خوفه علی تلف طعام فی قدر ...... والظاهر عدمه لان له قطع الصلاة له ولاسيما ان كان امانة عنده كوديعة او عارية او رهن مما يجب عليه حفظه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۱ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة قسام باب الامامة)

﴿۱﴾ قال الحصكفی: واذا حاذته ولو بعضو واحد ......امرأة ...... ولاحائل بينهما فی صلاة...... فسدت صلاته. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبيل مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی)

﴿۲﴾ (بوادر النوادر ص ۱۳۱ جلد ۱ تفصيل كراهت جماعة ثانيه)

(ہال) کے دروازہ میں کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی مسجد کے صحن میں ہوتے ہیں کیا یہ اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۹۰ء/۲/۸

الجواب: یہ اقتدا صحیح ہے لیکن مکروہ ہے، اما الاول لکون المسجد مکانا واحداً و اما الثانی فلتخصیص الامام بالمکان ولقیامه بین الاسطوانتین (ماخوذ از ردالمحتار ﴿۱﴾. وهو الموفق

مستورات کی جماعت کا ثبوت شرعی موجود ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ کی اہلیہ نفلوں میں کلام پاک سنا رہی ہے اور عورتوں کی امامت کر رہی ہے اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی جماعت کا کیا ثبوت ہے؟ کیا واقعی عورتوں کی جماعت کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الٰہی خطیب جامع مسجد فاروقیہ اسلام آباد......۱۹۷۶ء/۹/۲۴

الجواب: بنا بر تحقیق عورتوں کی جماعت مشروع ہے نہ منسوخ ہے اور نہ مخصوص ہے، لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل لام ورقة مؤذنا وامرها ان تؤم اهل دارها (رواه ابوداؤد ص ۹۵ جلد ۱) ﴿۲﴾ ولا وجه لنسخه ولا دليل على الخصوصية كيف وقدروى ابن ابى شيبه ان ام سلمة وعائشة رضى الله عنهما امتا فى التراويح والفرض ﴿۳﴾ قال العلامة اللكهنوى فى عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه ص ۱۷۶ جلد ۱ قوله كجماعة

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين: تنبيه فى معراج الدراية من باب الامامة الاصح ماروى عن ابى حنيفة انه قال كره للامام ان يقوم بين الساريتين او زاوية او ناحية المسجد او الى سارية لانه بخلاف عمل الامة.

(ردالمحتا هامش الدرالمختار ص ۴۷۸ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾ (سنن ابى داؤد ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء)

﴿۳﴾ (مصنف ابن ابى شيبه ص ۵۳۶ جلد ۱ باب المرأة تؤم النساء)

النساء وحدهن عللوه بانها لا تخلو عن ارتکاب ممنوع وهو قیام الامام وسط الصف ولا یخفیٰ ضعفه بل ضعف جمیع ماوجهوا به الکراهة کما حققناه فی تحفة النبلاء فی مسألة جماعة النساء وذکرنا هناک ان الحق عدم الکراهة کیف لا وقدامت بهن ام سلمة وعائشة رضی الله عنهما فی التراویح وفی الفرض کمااخرجه ابن ابی شیبة وغیره وامت ام ورقة فی عهد النبی صلی الله علیه وسلم بامره کما اخرجه ابوداؤد ، انتهیٰ ﴿۱﴾ قلت وقال الامام الائمة اذاصح الحدیث فهو مذهبی ﴿۲﴾ اولعل المراد من الکراهة تنزیهة کما یشیر الیه کلام صاحب الخلاصة وصلوتهن فرادی افضل ﴿۳﴾ نعم صرح فی شرح التنویر بالتحریم لا کن لا وجه له ﴿۴﴾ فافهم. وهو الموفق

جماعۃ النساء بعض فقہاء کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک حافظ قرآن تراویح میں

﴿۱﴾ (عمدة الرعایة علی هامش شرح الوقایة ص ۱۷۶ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: ونظیره هذا ما نقله العلامه بیری فی اول شرحه علی الاشباه عن شرح الهدایة لابن الشحنة ونصه اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذلک مذهبه ولا یخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکی ذلک ابن عبد البر عن ابی حنیفة وغیره من الائمة . (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۰ جلد ۱ مطلب صح عن الامام انه اذا صح الحدیث فهو مذهبی)

﴿۳﴾ قال العلامه طاهر بن عبد الرشید البخاری: وامامة المرأة للنساء جائزة الا ان صلوتهن فرادی افضل. (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۴۷ جلد ۱ فصل فی الامامة والاقتداء)

﴿۴﴾ قال العلامه حصکفی: ویکره تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح...... فان فعلن تقف الامام وسطهن...... کالعراة فیتوسطهم امامهم ویکره جماعتهم تحریما فتح.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ قبیل مطلب هل الاساءة دون الکراهة الخ)

خواتین کیلئے امامت کراتی ہے جس کیلئے دیگر خواتین کو دعوت بھی دی جاتی ہے کیا اس میں کراہت ہے؟
(۲) ایک معمر خاتون چارسدہ میں بروز جمعہ دیگر خواتین کو جمع کر کے جمعہ پڑھاتی ہے کیا ان خواتین کے ذمہ نماز ظہر ساقط ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مفتی عبداللہ شاہ محلہ عزیز خیل چارسدہ......۱۹۹۱ء/۴/۱

الجواب: (۱) فقہاء کرام نے خواتین کی جماعت کو اور جماعت کیلئے گھروں سے نکلنے کو مکروہ لکھا ہے، کما فی امامة الدر المختار مع ردالمحتار ﴿۱﴾ اور مولانا عبدالحی نے عمدۃ الرعایہ علی شرح الوقایہ ص ۱۷۶ جلد ۱ میں جواز کو راجح قرار دیا ہے ﴿۲﴾ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو امامت کرنے کی اجازت دی تھی، کمافی سنن ابی داؤد ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء ﴿۳﴾

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح فی غیر صلاۃ جنازۃ فان فعلن تقف الامام وسطهن...... ویکرہ جماعتهم تحریما فتح ویکرہ حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقاً ولو عجوز الیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: قوله کجماعة ای کما یکره جماعة النساء وحدهن سواء کان فی الفرض او النفل وعللوه بانها لا یخلو عن ارتکاب ممنوع وهو قیام الامام وسط الصف ولا یخفی ضعفه بل ضعف جمیع ما وجهوا به الکراهة کما حققناه فی تحفة النبلاء الفناها فی مسئلة جماعة السناء وذکرنا هناک ان الحق عدم الکراهة کیف لا وقد امت بهن ام سلمة وعائشة فی التراویح وفی الفرض کما اخرجه ابن ابی شیبه وغیره امت ام ورقة فی عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بامره کما اخرجه ابوداؤد.
(عمدة الرعایه علی هامش شرح الوقایة ص ۱۷۶ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

﴿۳﴾ عن ام ورقة بنت عبد الله بن الحارث بهذا الحدیث والاول اتم وکان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یزورها فی بیتها وجعل لها مؤذنا یؤذن لها وامرها ان یؤم اهل دارها قال عبد الرحمن فانا رأیت مؤذنها شیخا کبیراً. (سنن ابی داؤدؒ ص ۹۵ جلد ۱ باب امامة النساء)

اور پیغمبر علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا تراویح میں امامت کراتی تھی، کما فی مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ ﴿۱﴾ تو معلوم ہوا کہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا کی امامت نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے، بہر حال فقہائے کرام کا حکم فتنہ کے سد باب پر محمول ہے۔
(۲) جب ذکورت شرط وجوب ہے تو عورت عورتوں کی امام جمعہ ہوسکتی ہے لیکن بہر حال مکروہات سے بھرپور ہے اور انفراس سے بہت مفضول ہے۔ وھو الموفق

دنیاوی معاملات میں امام اور مقتدی کے اختلاف سے مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اور مقتدی کے درمیان دنیاوی معاملات پر اختلاف پیدا ہوا، امام نے مقتدی سے کہا کہ میرے پیچھے نہ آپ کی نمازیں ہوئی ہیں اور نہ ہوتی ہیں کیا امام کے اس قول سے مقتدی کے یہ نمازیں ہوئی ہیں یا نہیں؟ اور نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۷۴ء/۴/۱۰

الجواب: امام کی یہ دونوں باتیں کہ تیری نمازیں نہیں ہوئی ہیں اور میرے پیچھے اقتدا نہ کریں پٹھانی باتیں ہیں کتابی اور شرعی باتیں نہیں ہیں۔ وھو الموفق

ٹیوشن کیلئے دور جا کر مسجد کی بجائے حجرہ وغیرہ میں نماز پڑھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اپنے شہر سے میل یا نصف میل کے فاصلے پر عمرو کے گھر جاتا ہے اور وہاں کے بچوں کو دین کے سبق کا ٹیوشن کراتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے لیکن وہاں مسجد نہیں ہے عمرو کے گھر یا حجرہ میں نماز پڑھاتا ہے آیا زید کا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل احمد ضلع کوہاٹ

﴿۱﴾ ان ام سلمة وعائشة رضی الله عنهما امتا فی التراویح والفرض. (مصنف ابن ابی شیبه ص ۵۳۶ جلد ۱ باب المرأة تؤم النساء)

الجواب: یہ شخص تارک الجماعت نہیں ہے، البتہ تارک المسجد ہونا قابل غور ہے۔ وھو الموفق

جس مسجد میں مقتدی نہ ہوں تو ان کا عارضی امام کہاں نماز ادا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شہر میں چند مساجد ہیں اور ہر مسجد میں نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے شہر سے باہر مختلف سرکاری رہائشی مکانات ہیں ان کی مشترکہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کا کوئی خاص امام اور مؤذن مقرر نہیں ہے بلکہ ایک ملازم وہاں نماز پڑھاتا ہے اب اگر چند ایام یہ مسجد غیر آباد رہے اور کوئی شخص نہ آیا کرے تو یہ عارضی امام ان ایام میں شہر کے کسی مسجد میں نماز کیلئے جایا کرے یا اپنی مسجد میں نماز ادا کرے؟ اور شہر کی مسجد میں جا کر بحیثیت مقتدی نماز پڑھنا قابل ثواب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ایف آر ڈی آئی خان......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۶

الجواب: اگر اس مسجد میں دیگر نمازی نہ ہوں تو اس عارضی امام کیلئے بہتر یہ ہے کہ اس محلہ والی مسجد میں اذان اور نماز ادا کرے (فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۱۹ جلد ۱) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

امام مسجد پر لعنت کرنے والا خود ملعون ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے امام مسجد کو برا بھلا کہتا ہے کہ تم پر خدا کی لعنت ہو اور بار بار یہ کہتا ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فیض محمد......۱۹۷۴ء/۱۱/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: قلت لکن فی الخانیة وان لم یکن لمسجد منزله مؤذن فانه یذهب الیه ویؤذن فیه ویصلی وان کان واحدا لان المسجد منزله حقا علیه فیودی حقه موذن مسجد لا یحضر مسجده احد قالوا هو یوذن ویقیم ویصلی وحده وذاک احب من یصلی فی مسجد آخر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۰ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

الجواب: اگر ایسا امام الحی لعنت کا اہل نہ ہوتو یہ لعنت کنندہ ملعون ہو جائے گا اور لائق تعزیر ہوگا، لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا لعن شیئاً صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ثم تاخذ یمینا و شمالا فاذا لم تجد مساغا رجعت الی الذی لعن فان کان لذلک اهلاً والا رجعت الی قائلها(رواه ابوداؤد بحواله مشکواة ص ۴۱۳ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

امام مسجد کے پیچھے اقتدا نہ کرنا موجب عقوق نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک برائے نام امام ہے جس نے علم دین وغیرہ حاصل نہیں کیا ہے اور اخلاقی جرائم میں مبتلا ہے اسلئے ایک مقتدی اس امام کے پیچھے اقتدا نہیں کرتے حالانکہ استاد نے اسے نہیں کہا ہے کہ میرے پیچھے نماز مت پڑھو اور نہ یہ کہا ہے کہ تم مجھ سے عاق ہو اور مقتدی بھی اس کے ساتھ کینہ نہیں رکھتا، کیا یہ مقتدی اقتدا نہ کرنے کی وجہ سے عاق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: راضی الرحمٰن ارمڑ پایاں پشاور....۱۹۷۴ء/۱۱/۵

الجواب: امام کے پیچھے اقتدا نہ کرنا موجب عقوق نہیں ہے، البتہ تمام فتاویٰ میں یہ مسطور ہے کہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا کرنا افضل ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

شہوانی وسوسوں کی وجہ سے ترک جماعت نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب میں باجماعت

﴿۱﴾(مشکواة المصابیح ص ۴۱۳ جلد ۲ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله نال فضل الجماعة) افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

نماز میں شرکت کروں تو دوسرے نمازیوں کے بارے میں شہوانی وسوسے پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں یعنی شہوانی قوت میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے خواہ وہ بوڑھے کیوں نہ ہوں اس مرض نے مالیخولیا یا مکمل شیطانی اور فاسد خیالات کی صورت اختیار کر لی ہے اس صورت حال میں نماز با جماعت ادا کروں یا ترک جماعت کروں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیرین جان شہباز خیل بنوں......۱۹۷۲ء/۱۰/۴

الجواب: واضح رہے کہ آپ کے مرض کا جائز علاج موجود ہے تو ناجائز علاج (ترک جماعت) کی کیا ضرورت ہے جائز علاج یہ ہے کہ آپ نماز میں یہ خیال کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے اور میرے دل کی باتوں کو جانتا ہے تو تدریجاً آپ کے یہ فاسد خیالات ختم ہو جائیں گے ﴿۱﴾۔ فقط

جماعت ثانیہ کا حکم نیز کسی کا قصداً جماعت ثانیہ کیلئے جماعت اولیٰ ترک کرنے کا حکم

سوال: (۱) جماعت ثانیہ کا کیا حکم ہے جبکہ مسجد بھی بر لب سڑک واقع ہو۔ (۲) اگر ایک شخص ایک یا دو رکعت امام کے ساتھ ادا کر سکتا ہو لیکن وہ قصداً باقی لوگوں کیلئے جماعت ثانیہ کرنے کے واسطے پہلی جماعت ترک کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستانی

الجواب: (۱) چونکہ بظاہر یہ مسجد، مسجد الشارع ہے لہٰذا اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے، خصوصاً

﴿۱﴾ عن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول اللہ ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قراء تی یلتبسها علی فقال رسول اللہ ﷺ ذاک شیطان یقال لہ خنزب فاذا احسته فتعوذ باللہ منه واتفل علی یسارک ثلثا ففعلت ذاک فاذهبه اللہ عنه رواہ مسلم. وعن القاسم بن محمد ان رجل ساله فقال انی اهم فی صلوتی فیکثر ذلک علی فقال له امض فی صلوتک فانه لن یذهب ذلک عنک حتی تنصرف وانت تقول مااتممت صلوتی رواہ مالک. (مشکواۃ المصابیح ص ۱۹ جلد ۱ باب فی الوسوسة الفصل الثالث)

جبکہ اذان اور اقامت کو دوسری جماعت کیلئے ترک کیا جائے اور محراب بھی ترک کیا جائے (یدل علیہ ما فی الدر المختار وردالمحتار ص ۵۱۶ جلد ۱)﴿۱﴾۔ (۲) یہ شخص غلطی پر ہے جماعت اولیٰ بلا شک وشبہ جائز ہے اور جماعت ثانیہ میں اختلاف ہے لہٰذا مشکوک کیلئے متیقن نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره تكرار الجماعة باذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق وقال ابن عابدين: اجمع مماهنا ونصبها يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلى بهما فيه او لا غير اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدون هما او كان مسجد طريق جاز اجماعا الخ. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۰۸ جلد ۱ مطلب في تكرار الجماعة في المسجد باب الامامة)

فصل فی الاحق بالامامة

عالم کی موجودگی میں غیر عالم کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک محلّہ میں فارغ التحصیل عالم دین موجود ہے اور نماز باجماعت کیلئے بھی حاضر ہوتا ہے لیکن گھریلو معاملات کی بناپر اس عالم کی والدہ صاحبہ اسے امامت کرنے نہیں دیتا، اور نہ خود امامت کرتا ہے اور اپنا چھوٹا بھائی جو کہ جماعت ہشتم کا طالب علم ہے پیش امام بنایا ہے کیا اس عالم کی نماز اپنے چھوٹے بھائی کے پیچھے ہوتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ملک عزیز خان لنڈا

الجواب: اس عالم کا یہ رویہ خلاف اولیٰ ہے، کما فی شرح التنویر والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانہر، الاعلم باحکام الصلوٰة الخ (ہامش ردالمحتار ص ۵۲۰ جلد ۱) ﴿۱﴾. وھو الموفق

عالم اور درست خوان کو امام بنایا جائے نہ کہ صرف خوش الحان کو

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین ایک مسجد میں قدیمی امام ہے مگر خوش الحان نہیں ہے اب بعض لوگ صرف اس بناپر کہ وہ خوش الحان نہیں ہے امامت سے معزول کرنا چاہتے ہیں اور اس کی جگہ دوسرے شخص کو جو عالم نہیں صرف خوش الحان ہے کو امام بنانا چاہتے ہیں کیا شرع کی روسے ان کا یہ موقف صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدوس ساہیوال

﴿۱﴾ (الدر المختار ہامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: مقررہ امام مسجد نماز پڑھائے گو دوسرا اس سے زیادہ پڑھا ہوا ہو، دخل المسجد من هو اولیٰ بالامامة من امام المحلة فامام المحلة اولیٰ، فتاویٰ عالمگیری ص ۸۲ جلد ۱ ﴿۱﴾ وامام المسجد احق بالامامة من غیره وان کان الغیر افقه واقرء واورع وافضل الخ ص ۱۷۸ جلد ۱ مراقی الفلاح ﴿۲﴾، بہر حال خوش آوازی اچھی چیز ہے بلکہ احقر کے نزدیک خوش الحان کو امام بنانا بہتر نہیں بلکہ درست خوان بنانا چاہئے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ جلد ۱ سطر گیارہ میں ہے، لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ﴿۳﴾.

المجیب: فضل الٰہی خالق داد ضلع ساہیوال

یہ جواب صحیح ہے
مفتی جامعہ اسلامیہ عربیہ رشیدیہ ساہی وال

یہ جواب درست ہے
(محمد فرید عفی عنہ)

فاسق امام با قاعدہ معزول کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام میں چند باتیں ایسی ہیں جن کی بنا پر ان کی شخصیت امامت کے قابل نہیں ہے، وہ سینما پر بیہودہ فلمیں دیکھنے کا شوقین ہے بلکہ با قاعدہ دیکھنے جاتا ہے، غیر شادی شدہ تھا ابھی شادی ہوگئی ہے سینما میں دیکھنے کی چشم دید شہادتیں موجود ہیں مسجد میں لوگوں کے درمیان منافقت کرتا ہے داڑھی ایک انچ سے بھی کم ہے اکثر مقتدی اس سے ناراض ہیں ایسے شخص کا امامت سے معزول کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مسعود صدیقی محلہ موچی پورہ علاقہ کابلی گیٹ پشاور شہر...... یکم شعبان ۱۴۱۱ھ

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۳ جلد ۱ الفصل الثانی فی بیان من هو احق بالامامة)

﴿۲﴾ حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۹۹ جلد ۱ فصل فی بیان الاحق بالامامة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۶ جلد ۱ فصل فی التراویح)

الجواب: بشرط صدق وثبوت اگر اس امام میں یہ عیوب موجود ہوں تو ان پر ضروری ہے کہ ان کا ازالہ کریں اور اگر وہ ضد کریں تو ان کے پیچھے صالحین کی امامت مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ نہ عوام کی، اندھوں میں کا نا راجہ ہوتا ہے ﴿۲﴾ اور جو امام فاسق ہو تو وہ خود بخود معزول نہیں ہوتا بلکہ با قاعدہ معزول کرنے کا لائق ہوتا ہے (شامی، بحر) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

امام کی موجودگی میں دوسرے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کا امام زندہ ہے اور عرصہ چالیس پچاس سالوں سے بدستور امام چلا آرہا ہے لیکن بروز جمعہ ایک اور صاحب نے بغیر اجازت امام کے اپنے آپ کو امام مقرر ہونے کا اعلان کر دیا، حالانکہ اس کو کسی نے اجازت نہیں دی تھی، کیا اور کوئی اسی طرح امام مقرر ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسول شاہ عمرزئی چارسدہ ...۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: اگر امام سابق معزول نہ ہوا ہو اور نماز کے وقت غائب نہ ہو تو بلا اجازت دوسرے امام کی امامت مکروہ ہے، قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن الرجل فی سلطانہ ﴿۴﴾ وفی

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (ویکرہ امامة عبد واعرابی وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ویعزل بہ)ای بالفسق لوطرأ علیہ والمراد انہ یستحق العزل کما علمت آنفا. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۴﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۰۰ جلد ۱ باب الامامة الفصل الاول)

الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ اعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیره مطلقاً ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام کیلئے کم ازکم مسائل وضوونماز کا علم ہونا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کیلئے کتنا علم ضروری ہے اور کتنی خوبیوں کی ضرورت ہے اور کونسی علمیت کی سند ان کے پاس ہونی چاہئے؟ اور امام کیلئے زکواۃ فدیہ، صدقہ قربانی کے چمڑے وغیرہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۳ء/۲/۱۲

الجواب: امام کیلئے کم ازکم مسائل وضوونماز سے خبردار ہونا ضروری ہے ﴿۲﴾ اور جب امام مسکین ہو تو اس کو زکواۃ، فدیہ، فطرانہ وغیرہ دینا جائز ہے جبکہ اجرت کی نیت سے نہ ہو ﴿۳﴾ اور قربانی کے چمڑے غنی امام کو دینا بھی جائز ہے جبکہ اجرت کی نیت سے نہ ہو ﴿۴﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: والاحق بالامامة تقدیما بل نصبا مجمع الانهر الاعلم باحکام الصلاة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ قبیل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۳﴾ وفی الهندیه ولو نوی الزکاة بما یدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستأجره ان کان الخلیفة بحال لو لم یدفعه یعلم الصبیان ایضا اجزأه والا فلا وکذا ما یدفعه الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیا د وغیرها بنیة الزکاة کذا فی معراج الدرایة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۹۰ جلد ۱ الفصل السابع فی المصارف)

﴿۴﴾ وفی الهندیه: ولو ادخل جلد الاضحیه فی قرطالة او جعله جرابا ان استعمل الجراب فی اعمال منزله جاز ولو اجر لا یجوز وعلیه ان یتصدق بالاجر واما القرطالة ان استعملها فی منزله او اعار جاز الخ.

(فتاویٰ هندیه ص ۳۰۱ جلد ۵ الباب السادس فی ما یستحب فی الاضحیة والانتفاع بها)

امام مسجد کو گالی گلوچ دینا اور یوم ندعوا کل اناس بامامهم کا مطلب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اباء واجداد سے ایک مسجد میں چلا آ رہا ہوا ایک شخص اس کے پیچھے نماز پڑھ کر اس کو بڑے لفظوں میں گالی گلوچ دیں اس شخص کا شریعت غراء میں کیا حکم ہے جبکہ پیش امام رسول اللہ ﷺ کے مصلی کا وارث ہوتا ہے، اسی طرح یوم ندعوا کل اناس بامامهم، الایة، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر قوم کے امام اور سردار کو بلائے گا، اس آیت کی رو سے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالرؤف

الجواب: واضح رہے کہ احادیث صحیحہ کی بنا پر اکرام مسلم ضروری ہے ﴿۱﴾ خصوصاً جبکہ امام ہو امام کے بے احترامی سے فساد اور بد نظمی پیدا ہوتی ہے اور قرآن مجید میں بامامهم سے امام الحی مراد نہیں ہے ﴿۲﴾

﴿۱﴾ عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ قال المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیٰمة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة متفق علیه.

(مشکواة المصابیح ص ۴۲۲ جلد ۱ باب الشفقة والرحمة علی الخلق)

عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال اذا عاد المسلم اخاه او زاره قال الله تعالیٰ طبت و طاب ممشاک وتبوأت من الجنة منزلا رواه الترمذی.

(مشکواة المصابیح ص ۴۲۶ جلد ۱ باب الحب فی الله ومن الله)

﴿۲﴾ قال الحافظ عماد الدین ابن کثیر: یخبر تبارک وتعالیٰ عن یوم القیامة انه یحاسب کل امة بامامهم وقد اختلفوا فی ذلک فقال مجاهد وقتاده بنبیهم وهذا کقوله تعالیٰ (ولکل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضی بینهم بالقسط الایة) وقال بعض السلف هذا اکبر شرف لاصحاب الحدیث لان امامهم النبی ﷺ وقال ابن زید لکتابهم الذی انزل علی نبیهم من التشریع واختاره ابن جریر وروی عن ابن ابی نجیح عن...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ایک جاہل امام کیلئے تعبیر کرنا کفر کو دعوت دینا ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

اجرت پر نماز پڑھنے والے امام اور مقتدیوں کی نماز درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ متاخرین فقہاء نے موذن یا امام کو وقت کی پابندی اور مستقل آنے جانے کی وجہ سے کچھ معاوضہ جائز قرار دیا ہے جو جواز اجرت کیلئے ایک سبب ہے تو اگر کسی موذن یا امام کی نیت میں یہ سبب جواز نہ ہو اور معاوضہ کو اذان اور امامت کا معاوضہ سمجھتے ہیں تو کیا ان کی اذان، نماز نیز مقتدیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۲/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: نماز متقدمین اور متاخرین دونوں کے نزدیک درست ہے اختلاف اجرت کے جواز اور عدم جواز میں ہے، نعم ھو محروم من الثواب عند عدم الاحتساب ﴿۲﴾. فقط

(بقیہ حاشیہ) مجاھد انه قال: بکتبھم فیحتمل ان یکون اراد ھذا وان یکون اراد ما رواہ العوفی عن ابن عباس فی قوله (یوم ندعوا کل اناس بامامھم) ای بکتاب اعمالھم وکذا قال ابوالعالیة والحسن والضحاک وھذا القول ھو الارجح لقوله تعالیٰ وکل شئ احصیناہ فی امام مبین الخ. (تفسیر ابن کثیر ص ۷۳ جلد ۳ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

﴿۱﴾ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایة من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ الترمذی وعن جندب قال قال رسول اللہ ﷺ من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ رواہ الترمذی وابوداؤد. (مشکواۃ المصابیح ص ۳۵ جلد ۱ کتاب العلم الفصل الثانی)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله ولا لاجل الطاعات) الاصل ان کل طاعة یختص بھا المسلم لا یجوز الاستئجار علیھا عندنا لقوله علیه السلام اقرؤا القرآن ولا تاکلوا به وفی آخر ما عھد رسول اللہ ﷺ الی عمرو بن العاص وان اتخذت موذنا فلا ناخذ علی الاذان اجرا ولان القربة متی حصلت وقعت عن العامل وھذا تتعین اھلیته فلا یجوز له اخذ الاجرۃ من غیرہ کما فی الصوم والصلاۃ ھدایة، (قوله ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن)...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

امام موجود نہ ہو تو دوسرا شخص امام کی اجازت کے بغیر امامت کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز با جماعت کا وقت پورا ہو چکا ہے اور امام صاحب موجود نہیں ہے تو امام صاحب کی اجازت کے بغیر ہم لوگ جماعت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی علی اکبر پٹن کلاں ازاد کشمیر

الجواب: جب امام موجود نہ ہو تو دوسرا شخص امامت کرے گا، ﴿۱﴾ اگر چہ امام کی اجازت کے بغیر ہو، حدیث اور فقہ دونوں میں یہ حکم مروی ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) قال فی الهداية وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضيع حفظ القرآن وعليه الفتوىٰ ، وقد اقتصر على استثناء تعليم القرآن ايضا فى متن الكنز ومتن مواهب الرحمن وكثير من الكتب وزاد فى مختصر الوقاية ومتن الاصلاح تعليم الفقه وزاد فى متن المجمع الامامة ومثله فى متن الملتقى ودرر البحار وزاد بعضهم الاذان والاقامة والوعظ وذكر المصنف معظمها ولكن الذى فى اكثر الكتب الاقتصار على ما فى الهداية فهذا مجموع ما افتى به المتاخرون من مشايخنا وهم البلخيون على خلاف فى بعضه مخالفين ما ذهب اليه الامام وصاحباه وقد اتفقت كلمتهم جميعا فى الشروح والفتاوىٰ على التعليل بالضرورة وهى خشية ضياع القرآن كما فى الهداية وقد نقلت لك ما فى مشاهير متون المذهب الموضوعة للفتوىٰ فلا حاجة الى نقل ما فى الشروح والفتاوىٰ وقد اتفقت كلمتهم جميعا على التصريح باصل المذهب من عدم الجواز ثم استثنوا بعده ما علمته فهذا قاطع وبرهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ماذكره فقط.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۸ جلد ۱ مطلب فى الاستئجار على الطاعات كتاب الاجارة)

﴿۱﴾ قال الحصكفى واعلم ان صاحب البيت ومثله امام المسجد الراتب اولىٰ بالامامة من غيره مطلقا وقال ابن عابدين اى وان كان غيره من الحاضرين من هو اعلم واقرأ منه وفى التتارخانية جماعة اضياف فى دار يريد ان يتقدم احدهم ينبغى ان يتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وكبره فهو افضل واذا تقدم احدهم جاز لان الظاهر ان المالك ياذن لضيفه اكراماله. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ باب الامامة)

بانی مسجد جب امام مقرر ہو تو دوسرے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قوم نے برضا و رغبت بانی مسجد کو امام مسجد مقرر کیا، اور اس پر عرصہ گزر گیا اب اس امام کے معزز ہونے کی وجہ سے بعض مقتدیوں نے حسد شروع کیا حالانکہ اس میں ایسا کوئی عیب نہیں ہے جو مانع اقتدا ہو اب قوم حسد کی وجہ سے دوسرے شخص کے پیچھے اقتدا کرتے ہیں تو کیا اس دوسرے امام کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن انور ادینہ ضلع صوابی.....۱۹۷۴ء/ ۷/ ۱۶

الجواب: مسجد کا بانی بنسبت قوم کے الیق بالامامت والولایت ہے، کما فی الشرح الکبیر ص ۵۷۱ رجل بنی مسجداً وجعله لله تعالیٰ فهو احق بمرمته وعمارته ...... والامامة فيه ان كان اهلا لذالك..... وكذا ولد البانی انتهیٰ: بحذف یسیر ﴿۱﴾ وبمعناه فی خلاصة الفتاویٰ ص ۴۲۱ جلد۴ ﴿۲﴾ لہٰذا باوجود سابق امام کے اس دوسرے امام کی امامت ظلم ہے۔ وهو الموفق

جماعۃ النساء میں تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مستورات نماز تراویح باجماعت پڑھ سکتی ہیں؟ کہ ایک لڑکی حافظہ امامت کرائیں اور دو چار لڑکیاں مقتدی بن جائیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبد الصبور صاحب بنوں.....۱۹۷۴ء/۱۰/ ۱۱

﴿۱﴾ (غنية المستملی شرح منية المصلی ص۵۶۷ فصل فی احکام المسجد)

﴿۲﴾ قال العلامه طاهر بن عبد الرشید رجل بنیٰ مسجداً فی سكه فنازعه بعض اهل السكة فی عمارته او نصب المؤذن والامام فالمختار ان البانی اولیٰ وفی العمارة اولیٰ بالاتفاق. (خلاصة الفتاویٰ ص ۴۲۱ جلد۴ الفصل الرابع فی المسجد واوقافه ومسائله)

الجواب: فقہاء کرام نے جماعۃ النساء کومکروہ تحریمی قرار دیا ہے، کما فی الدر المختار ویکرہ تحریما جماعة النساء ولو فی التراویح ﴿۱﴾ (هامش ردالمحتار ص ۳۸۰ جلد ۱) وفی الهنديه ص ۸۹ جلد ۱ ويكره امامة المرأة للنساء فی الصلوٰت كلها من الفرائض والنوافل الا فی صلوة الجنازة هكذا فی النهايه ﴿۲﴾ لیکن تحقیق سے جواز بلا کراہیت معلوم ہوتا ہے، کما قال العلامة اللكهنوی فی عمدة الرعاية على هامش شرح الوقايه (۱۷۲ جلد ۱) ان الحق عدم الكراهة وقد امت بهن ام سلمة وعائشة فی التراويح وفی الفرض كما اخرجه ابن ابی شيبة وغيره. وامت ام ورقة فی عهد النبی ﷺ بامره كما اخرجه ابو داؤد انتهیٰ ما فی العمدة ﴿۳﴾ قلت ما قالوا انها منسوخة فضعيف من وجهين عدم تحقيق الناسخ وكذا فعل امهات المؤمنين اياها بلا نكير كما مر فی كلام المحقق وكذا انكر ابن الهمام تحقق الناسخ، ولو قالوا انها مخصوصة بام ورقة قلنا لا يصح دعوى الخصوصية ايضا لانها فعلتها امهات المؤمنين رضی الله عنهم بعد وفاته قلت والاوجه عندی ان يحمل الكراهة على الخروج الى المسجد للجماعة. وهو الموفق

جس کی بیوی اغوا کی گئی ہو ایسے مظلوم کی اقتدا وامامت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی منکوحہ کسی نے اغوا کر لی ہے اب زید کی امامت اور اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: ڈھیران گل مندوخیل خوڑہ نظام پور پشاور......۱۹۷۷ء/۹/۵

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۸ جلد ۱ مطلب هل الاساءة دون الكراهة او افحش منها باب الامامة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگيريه ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بيان من يصلح اماما لغيره)

﴿۳﴾ (عمدة الرعاية هامش شرح الوقاية ص ۱۷۲ جلد ۱ فصل فی الجماعة)

الجواب: مظلوم کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ نہیں ہے البتہ ظالم کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے ﴿۱﴾ لکونه فاسقا فاجراً ﴿۲﴾ بل یکفر عند الاستحلال ﴿۳﴾. وهو الموفق

مسجد اور امامت میں دعویٰ کرنے والے غلط خوان کی امامت

سوال: ایک امام مسجد ہے جو حروف کے مخارج اور صفات بالکل نہیں جانتے جبکہ اس مسجد میں پہلے اس کا والد امام تھا، جب والد مر گیا تو اس نے مصلیٰ پر قبضہ کرلیا، اور محلّہ والوں نے با قاعدہ اسے امام نہیں بنایا ہے لیکن محلّہ کی اکثریت اس کے پیچھے نماز پڑھتی ہے مگر بعض لوگ اس کے خلاف ہیں امام کہتا ہے کہ یہ مصلیٰ اور امامت ہماری وراثت ہے اور سیری (زمین) بھی ہماری ہے چونکہ یہ مسجد ان کی جائیداد میں بنی ہوئی ہے اور سینکڑوں سال پہلے سے موجود ہے لہٰذا اس امام کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم .....۳/ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره...... كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ص ۴۲۲ جلد ۲ باب الشفقة والرحمة على الخلق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق قال ابن عابدين : تكره امامته بكل حال بل مشى في شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين: لكن في شرح العقائد النسفية استحلال المعصية كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعي وعلى هذا تفرع ما ذكر في الفتاوىٰ من انه اذا اعتقد الحرام حلالا فان كان حرمته لعينه وقد ثبت بدليل قطعي يكفر والا فلا بان تكون حرمته لغيره او ثبت بدليل ظني وبعضهم لم يفرق بين الحرام لعينه ولغيره وقال من استحل حراما قد علم في دين النبي عليه السلام تحريمه كنكاح المحارم فكافر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۹ جلد ۲ مطلب استحلال المعصية القطعية كفر)

الجواب: مسجد اور امامت میں حصص ارث جاری نہیں ہوتے، البتہ اگر سابق امام کا بیٹا غلط خوان نہ ہو تو مصلحتاً اور ہمت افزائی کے ارادہ سے اس کو امام بنایا جائے گا ﴿۱﴾ اور غلط خوان ہونے کی صورت میں اس تعمیر کنندہ یا وقف کنندہ کے بیٹے کی رائے سے دیگر امام مقرر کیا جائے گا ﴿۲﴾ (ماخوذ از کبیری، خلاصة الفتاویٰ والشامیة) . وهو الموفق

خطابت وامامت میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک جامع مسجد اوقاف بورڈ کی تحویل میں ہے انہوں نے اس میں زید کو با تنخواہ خطیب مقرر کیا چند سال بعد زید فوت ہوا بورڈ نے اس میں دوسرا خطیب عمر مقرر کیا جو کہ فاضل دیوبند وڈابھیل ہے اور تین مدارس اسلامیہ کا مہتمم ہے نیز عمر مقرر عالم مدرس ہے اب زید کا نوجوان بیٹا بکر جو عالم نہیں ہے بلکہ ایک مقامی مدرسہ میں محرر تھا، وہ کہتا ہے کہ چونکہ میرا باپ اس جامع مسجد میں خطیب تھا اسلئے یہ میرا حق ہے اور مجھے وراثت میں دی جائے اور میری زندگی میں اوقاف بورڈ دوسرا خطیب مقرر نہیں کرسکتا کیا واقعی خطابت وامامت میں وراثت جاری ہوتی ہے؟ بکر اور عمر میں زیادہ مستحق کون ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید احمد شاہ چارسدہ......۱۹۷۲ء/۱۱/۲۸

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: واذ مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم يخرج على طريقة والده يعزل وتوجه للاهل.

(ردالمحتار ۳۰۸ جلد۳ مطلب تحقيق مهم فی توجيه الوظائف للابن فصل فی الجزية)

﴿۲﴾ قال العلامه الحلبی: رجل بنیٰ مسجدا وجعله لله فهو احق بمرمته وعمارته وبسط البواری والحصير والقناديل والاذان والاقامة والامامة فيه ان كان اهلا لذلک وان لم يكن فالرائ فی ذلک اليه وكذا ولد البانی وعشيرته من بعده اولیٰ من غيرهم.

(غنية المستملی شرح الكبير ص۵۶۷ فصلی فی احكام المسجد)

(ومثله فی خلاصة الفتاویٰ ص ۴۲۱ جلد۴ الفصل الرابع فی المسجد واوقافه ومسائله)

الجواب: اگر خطیب کا بیٹا فرض منصبی کے ادائیگی کا اہل ہو﴿۱﴾اور اس کے نائب بنانے میں خدمت دین کی توقع موجود ہو تو اعانت اور حوصلہ افزائی کے طور پر اس کو نائب بنایا جائے گا، اور اگر یہ بیٹا نااہل ہو اور خدمت دین کی اس کی ذات سے توقع نہ ہو تو اس کو نائب نہیں بنایا جائے گا(فليراجع الى ردالمحتار ص٣٨٨ جلد٣) . وهو الموفق

امام کو گالیاں دینے اور حقارت کی نگاہ سے دیکھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام ہے اور قوم اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی ہے بلکہ بعض اوقات امام کو گالی دینے بلکہ اس سے بھی زیادہ سے گریز نہیں کرتی پیش امام کو ان سب چیزوں کا علم ہوتا ہے لیکن وہ دنیوی مفاد کی خاطر اغماض کرتے ہیں اور پاؤں جما کر مصلی چھوڑنے کو تیار نہیں، سوال یہ ہے کہ ایسی قوم کی نماز ایسے پیش امام کے پیچھے جس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کیلئے امامت نہ چھوڑنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالجبار لاہور خورد......١٢/صفر١٣٩٢ھ

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: نعم قال الحموى فى رسالته وقد ذكر علماء نا انه يفرض لاولادهم تبعاً ولا يسقط بموت الاصل ترغيبا وذكر العلامة المقدسى ان اعطاء هم بالاولیٰ لشدة احتياجهم سيما اذا كانوا يجتهدون فى سلوك طريق آبائهم...... اذا مات من له وظيفة فى بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كاجر الامامة والتأذين وغير ذلك ممافيه صلاح الاسلام والمسلمين وللميت ابناء يراعون ويقيمون حق الشرع واعزاز الاسلام كما يراعى ويقيم الاب فللامام ان يعطى وظيفة الاب لابناء الميت لا لغيرهم لحصول مقصود الشرع وانجبار كسر قلوبهم...... واذا مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم يخرج على طريقة والده يعزل عنها وتوجه للاهل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص٣٠٧، ٣٠٨ جلد٣ مطلب من له وظيفة توجه لولد من بعده فصل فى الجزية)

الجواب: مسلمان اور بالخصوص پیش امام کو گالیاں دینا فسق وفجور ہے، لحدیث رواہ مسلم سباب المسلم فسوق ﴿۱﴾، نیز عرفا بھی ناجائز اور موجب ملامت ہے لیکن باوجود اس کے اس قوم کی اقتدا اس امام کے پیچھے درست ہے، لوجود شرائط الاقتداء وعدم الموانع ﴿۲﴾ اور اگر یہ امام مجبور اور محتاج نہ ہو تو اس کیلئے یہ امامت چھوڑنا بہتر ہے کیونکہ اپنے آپ کو ذلیل کرنا اور کرانا شرعاً مذموم ہے۔ وھو الموفق

مندرجہ سوال اوصاف سے موصوف شخص کو امام مقرر کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص درجہ ذیل اوصاف اور عقائد رکھنے والا ہے۔ (۱) کہتا ہے کہ جو شخص امام کی اقتدا میں فاتحہ نہ پڑھے وہ گمراہ ہے اس کی نماز صحیح نہیں۔ (۲) زکواۃ لینے والے کیلئے تقویٰ اور کسی بستی کا نمبردار ہونا ضروری ہے۔ (۳) بیٹا جو اپنے والد سے جدا ہو جائے زکواۃ یا فطرانہ دے سکتا ہے۔ (۴) اپنے محلے کی مسجد کے متعلق کہتا ہے کہ یہ محراب اور مسجد میرے والد کی ذاتی ملکیت ہے۔ (۵) سود اور انتفاع بالمرہونہ کو جائز سمجھتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو امام مقرر کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعزیز اوگی مانسہرہ

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ باب بیان قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر كتاب الايمان)

﴿۲﴾ وفی منهاج: (قوله رجل ام قوما وهم له كارهون) قال ابن الملک لبدعته او فسقه اوجهله اما اذا كان بينه وبينهم كراهة عداوة بسبب امر دنيوی فلا يكون له هذا الحكم، وقال القطب الجنجوهی جملة الامرانه لو كان فيه مايوجب كراهة شرعا اعتبرت كراهة وان لم يكرهه احد، وان لم يكن فيه ذلک شرعا لم يعتبر فيه كراهة من كرهه وان كرهه الكل.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۴۰ جلد ۲ باب ماجاء من ام قوماً وهم له كارهون)

الجواب: یہ شخص فرقہ سلفیہ سے معلوم ہوتا ہے اس کو حنفیہ کا امام مقرر کرنا موجب فساد اور موجب فتنہ ہے ایسے شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ سلفیہ کا امام بنے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

محکمہ اوقاف ڈیوٹی سے معذور ملازم کو گزر اوقات کیلئے مراعات دیا کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کا پیش امام وخطیب بہت بوڑھے ہو چکے ہیں جو کئی ماہ سے صاحب فراش ہے جمعہ اس کا لڑکا پڑھاتا ہے بعض نمازیں بھی پڑھاتا ہے کیا اس امام کیلئے جو ڈیوٹی سے غیر حاضر ہے محکمہ اوقاف سے تنخواہ لینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد علی نوشہرہ صدر......۱۲/نومبر ۱۹۸۷ء

الجواب: محکمہ اوقاف کیلئے ضروری ہے کہ مذکورہ قدیم معذور امام کو مراعات دیا کریں اور ایسے امام کے اہل اولاد میں سے کسی ایک کو جدید امام منتخب کرے تاکہ قوم کے ذریعہ معاد (نماز باجماعت) کو کسی کے ذریعہ معاش کے خطرہ کی وجہ سے نقصان لاحق نہ ہو ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: ومما يزيد ذلك وضوحاما صرحوا به في كتبهم متونا وشروحا من قولهم ولا تقبل شهادة من يظهر سب السلف...... وقال ابن ملك في شرح المجمع وترد شهادة من يظهر سب السلف لانه يكون ظاهر الفسق...... وقال الزيلعي او يظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله وقلة مروءته.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۱ جلد۲ مطلب مهم في حكم سب الشيخين)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: اذا مات من له وظيفة في بيت المال لحق الشرع واعزاز الاسلام كاجر الامامة والتأذين وغير ذلك مما فيه صلاح الاسلام والمسلمين وللميت ابناء يراعون ويقيمون حق الشرع واعزاز الاسلام كما يراعي ويقيم الاب فللامام ان يعطي وظيفة الاب لابناء الميت لا لغيرهم لحصول مقصود الشرع وانجبار كسرقلوبهم......واذا مات احد من اهلها توجه على ولده فان لم تخرج على طريقة والده يعزل عنها وتوجه للاهل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۰۷،۳۰۸ جلد۳ فصل في الجزية)

حاصلات امامت میں حصہ مانگنے کیلئے والدہ کا بیٹے کو عاق کرنا امامت کیلئے ضرر رساں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا والد فوت ہوا ہے اور والدہ، دو بہن اور تین بھانجے اس کے ذمہ رہ گئے ہیں اس آدمی نے والدہ اور بہنوں کو جائیداد میں حصہ بھی دیا ہے اب امامت کے جو حاصلات ہیں اس میں ان کا حصہ بنتا ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ گاؤں کے معززین اور ممبران نے اس آدمی پر تین ہزار پانچ سو روپیہ رکھ دیئے کہ اپنی والدہ کو دیدیں اب اس آدمی کی بہن اور بھانجے والدہ کو بڑھکاتے ہیں کہ اپنے بیٹے کو عاق کردیں اور ساتھ یہ بھی کہدیں کہ میں تم کو دودھ نہیں بخشتی کیا ان الفاظ سے یہ آدمی عاق ہوگا یا نہیں؟ اب عوام بھی بگڑ گئے ہیں کہ ان کو والدہ نے عاق کردیا ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا درست نہیں کیا واقعی ان کی اقتدا درست نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید روخان شکر پورہ پشاور.....۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

الجواب: منصب امامت کوئی جائیداد نہیں ہے اور نہ ترکہ ہے حتی کہ اس میں والدہ کا حصہ بھی ہو یہ محض خلافت ہے البتہ اگر اس شخص کے والد کو کوئی مکانہ بطور ملک کے دیا گیا ہو تو اس میں ورثہ کا حصہ ہوگا، اور اگر یہ مکانہ بطور ملک کے نہ دیا گیا ہو اور اوقاف مسجد سے ہو تو اس میں ماسوائے موجودہ امام کے دیگراں (اس امام کی والدہ وہمشیرہ گان) کا کوئی حق نہیں ہے۔

ملاحظہ:......صورت اولیٰ کی تقدیر پر والدہ کی ناراضگی برمحل ہے اور صورت ثانیہ کی تقدیر پر بے محل ہے ﴿۱﴾ اور یہ بیٹا عاق نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ملا علی قاری: (قولہ عقوق الوالدین) ای قطع صلتهما ما خوذ من العق وهو الشق والقطع والمراد عقوق احدهما قیل هو ایذاء لا یتحمل مثله من الولدعادة وقیل عقوقهما مخالفة امرهما فیما لم یکن معصیة.

(هامش مرقاة علی المشکواة المصابیح ص ۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

و فی منهاج السنن: (قوله عقوق الوالدین) ای قطع صلتهما..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مفقود الزوجہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

سوال: ایسا امام جو مفقود الزوجہ ہو کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۶ء/۲/۲۷

الجواب: امام مفقود الزوجہ کے پیچھے نماز پڑھنا (اقتدا کرنا) کسی امام کے نزدیک ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

شادی میں غیر شرعی رسومات اور عہد شکنی کرنے والے امام کو معزول کرنا مناسب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع پٹیال میں تمام اشخاص نے باہم یہ حلف لیا تھا، کہ شادی میں غیر شرعی رسومات مثلاً ڈھول باجا، گانا بجانا، ناچنا وغیرہ نہیں کیا جائے گا اگر کوئی اس عہد کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ نشست و برخاست اور کھانا پینا ترک کیا جائے گا تقریباً پانچ سال تک تمام لوگ اس عہد پر پابند رہے لیکن ہمارے امام مسجد نے اس عہد کو توڑا اور گانا بجانا کیا ان کو دیکھ کر ایک اور شادی میں بھی اسی طرح ہوئی اور گانے بجانے کے ساتھ مغنیہ عورتوں کو بھی مدعو کی گئیں

(بقیہ حاشیہ) وایذاء هما وملخصه ارتکاب امر یوذیهما ولا یتحمل مثله من الولد، والعقوق حرام الا اذا کان فی طاعتهما معصیة الخالق او کان فیها تغیر الشرع، والعاق فاسق فیجری علیه ما یجری علی الفاسق.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۳ جلد ۲ باب ماجاء فی التغلیظ فی الکذب والزور)

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: (قوله رجل ام قوما وهم له کارهون) قال ابن الملک لبدعته او فسقه او جهله اما اذا کان بینه وبینهم کراهة عداوة بسبب امر دنیوی فلا یکون له هذا الحکم وقال القطب الجنجوهی جملة الامر انه لو کان فیه مایوجب کراهته شرعا اعتبرت کراهة وان لم یکن یکرهه احد، وان لم یکن فیه ذلک شرعا لم یعتبر فیه کراهة من کرهه وان کرهه الکل.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۴۰ جلد ۲ باب ماجاء من ام قوما وهم له کارهون)

اورسب کے سامنے نچوائی گئیں اس امام مسجد نے اس کا بائیکاٹ بھی نہیں کیا اور نکاح کیلئے چلے گئے، اب اس امام کا کیا حکم ہے کہ اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... مانسہرہ

الجواب: اگر عام لوگ امام کے معاون اور امام سے مدافعت کرنے والے نہ ہوں امام کو اکیلے چھوڑنے والے ہوں تو ایسے بے حمیت اور عہد شکن امام کو معزول کرنا مناسب ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مودودی گروپ والوں کی امامت کے لحاظ سے اقسام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مودودی عقائد رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر ایک شخص جماعت اسلامی اور مولانا مودودی صاحب کی کتب ورسائل تقسیم کر رہا ہے اور لوگوں کو دعوت دیتا ہے کہ اس پارٹی میں شامل ہو جاؤ مگر وہ یہ کام صرف ضد کی وجہ سے کرتا ہے اور مودودی عقائد کو نہیں مانتے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر علی خان پشاور......۱۹۸۴ء/۱۰/۱۴

الجواب: جماعت اسلامی (مودودی گروپ) کے افراد تین قسم کے ہیں اول وہ لوگ جو کہ مودودی صاحب کے تفردات کو حق سمجھتے ہیں دوم وہ جو کہ ان تفردات کو حق نہیں سمجھتے لیکن ان کی طرف غلط نسبت کرنے والوں کی مدافعت کرتے ہیں سوم وہ جو صرف سیاسی امور میں شریک ہیں مدافعت و مداہنت سے پاک ہیں۔ قسم اول کے پیچھے اقتدا ممنوع ہے، قسم دوم کی اقتدا مکروہ ہے، اور قسم سوم کی اقتدا دیگر غیر اسلامی (سیکولر) پارٹیوں کی طرح (مسلم لیگ، نیشنل) وغیرہ کا حکم رکھتا ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: وعند الحنفية ليست العدالة شرطا للصحة فيصح تقليد الفاسق الامامة مع الكراهة واذا قلد عدلا ثم جار وفسق لا ينعزل ولكن يستحب العزل ان لم يستلزم فتنه...... ويعزل به اى بالفسق لو طرأ عليه والمراد انه يستحق العزل كما علمت آنفا ولذا لم يقل ينعزل. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

امام مسجد کو بلا وجہ معزول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک گاؤں میں آٹھ نو سالوں سے پیش امام تھا، بغیر عذر شرعی کے گاؤں کے لوگوں نے اس کو جبراً معزول کیا اور اس کے جگہ عمرو جو گاؤں کے ملک کا رشتہ دار ہے کو پیش امام بنایا، سوال یہ ہے کہ اس صورت میں عمرو کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور سال کے دوران کی فصل عمرو کی ہوگی یا زید کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رحمٰن پیش امام باجوڑ

الجواب: (الف) بلا وجہ امام کو امامت سے معزول کرنا اگر چہ گناہ ہے لیکن نافذ ہوگا، جبکہ اہل حل وعقد کی طرف سے ہو نظیرہ العزل عن الامامة الکبریٰ بالتغلیب (من الاشباہ والنظائر ص ۴۰۲) ان الامام لیس لہ ان یخرج شیأً من ید الا بحق ثابت معروف. فافہم

(ب) جس امام کیلئے سالانہ اجرت مقرر کی گئی ہو تو دوران سال معزول ہونے کی صورت میں مقدار عمل کی اجرت کا مستحق ہوگا، نظیرہ ما فی ردالمحتار ص۵۷۷ جلد۳ ان المدرس لو مات او عزل فی اثناء السنة قبل مجیئی الغلة وظهورها من الارض یعطی بقدر ما باشرو یصیر میراثا عنه کالاجیر اذا مات فی اثنا المدة﴿۱﴾. وهو الموفق

مسئلہ تنسیخ نکاح کے منکر کی امامت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو عدالت کی بار بار تنبیہات کے وجود آباد نہیں کیا اور کیس کی پیروی بھی نہیں کرتا بالآخر عدالت نے تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کر دی بندہ نے دیوبند، سہارنپور، دہلی، کراچی، ملتان، اکوڑہ خٹک

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۴۵۷ جلد۳ مطلب فیما لو مات المدرس او عزل قبل مجئی الغلة کتاب الوقف)

وغیرہ سے استفتاءات کئے کہ بصورت مذکورہ شرعاً طلاق ہوئی یا نہیں، تو سب نے لکھا کہ طلاق ہوئی ہے اور عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح جائز ہے تو بندہ نے دوسری جگہ نکاح پر دیا، اب ہمارے امام مسجد نے کہا کہ تنسیخ نکاح ہمارے مذہب میں نہیں ہے، لہذا یہ دوسرا نکاح حرام ہے اب استفتاء یہ ہے کہ جب مفتیوں نے فتویٰ دیا اور بعد عدت کے جائز سمجھ کر نکاح کیا تو اس کو حرام کہنے والے کے پیچھے شرعاً نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر ضرورت شدیدہ (مثلاً عصمت کا ڈر یا نفقہ کا عدم انتظام) کی بنا پر یہ فسخ ہوا ہو تو یہ فسخ اور حاکم کا طلاق دینا صحیح ہے اور عدت کے بعد نکاح جائز ہے ﴿۱﴾ اور اس کو غلط سمجھنے والا مولوی غلطی پر ہے اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے کیونکہ یہ مولوی اصل مذہب کی بنا پر حق بہ جانب ہے اگرچہ جم غفیر کے فتویٰ پر بے اعتمادی کرنے سے غلطی پر ہے۔ وھو الموفق

شریعت میں امام وخطیب کیلئے ریٹائیرمنٹ یعنی معزولی کا تعین

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عالم دین کیلئے درس وتدریس، امامت وخطابت کے سلسلہ میں شرعاً عمر کی قید کتنی ہے کیا شریعت نے کوئی قید مقرر کی ہے کہ فلاں عمر تک فرائض دینیہ سرانجام دینے کے بعد اسے ریٹائیرمنٹ دی جائے گی، مثلاً ایسے علماء کرام جو اوقاف کے ملازمین ہیں شرعاً کتنی مدت عمر تک اس کام کے لائق رہتے ہیں شرعاً عمر کی جو قید ہو واضح فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حمید الرحمٰن عابد قادری انوار الاسلام بھگوان بازار لاہور......۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: قواعد کی بنا پر خطباء اور ائمہ کا عزل درست نہیں ہے جب تک فرائض کی بجا آوری

﴿۱﴾ (حیلہ ناجزہ للشیخ اشرف علی التھانوی ص ۲۹ جز دوم تفریق الزوجین بحکم حاکم)

کر سکتے ہوں مگر عجز کے وقت نیز شرائط کے وقت عزل درست ہے، لعموم الحدیث المسلمون عند شروطهم او كما قال (الحديث) ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام مسجد کو گالی دینا فسق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عرصہ چھ سال تک امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھتا رہا، اب ایک پارٹی میں شمولیت کی بناپر عرصہ چھ سال سے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور علی الاعلان امام مسجد کے متعلق کہتا ہے کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھنی ایسی ہے جیسا کہ ایک گدھے کے پیچھے بلکہ اس سے بھی بدتر، اس شخص کیلئے از روئے شرع محمدی ﷺ کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی امیر زمان قلندر آباد ہزارہ......۱۹۷۲ء/۱۱/۱۶

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص فاسق اور لائق تعزیر ہے، قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق ﴿۲﴾ (رواه مسلم) (والتفصيل في ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد۳) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن سيرين اذا قال بعه بكذا وكذا فما كان من ربح فهو لك او بيني وبينك فلا بأس به وقال النبي ﷺ المسلمون عند شروطهم.

(الجامع الصحيح للبخاری ص ۳۰۳ جلد ۱ باب اجرا لسمسرة كتاب الاجارة)

﴿۲﴾ (الصحيح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ باب بيان قول النبي ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر كتاب الايمان)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: لا يعذر بياحمار يا خنزير يا كلب ياتيس يا قرد يا ثور يا بقر يا حية واستحسن في الهداية التعزير لو المخاطب من الاشراف وتبعه الزيلعي وغيره. (الدرالمختار هامش ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد۳ مطلب في الجرح المجرد باب التعزير)

غلط قرأت کرنے والے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب قرأت میں درجہ ذیل غلطیاں کرتا ہے اس کی اقتدا مکروہ ہے یا نہیں؟

(۱) صراط المستقیم میں صاد کو زبر کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۲) غیر المغضوب میں راء مکسورہ کو مفتوحہ یعنی زبر کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۳) سمع الله کو سمق الله پڑھتا ہے۔(۴) سورۃ الملک میں فمن یأتیکم و یأتکم یعنی حذف یا کے ساتھ پڑھتا ہے۔(۵) سورۃ الناس اور فلق میں اعوذ برب ناس اور برب خلق یعنی شد اور لام کو چھوڑتا ہے۔(۶) فی تضلیل کو فی تضل پڑھتا ہے۔(۷) فویل للذین کو فویل ایلذین یعنی لام کو زیر سے پڑھتا ہے، اور للذین کو ایلذین پڑھتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان موضع صریح چارسدہ......۱۹۷۲ء/۹/۱۹

الجواب: بشرط صدق مستفتی ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ اس کو باقاعدہ امام بنانا اور رکھنا اضاعت صلوٰۃ ہے اس امام پر ضروری ہے کہ مشق سے ان غلطیوں کا ازالہ کرے ورنہ مستعفی ہوجائے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولا غير الالثغ به اى بالالثغ على الاصح كما في البحر عن المجتبىٰ وحرر الحلبي وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما كالامي فلايؤم الامثله ولا تصح صلاته اذا امكنه الاقتداء بمن يحسنه او ترك جهده او وجد قدر الفرض مما لالثغ فيه هذا هو الصحيح المختار في حكم الالثغ وكذا من لا يقدر على التلفظ بحرف من الحروف اولا يقدر على اخراج الفا الا بتكرار واعلم انه اذا فسد الاقتداء باى وجه كان لا يصح شروعه في صلاة نفسه.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ مطلب في الالثغ باب الامامة)

امرد کے پیچھے اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جولڑکا بالغ صبیح الوجہ مشتہی ہو چہرے اور ذقن پر داڑھی کے ایک بال کا بھی اثر نہ ہو شیشہ کی طرح چہرہ صاف وخوبصورت ہو نہایت حسین ہو کیا ایسے لڑکے کے پیچھے نماز درست ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ امامت مکروہ تنزیہی ہے تو اگر کراہت تنزیہی کا ہر وقت ارتکاب کیا جاتا ہو تو الاصرار علی الصغیرة کبیرة کی بنا پر یہ تحریمی بن جاتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ایاز بنوں

الجواب: امرد بلا ریش کو کہا جاتا ہے جو صبیح الوجہ اور خوبصورت ہو اور اس کے پیچھے اقتدا درست ہے لیکن مکروہ تنزیہی ہے، فی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ ﴿۱﴾ قوله وكذا تكره خلف امرد الظاهر انها تنزيهية والظاهر ايضا كما قال الرحمتي ان المراد به صبيح الوجه لانه محل الفتنة، مکروہ تنزیہی نہ گناہ صغیرہ میں داخل ہے اور نہ کبیرہ میں، بدليل صدوره عن الانبياء عليهم السلام ﴿۲﴾ لہٰذا اس پر اصرار کرنا گناہ نہ ہوگا اور کبیرہ نہ ہوگا، لہٰذا ایسا شخص امام بنانا بہتر نہیں ہے ورنہ اقتدا اس کے پیچھے بلا کراہیت تحریمی درست ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال الامام ابو حنيفة رحمه الله: والانبياء عليهم الصلوٰة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح وقد كانت منهم زلات وخطيئات، قال الملا علی قاری فی شرحه عن ابن الهمام والمختار ای عند جمهور اهل السنة العصمة عنها ای عن الكبائر لا الصغائر غير المنفردة خطأ او سهواً ومن اهل السنة من منع السهو عليه، والاصح جواز السهو فی الافعال، والحال ان احداً من اهل السنة لم يجوز ارتكاب المنهی منهم عن قصد ولكن بطريق السهو والنسيان ويسمی ذلك زلة.

(شرح فقه الاكبر لملا علی قاری ص ۵۶، ۵۹ الانبياء منزهون عن الكبائر والصغائر)

پیدائشی شل ہاتھ تکبیر کے وقت سیدھا ہوکر سر سے اوپر جاتا ہوا یسے امام کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا ہاتھ پیدائشی چھوٹا اور شل ہے، تکبیر تحریمہ یعنی رفع یدین کرتے وقت یہ ہاتھ سیدھا ہوکر سر سے اوپر ہو جاتا ہے کیا ایسا شخص امامت کرسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حضرت اللہ چونگی نمبر ۵ مردان ملاکنڈ روڈ......۱۲/ جمادی الثانی ۱۳۹۷ھ

الجواب: اگر لوگ اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہوں تو اس کی امامت بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾ بشرطیکہ قوم میں اس سے اچھا آدمی موجود ہو ورنہ کراہت نہ ہوگی، ویدل علی المسطور ما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم ﴿۲﴾. وھو الموفق

داڑھی مونڈا شافعی، حنبلی یا مالکی اور شیعہ جعفری و غیر جعفری کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شافعی یا حنبلی یا مالکی امام ہو اور داڑھی مونڈواتا ہو عرب ممالک میں اکثر ان مذاہب کے ائمہ داڑھی مونڈواتے ہیں تو ان کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز شیعہ بھی دو قسم کے ہیں جعفری اور غیر جعفری کیا جعفری شیعوں کے پیچھے نماز جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۴/شوال ۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر کوئی حنفی متشرع کے پیچھے اقتدا کرنے سے آپ عاجز ہیں تو شافعی، مالکی اور حنبلی امام

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین الشامی: (قولہ ومفلوج وابرص شاع برصہ) وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولیٰ...... وکذا من لہ ید واحدة فتاویٰ صوفیہ عن التحفہ والظاھر ان العلة النفرة. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۲ جلد ۱ قبیل مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ باب الامامة)

﴿۲﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کے پیچھے اقتدا کیا کرے، اگرچہ داڑھی مونڈا ہو، کیونکہ انفراد سے فاسق امام کے پیچھے اقتدا افضل ہے ﴿۱﴾ (بحر، شامی، ہندیہ) البتہ شیعہ جعفری یا غیر جعفری کے پیچھے اقتدا باطل اور کالعدم ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کا پیشہ موجب تنفیر و تقلیل جماعت ہو اس کی اقتدا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام پر اپنے مقتدیوں کے مردوں کو غسل دینا لازمی ہے، نیز امام عیدالاضحیٰ کے دن جملہ مقتدیوں کی قربانیوں کا ذبح بھی کرتے ہیں اور یہ بھی ان پر لازم کیا گیا ہے، یعنی امام سے غاسل اور قصاب کا کام لیا جاتا ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بندہ رحیم اللہ باچا اضاخیل بالا نوشہرہ

الجواب: فقہاء کرام نے ایسے امام کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی ہے اس وجہ سے کلیات کی بنا پر جواب لکھا جاتا ہے، صاحب ہدایہ نے (ص ۴۴ باب الامامة) فاسق، اعمیٰ اور ولد الزنا وغیرہ کی اقتدا کی کراہت تنفیر سے معلل کی ہے فرماتے ہیں، ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعة فیکرہ انتھی ﴿۳﴾. اور جو امام غسل کا پیشہ اختیار کرتا ہے لوگوں کی نظر میں خفیف نظر آتا ہے لہٰذا ایسے امام کی امامت میں تنفیر ضرور موجود ہوتا ہے ﴿۴﴾ تو کراہت ضرور ہوگی، اور ذبح کرنے میں کوئی ازدرا اور تخفیف نہیں ہے لہٰذا یہ عمل موجب کراہت نہیں ہے بیشک لزوم بلا اجرت ظلم ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه الحصكفی رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمیٰ ومبتدع، قال ابن عابدين: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.
(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ قال فی الهنديه: ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبة ومن يقول بخلق القرآن. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بيان من يصلح اماما لغيره)

﴿۳﴾ (هدايه ص ۱۱۰ جلد ۱ باب الامامة كتاب الصلاة)

﴿۴﴾ قال العلامه ابن عابدين: علل الكراهة بغلبة الجهل فيهم وبان فی تقديمهم تنفير الجماعة. (ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام)

امام مسجد کی توہین وغیرہ مختلف مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) امام مسجد کی توہین کا کیا حکم ہے (۲) مسجد کو چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ (۳) بعض لوگوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہم اس امام کے پیچھے اقتدا نہیں کریں گے دوبارہ نماز پڑھیں اور اقتدا کریں تو کیا حکم ہے؟ (۴) اس امام کا مذبوحہ ان لوگوں پر کیسا ہے؟ (۵) قسم کھانے کے باوجود اس امام کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھنے کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید غلام نبی شاہ پیش امام وخطیب مرکزی مسجد ہزارہ......۲۰/ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

الجواب: (۱) امام کی توہین حرام اور موجب ترک جماعت اور ترک مسجد ہے اس سے اجتناب ضروری ہے، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم کل المسلم علی المسلم حرام دمہ ومالہ وعرضہ (مسلم) ﴿۱﴾۔ (۲) صحت نماز کیلئے مسجد شرط نہیں ہے البتہ مسجد خیر البقاع ہے اس میں جو فضیلت ہے وہ دوسرے مکان میں نہیں ہے ﴿۲﴾۔
(۳) یہ لوگ کفارہ دیں گے ﴿۳﴾۔ (۴) اگر یہ امام مسلمان ہو تو اس کا ذبیحہ ہر مسلم اور غیر مسلم کیلئے جائز ہے ﴿۴﴾۔ (۵) اگر قسم کنندگان کی مراد صرف پنجگانہ نماز ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (الصحیح المسلم ص ۳۱۷ جلد ۲ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ ودمہ وعرضہ ومالہ)

﴿۲﴾ عن ابی امامۃ...... فقال شر البقاع اسواقھا وخیر البقاع مساجدھا رواہ ابن حبان فی صحیحہ عن ابن عمر. (مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۷ جلد ۱ الفصل الثانی باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ)

﴿۳﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: وکفارتہ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم...... وان عجز عنھا کلھا صام ثلاثۃ ایام ولاء.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۶۲ جلد ۳ مطلب کفارۃ الیمین کتاب الایمان)

﴿۴﴾ قال الحصکفی: وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیداً الخ.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۰۸ جلد ۵ کتاب الذبائح)

محتاط نابینا حافظ قرآن کی امامت جائز غیر مکروہ ہے

سوال: جناب بزرگوارم شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) اکوڑہ خٹک

سلام مسنون کے بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں کافی بحث ومباحثہ کے بعد بعض علماء کہتے ہیں کہ نابینا انسان کے پیچھے نماز مکروہ ہے جبکہ بعض غیر مکروہ کہتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا نابینا جوقاری بھی ہو حافظ قرآن بھی ہواور ایک حدتک تفسیر وترجمہ قرآن بھی جانتا ہواس کے دوخادم بھی ہوں،طلباء کوکنزالدقائق تک فقہ زبانی سکھاتا ہومشکواۃ شریف بھی پڑھ چکا ہو،اس کے پاس چار جوڑے کپڑے بھی موجود ہو جووقتاً فوقتاً تبدیل کرتا ہوکیا ایسے نابینا کے پیچھے نماز مکروہ ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: حافظ گل سعادت خان مدرسہ عربیہ معراج العلوم بنوں......۷/ ذی قعدہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: ایسے محتاط حافظ اعمیٰ کی امامت عوام الناس کیلئے بلاشبہ جائز غیر مکروہ ہےلیکن اگر بینا لوگوں میں اس سے بہتر (اعلم مثلا) موجود ہوتواس کی امامت مکروہ (تنزیہی) ہے،فی الشرح الکبیر ص ۴۳۹ وذکر فی المحیط لا بأس بان یؤم الاعمی والبصیر اولیٰ وفی الانفع ذکر الامام المعروف بخواھر زادہ فی مبسوطہ انما یکرہ تقدیم الاعمیٰ اذا کان غیرہ افضل منہ وقد ثبت ان النبی علیہ السلام استخلف ابن ام مکتوم یؤم الناس وھو اعمیٰ رواہ ابوداؤد انتھیٰ ما فی شرح الکبیر ﴿۱﴾. وھو الموفق

شیخ الحدیث مفتی اعظم مولانا مفتی (محمد فرید عفی عنہ) مدظلہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

امام کے حقوق،اجرت امامت سے زائل نہیں ہوتے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد کو مقتدی

﴿۱﴾ (غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۴۷۶ فصل فی الامامة)

حضرات کہتے ہیں کہ ہم تجھے امامت کا عوض اناج وغیرہ یا تنخواہ کی صورت میں دیتے ہیں، لہٰذا آپ کا ہم پر کوئی حق نہیں تو امام کے حقوق اس کے علاوہ کچھ ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احسان اللہ ہزارہ......۱۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ امامت پر اجرت لینا جائز ہے ﴿۱﴾ اور یہ اجرت احتباس اور پابندی کی عوض ہوتی ہے نہ کہ نفس امامت کی، لہٰذا امام کے حقوق اس سے زائل نہیں ہوں گے۔ وھو الموفق

حرام خوراور سود خور کی اقتدا اور شرکت نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) حرام خوراور سود خور کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز اس کی عبادات درست ہیں یا نہیں؟ (۲) سود خور کے ساتھ شریک ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل خان خلیل تہکال پشاور......۷/۷/۱۳۹۱ھ

الجواب: (۱) حرام خور کی عبادت درست ہے گناہ نیکی کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے ﴿۲﴾۔ البتہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۳۸ جلد۵ باب الاجارة الفاسدة مطلب فی الاستئجار علی الطاعات)

﴿۲﴾ قال الامام اعظم ابو حنیفة: من عمل حسنة بشرائطها خالیة عن العیوب المفسدة والمعانی المبطلة ولم یبطلها حتی خرج من الدنیا فان الله تعالیٰ لا یضیعها بل یقبلها منه ویثیبه علیها، قال الملا علی قاری: وذلک لقوله تعالیٰ ان الله لا یضیع اجر المحسنین وفی آیة اخری ان لله لا یضیع اجر المؤمنین بل یقبلها منه ای بفضله وکرمه الخ.

(شرح فقه الاکبر لملا علی قاری ص۸۷ الطاعات بشروطها مقبولة.

وقال الحافظ عماد الدین ابن کثیر: یقول تعالیٰ مخبراً: انه لا یظلم احدا من خلقه یوم القیامة مثقال جبة خردل ولا مثقال ذرة بل یو فیها له ویضاعفها له ان کانت حسنة، ان الله لا یظلم مثقال ذرة وان تک حسنة یضاعفها ویؤت من لدنه اجراً عظیماً.

(تفسیر ابن کثیر ص۴۵۰ جلد۱ سورة النساء آیت: ۴۰)

اس کی اقتدا مکروہ ہے﴿۱﴾۔(۲) جائز ہے۔ وھو الموفق

تین امام ہونے کی وجہ سے دس دس دن تراویح اور لاؤڈ سپیکر پر نماز کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک مسجد میں تین امام ہیں کیا شرعاً ہر ایک امام دس دس دن تراویح پڑھا سکتا ہے؟ (۲) نمازیوں کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہوتی ہے کیا لاؤڈ سپیکر میں امام نماز پڑھا سکتا ہے؟ (۳) دیہاتی علاقوں میں قریب دو مسجدوں میں جدا جدا لاؤڈ سپیکر کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: علی اکبر ازاد کشمیر

الجواب: (۱) بالکل پڑھا سکتے ہیں۔ (۲) لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھنا ممنوع نہیں ہے البتہ بلا ضرورت نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (۳) نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب، البتہ تصادم آواز اور اشتباہ پڑنے کی صورت میں ممنوع ہے۔ وھو الموفق

داڑھی مونڈے ہوئے کی امامت اور اذان ہونے یا نہ ہونے کی لاعلمی کی صورت میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) پشاور یونیورسٹی کی مسجد میں طلباء امامت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں یہاں کوئی امام نہیں ہے عموماً داڑھی والا طالب علم نماز پڑھاتا ہے لیکن جب یہ نہ ہو تو داڑھی مونڈا امامت کراتا ہے، نیز داڑھی والے کی نسبت اگر داڑھی مونڈ ازیادہ عالم

﴿۱﴾ قال ابن نجیم رحمه الله: (قوله وكره امامة العبد والاعرابی والفاسق والمبتدع والاعمیٰ وولدالزنا) بیان للشیئین الصحة والكراهة اما الصحة فمبینة علی وجود الاهلیة للصلاة مع اداء الاركان وهما موجودان من غیر نقص فی الشرائط والاركان ومن السنة حدیث صلوا خلف كل بر وفاجر وفی صحیح البخاری ان ابن عمر كان یصلی خلف الحجاج وكفى به فاسقا كما قال الشافعی وقال المصنف ان افسق اهل زمانه.

(البحر الرائق ص ۳۴۸ جلد ۱ باب الامامة)

ہواوران کوزیادہ مسائل یاد ہوں، اور داڑھی والا کم علم ہو، تو احق بالامامت کون ہے؟ (۲) اس صورت میں اگر نماز ہورہی ہو اور ایک عالم دین درمیان میں آجائے تو وہ کیا کرے گا، ان کے ساتھ نماز پڑھے گا یا اکیلا؟ (۳) اگر اذان کا علم نہیں، کہ ہوئی ہے یا نہیں اور جماعت ہوجائے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شفیق الرحمٰن پشاور یونیورسٹی ...... ۵/ اگست ۱۹۷۹ء

الجواب: (۱) داڑھی مونڈا جب داڑھی والے کی نسبت زیادہ اعلم بمسائل الصلوٰۃ ہو تو وہ احق بالامامت ہوگا ﴿۱﴾ (الدر المختار مع ردالمحتار) ۔ (۲) انفراد سے اقتدا بالفاسق افضل ہے ﴿۲﴾ (البحر، هنديه، ردالمحتار) ۔ (۳) یہ نماز باوجود خلاف سنت ہونے کے درست ہے۔ ﴿۳﴾ ۔ فقط

امامت کو ذلیل پیشہ کہنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے کہا کہ امامت ذلیل پیشہ ہے اور ذلت ہے بعد ازاں وہ زید امامت بھی کرنے لگا، کیا اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد فرید مدرسہ معارف القرآن حنفیہ مرکزی جامع مسجد مانسہرہ

﴿۱﴾ قال الحصكفي: والاحق بالامامة تقديما بل نصبا الاعلم باحكام الصلاة فقط صحة وفساداً بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة وحفظه قد رفرض وقيل واجب وقيل سنة، قال ابن عابدين: وعبارة الكافي وغيره الاعلم بالسنة اولىٰ الا ان يطعن عليه في دينه لا الناس لا يرغبون في الاقتداء به. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي: صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال العلامه ابن عابدين: افاد ان الصلاة خلفهما اولىٰ من الانفراد.

(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة في امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اذا صلىٰ في مسجد المحلة جماعة بغير اذان حيث يباح اجماعا. (ردالمحتار على الدر المختار ص ۴۰۸ جلد ۱ باب الامامة مطلب في تكرار الجماعة في المسجد)

الجواب: زید کی اس عبارت کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔(۱) کہ عوام امامت کے پیشہ کو ذلیل سمجھتے ہیں اس مفہوم کی وجہ سے زید پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اندریں زمانہ لوگ جہالت کی وجہ سے امامت کے پیشہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں جس کا گناہ لوگوں پر ہوگا﴿۱﴾۔(۲) اور اگر خود زید کا بھی یہی عندیہ ہے تو یہ انتہائی خطرناک ہے﴿۲﴾ اس سے زید تائب ہو جائے تو امامت کر سکتا ہے۔وھو الموفق

امام کا استعفیٰ دیئے بغیر دوسرے کا جبراً قبضہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام نے استعفیٰ نہیں دیا ہو اور اس کی جگہ دوسرا امام جبراً قبضہ کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو سابقہ امام کے خلاف اکساتا ہے تو کیا اس دوسرے امام کے پیچھے اقتداء شرعاً درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۲ء/۱/۱۶

الجواب: امام الحیّ کے حضور میں دوسرے شخص کی امامت مکروہ ہے جبکہ بلا اذن ہو، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانه ﴿۳﴾ وفی الدرالمختار، واعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولیٰ بالامامة من غیره مطلقا الخ﴿۴﴾ . وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وثبوتها بارکعوا مع الراکعین ومن حکمها نظام الالفة وتعلم الجاهل من العالم هی افضل من الاذان عندنا...... فاخترت الامامة، قال ابن عابدین، قلت ومفاده انها افضل من الاقتداء.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۴۰۸ جلد ۱ قبیل مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه ملا علی قاری: من استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوه مما یعظم فی الشرع کفر. (شرح فقه الاکبر لملا علی قاری ص۱۶۷ فصل فی القرأة والصلاة)

﴿۳﴾ عن ابی مسعود رواه مسلم وفی روایة له ولا یؤمن الرجل الرجل فی اهله.
(مشکواة المصابیح ص ۱۰۰ جلد ۱ باب الامامة الفصل الاول)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

نابینا عالم دین حافظ وقاری کی امامت بلا کراہیت درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک نابینا حافظ اور قاری ہے مزید یہ کہ عالم وفاضل دیوبند ہے اور حق گو ومتقی بھی ہے، یہ عالم رمضان شریف میں تراویح پڑھاتا ہے اور کبھی کبھی صبح وعشاء کی نمازوں میں بھی امامت کرتا ہے کیا نابینا کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد ابراہیم شاہ حسن خیل بنوں......۱۹۹۱ء/۱/۱۴

الجواب: ایسے نابینا کے پیچھے اقتدا کرنا بلا کراہیت درست ہے، خواہ فرائض میں ہو یا تراویح میں، کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ا باب الامامة) ویکره تنزيهاً امامة عبد وفاسق واعمى ونحوه الاعشى نهر الا ان يكون غير الفاسق اعلم القوم فهو اولىٰ (وفى ردالمحتار ص ۳۹۳ جلد ا باب الامامة) تبع فى ذلك صاحب البحر حيث قال قيد كراهة الاعمىٰ فى المحيط وغيره بان لا يكون افضل القوم فان كان افضلهم فهو اولىٰ ﴿ ا ﴾. وهو الموفق

امام کی تقرری میں اکثریت کی رائے معتبر ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عموماً ائمہ مساجد بغیر تنخواہ کے فرائض امامت ادا کرتے ہیں، امام کے معزولی اور تقرری میں اہل محلّہ کی رائے معتبر ہوتی ہے اب ہمارے امام نے خود بخود امامت سے مجبوری ظاہر کی ہے، اسلئے اہل محلّہ نے دوسرا امام مقرر کر دیا، جس پر فریقین بن گئے ایک فرقہ نے اس تقرری پر اعتراض کیا اسی وجہ سے اب کوئی امام مقرر نہیں ہے ایک فرقہ اکثریت رکھتا ہے جبکہ دوسری پارٹی اقلیت میں ہے اب کس کی رائے معتبر ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام حسین افضل فلور ملز شینہ باغ خورد کیمبلپور......۱۹۷۲ء/۲/۱۶

﴿ ا ﴾ (الدر المختار مع هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ا باب الامامة)

الجواب: اکثر کا فیصلہ منظور کیا جائے گا، فی الدر المختار اوالخیار الی القوم فان اختلفوا اعتبر اکثرهم (هامش الدر ص ۵۲۲ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

بلاثبوت شرعی صرف الزام کی وجہ سے کراہت اقتدا کا حکم نہیں دیا جا سکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے شرعی فیصلہ کیلئے مسمیٰ فلان اور مولوی فلاں سکنہ بیگوخیل کو ثالثان شرعی متعین کئے، فریقین سے بیان لینے کے بعد شرعی فیصلہ سنایا تو ایک فریق کو یہ فیصلہ ناجائز معلوم ہوا، تو ثالثان سے کہہ کر فیصلہ رد کر دیا، مگر ثالثان نے کہا کہ اگر ہمارے فیصلہ کے خلاف تم لوگوں نے غلطی کا کوئی ثبوت پیش کیا تو ہم تسلیم کریں گے پھر ہم نے حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فتویٰ نمبر۵۹۹۲ طلب کیا تو اس میں ان کے فیصلہ کے خلاف ثبوت پیش ہوا ہم نے وہ فتوے پیش کئے تو انہوں نے انکار کیا اور اپنے غلط فیصلے پر ثابت قدم رہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ میں رشوت لی ہے اور جو آدمی ہمارے درمیان پھرتا تھا انہوں نے ہمیں یقین سے کہا ہے کہ انہوں نے رشوت لی ہے، کیا ایسے ثالثوں کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اجمل خان سکنہ بیگوخیل لکی مروت......۱۹۷۲ء/۶/۶

الجواب: محترم! واضح رہے کہ بغیر ثبوت شرعی کے ہم صرف اس الزام کی وجہ سے کراہت اقتدا کا فتویٰ نہیں دے سکتے ہیں، قال الله تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الایة)﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (سورة الحجرات پاره: ۲۶ آیت: ۱۲ رکوع ۱۴)

غلط خوان کے پیچھے درست خوان کی اقتدا درست نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص صحیح طور پر قرآن مجید نہیں پڑھ سکتا، مثلاً الفراش المبثوث کی بجائے الفراخ المبثوت پڑھتا ہے، اس کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ اس کو امامت کرانے کا حق ہے یا نہیں، باوجودیکہ دوسرے جید علماء بھی موجود ہوں۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: الفراش کو الفراخ پڑھنے والے کے پیچھے درست خوان کی اقتدا درست نہیں ہے، کما فی الدرالمختار ولا غیر الالثغ به ای بالالثغ علی الاصح وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف (هامش الرد ص ۵۴۴،۵۴۵ جلد ۱)﴿۱﴾ . وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ مطلب فی الالثغ باب الامامة)

فصل فی من تصح امامته ومن لا تصح

وتر کو ایک رکعت اور مصحف سے پڑھنے والے کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کو ایک رکعت پڑھنے والوں کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ نیز مصحف سے پڑھنے والے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: تختہ خان سعودی عرب......۲/ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: وتر کو ایک رکعت پڑھنے والے ائمہ کے پیچھے اقتدا نہ کریں ﴿۱﴾ اور مصحف سے پڑھنے والے امام کے پیچھے اقتدا بھی خلاف احتیاط ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وصحح الشارح الزیلعی انه لا یجوز اقتدا الحنفی بمن یسلم من الرکعتین فی الوتر وجوزہ ابوبکر الرازی ویصلی معه بقیة الوتر...... ویخالفه ما ذکر فی الارشاد من انه لا یجوز الاقتدا فی الوتر بالشافعی باجماع اصحابنا لانه اقتداء المفترض بالمتنفل فانه یفید عدم الصحة فصل او وصل...... فی فتح القدیر بما ذکرہ فی التجنیس وغیرہ من ان الفرض لایتأدی بنیة النفل ویجوز عکسه فعلی هذا ینبغی ان لایجوز وتر الحنفی اقتداء بوتر الشافعی بناء علی انه لم یصح شروعه فی الوتر لانه بنیته ایاہ انما نوی النفل الذی هو الوتر فلا یتأدی الواجب بنیة الواجب الخ.

(البحر الرائق ص ۳۹ جلد ۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: ویفسدها قراءته من مصحف عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وقالا یفسدله ان حمل المصحف وتقلیب الاوراق والنظر فیه عمل کثیر وللصلاة عنه بدو علی هذا لو کان موضوعا بین یدیه علیٰ رحل وهو لا یحمل ولا یقلب اوقرأ المکتوب فی المحراب لا تفسد ولان التلقن من المصحف تعلم لیس من اعمال الصلاة وهذا یوجب التسویة بین المحمول وغیرہ فتفسد بکل حال وهو الصحیح هکذا فی الکافی. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۰۱ جلد ۱ الفصل الاول فیما یفسدها الباب السابع فیما یفسد الصلاة ومایکرہ فیها)

حقہ اور سگریٹ پینے والے کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام حقہ یا سگریٹ پیتا ہو اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عابد محمود حمیدی اٹک.....۳۰/۱۰/۱۹۸۴ء

الجواب: پیاز، لہسن اور تمبا کو خوروں کا حکم یکساں ہے ان کے کھانے والوں کے پیچھے اقتدا کرنے میں کراہت نہیں ہے، البتہ بدبو کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ بدبودار آدمی کیلئے مسجد جانا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله واكل نحو ثوم) اى كبصل ونحوه مماله رائحة كريهة للحديث الصحيح فى النهى عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد قال الامام العينى فى شرحه على صحيح البخارى قلت علة النهى اذى الملائكة واذى المسلمين ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع خلافا لمن شذ ويلحق بما نص عليه فى الحديث كل ماله رائحة كريهة ماكولا وغيره وانما خص الثوم هنا بالذكر وفى غيره ايضا بالبصل ولكراث لكثرة اكلهم لها وكذلك الحق بعضهم بذلك من بفيه بخر اوبه جرح له رائحة وكذلك القصاب والسماك والمجذوم والابرص اولى بالالحاق وقال سحنون لا ارى الجمعة عليهما واحتج بالحديث والحق بالحديث كل من اذى الناس بلسانه وبه افتى ابن عمر وهو اصل فى نفى كل من يتاذى به ولا يبعد ان يعذر المعذور باكل ماله ريح كريهة لما فى صحيح ابن حبان عن المغيرة بن شعبة قال انتهيت الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فوجد منى ريح الثوم فقال من اكل الثوم فاخذت يده فادخلتها فوجد صدرى معضوبا فقال ان لك عذرا وفى رواية الطبرانى فى الاوسط اشتكيت صدرى فاكلته وفيه فلم يعنفه صلى الله عليه وسلم وقوله صلى الله عليه وسلم وليقعد فى بيته صريح فى ان اكل هذه الاشياء عذر فى التخلف عن الجماعة وايضا هنا علتان اذى المسلمين واذى الملائكة فبالنظر الى الاولى يعذر فى ترك الجماعة وحضور المسجد وبالنظر الى الثانية يعذر...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دیوار مسجد سے ''یا محمد'' مٹانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی دیوار پر اوقات نماز کا بورڈ لگا ہوا ہے جس کے اوپر دائیں جانب ''یا اللہ'' اور بائیں جانب ''یا محمد'' لکھا ہوا ہے ایک شخص نے بائیں جانب سے ''یا محمد'' کو جلا کر مٹا دیا ہے کیا یہ شخص اہانت کا مرتکب نہیں ہوا ہے؟ کیا ایسا شخص امامت کر سکتا ہے؟ کیا اس کے ساتھ صف میں کھڑا ہونا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب الرحمٰن......۱۹۷۵ء/۲/۱۱

الجواب: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہایت قابل احترام اور واجب الاحترام ہے، ولهذا لا يجوز لف شئ فى الكواغد التى فيها اسم الله تعالىٰ او اسم النبى صلى الله عليه وسلم (كما فى الهنديه ص ۳۵۷ جلد ۵) ﴿۱﴾. اور اہل بدع کے شعار کا مٹانا جہاد موجب ثواب ہے، ولهذا قطع الصحابة رضى الله عنهم بعض الاشجار ﴿۲﴾ پس اگر اس نے اس لفظ مبارک کو اس وجہ سے جلایا

(بقيه حاشيه) فى ترك حضور المسجد ولو كان وحده، ملخصا اقول كونه يعذر بذلك ينبغى تقييد بما اذا اكل ذلك بعذر او اكل ناسيا قرب دخول وقت الصلاة لئلا يكون مباشرا لما يقطعه عن الجماعة بصنعه. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۴۸۹ جلد ۱ قبيل باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ وفى الهنديه : ولا يجوز لف شئ فى كاغذ فيه مكتوب من الفقه وفى الكلام الاولى ان لا يفعل وفى كتب الطب يجوز ولو كان فيه اسم الله تعالىٰ او اسم النبى صلى الله عليه وسلم يجوز محوه ليلف فيه شئ كذافى القنية. (فتاوىٰ عالمگيريه ص ۳۲۲ جلد ۵ الباب الخامس فى اداب المسجد والقبلة والمصحف وما كتب الخ)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد ادريس الكاندهلوى: بعض روایات و تاریخی نقول سے یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ لوگ اس درخت (اذيبا عون تحت الشجرة) کی تعظیم و تکریم کرنے لگے اور وہاں آ کر نفلیں بھی پڑھتے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم فرمایا اس اندیشہ سے کہ کہیں اس درخت کی پرستش نہ ہونے لگے۔ (تفسير معارف القرآن ص ۴۶۹ جلد ۷ سورة الفتح آيت: ۱۸)

ہو کہ عوام فساد اعتقاد سے بچیں تو اس کا یہ جذبہ درست ہے، لیکن یہ عمل اس کا غلط اور بے ادبی ہے، یہ نجدیت کا کام ہے، حنفیت کا کام نہیں ہے بہر حال یہ شخص بے ادب باایمان ہے اگر نادم نہ ہو تو اس کے پیچھے اقتدا نہ کی جائے البتہ نماز اور جماعت سے اس کو منع نہیں کیا جائے گا۔ وھو الموفق

اغوا کار، زانی اور جھوٹی قسمیں کھانے والی کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں دو شخص ہیں جن میں سے ایک صوم وصلاۃ کا پابند ہے جبکہ دوسرے میں یہ برائیاں پائی جاتی ہیں۔ (۱) اغوا کرنا اور کرانا (۲) زنا کرنا اور کرنے میں مدد دینا (۳) نکاح پر نکاح پڑھانا (۴) جھوٹی گواہی دینا (۵) جھوٹی قسمیں کھانا (۶) کباڑ مال مسجد سے غائب کرنا۔ جب رمضان شروع ہوتا ہے تو مسجد میں آتا ہے باقی سارا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان میں آ کر مسجد پر قبضہ کرتا ہے، لوگ اسے کہتے ہیں کہ ہماری نماز آپ کے پیچھے نہیں ہوتی لیکن وہ بضد ہے، نتیجۃً مجبوراً لوگ گھروں میں نماز پڑھتے ہیں کیا اس امام کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جاوید اقبال کوٹ دھمیک جہلم

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس برے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، کما فی شرح الکبیر (ص ۴۳۸) ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم ﴿۱﴾ البتہ انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا بہتر ہے، کما فی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ قولہ فضل الجماعۃ افاد ان الصلوٰۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ الحلبی: کذا فی فتاویٰ الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامۃ)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ باب الامامۃ قبیل مطلب فی امامۃ الامرد)

نکاح پر نکاح کرانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو امام مسجد اور خطیب ہے نکاح پر نکاح کر دیا ہے، اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف خان......۱۹۷۴ء/۱۱/۳۰

الجواب: بر تقدیر صدق اگر اس خطیب نے یہ کام دیدہ دانستہ طور سے کیا ہو تو تعاون علی المعصیة ﴿۱﴾ کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا، اور صالحین کی اقتدا کا لائق نہ ہوگا ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نماز کی صحت وفساد سے ناواقف اور جوان بیٹی کو بے پردہ اور بلا نکاح رکھنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا امام جو نماز کی صحت وفساد سے ناواقف ہو جس کی اہلیہ اور جوان بیٹی کھیتوں میں بے پردہ گھاس وغیرہ کیلئے پھرتی ہوں اور بیٹی کو بلا عقد و نکاح گھر میں پالتا ہو، تاکہ مال منڈی کی طرح نکاح میں زیادہ رقم حاصل کرے، کیا اس امام کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسین احمد

الجواب: اگر اس امام کے مقتدی بھی ان جرائم میں مبتلا ہوں تو کراہیت نماز نہیں ہے اور اگر مقتدیوں میں اس سے بہتر شخص موجود ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے، یدل علیه مافی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهٍ (الی ان قال) وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة﴿۳﴾. فقط

﴿۱﴾ قال الله تعالیٰ، ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان . (سورة المائدة پاره: ۶ رکوع ۱ آیت: ۲)

﴿۲﴾ قال الحصکفی رحمه الله: ویکره امامة عبد وفاسق. (درمختار ص ۴۱۴ باب الامامة)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بدکرداراور مفعول کی امامت کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام مسجد بن گیا ہے جو کہ ظاہراً مفعول ہے اوراس بدکرداری میں مشہور ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ سات آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی ان میں سے ایک فاعل ہے اور دوسرا مفعول، یہ حدیث شریف تنبیہ الغافلین کے باب حق الجار میں موجود ہے تو کیاایسے شخص کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الرحمٰن بازارگئی صوابی......۱۹۸۷ء/۹/۱۶

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ لکونه فاسقا ولا تجب الاعادة ﴿۲﴾ اور بہرحال التائب من الذنب کمن لا ذنب له ﴿۳﴾ کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ وهو الموفق

مرہونہ پرنفع لینے والے کی اقتدا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو پیش امام مرہونہ سے نفع لیتا ہو اس کی اقتدا جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان مقام مسجھور مانسہرہ

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق واعمى ومبتدع. قال ابن عابدين: (قوله اى غير الفاسق) ...... تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (ردالمحتار مع الدرالمختار ص۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ قال فى ردالمحتار فيكره لهم التقدم ويكره الاقتداء بهم تنزيهاً فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولىٰ من الانفراد.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۳ جلد ۱ قبيل مطب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له رواه ابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان الخ. (مشكواة المصابيح ص۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)

الجواب: چونکہ مرہونہ سے نفع لینا ناجائز اور ربا ء ہے، لان کل قرض جر نفعا فھو ربواً، ھو لفظ الحدیث و کذا حاصل الحدیث ﴿۱﴾ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا (جنازہ وغیرہ میں) مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ لیکن بشرطیکہ قوم کا حال اس امام سے بدتر نہ ہو ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، یشیر الیہ کلام البحر وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتدا بھم عند وجود غیرھم (ص ۳۴۹ جلد ۱) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر منفعة فھو ربا رواہ الحارث بن ابی اسامة و اسنادہ ساقط و لہ شاھد ضعیف عن فضالة بن عبید عند البیھقی و آخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری.

(بلوغ المرام من ادلة الاحکام ص ۲۸۲ رقم حدیث: ۸۱۲)

ورواہ ابن ابی شیبة فی مصنفہ حدثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعة. (فتح القدیر ص ۲۵۲ جلد ۶ قبیل کتاب ادب القاضی)

وفی امداد الفتاویٰ رسالہ کشف الدجیٰ: ومما یدل علی عدم حل القرض الذی یجر الی المقرض نفعا ما اخرجہ البیھقی فی المعرفة عن فضالة بن عبید موقوفا بلفظ کل قرض جر منفعة فھو وجہ من وجوہ الربا ورواہ فی السنن الکبریٰ عن ابن مسعود وابی بن کعب وعبد اللہ بن سلام وابن عباس موقوفاً علیھم (ص ۹۹) وایضا قال فی (ص ۲۱۵) وقال ﷺ کل قرض جر منفعة فھو ربا وھو حدیث حسن لغیرہ صرح بہ العزیزی فی شرح الجامع الصغیر (ص ۴۸۷ جلد ۳).

(امداد الفتاویٰ ص ۲۱۵، ۲۷۰ جلد ۳ کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا)

﴿۲﴾ قال الشامی: قولہ (ویکرہ امامة عبد ...... وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامہ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک کذا فی البرجندی.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی مونڈوانے کا کیا حکم ہے اور ایک مشت رکھنا واجب یا سنت ہے؟ اور جو شخص ایک مشت سے کم داڑھی رکھتا ہو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالرشید جھنگ......۱۳۹۷/۶/۳۱ھ

الجواب: ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے البتہ اس کے وجوب سنت وحدیث سے ثابت ہے، کما صرح به شیخ عبد الحق محدث الدهلوی ﴿۱﴾، اس کا مونڈوانے والا فاسق ہے اور کتروانے والا نیز فاسق ہے جبکہ علی قصد الدوام ہو، کما فی تنقیح الفتاویٰ ﴿۲﴾ اور فاسق کی اقتدا مکروہ ہے البتہ انفراد سے افضل ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (اشعة للمعات شرح مشكواةباب الترجل الفصل الاول)

وقال الملا علی قاری: وقد اختلفوا فيما طال من اللحية فقيل ان قبض الرجل علی لحيته واخذ ماتحت القبضة ولابأس به وقد فعله ابن عمر رضی الله عنه وجماعة من التابعين واستحسنه الشعبی وابن سيرين وكره الحسن وقتادةومن تبعها وقالوا تركها عافية احب منه لكن الظاهر هوالاول. (نفع قوت المغتذی علی هامش سنن ترمذی ص ۱۰۰ جلد۲)(وهكذا فی مرقاة المفاتيح ص ۲۹۸ جلد۸ باب الترجل الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامه محمدامين: ان الاخذ من اللحية وهی دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه احد واخذ كلها فعل يهود الهنود ومجوس الاعاجم. (تنقيح الفتاویٰ الحامديه ص ۳۵۱ جلد ۱ لايباح الاخذ من اللحية وهی دون القبضة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبيل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

دس سالہ لڑکے کی امامت باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دس سالہ لڑکا ہے پانچ پارے تک قرآن پڑھا ہے اس کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رئیس خان شاہ کوٹ پبی نوشہرہ...... یکم ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمام فقہاء نے تصریح کی ہے کہ بالغ کا نابالغ امام کے پیچھے اقتدا باطل ہے ﴿۱﴾ لحدیث الامام ضامن ﴿۲﴾ ولحدیث انما جعل الامام لیوتم بہ ﴿۳﴾. وھو الموفق

داڑھی مونڈے حافظ قرآن کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قران داڑھی مونڈواتا ہو یا کترواتا ہو اور مسنون داڑھی نہ رکھتا ہو، اس کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... ۱۹۷۷ء/۹/۲۳

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبیی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح. (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۲۷ جلد ۱ مطلب الواجب کفایۃ ھل یسقط بفعل الصبی)

﴿۲﴾ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ الامام ضامن والمؤذن مؤتمن اللھم ارشد الائمۃ واغفر للمؤذنین.

(جامع ترمذی ص ۲۹ جلد ۱ باب ماجاء ان الامام ضامن والمؤذن مؤتمن)

﴿۳﴾ عن عائشۃ ام المومنین انھا قالت صلی رسول اللہ ﷺ فی بیتہ وھو شاک فصلی جالساً وصلی ورآءہ قوم قیاما فاشار الیھم ان اجلسوا فلما انصرف قال انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا رکع فارکعوا الخ.

(الصحیح البخاری ص ۹۵ جلد ۱ باب انما جعل الامام لیؤتم بہ الخ، کتاب الاذان)

الجواب: مسنون داڑھی نہ رکھنے والے امام کے پیچھے نیک آدمیوں کی موجودگی میں اقتدا مکروہ تحریمی ہے،لکونه فاسقا کما فی تنقیح الفتاویٰ ص ۱ ۳۵ جلد ۱ ان الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احدواخذ کلها فعل الیهود والهنود ومجوس الاعاجم اه فحیث ادمن علی فعل هذا المحرم یفسق ﴿۱﴾ وفی شرح الکبیر ص ۴۷۹ کراهة تقدیمه کراهة تحریم ﴿۲﴾ وفی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة ﴿۳﴾، مختصر یہ کہ ایسے حافظ کو امام نہ بنایا جائے یہ اقتدا ختم القرآن نہ کرنے سے بدتر ہے۔وهو الموفق

داڑھی کو قبضہ سے کم کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ موضع بوتری ہری پور کے پیش امام نے داڑھی رکھی ہوئی ہے لیکن اس قدر کٹوا دیتا ہے کہ محض نام کی داڑھی ہے جیسا کہ حجام سے چھ،سات دن تک حجامت نہ کروایا ہو،تو کیا ایسا امام جس کو داڑھی کا تقدس اور سنت رسول ﷺ کا احترام نہ ہوتو کیا اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: قاضی میر اکبر ہری پور......۱۸/شوال ۱۴۰۱ھ

الجواب: ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے،لان الاخذ مادون القبضة حرام ومفسق کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۱ ۳۵ جلد ۱ ان الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة کما یفعله البعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلها فعل یهود

﴿۱﴾ تنقیح الفتاویٰ الحامدیه ص ۱ ۲۵ جلد ۱ لا یباح الاخذ من اللحیة وهی دون القبضة)

﴿۲﴾ غنیة المستملی شرح منیة المصلی ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الھنود و مجوس الاعاجھم فحیث اد من علی فعل ھذا المحرم یفسق﴿۱﴾. وھو الموفق

سنت داڑھی نہ رکھنے اور عیسائی مشنری میں ملازمت کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مدرسہ فتح پوری دہلی کا فارغ التحصیل ہے لیکن اس کی داڑھی سنت کے موافق نہیں ہے اور پینتالیس سال سے عیسائی مشنری میں تنخواہ دار ملازم کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہے، نیز مقتدیوں سے بد اخلاقی بھی کرتا ہے شعائر دین کا لحاظ نہیں رکھتا، ایسے امام کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتو جروا

المستفتی: عبد الرحیم حمام گلی صدر روڈ پشاور......۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لفسقہ کما فی شھادات تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ﴿۲﴾ البتہ اگر قوم کی دینی حالت اس سے بدتر ہو تو یہ امام اندھوں میں کانا ہے تو کراہت نہیں ہے، کما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عن وجود غیرھم و الا فلا کراھة﴿۳﴾. وھو الموفق

مسجد میں فوٹو بنوانے سے منع نہ کرنے والے امام کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں نکاح کے وقت فوٹو لینا کیسا ہے؟ نیز اس امام کی امامت کا کیا حکم ہوگا کہ باوجود حاضر مجلس ہونے کے منع نہ کرے کیا اس کی امامت درست ہے؟ بینو اتو جروا

المستفتی: سراج الدین حقانی خطیب ڈومیل ضلع جہلم......۱۹۸۶ء/ ۱۰/۸

﴿۱﴾ (تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ص ۳۵۱ جلد ۱ لا یباح الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة)

﴿۲﴾ قال العلامہ محمد امین: ان الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم یبحه احد واخذ کلھا فعل یھود الھنود ومجوس الاعاجم.
(تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ص ۳۵۱ جلد ۱ لا یباح الاخذ من اللحیة وھی دون القبضة)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: مساجداور بازار منکرات سے بھرے ہوئے ہیں اور یہ لوگ اہل ورع پر غالب ہیں لہٰذا امام مجبور ہوگا، ہاں نهی عن المنکر کا فریضہ اپنی جگہ لازم ہے، فوٹو کی حرمت عام مسلمانوں کو بھی معلوم ہے ﴿۱﴾ تاہم اس امام کی اقتدا درست ہے (بحر الرائق) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

لالچ کی وجہ سے غلط فیصلہ کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں سربلند پورہ کے خطیب...... دوفریقوں کا ثالث مقرر ہوا، لالچ کی وجہ سے شرعی فیصلہ کی بجائے غیر شرعی فیصلہ کیا اور لوگوں کو ظاہر کیا کہ یہ فیصلہ شرعی ہے حالانکہ وہ دھوکہ اور فراڈ تھا، جب اس فیصلہ کو قاضی غلام سرور آف بڈنی کو پیش کیا گیا تو یہ ثالث اپنے فراڈ (دھوکہ) کی وجہ سے حاضر ہونے سے انکاری ہوا اور حاضری نہیں دی، کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: حاجی سفید گل سربلند پورہ پشاور...... ۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: چونکہ اس مسئلہ متنازع فیہا میں حصص شرعی معلوم اور متیقن ہیں اور فائل میں تحریر شدہ ہیں تو اگر اس مصالح خطیب نے بلا رضامندی طرفین یہ فیصلہ کیا ہو تو فیصلہ نامنظور اور کالعدم ہے اور فراڈ کرنے کی صورت میں نیک لوگوں کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد الله بن مسعود قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اشد الناس عذابا عند الله المصورون. (مشكواة المصابيح ص ۳۸۵ جلد ۲ باب التصاوير الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة كما لا يخفىٰ.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحلبي: كذا في فتاوىٰ الحجة وفيه اشارة الى انهم قدموا فاسقا ياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير ص ۴۷۵ فصل في الامامة)

مغصوبہ زمین مزارعت پر لینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک صاحب جائیداد کافی عرصہ سے مفلوج ہے گاؤں کو چھوڑ کر بیوی کے رشتہ داروں کے ہاں سکونت پذیر ہے، اس کی جائیداد پر بڑے بیٹے نے قبضہ کیا ہے، باپ اس پر سخت ناراض ہے اور کہتا ہے کہ اس کا بیٹا اور اس کے زیر نگرانی سارے کاشتکار اس کی زمین میں تصرف نہ کریں، باپ نے احتجاجاً کافی عرصہ سے زمین کے محصولات لینے سے بھی انکار کیا ہے اور سرکار کے ہاں مقدمہ بھی دائر کیا ہے۔ ان کاشتکاروں میں ایک مولوی صاحب نے بھی زمین مزارعت پر لی ہے اس پر ایک مقتدی اعتراض کرتا ہے کہ وہ خان صاحب کی مرضی کے بغیر قابض بیٹے کے زیر نگرانی جو کاشتکاری کر رہا ہے از روئے شرع ناجائز ہے اور اس جرم کا مرتکب نماز پڑھانے کا اہل نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ واقعی اس مولوی صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیق حقانی لیکچرر فیڈرل گورنمنٹ بوائز کالج پشاور.....۱۹۸۴ء/ ۷/ ۳۱

الجواب: بشرط صدق وثبوت اس زمین میں بلا اجازت تصرف کنندگان غصب اور ظلم کے مرتکب ہیں، قال رسول اللہ ﷺ لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منه رواه البیهقی فی شعب الایمان ﴿۱﴾ وفی شرح المجله ص ۶۱ جلد ۲ لا یجوز لاحدان یتصرف فی ملک غیره الا باذنه، واضح رہے کہ جس امام کی دینی حالت مقتدیوں سے بدتر ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، یدل علیه مافی امامة البحر ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ص ۲۵۵ جلد ۱ باب الغصب والعاریة الفصل الثانی)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة کما لا یخفیٰ .

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ پر بہتان لگانے والے کی اقتدا نہ کی جائے

سوال: محترم مفتی صاحب دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ...... السلام علیکم :عرض یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک نئے مولوی صاحب آئے ہیں دوران گفتگو انہوں نے فرمایا کہ (مولانا) اشرف علی (تھانوی رحمہ اللہ) کی ایک کتاب ''ملفوظات یومیہ'' ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک آدمی نے دریافت کیا کہ ماں کے ساتھ زنا کرنا کیسا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا کہ ''آدمی سارا ہی ماں کے بیچ ہوتا ہے جس کا تھوڑا سا حصہ بیچ داخل ہو جائے تو کیا حرج ہے'' تو میں نے مولوی صاحب سے اس بات پر احتجاج کیا تو مولوی صاحب نے کہا کہ ''اس کنجر نے تو حضور ﷺ کی بھی توہین کی ہے'' ان کے کنجر کہنے پر مجھے غصہ آیا اور میں نے کہا کہ آپ نے اشرف علی صاحب کو جو (کنجر) کہا ہے میرے خیال میں آپ خود ہی ہے، مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں کتاب اور تحریر آپ کو دکھاؤں گا مگر ابھی تک نہیں دکھائی ہے کیا اس مولوی کے پیچھے میری نماز ہوتی ہے کیا اس کو امام رکھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض بیروٹ راولپنڈی ...... رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

الجواب: ہم مولوی صاحب کے بہت ممنون ہوں گے اگر انہوں نے یہ کتاب اور حوالہ دکھایا، اور اس کے بعد ہم تحقیقی جواب لکھنے پر قادر ہوں گے اس سے پہلے ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ '' سبحانک ھذا بھتان عظیم'' ﴿۱﴾ اور یا یہ کہیں گے کہ حضرت کے ملفوظات اور مواعظ میں ایسے مضامین جن میں مدعیان عقل کے غرائب اور ان کی تردید ہوتی ہے تو شاید مولوی صاحب نے تحریف کیا ہے اور اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر ایک شخص بولے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیه ﴿۲﴾ وغیرہ ذلک، تو یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے

﴿۱﴾ (سورة النور پارہ:۱۸ رکوع:۸ آیت:۱۶)

﴿۲﴾ (سورة حم سجدہ پارہ:۲۴ رکوع ۱۸ آیت ۲۶)

لیکن مرام نہیں ہے بہرحال ایسے خبیث کے پیچھے اقتدا نہ کیا کریں ﴿۱﴾ ایک صحیح العقیدہ امام کے پیچھے اقتدا کیا کریں اور آپ نے جو جواب دیا ہے بغض فی اللہ کی وجہ سے ہے ایسا شخص قابل عزل واہانت ہے اگر معاملہ یہی ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کے بالغ لڑکیاں گلیوں میں پھرتی ہوں ان کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کے دو بالغ لڑکیاں ہیں جو دسویں اور چھٹی میں تعلیم حاصل کرتے ہیں گلیوں میں پھرتی ہیں اور شریعت کا مسئلہ ہے کہ لڑکیوں کو خطبہ (پیغام نکاح) آئے تو نکاح پر دیا کرے لیکن اس امام نے ایک خطبہ کو رد بھی کیا ہے کیا ایسے امام کی اقتدا کی جائے گی یا انفرادی نماز پڑھیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسین احمد سرگودھا.....۱۹۷۸ء/ ۷/ ۳۰

الجواب: انفرادا نماز پڑھنے سے فاسق کے پیچھے اقتدا افضل ہے خصوصاً جبکہ امام کی دینی حالت بنسبت قوم کی اچھی ہو، کما فی شرح التنویر صل خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة وفی ردالمحتار ص ۲۵۲ جلد ۱ افاد ان الصلوٰۃ خلفھا اولیٰ من الانفراد ولکن لا ینال کما ینال خلف تقی ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر. (الجامع الصحیح للمسلم ص ۵۸ جلد ۱ کتاب الایمان)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: واما الفاسق فقد عللوا کراھة تقدیمہ بانہ لا یھتم لامر دینیہ وبان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً ولا یخفیٰ انہ اذا کان اعلم من غیرہ لا تزول العلة فانہ لا یؤمن ان یصلی بھم بغیر طھارة فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ کراھة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفہ اصلا عند مالک وروایة عن احمد. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

حیات النبی ﷺ نہ ماننے والے اور روایات درود کو ضعیف کہنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام مسئلہ حیات النبی ﷺ میں اختلاف رکھتا ہے اور درود شریف کی روایات کو ضعیف قرار دے رہے ہیں وہ روایات جن میں آنحضور ﷺ تک صلوٰۃ وسلام کے ایصال کا ذکر فرمایا گیا ہے ایسے امام کو مقرر کرنا ازروئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی عبدالمنان چیف کمیسٹ منگورہ سوات

الجواب: بظاہر یہ شخص سلفی اور نجدی معلوم ہوتا ہے پس اگر یہ حقیقت ہو تو ایسے شخص کو باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ ہے ﴿۱﴾، لکونہ مبتدعا خارجیا شدیداً علی المسلمین رحیماً علی الکفار مبیحا لقتل اهل الاسلام وتارکاً لقتل اهل الاوثان وفق قول الصادق المصدوق ﷺ (رواه البخاری). وهو الموفق

عاق کے پیچھے اقتدا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب جو ہمارا پیش امام ہے اپنے والد سے لڑ پڑا، والد نے بیک وقت طلاق ثلاثہ ڈالدیں کہ یہ بیٹا مجھ سے عاق ہے کیا اب اس عاق شدہ امام صاحب کے پیچھے نماز درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر ظہور محمد واڑی ضلع دیر...... ۱۹۸۳ء/ ۸/ ۳۱

﴿۱﴾ ویکره امامة...... مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وکل من کان من قبلتنا لا یکفر بها حتی الخوارج الذین یستحلون دماءنا واموالنا الخ.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

الجواب: عاق کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ لیکن اس کے پیچھے اقتدا انفراد سے افضل ہے (شامی وغیرہ) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

بریلوی فرقہ کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جس علاقے میں رہائش پذیر ہوں وہاں بریلویوں کی مسجد ہے کوشش کے باوجود بعض باجماعت نمازیں چھوٹ جاتی ہیں کیونکہ ہمارے اپنے مسلک کی مسجد کچھ دور واقع ہے بریلویوں کے غلط عقائد تو کسی پر مخفی نہیں ہیں کیا ہم ان کے پیچھے اقتدا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مجید الحسن اسلام آباد......۱۹۹۰ء/۹/۶

الجواب: اکیلے نماز پڑھنے سے فاسق و بدعتی کی اقتدا میں نماز پڑھنا بہتر ہے (ردالمحتار) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

بریلوی فرقہ کی اقتدا پر دوبارہ استفسار

سوال: جواب موصول ہوا لیکن ایک خدشہ پھر بھی رہ گیا وہ یہ کہ اگر عقائد مشرکانہ ہوں مثلاً غیر

﴿۱﴾ لان العقوق من الکبائر وفی الحدیث عن عبد اللہ بن عمر و قال قال رسول اللہ ﷺ الکبائر الاشراک باللہ وعقوق الوالدین الخ.
(مشکواۃ المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر الفصل الاول)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ قال ابن عابدین (قولہ نال فضل الجماعۃ) افاد ان الصلاۃ خلفھما اولی من الانفراد.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۴۱۵ جلد۱ مطلب فی امامۃ الامرد باب الامامۃ)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: افاد ان الصلاۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۴۱۵ جلد۱ مطلب فی امامۃ الامرد)

اللہ کو عالم الغیب حاضر وناظر، حاجت روا مشکل کشا سمجھنا تو پھر کیا ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: مجید الحسن اسلام آباد

الجواب: اس خاص فرقہ کے واعظین اور مقررین شرک میں مبتلا ہوتے ہیں اور عوام کو شرک میں مبتلا کرتے ہیں لیکن اس فرقہ کے علماء غالبی طور سے مؤولین ہوتے ہیں مثلاً یہ مانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام بشر ہے لیکن اس کو بشر نہیں کہتے، بلکہ نور ہیں اور کہتے ہیں کہ علم کلی سے جب مراد استغراق حقیقی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور پیغمبر علیہ السلام کیلئے وہ علم کلی ثابت ہے، جس میں استغراق عرفی موجود ہے، کما فی قولہ تعالیٰ اوتیت من کل شئ ﴿۱﴾ واتنیه من کل شئ سببا ﴿۲﴾ وفی قوله علیه السلام فتجلی لی کل شئ ای قدر یلیق بالملک والرسول، اور حاضر وناظر کو مہملہ قرار دیتے ہیں نہ کہ محصورہ للاحتیاط والتنزہ. وهو الموفق

گالی گلوچ اور برا بھلا کہنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام ہے جو غریب اور غیر شادی شدہ ہے نیز گالی گلوچ استعمال کرنے اور برا بھلا کہنے والے ہیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محی الدین مانسہرہ......۱۲/۱۰/۱۹۷۸ء

الجواب: جب امام کی حالت بنسبت قوم کے بہتر ہو تو اس کی امامت میں کراہت نہیں ہے کیونکہ آندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے، کما یشیر الیه کلام البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عندوجود غیرهم ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (پارہ ۱۹ سورۃ النمل: آیت: ۲۳)

﴿۲﴾ (پارہ: ۱۶ سورۃ الکهف آیت: ۸۴)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

منشیات کے عادی کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص منشیات کا عادی ہے چرس وغیرہ کا نشہ کرتا ہے اور یہ شخص سنت اعمال سے بھی دور ہے ایسے شخص کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یعقوب......۳/۳/۱۹۷۴ء

الجواب: ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے اگرچہ انفراد سے ایسے امام کے پیچھے اقتدا افضل ہے﴿۱﴾ کما فی منحة الخالق ذکر الحلبی فی شرح منیة المصلی ان کراهة تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم (هامش البحر ص ۳۴۶ جلد ۱)﴿۲﴾ . وهو الموفق

حقوق زوجیت ادا نہ کرنے اور مقتدیوں میں انتشار پھیلانے والے کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہیں ایک پرانی اور ایک نئی، جبکہ نئی عورت اس کے ہاں آباد ہے اور تمام حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور پرانی عورت میکے چلی گئی ہے اور حقوق زوجیت ادا نہیں کرتے اور معلقہ ہے، علاوہ ازیں یہ امام مقتدیوں میں انتشار بھی پیدا کرتا ہے جس کی وجہ سے کئی لوگوں نے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا چھوڑ دیا ہے پس دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص حقوق العباد پامال کرتا ہو اور اتفاق واتحاد کی بجائے انتشار پیدا کر رہا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: غلام محمد، تاج محمد مٹی آباد راولپنڈی......۲۲/شوال ۱۳۸۹ھ

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد.

(ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: اگر پرانی عورت اپنی مرضی سے میکے چلی گئی ہو اور یہ انتشار حق بیان کرنے کی وجہ سے ہو تو اس امام کے پیچھے اقتدا میں کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر یہ پرانی عورت اس نے ظالمانہ طور سے گھر سے نکالی ہو اور یہ انتشار من مانی کی وجہ سے متحقق ہوا ہو تو اس صورت میں اس کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے اگر چہ انفراد سے بہتر ہے، یدل علی جمیع ما ذکرت قولہ تعالیٰ فان خفتم الا تعدلوا فواحدة﴿۱﴾ وقال رسول اللہ ﷺ اذا کانت عند الرجل امراء تان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامة وشقه ساقط اخرجه اصحاب السنن الاربع عن ابی هریرة رضی اللہ عنه مرفوعاً ﴿۲﴾ وفی الهدایه وغیرها واذا کان لرجل امرء تان حرتان فعلیه ان یعدل بینهما فی القسم﴿۳﴾، وفی الدر المختار ولو ام قوما وهم له کارهون ان کانت الکراهیة لفساد فیه او لانهم احق بالامامة منه کره ذلک تحریماً لحدیث ابو داؤد لا یقبل اللہ صلاة من تقدم قوما وهم له کارهون وان هو احق لا والکراهیة علیهم، انتهیٰ ما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ ﴿۴﴾ وفی الشرح الصغیر علی هامش الکبیر ص ۴۳۸ ویکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم﴿۵﴾، فقط. وهو الموفق

بیٹھ کر رکوع سجدہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مستند حافظ قرآن عالم دین کی

﴿۱﴾ (سورۃ النساء پارہ: ۴ رکوع: ۱۲ آیت: ۳)

﴿۲﴾ (مشکواۃ المصابیح ص ۲۷۹ جلد ۱ باب القسم الفصل الثانی)

﴿۳﴾ (هدایة ص ۳۲۸ جلد ۲ باب القسم کتاب النکاح)

﴿۴﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳ جلد ۱ مطلب فی تکرار الجماعة فی المسجد باب الامامة)

﴿۵﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

بوجہ ایکسیڈنٹ دائیں پنڈلی ٹوٹ جانے کی باعث ہسپتال والوں نے پوری ٹانگ پر پلستر لگا دیا ہے، رمضان میں قبلہ کی طرف سیدھی ٹانگ رکھ کر اور بیٹھ کر نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور فرض نماز کے متعلق بھی لکھ دیں کہ ہمارے لئے کھڑے ہو کر اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ شیر محمد کوئٹہ......۱۹۷۸ء/۷/۳

الجواب: اگر یہ امام بیٹھ کر رکوع اور سجدہ پر قادر ہو تو اس کے پیچھے اقتدا فرائض اور غیر فرائض دونوں میں درست ہے، **کما فی شرح التنویر وقائم بقاعد یرکع ویسجد لانه** ﷺ **آخر صلاته قاعداً وهم قیام وابوبکر یبلغهم تکبیره** ﴿۱﴾. **وهو الموفق**

تقلید شخصی کے منکر کی امامت جائز نہیں ہے

سوال: یک ملا از وہابیہ میگوید ودر کتاب خود نیز تحریر میکند کہ تقلید یکے از چہار مذاہب وعمل بران کردن شرک است، وصاحبان مذاہب اربعہ را مشرکان میگوید، پس بہ معاملہ دنیاوی ودیگر کاروبار وغیرہ دراو جائز است مر مسلمان را یا نہ، ونیز امامت کردن ایں قسم وہابیہ مر مسلمان را جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل صمدانی بانڈہ ضلع چارسدہ......۲۹/صفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: تلقید شخصی مشروع است ومشروعیت اوازقرآن واحادیث وتعامل سلف وخلف ثابت است ﴿۲﴾ البتہ تقلید شرکی حرام وشرک است ﴿۳﴾ چنانچہ درقرآن مجید مصرح است، پس کدام

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۳۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی رفع المبلغ صوته زیادة علی الحاجة باب الامامة)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل) وقال الله تعالیٰ: ولو ردوه الی الرسول والیٰ اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم (النساء) وقال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم ، بیهقی، وقال البیقی حدیث مسلم یؤدی بعض معناه وقال ابن حجر صدق البیهقی (مرقات ص ۲۸ جلد ۱۱، ۱۲) وهکذا قلدوا اهل المدینة لزید بن ثابت کما فی البخاری حیث سأل اهل المدینة......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

شخص کہ تلقید شخصی راشرک قرار کند ومقلدین رامشرکین قرار مے گرداند محرف قرآن ومنحرف از سبیل مؤمنین است، اقتدائے اودرنماز ناجائز است ﴿۱﴾ وترک موالات بااوواجب ہست۔وهو الموفق

خیانت کرنے والے امام کی اقتدامکروہ تحریمی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے مین کہ ایک امام مسجد کے پاس امانت رقم آتی رہی اوراس نے وہ امانت ادانہیں کی بلکہ خودکھاتا پیتارہا، جس پرمکمل ثبوت موجود ہے کہ یہ امام خیانت کرنے والا ہے اس امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید، عبدالرحمٰن مین بازارہری پورہزارہ......۱۹۷۷ء/۶/۷

الجواب: بشرط ثبوت خیانت اس کے پیچھے اقتدامکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ لان الخیانة

(بقیہ حاشیہ) عن ابن عباس فی حق حائضة اذا صارت حائضة بعد طواف الزيارة فتنظر او ترجع الیٰ وطنها؟ فقال ابن عباس ترجع الی وطنها فقال اهل المدينة لا نأخذ بقولک وندع قول زيد بن ثابت كما فی البخاری باب اذا حاضت المرءة بعد ما افاضت، وهكذا التعامل علی تقليد الشخصی سلفاً خلفاً الی الآن ثابت وذاک حسن لحديث ماراه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن رواه المحدثون موقوفا علی ابن مسعود وجعله الامام محمد مرفوعا فی بلاغاته. (ازمرتب)

﴿۳﴾ قال الله تعالیٰ: واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه اباء نا او لوكان آباء هم لا يعقلون شيئاً ولا يهتدون. (البقره پاره: ۲ رکوع: ۵ آیت: ۱۷۰)

﴿۱﴾ قال الحصكفی: ويكره امامة...... مبتدع ای صاحب بدعة وهی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ قال الحلبی: وفيه اشارة الی انهم قدموا فاسقا ياثمون بناء علی ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير ص ۴۸۵ فصل فی الامامة)

حرام﴿۱﴾ والاقتداء بالفاسق مکروہ تحریما صرح به الامام الحلبی فی الشرح الکبیر ،البتہ انفراد سے اقتدا بہتر ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

خنثیٰ مشکل کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل کے پیچھے اقتدا اور اس کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ارشاد اللہ زیارت کا کا صاحب......۴/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: اگر خنثیٰ سے مراد عنین (نامرد) ہو تو اس کی امامت درست ہے اور اگر خنثیٰ سے مراد وہ شخص ہو جس کے مردانہ اور زنانہ دونوں آلے ہوں اور دونوں سے بیک وقت پیشاب کرتا ہو تو اس کی امامت مردوں کیلئے درست نہیں ہے، کما فی الهندیه ص ۸۵ جلد ۱ وامامة الخنثیٰ المشکل للنساء جائزة ......وللرجل والخنثیٰ مثله لا یجوز﴿۳﴾. وهو الموفق

تراویح میں نابالغ کی امامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں نابالغ حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنے کا کیا حکم ہے، جبکہ گاؤں میں غیر حافظ دوسرا امام بھی موجود ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالروف ریام لورہ ایبٹ آباد

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها اذا اؤتمن خان واذا حدث کذب واذا عاهد غدر واذا خاصم فجر. متفق علیه.
(مشکواة المصابیح ص۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین: افاد ان الصلاة خلفهما اولیٰ من الانفراد.
(ردالمحتار ص۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۳﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

الجواب: نابالغ کے پیچھے تراویح پڑھنے سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا ہے، کما فی الدرالمختار ص ۵۴۱ جلد ۱ ﴿۱﴾ لہٰذا بالغ امام کے پیچھے اقتدا کی جائے گی، اوراھون البلیتین پرعمل ہوگا۔ وھو الموفق

بیع مؤجل کرنے والے امام کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا پیش امام ازقسم غلہ جو کہ موجودہ وقت میں مثلاً بیس روپیہ فی من گندم فروخت ہوتا ہے اور مذکورہ امام لوگوں کو تیس یا پینتیس روپیہ فی من قرض فروخت کرتے ہیں اور لوگ خرید کر کے سال بعد رقم دیتے ہیں امام صاحب اسے بیع سلم کہتے ہیں حالانکہ یہ تو سود ہے کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بندہ محمد عبدالحمید عفی عنہ.....۱۹۷۳ء/۱۱/۲۵

الجواب: یہ سلم نہیں ہے بلکہ بیع مؤجل ہے اور چونکہ یہ زیادت تاجیل کی وجہ سے ہے نہ کہ تاجیل کی عوض ہے، لہٰذا یہ بیع جائز ہے، صرح بہ مولانا اللکھنوی فی مجموعۃ الفتاویٰ ناقلاً عن شرح النقایہ والبحر والنھر فلیراجع ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: ولا یصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو فی جنازۃ ونفل علی الاصح. (الدرالمختار علی ھامش ردلمحتار ص ۴۲۷ جلد ۱ مطلب الواجب کفایۃ ھل یسقط بفعل الصبی وحدہ باب الامامۃ)

﴿۲﴾ قال العلامۃ عبد الحئی اللکھنوی: زیادتی ثمن برائے اجل بلاشبہ درست ہے اس کا ثبوت ہدایہ کی کتاب المرابحہ کی عبارت سے اچھی طرح ہوتا ہے ہدایہ میں ہے، الا تری انہ یزاد فی الثمن لاجل الاجل، کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہے اور ایسی ہی عبارتیں دوسری کتب عدیدہ میں بھی موجود ہیں، فصیح الدین ہروی رحمہ اللہ شرح وقایہ کی کتاب المرابحہ میں لکھتے ہیں، فی النسیئۃ یزاد الثمن لاجل الاجل نسیہ میں مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جاسکتی ہے.....(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بے مروت اور بے غیرت شخص کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بستی کے مسلمانوں نے تحریراً وعدہ واقرار کیا کہ بیاہ شادی میں حرام رسومات، ڈھول ناچ، بیہودہ گانا بجانا وغیرہ ہرگز استعمال نہیں کریں گے، اگر کسی نے کیا تو مبلغ یکصد روپیہ جرمانہ ہوگا، اس پر تقریبا پچیس سال عمل درعمل ہوا، اتفاقاً بستی کے ایک شخص نے اپنے بیٹے کی شادی پر ڈھول اور فاحشہ بازاری عورتیں وغیرہ لائے اور ناچ وغیرہ کا پروگرام ہوا، اور بستی کے چند افراد نے بھی ساتھ دیا، امام مسجد نے ان کی اس خلاف ورزی کی وجہ سے تنبیہاً

(بقیہ حاشیہ) اور نهر الفائق شرح کنز الدقائق میں ہے الاترى انه يزاد فى الثمن لاجله کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مدت کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جا سکتی ہے، اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے لان للاجل شبها بالمبيع الاترى انه يزاد فى الثمن لاجل الاجل کیونکہ اجل کو مبیع سے مشابہت ہو گیا تم کو یہ نہیں معلوم کہ اجل کی وجہ سے ثمن میں زیادتی کی جا سکتی ہے، اور اسی کتاب میں چند سطروں کے بعد لکھا ہے، الاجل فى نفسه ليس بمال ولا يقابله شئ من الثمن حقيقة اذا لم يشترط زيادة الثمن بمقابله قصدا ويزاد فى الثمن لاجله اذا ذكر الاجل بمقابلة زيادة الثمن قصدا خود اجل تو مال نہیں ہے اور نہ اس کے مقابل میں کچھ ثمن ہے، جبکہ قصداً اس کے مقابل میں زیادتی ثمن کی تصریح نہ کر دی جائے، البتہ اس کی وجہ سے ثمن پر زیادتی کی جا سکتی ہے جبکہ زیادتی کے مقابلہ میں مدت ذکر کر دی جائے ان عبارتوں سے امر معلول عنہ کا جواز اچھی طرح معلوم ہوا، اور ایسا ہی فقہ کی بہت سی کتابوں میں ہے، اور ہدایہ کی عبارت بھی عبارات سابقہ کے مخالف نہیں ہے، ہدایہ کی پوری عبارت یہ ہے، لو كانت له الف مؤجلة فصالحه على خمس مائة حالة لم يجز لان المعجل خير من المؤجل وهو غير مستحق بالعقد فيكون بازاء ما حطه عنه وذلك اعتياض عن الاجل وهو حرام، اگر کسی چیز کے دام ہزار درہم تھے، جبکہ قیمت دیر میں دی جائے تو مشتری نے پانچ سو پر صلح کی اس شرط سے کہ وہ دام ابھی دیدے گا تو یہ جائز نہ ہوگا، کیونکہ عجلت گو تاخیر سے بہتر ہے لیکن عقد بیع سے اس کمی کا حق حاصل نہ تھا تو اب دام کی کمی عجلت کے مقابلہ میں ہو جائے گی اور یہ اجل سے نفع اٹھانا ہو جو حرام ہے کیونکہ مدت سے نفع اٹھانا امر دیگر ہے اور مدت کی وجہ سے...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بامید مصلحت ان سے علیحدگی اختیار کی، ان چند افراد نے ایک جاہل ہم خیال کو امام مقرر کرلیا جس سے بستی میں نہایت پریشانی ہوئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ ان افراد کی یہ حرکت از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام بلا اجازت امام اول کے مقرر ہوا ہے از روئے شرع ایسے بدعت پسند ناخواندہ امام کی اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: پیر سکندر شاہ سوہلن ہزارہ......۱۹۷۴ء/۱۲/۹

الجواب: ان افراد کی یہ حرکت حرام ہے ﴿۱﴾ لانهم خالفوا الشرع واخلفوا الوعد نعم التعذير باخذا المال منسوخ ﴿۲﴾ اور اس بے مروت اور بے غیرت امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) ثمن پر زیادتی امر دیگر ہے چونکہ اس مسئلہ میں پہلے سے مدت کا حق ثابت تھا، اور پانچ سو پر صلح حال میں واقع ہوئی تو مدت سے نفع اٹھانا جو مال نہیں ہو لازم آیا اسی لئے حرمت کا حکم دیا گیا، اور زیادتی ثمن کی صورت میں مدت کیلئے حق اجل پہلے سے ثابت نہیں ہے بلکہ ابتداء مقصود تاجیل ثمن زائد ہوا ہے پس اس کے جواز میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ (مجموعة الفتاویٰ ص ۱۲۴ جلد ۲ کتاب البیع)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن البزار الکردری: استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة. (فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۳۵۹ جلد ۶ الباب الثالث فیما یتعلق بالمناهی)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی المجتبیٰ لم یذکر کیفیة الاخذ واری ان یاخذها فیمسکها فان أیس من توبته یصرفها الی ما یری وفی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۹۶ جلد ۳ مطلب فی التعزیر باخذا المال)

﴿۳﴾ قال العلامه الحصکفی رحمه الله: ویکره امامة عبد وفاسق. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۳، ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

منکرات سے بھرپور دعوت ولیمہ میں شریک ہونے والے امام کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دفعہ نماز جمعہ کے بعد گاؤں والوں نے اتفاق کیا کہ جو آدمی شادی میں گانا بجانا لائے گا اور طوائف کو ڈانس وغیرہ کیلئے بلائے گا، تو ان کی دعوت ولیمہ میں شرکت نہیں کی جائیگی بعد میں ایک شخص نے اس کا ارتکاب کیا جس میں اکثر لوگ شامل نہیں ہوئے لیکن بعض لوگ شامل ہو گئے اور ان کی وجہ سے امام صاحب نے بھی دعوت ولیمہ میں شرکت کی اب لوگ اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی گل زمان راولپنڈی......۱۹۷۸ء

الجواب: اس امام میں دینی حمیت اور غیرت نہیں ہے اور جنہوں نے شرکت نہیں کی ہے ان میں دینی حمیت اور غیرت موجود ہے ﴿۱﴾ پس اگر یہ امام اپنے اس فعل پر نادم ہو ﴿۲﴾ تو لوگوں پر ضروری ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اپنے آپ کو امامت اور جماعت کی ثواب سے محروم نہ کریں ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامہ حصکفی: دعی الی ولیمة وثمة لعب او غناء قعدو اکل لو المنکر فی المنزل فلو علی المائدة لا ینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقوله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین فان قدر علی المنع فعل والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی به فان کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لانه فیه شین الدین الخ.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۲۴۵ جلد۵ کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب کمن لا ذنب له رواه ابن ماجه والبیهقی فی شعب الایمان...... وفی شرح السنة روی عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب کمن لا ذنب له.

(مشکوٰة المصابیح ص۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار)

﴿۳﴾ عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ صلوٰة الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع وعشرین درجة متفق علیه. (مشکوٰة المصابیح ص۹۵ جلد ۱ باب الجماعة وفضلها)

ساحر، جادوگر اور مشرکانہ عقائد رکھنے والے کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) جس شخص کا عقیدہ درست نہ ہو اور جادوگر ہو بعض امور میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بھی ٹھہراتا ہو اس کی امامت کا حکم کیا ہے؟ (۲) اگر کوئی مولوی نجوم کے ذریعہ غیب کی باتیں کرتے ہو سحر اور جادو کرتا ہو تو کیا اس کی امامت صحیح ہے؟ (۳) اگر ایک مولوی صاحب نے ایک ہی خاندان کے چھوٹی بچیوں کی نماز جنازہ پڑھائیں لیکن جب ان کی لڑکیوں کا دادا فوت ہوا تو مولوی صاحب نے پارٹی بازی کے طیش میں آ کر جنازہ نہیں پڑھایا کیا اس کی اس متعصبانہ رویہ کی وجہ سے اس کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیاقت علی راولپنڈی

الجواب: (۱) مشرک اور ساحر امام کے پیچھے اقتدا کرنا باطل اور کالعدم ہے ﴿۱﴾ البتہ محض تہمت بلاثبوت ناقابل سماعت ہے (قواعد فقہ) (۲) سحر اور جادو جب کفر کی حد تک پہنچا ہو تو اس کا حکم جواب نمبر ۱ میں مسطور ہوا ﴿۲﴾ اور جو جادو کفر کی حد تک نہیں پہنچا ہو تو اس عامل امام کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے (کبیری) ﴿۳﴾۔ (۳) مولوی صاحب نے کن وجوہات کی بنا پر نماز

﴿۱﴾ قال العلامه حصكفى : وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها كقوله ان الله تعالىٰ جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتداء به اصلا فليحفظ.
(الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب فى امامة الامرد)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: فهذه انواع السحر الثلاثه قد تقع بما هو كفر من لفظ او اعتقاد او فعل وقد تقع بغيره كوضع الاحجار وللسحر فصول كثيرة فى كتبهم فليس كل ما يسمى سحرا كفراً اذ ليس التكفير به لما يترتب عليه من الضرر بل لما يقع به مما هو كفر كاعتقاد انفراد الكواكب بالربوبية او اهانة قرآن او كلام مكفر ونحو ذلك ملخصا.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۴ جلد ۱ مطلب السحر انواع)

﴿۳﴾ قال العلامة الحلبى: كذا فى فتاوىٰ الحجة وفيه اشارة الى انهم قدموا فاسقا ياثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم. (الشرح الكبير ص ۴۷۵ فصل فى الامامة)

جنازہ نہیں پڑھائی ہے ان کی وضاحت ضروری ہے تاکہ ہم فتویٰ دینے پر مقتدر رہیں۔ وھو الموفق

توبہ کرنے کے بعد فاسق کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھوٹی قسم کھانے والے کی پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت دین سنگ جانی راولپنڈی......۱۹۷۲ء/ ۹/ ۱۸

الجواب: جھوٹی قسم کھانے والا سخت گنہگار ہے ﴿۱﴾ لیکن توبہ کے بعد اس کے پیچھے اقتدا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جھوٹی قسم سے توبہ کرنے کے بعد اس کی امامت مکروہ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے جھوٹی قسم کھائی پھر اس شخص نے توبہ بھی کی اور کفارہ بھی ادا کیا، تو توبہ اور کفارہ کے بعد اس کی امامت جائز ہوگی یا مکروہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید غلام حیدر شاہ سورجال راولپنڈی......۱۹۶۹ء/ ۱۱/ ۲۷

الجواب: یمین غموس گناہ کبیرہ ہے ﴿۳﴾ یہ شخص جب توبہ کرے تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الكبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس رواه البخارى وفى رواية انس وشهادة الزور بدل اليمين الغموس متفق عليه. (مشكواة المصابيح ص۱۷ جلد ۱ باب الكبائر وعلامات النفاق)

﴿۲﴾ وعن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (مشكواة المصابيح ص ۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة الصل الثالث)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الكبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس رواه البخارى وفى رواية انس وشهادة الزوربدل اليمين الغموس، متفق عليه. (مشكواة المصابيح ص۱۷ جلد ۱ باب الكبائر وعلامات النفاق)

نہیں ہے﴿۱﴾بشرطیکہ دیگرامور مفسقہ سے پاک ہو۔وھو الموفق

مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والے امام کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص یا مولوی، مودودی جماعت کا حامی ہو اس کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا ناجائز؟ اور معزول کیا جائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک......۱۰/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: (۱) چونکہ مودودی صاحب کے نزدیک گندہ معاشرے میں حدود جاری کرنا ظلم ہے اور مودودی صاحب نے قرآن کے اطلاق کی تقید اپنی رائے سے کی ہے اور جن امور سے ظلم کا انسداد ہوتا ہے اس کو ظلم کہا ہے۔(۲) نیز بعض انبیاء علیہم السلام اور بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اکثر علماء اسلام کے متعلق گستاخانہ کلام کیا ہے۔(۳) خصوصاً خلافت وملوکیت کے بعض ابواب میں بے سند تاریخی واقعات کو ایسی ترتیب سے جوڑ دیا ہے جس کا تاثر صحابہ پر بدظنی پیدا ہونا ہے۔

لطیفہ:﴾......مودودی صاحب گندہ معاشرے کی وجہ سے اصلاحی عمل (حدود) کو ظلم کہنا جائز رکھتا ہے اور خلافت وملوکیت کی گندہ ترتیب کے گندہ تاثر کی وجہ سے اس کتاب کے مطالعہ اور اشاعت کو ظلم نہیں کہتا ہے اس بے انصافی پر تعجب ہے۔

(۴) نیز ابھی تک مودودی صاحب کا مسلک بھی متعین نہیں ہے اور نہ کفر کا مدار اس کے نزدیک متعین ہے اسی وجہ سے کبھی کفار یعنی ضروریات دین سے منکرین کو کفر اور اسلام کے درمیان معلق کہتے ہیں اور کبھی خوارج کی طرح تارک حج کو کافر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

﴿۱﴾ عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول اللهﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الايمان...... وفي شرح السنة روى عنه موقوفا قال الندم توبة والتائب كمن لا ذنب له. (مشكواة المصابيح ص ۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)

ان وجوہات کی بناپر مودودی صاحب پر کفر کا خطرہ ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا نہ کرنا ضروری ہے اور جماعت اسلامی کے افراد میں جو مودودی صاحب کے رنگ پر رنگ ہیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے اور جو افراد مودودی صاحب کے ساتھ صرف سیاسی امور میں شریک ہیں لیکن مداہنت میں مبتلا ہیں یعنی نہ مودودی صاحب پر انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے جدا ہوتے ہیں، بلکہ مودودی صاحب پر مواخذہ کرنے والے کے ساتھ مشت وگریبان ہوتے ہیں تو ان کے پیچھے بھی اقتدا نہ کرنا ضروری ہے اور جو افراد ایسے نہ ہو تو ان کا حکم آسان ہے لیکن ایسے افراد میرے علم میں ابھی تک نہیں آئے ہیں، قال رسول الله ﷺ من قال فی القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار، رواه الترمذی ﴿۱﴾ ،وقال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام رواه البیهقی ﴿۲﴾ وقال رسول الله ﷺ لتتبعن سنن من قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع ﴿۳﴾ قلت ومن سننهم عدم اجراء الحدود لمصالح دنیویة، وقال الله تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا ﴿۴﴾ وقال علیه السلام من تشبه بقوم فهو منهم ﴿۵﴾ وقال الله تعالیٰ ودوا لو تدهن فیدهنون ﴿۶﴾ وقال علیه الصلاة والسلام مثل المدهن فی حدود الله والواقع فیها مثل قوم استهموا سفینة الحدیث رواه البخاری ﴿۷﴾ وقال الفقهاء والمتکلمون ویعزل به (الفسق) الا لفتنة ﴿۸﴾ قلت فامام الحیی یعزل باولیٰ فافهم وللتفصیل موضع آخر. وهو الموفق

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۵ جلد ۱ کتاب العلم الفصل الثانی)
﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۱ جلد ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة الفصل الثالث)
﴿۳﴾ (مشکواة المصابیح ص ۴۵۸ جلد ۲ باب تغیر الناس الفصل الاول)
﴿۴﴾ (سورة هود پاره: ۱۲ رکوع: ۱۰ آیت ۱۱۳)
﴿۵﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۷۵ جلد ۲ کتاب اللباس الفصل الثانی)
﴿۶﴾ (سورة القلم پاره: ۲۹ رکوع: ۳ آیت: ۹)
﴿۷﴾ (الجامع الصحیح للبخاری ص ۳۶۹ جلد ۱ باب القرعة فی المشکلات کتاب الشهادات)
﴿۸﴾ (الدر المختار علی هامش ردلمحتار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

درود وسلام کو خوش آوازی سے پڑھنے کو راگ سے تشبیہ دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ ''صلوٰۃ وسلام کھڑے ہوکر راگ کی شکل میں پڑھنا حرام ہے'' راگ تو ڈھول وغیرہ سے ہوتا ہے اور صلوٰۃ وسلام تو کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر سریلی آواز سے پڑھا جاتا ہے تو اس قسم کے الفاظ کہنے والے مولوی صاحب کیلئے کیا حکم ہے کیا اس کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صوفی محمد فیروز خان کوہ مری بودریاں......۱۵/ دسمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: اس مولوی صاحب کے الفاظ درست ہیں البتہ جس مادہ اور مثال کے متعلق یہ الفاظ کہے ہیں اس پر یہ الفاظ منطبق نہیں ہے پس یہ مولوی صاحب لائق امامت ہے اور لائق ملامت ہے نہ کہ لائق عزل عن الامامت. وھو الموفق

فاسق کے گھر سے کھانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام صاحب ایسے آدمی کے گھر سے کھاتا پیتا ہو جو دائمی نماز نہ پڑھنے والا ہے بدمعاش اور ظالم ہے ہر ناجائز کام میں پیش پیش ہوتا ہے تو اس کھانے والے امام کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ایک مسلمان بھائی کوہاٹ......۲۹/۷/۱۹۷۸ء

(۱)......**الجواب:** حرام خوری موجب فسق ہے ﴿۱﴾ لیکن کافر یا فاسق کے گھر سے کھانا مفسق نہیں

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامۃ ولعل المراد بہ من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعۃ خمسۃ اقسام)

ہے، لانہ النبی ﷺ اجاب دعوة یهود خیبر ﴿۱﴾ وکان یوسف علیه السلام من بیت العزیز ﴿۲﴾. وهو الموفق

(۲)...... **الجواب**: ۱۹۷۸ء/۷/۱۹

صحت امامت کیلئے پابند نماز کا خوراک کھانا شرط نہیں ہے کسی امام نے اس کو شرط قرار نہیں دیا ہے۔ وهو الموفق

چور کی امامت کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد چوری کرنے کا عادی ہے اور اپنے اس برے کام سے منع نہیں ہوتا، کافی سمجھایا گیا لیکن وہ باز نہیں آتا، علاوہ ازیں اپنے کپڑے نہیں دھوتے ننگے پاؤں پھرتا ہے اور اسی طرح مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھاتا ہے جس کی وجہ سے مقتدیوں کو نفرت ہوتی ہے کیا ایسے شخص کو امامت سے معزول کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: وحید، ہیئر کٹنگ......۱۹۷۳ء/۵/۷

الجواب: اگر یہ امام تائب نہیں ہوتا اور اس سے بہتر امام پایا جاتا ہو تو قوم کے اہل حل وعقد کیلئے اس کا معزول کرنا جائز ہے، ونظیره الامام الاکبر ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ عن جابر ان یهودیة من اهل خیبر سمت شاة مصلیة ثم اهدتها لرسول الله ﷺ فاخذ رسول الله ﷺ الذراع فاکل منها واکل رهط من اصحابه معه فقال رسول الله ﷺ ارفعوا ایدیکم وارسل الی الیهودیة فدعاها فقال سممت هذه الشاة الخ رواه ابوداؤد والدارمی. (مشکواة المصابیح ص ۵۴۱ جلد۲ باب فی المعجزات)

﴿۲﴾ قال الله تعالیٰ: وقال الذی اشتراه من مصر لا امرأته اکرمی مثواه عسی ان ینفعنا او نتخذه ولداً، وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ولنعلمه من تأویل الاحادیث والله غالب علی امره ولکن اکثر الناس لا یعلمون. (سورة یوسف پاره۱۲، رکوع ۱۳ آیت: ۲۱)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین الشامی: وعند الحنفیة لیست العدالة شرطا للصحة فیصح تقلید الفاسق الامامة مع الکراهة واذا قلد عدلا ثم جار وفسق ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

علماء کے خلاف چغل خوری کرنے والے کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک پیش امام ہے انہوں نے پیپلز پارٹی کے ایک وزیر کو خط لکھا کہ میں تمہارا حامی ہوں اور یہاں پر دو مولوی صاحبان ہیں وہ بے نظیر بھٹو کے خلاف تقاریر کرتے ہیں لہٰذا ان کو ضلع بدر کردو، حالانکہ ان دو مولویوں نے یہ کام بالکل نہیں کیا ہے کیا اس چغل خور مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رحمان معرفت عثمان ٹریڈنگ کمپنی بٹ خیلہ

الجواب: صرف خط کی وجہ سے کسی کو متہم کرنا خلاف قاعدہ اقدام ہے﴿۱﴾ الا عند البینة او الاعتراف نیز جو مولوی لوگ علی الاعلان پیپلز اور نیشنل وغیرہ کے حامی ہے تو ان کو کونسی سزا دی گئی، فافھم . وھو الموفق

سوشلسٹ امام کی اقتدا کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوشلزم کا عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال تارو تنگی چارسدہ

الجواب: جس نے دیدہ ودانستہ سمجھ بوجھ کر اس نظریہ کی معاونت کی ہو تو اس کو مسلمان سمجھنا

(بقیہ حاشیہ)لا ینعزل ولکن یستحب العزل ان لم یستلزم فتنة......(قوله ویعزل به) ای بالفسق لو طرأ علیه والمراد انه یستحق العزل کما علمت آنفا ولذا لم یقل ینعزل.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۱﴾ عن ابی ھریرة قال قال رسول الله ﷺ ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث الخ.

(مشکواة المصابیح ف۴۲۷ جلد ۲ باب ما ینھی عنه من التھاجر والتقاطع)

غلط فہمی یا بدفہمی ہوگی ﴿۱﴾۔وھو الموفق

الجواب الثانی: سوشلزم پر ایمان اور یقین رکھنے والے کے پیچھے اقتدا جائز نہیں ہے﴿۲﴾۔وھو الموفق

وعدہ خلافی کرنے والے آدمی کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے پیش امام مسجد کھن خورد تھانہ کوٹ سے کوئی چیز خرید کر زبانی بیع کر کے وعدہ کیا کہ کل آپ کو زرثمن ادا کیا جائے گا اور مبیعہ بھی ابھی تک قبضہ نہیں کیا لیکن موصوف نے وہی چیز دوسرے آدمی پر فروخت کر دی تو امام مسجد ہونے کے ناطے اس وعدہ خلاف کے پیچھے اقتدا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ممتاز خان کھن کلاں بھیگوال ہزارہ.....۲۷/۶/۱۹۷۲ء

الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ وعدہ خلافی خلاف مروت کام ہے﴿۳﴾لہٰذا یہ معاملہ موجب فسق یا موجب کراہت اقتدا نہیں ہے۔فقط

﴿۱﴾ قال العلامه علی قاری: وکذا لو قال هذا زمان الکفر لا زمان کسب الاسلام ای کفر ان اراد انه ینبغی فی هذا الزمان کسب الکفر لا کسب الاسلام، بخلاف ما اذا اراد ان هذا زمان غلبة اهل الکفر والجهل وضعف کسب الاسلام والعلم. (شرح فقه الاکبر للقاری ص ۱۸۱ فصل فی الکفر صریحاً وکنایة)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورة کفر بها...... فلا یصح الاقتداء به اصلا. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال فی هامش المشکواة: (قوله فلا اثم علیه) قیل فیه دلیل علی ان الوفاء بالوعد لیس بواجب شرعی بل هو من مکارم الاخلاق بعد ان کان بنیة الوفاء واما جعل الخلف فی الوعد من علامات النفاق کما مر معناه الوعد علی نیة الخلف. لمعات.
(هامش مشکواة المصابیح ص ۴۱۶ جلد ۲ باب الوعد)

عثمانی پارٹی والوں کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں عثمانی پارٹی (حزب اللہ) والے تقریباً دس آدمی ہیں وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہوتے بلکہ بعد میں دوسری جماعت کرتے ہیں اگر ہمارے بعض آدمی تاخیر سے پہنچ جائیں تو کیا ہم ان کی اقتدا کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز الحق ایس اے سی سی جدہ سعودی عرب......۱۶/صفر۱۴۰۵ھ

الجواب: جب اہل سنت والجماعت کی امامت متوقع ہو تو مبتدعین (حزب اللہ وغیرہ) کی اقتدا نہ کریں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بریلوی فرقہ کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بریلویوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد اسماعیل علوی شمالی وزیرستان......۸/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جو بریلوی کفر کے درجہ تک پہنچ چکے ہوں ان کے پیچھے اقتدا باطل اور کالعدم ہے اور جو کفر کے درجہ کو نہ پہنچے ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے (ماخوذ از هندیه وردالمحتار) كمافي الهنديه ص۸۸ جلد ۱ حاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز الصلوٰة خلفه مع الكراهة والافلا هكذا في التبيين ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمى ومبتدع اى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (فتاوىٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

کسی شخص کی قسم پر اعتماد نہ کرنے اور اسے گالی دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک متدین اور متشرع شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا اور امام مسجد نے آ کر اسے کچھ کہا اس نے جواب میں قرآن مجید بند کر کے کہا کہ میرے ہاتھوں میں کلام اللہ شریف ہے حلفیہ کہتا ہوں کہ نہ میں نے یہ بات کہی ہے اور نہ یہ کام کیا ہے، تو امام نے جواب میں کہا کہ تو تو کافر ہے، منافق ہے ابلیس ہے تیرے اس کلام پر بھی مجھے اعتماد نہیں، تو اس امام مذکورہ کا کیا حکم ہے؟ قابل امامت ہے یا نہیں؟ دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمنان چھپالی ہزارہ......۳/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ اس امام کا اس پہلے شخص کی قسم پر اعتماد نہیں ہے کلام اللہ پر باقاعدہ اعتماد رکھتا ہے لہٰذا یہ امام کافر نہیں ہوا ہے البتہ سباب (گالی) کی وجہ سے فاسق ہوا ہے، قال رسول اللہ ﷺ سباب المسلم فسوق (رواہ مسلم)﴿۱﴾ ان کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے، کما صرح به فی امامة البحر﴿۲﴾. وهو الصواب

والی بال اور کبڈی کھیلنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام کا بچہ انیس سالہ پابند صوم وصلوٰۃ، صورت وسیرت موافق شرع وسنت صحیح ہے، کبھی کبھی امامت کرتا ہے لیکن اس لڑکے میں یہ عیب بھی ہے کہ ہم عصروں کے ساتھ والی بال اور کبڈی بھی کھیلتا ہے اور ان کے ساتھ مچھلی کا شکار بھی کرتا ہے اب

﴿۱﴾ (الصحيح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ باب قول النبی ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله کفر)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: فالحاصل انه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولىٰ من الانفراد.
(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بعض شرپسند افراد اور غیر متشرع ارکان ان ہرسہ کھیلوں کو ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں کیا اس لڑکے کی امامت جائز ہے؟ نیز کبھی کبھی وہ لوگ اس لڑکے کی توہین اور بےعزتی بھی کرتے ہیں کیا اس لڑکے کی توہین اور بےعزتی امام کی توہین اور بےعزتی نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالعظیم......۱۰/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: (۱) واضح رہے کہ شکار کرنا مباح ہے، کما یدل علیہ القرآن ﴿۱﴾ والاحادیث ﴿۲﴾ وصرح به الفقهاء الكرام ﴿۳﴾ اور کبڈی کھیلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے جبکہ کشف عورت سے خالی ہو، البتہ والی بال کھیلنا مکروہ ہے کیونکہ انگریزوں کا ایجاد کردہ کھیل ہے اور اس میں جو منفعت ہے وہ دیگر ذرائع سے حاصل ہوسکتی ہے اور کشف عورت وغیرہ اس کے لوازم عادیہ ہیں، لہٰذا اس سے اجتناب بہتر ہے، بہرحال صحت اقتدا سے مانع نہیں ہے۔

(۲) ہر مسلمان کی توہین اور بےعزتی ناجائز ہے خصوصاً جبکہ حقدار ہو یا حقدار کی اولاد ہو، لحدیث: المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه المسلم، وكل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه رواه مسلم ﴿۴﴾. وهو الموفق

بلا اجرت مردوں کو غسل دینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بڑی مسجد کا پیش امام ہے

﴿۱﴾ قال الله تعالىٰ: احل لكم صيد البحر وطعامه متعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر ما دمتهم حرما واتقوا الله الذى اليه تحشرون. (سورة المائدة پارہ: ۷ آیت: ۹۶ رکوع: ۳)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۳۵۷ جلد ۲ كتاب الصيد والذبائح)

﴿۳﴾ قال الحصكفى الصيد هو مباح...... الا لمحرم فى غير الحرم او للتلهى الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۳۲۸ جلد ۵ كتاب الصيد)

﴿۴﴾ (الصحيح المسلم ص ۳۱۷ جلد ۲ باب تحريم ظلم المسلم الخ)

نیک اور متقی انسان ہے مگر امامت کے ساتھ ساتھ شہر کے مردوں کو غسل بھی دیتا ہے لیکن یہ کام بطور پیشہ اجرت پر نہیں کرتے، کیا اس کی اقتدا میں کراہت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی نواب خان باڑہ مارکیٹ نوشہرہ......۱۹۸۷ء/۱۰/۲۱

الجواب: جو امام غسل میت کو ذریعہ معاش بنائے تو اس کے پیچھے اقتدا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس امام میں اگرچہ خلاف مروت کام موجود ہے لیکن قوم اکثری طور پر فسق وفجور میں مبتلا ہوتا ہے پس جو امام اس کو ذریعہ معاش نہ بنائے تو اس کے پیچھے اقتدا بطریق اولیٰ مکروہ نہ ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نسواری امام کے پیچھے اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو امام نسوار (تمبا کو منہ میں رکھنے) کا عادی ہو کیا اس کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ مست درہ ادم خیل......۱۹/ مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ تمبا کو کا استعمال مباح ہے لہٰذا اس کا استعمال امامت سے متصادم نہیں ہے، کما فی ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد۵ فانه لم یثبت اسکاره ولا تقتیره ولا اضراره بل ثبت له منافع فهو داخل تحت قاعدة الاصل فی الاشیاء الاباحة﴿۲﴾. وھو الموفق

ولد الزنا کی امامت خلاف اولیٰ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص منکوحہ غیر پر قبضہ کر کے

﴿۱﴾ قال العلامه ابن نجیم رحمه الله: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتدا بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة کما لا یخفیٰ.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۲۶ جلد۵ کتاب الاشربة)

اس سے ناجائز تعلقات قائم کریں اور پھر اس سے بچہ پیدا ہو، اور وہ جوان ہو کر امام بنایا جائے تو کیا اس کی اقتدا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل معبود پنج پیر صوابی ۱۹۷۲ء/ ۷/ ۹

الجواب: اگر یہ امام بنسبت قوم کے اعلم ہو تو اس کے امام بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ورنہ خلاف اولیٰ ہے، فی الدر المختار ویکره تنزيها امامة عبد ...... وولد الزنا هذا ان وجد غيرهم (ای من هو احق بالامامة منهم شامی) والا فلا كراهة (هامش ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

ضروریات دین سے منکر کی امامت درست نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہیں مختار کل اور غیب دان ہیں بشر نہیں بلکہ نور ہے اولیاء اللہ نفع اور نقصان پہنچا سکتے ہیں، ان کے نام نذر و نیاز، ان سے مدد مانگنا اور کسی حاجت کیلئے مزار پر دیگ پکانا درست ہے کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالغفور غورغشتی کیملپور......۱۹۷۲ء/ ۸/ ۱۷

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص انکار ضروریات دین کی وجہ سے کافر ہے ان کے پیچھے اقتدا درست نہیں ہے ﴿۲﴾ وللتفصيل موضع آخر. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار مع الدر المختار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفر بها كقوله ان الله تعالىٰ جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتدا به اصلا. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

شافعی امام جوخون بہنے سے وضوکر رہا ہوتو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز صحیح ہوتی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جوشافعی المسلک امام خون بہنے سے وضو نہ کرے کیونکہ ان کے نزدیک خون سے وضونہیں ٹوٹتا تو کیا کسی حنفی کی نماز اس کے پیچھے جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حمید گل مہمندی فاضل حقانیہ ......۱۶/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: جوشافعی المذہب امام فرائض کی رعایت کرے مثلاً ناک سے خون جاری ہونے کے بعد وضوکیا کرے﴿۱﴾ تو اس کے پیچھے اقتداجائز ہے، کما فی ردالمحتار ص۵۲۷ جلد ۱ والذی یمیل الیه القلب عدم کراهة الاقتداء بالمخالف مالم یکن غیر مراع فی الفرائض لان کثیراً من الصحابة والتابعین کانوا ائمة مجتهدین وهم یصلون خلف امام واحد مع تبائن مذاهبهم انتهی﴿۲﴾. قلت فعلی التفحص والتجسس لا نهم تعاملوا به. وهو الموفق

خونی بواسیر کے مریض کی امامت کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص خونی بواسیر کا مریض ہے علاج کے بعد خون آنا بند ہوا ہے لیکن کبھی کبھی پانی سا آ جاتا ہے، لیکن ایسا نہیں کہ کپڑوں پر لگا ہو، ایسا شخص امامت کراسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس کی اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد عمر چھوٹی روڈ کیملپور......۱۷/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب وضو کی ابتدا سے نماز کے ختم ہونے تک کوئی نجاست خون، پانی وغیرہ خارج نہ ہوتو اس

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: والمعنی انه یجوز فی المراعی بلا کراهة وفی غیره معها ثم المواضع المهمة للمراعاة ان یتوضأ من الفصد والحجامة والقئی والرعاف ونحو ذلک.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۶ جلد ۱ مطلب فی الاقتداء بشافعی......)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۷ جلد ۱ مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الافضل الصلاة مع الشافعی ام لا باب الامامة)

شخص کیلئے امامت کرنا درست ہے (یدل علیه مافی درالمختار ص ۲۷۲ جلد ۱) ﴿۱﴾ . وهو الموفق

صراط کی جگہ سراط پڑھنے اور لڑکی کی شادی پر پیسے لینے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) صراط المستقیم کی جگہ سراط المستقیم پڑھنے والے کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ (۲) جو امام اپنی لڑکی کی شادی پر شوہر والوں سے پیسے لیتے ہیں اس کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ پچی ۳/۲/۱۳۹۸ھ

الجواب: (۱) صورت مذکورہ میں اقتدا درست ہے البتہ مشق ضروری ہے ﴿۲﴾۔

(۲) چونکہ امام بنسبت قوم کے بہتر ہوتا ہے لہٰذا اندھوں میں کانا راجح ہونے کی وجہ سے ان کے پیچھے اقتدا درست ہے ﴿۳﴾۔ وهو الموفق

قاتل کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ نے اپنے بیٹے کو گولی سے

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولا طاهر بمعذور هذا ان قارن الوضوء الحدث او طرأ عليه بعده وصح لو توضا على الانقطاع وصلى كذلك كاقتداء بمفتصد امن خروج الدم. (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۸ جلد ۱ قبيل مطلب في الا لثغ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله الا ما يشق) قال في الخانية والخلاصة الإصل فيما اذا ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنى ان امكن الفصل بينهما بلا مشقة تفسد والا يمكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد المعجمتين والصاد مع السين المهملتين والطاء مع التاء قال اكثرهم لا تفسد. (ردالمحتار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالىٰ جد بدون الف لا تفسد باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۳﴾ قال العلامه ابن نجيم: وينبغي ان يكون محل كراهة الاقتداء بهم عند وجود غيرهم والا فلا كراهة. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

زخمی کیا زخمی حالت میں لڑکے نے بیان دیا کہ مجھے والد نے زخمی کیا ہے، مگراس پر دعویٰ قتل نہیں کرتا ہوں چودہ دن بعد لڑکا مرگیا، لڑکے کی ماں نے ملزم باپ کو عدالت میں بخش دیا اب یہی شخص مسجد کا امام بن گیا ہے کیا قاتل کی امامت جائز ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: احمد خان تحصیل بازار چارسدہ......۱۹۸۴ء/۵/۲

الجواب: ناجائز قتل کرنے والے کو﴿۱﴾ باقاعدہ امام مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر قوم میں اس کی نسبت آندھوں میں کانا کا ہو، یعنی اعلم القوم ہے تو کراہیت نہیں ہے(بحر)﴿۲﴾۔وھو الموفق

پیغمبر علیہ السلام کے حاضر وناظر، نذر لغیر اللہ اور عبدالقادر جیلانی کی امداد کے قائل کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہے نذر لغیر اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی امداد کا قائل ہو اور اس قسم عقائد کی تشہیر کرتا ہو کیا اس کے پیچھے اقتدا درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالرحمٰن تجوڑی لکی مروت......۱۹۷۲ء/۱۱/۶

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شخص کفر کی وجہ سے ناقابل امامت ہے﴿۳﴾یدل علیہ ما فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرۃ یعلم الغیب تعلم یکفر﴿۴﴾ وفی شرح

﴿۱﴾عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وماھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الابالحق...... متفق علیہ. (مشکواۃ المصابیح ص۱۷ جلد۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن نجیم رحمہ اللہ: وینبغی ان یکون محل کراھۃ الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والافلا کراھۃ کما لا یخفیٰ. البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد۱ باب الامامۃ)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا...... فلا یصح الاقتداء بہ اصلا فلیحفظ. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۴۱۵ جلد۱ قبیل مطلب فی امامۃ الامرد)

﴿۴﴾(فتاویٰ بزازیہ علی ھامش الھندیہ ص۳۲۶ جلد۶ الباب الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ)

الفقه الاکبر ذکر الحنفیة تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی ﷺ یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله ﴿۱﴾ وفی الخانیة تصریح بکفر من تزوج امرء ۃ بشهادة الله ورسوله﴿۲﴾. وهو الموفق

دیدہ ودانستہ جوے کا مال لینے والے کی اقتدا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک مولوی صاحب پیش امام ہے اس کا ایک بھائی بمبئی میں رہائش پذیر ہے اس مولوی صاحب کا بھائی جوا کھیلتا ہے اور سارا کاروبار قمار اور جواری پر جاری ہے یہ جواباز اس مولوی صاحب کو دولت بھیجتا ہے اب ہمارے گاؤں میں یہ مولوی صاحب امیر ترین آدمی ہے اور اس کا بھائی کروڑ پتی ہے اور یہ مولوی صاحب لکھ پتی ہے اور خود بھی اقرار کرتا ہے کہ میں پرائے مال کا چوکیدار ہوں اور جواری کا بھی اقرار کرتا ہے اس امام کے پیچھے نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حیات خان سٹینو دفتر ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز پشاور ....۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ

الجواب: مولوی صاحب کا بھائی فاسق ہے (جوابازی کی تقدیر پر) اور اس مولوی کیلئے دیدہ دانستہ ایسا مال لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ غنی ہے ﴿۳﴾ اور ایسے امام کے پیچھے (یعنی باوجود غنی ہونے کے جوا کا

﴿۱﴾ (شرح فقه الاکبر ص ۱۵۱ حکم تصدیق الکاهن بما یخبر به من الغیب)

﴿۲﴾ قال العلامه فخر الدین حسن بن منصور المعروف بقاضی خان: رجل تزوج امرأة بغیر شهود فقال الرجل والمرأة خدائے راوپیغامبر مراگواه کردیم قالوا یکون کفرا لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ یعلم الغیب وهو ماکان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعدالموت. (فتاویٰ قاضی خان موضوع علی هامش الهندیه ص ۵۷۶ جلد ۳ مایکون کفرا من المسلم ومالایکون)

﴿۳﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکهنوی: جس کے پاس حرام مال ہے اور اگر حلال مال بھی اس کے پاس ہے اور وہ بنسبت حرام کے زائد ہے تو اس کی نذر قبول کرنا اور اس کی دعوت...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مال دیدہ دانستہ کھاتا ہو) اقتدا مکروہ ہے لیکن انفراد سے افضل ہے ﴿۱﴾ (منقول از فتاویٰ مولانا لکھنوی وغیرہ) . وھو الموفق

دیوث کی امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شادی شدہ کی ملازمت کے سلسلہ میں کہیں تبادلہ ہوا جہاں اس کی ایک شخص سے ملاقات ہوگئی اور دوستانہ تعلقات قائم کئے اس کے بعد اس کو گھر لایا اور بیوی سے کہا کہ یہ اس گھر کا فرد ہے، اس سے پردہ نہیں کروگے ہر وقت آسکتا ہے کچھ عرصہ بعد اس نے اس شخص کی شادی اپنی سالی سے کرادی لیکن ناکامی کی بنا پر کچھ مدت بعد طلاق دے دی، طلاق کے بعد بھی یہ شخص گھر پر رہتا ہے اور وہ خود ڈیوٹی جاتا ہے اس کی بیوی بھی اس دوست کی تابع ہے کیا اس دیوث شخص کی امامت درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نیو اتحاد ہارڈ ویئر سٹور ڈی آئی خان...... ۱۹۸۶ء/ ۸/ ۶

الجواب: بشرط صدق وثبوت یہ آدمی دیوث ہے ﴿۲﴾ اس کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی

(بقیہ حاشیہ) کھانا اور اس کا صدقہ اور ہدیہ لینا اور کرایہ مکان یا علاج کی اجرت لینا درست ہے بشرطیکہ یہ نہ معلوم ہو کہ جو اس نے دیا ہے عین مال حرام سے ہے اور اگر یہ معلوم ہو یا یہ کہ مال حرام غالب ہو تو کچھ درست نہیں ہے، اشباہ والنظائر میں ہے، اذا کان غالب مال المهدی حلالا فلا بأس لقبول هدیته واکل ماله مالم یتبین انه من حرام وان کان غالب ماله الحرام لا یقبلها ولا یأکل الا اذا قال انه حلال ورثه او استقرضه. (مجموعة الفتاویٰ ص ۱۹۴ جلد۲ کتاب الحظر والاباحة)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوٰة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۳ جلد ۱ قبیل مطلب امامة الامرد)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: (قوله دیوث) هو من لا یغار علی امرأته او محرمه (یا قرطبان) مرادف دیوث، قال ابن عابدین: هو الذی یری مع امرأته او محرمه رجلا فیدعه خالیا بها وقیل هو المتسبب للجمع بین اثنین لمعنی غیر ممدوح وقیل هو الذی یبعث امرأته مع غلام بالغ او مع مزارعه الی الضیعة او یأذن لهما بالدخول علیها فی غیبته. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۰۲ جلد۳ قبیل مطلب فیما لو شتم رجلاً بالفاظ متعددة باب التعزیر)

ہے البتہ چونکہ عوام میں بنسبت امام کے زیادہ مفسقات موجود ہوتے ہیں لہٰذا عوام کی اقتدا اس امامؑ کے پیچھے مکروہ نہیں ہے، کما یشیر الیه کلام البحر فی الامامة﴿۱﴾.

ملاحظہ:......اجنبی، دیور اور دیگر محارم کا حکم یکساں ہے اور دیوثی سے بہت کم لوگ محفوظ ہیں۔ وهو الموفق

چرس پینے والے امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص باقاعدگی کے ساتھ دن میں ایک دو دفعہ چرس پیتا ہے نیز کبھی کبھی ہیروئن کا کش بھی کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نورالحق صاحب باڑہ بازار خیبر ایجنسی......۱۹۸۸ء/۱۱/۵

الجواب: چرس اور ہیروئن پینا مکروہ تحریمی ہے، لحدیث کل مسکر حرام﴿۲﴾ وفی شرح التنویر ص۴۰۴ جلد۵ یحرم اکل البنج والحشیشة هی ورق العنب والافیون﴿۳﴾ انتهیٰ قلت والشرب فی حکم الاکل ، پس ایسے امام کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ تحریمی ہے، وهو فی حکم الفاسق کما فی شرح الکبیر﴿۴﴾ البتہ واجب الاعادہ نہیں ہے، وهو حکم الاقتدا بکل فاسق کما صرحوا به﴿۵﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ عن بریدة ان رسول اللهﷺ قال نهیتکم عن الظروف فان ظرفا لا یحل شیئا ولا یحرمه وکل مسکر حرام...... رواه مسلم . (مشکواة المصابیح ص ۳۷۲ جلد ۲ باب النقیع والانبذة)

﴿۳﴾(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۲۵ جلد۵ کتاب الاشربة)

﴿۴﴾ فی فتاویٰ الحجة وفیه اشارة الی انهم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۵﴾ قال العلامه ابن عابدین: فان امکن الصلوٰة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد وفی الدرالمختار هذاان وجد غیرهم والا فلا کراهة بحر بحثا وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۳، ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

بداخلاق اور غیبت کرنے والے امام کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بداخلاق اور غیبت کرنے والے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فاضل فاروقی واہ کینٹ.....۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۰۴ھ

الجواب: ایسے امام کے پیچھے صالحین کی اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ ورنہ اندھوں میں کانا راجہ ہوتا ہے (بحر الرائق) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سلس البول کے مریض کی اقتدا باطل ہے

سوال: (۱) سلسل البول کی تعریف کیا ہے؟ (۲) اگر ایک گاؤں میں ایک مستند عالم دین موجود ہو اور اس گاؤں میں اور کوئی عالم نہیں ہے اور یہ عالم سلسل البول کی بیماری میں مبتلا ہے تو کیا اس مریض سلسل البول عالم کے پیچھے اقتدا صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ابراہیم ضمیمہ تیمر گرہ ملاکنڈ اڈویژن.....۲۵/ شوال ۱۳۸۹ھ

﴿۱﴾ قال العلامه شرنبلالی: وروی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف ان الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز والصحیح انها تجوز علی الحکم الذی ذکرنا مع الکراهة خلف من لا تکفره بدعته لقوله ﷺ صلوا خلف کل بر وفاجر، وصلوا علی کل بروفاجر وجاهدوا مع کل بروفاجر رواه الدار قطنی کما فی البرهان واذا صلی خلف فاسق او مبتدع یکون محرزا ثواب الجماعة لکن لا ینال ثواب من یصلی خلف تقی، قال ﷺ من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی کذا فی مجمع الروایات والحدیث الضعیف یعمل به فی فضائل الاعمال. (امداد الفتاح شرح نورالایضاح ص ۳۴۴ بیان من تکره امامتهم)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفیٰ. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

الجواب: یہ لفظ سلس البول ہے سلسل البول غلط ہے اور سلس البول کی تعریف یہ ہے من به سلس البول هو من لا یقدر علی امساکه یعنی وہ مرض جس میں بے اختیار پیشاب خارج ہوتا ہے هدایه مع العینی ص ۵ جلد ۱ ﴿۱﴾. (۲) اگر یہ عالم معذور نہ ہو یعنی اتنا وقفہ پاتا ہو جس میں وضو اور نماز پڑھ سکے تو اس کی اقتدا صحیح ہے ﴿۲﴾ اور اگر اتنا وقفہ نہ پاتا ہو تو اسکے پیچھے اقتدا باطل ہے ﴿۳﴾۔(معتبرات الفقه). وهو الموفق

استاد سے عاق کی نماز اور امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص اپنے استاد اور پیش امام جو اباء واجداد سے یکے بعد دیگرے علم دین کی تعلیم دے رہا ہے اس شخص نے بھی نماز اور قرآن اس استاد سے سیکھ لیا ہے اور استاد امامت کے جملہ حقوق ادا کرتا رہا ہے اور علم دین سے واقف ہے تو بلا قصور شرعی استاد کو گالیاں دینا، ناجائز بکواس کرنا، تحقیر کی نظر سے دیکھنا اور ان کے خلاف پروپیگنڈے کرنا وغیرہ عند الشرع اس شخص کا کیا حکم ہے، استاد نے اسے عاق بھی کیا ہے کیا اس کی نماز وغیرہ عبادات قبول ہیں یا نہیں، اس کی امامت کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال العلامه اکمل الدین البابرتی: ومن به سلس البول وهو من لا یقدر علی امساکه. (عنایه علی هامش فتح القدیر ص ۱۵۹ جلد ۱ فصل فی الاستحاضة)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: او مما یتصل بذلک احکام المعذور شرط ثبوت العذر ابتداء ان یستوعب استمراره وقت الصلوٰة کاملا وهو الاظهر الخ. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۰ جلد ۱)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: ولا یصلی الطاهر خلف من به سلس البول ولا الطاهرات خلف المستحاضة وهذا اذا قارن الوضوء الحدث او طرأ علیه هکذا فی الذاهدی.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

الجواب: بعض فتاویٰ مثلاً فتاویٰ نور الہدیٰ ص ۳۸۶ میں مسطور ہے کہ استاد سے عاق کی نماز امامت اور عبادت نامنظور ہے اور دنیا سے بے ایمان جائے گا، حیث قال وینبغی للمتعلم ان یعظم استاذه لان فی تعظیمه برکة ومن لم یعظم او شتم فهو عاق ولا تقبل صلوته ولا امامته ویعزر ویشهر وعلیه الفتویٰ فی زماننا ثم قال بعد احرف وتسقط عدالته ولا یعتبر قوله ولا یعمل بفتواه لو کان مفتیا (وقال ایضا) لا یحل ذبیحة العاق ولا امامته لانه یصیر مرتداً فی الحال ومثواه فی النار، انتهی لیکن یہ احکام چونکہ نہ دلیل شرعی سے ثابت ہیں اور نہ کسی معتبر کتاب سے منقول ہیں، لہٰذا ایسے احکام (علی تقدیر الثبوت) سد باب اور تعزیر پر محمول کئے جائیں گے، اور حقیقت یہ ہے کہ عاق فاسق ہے، اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے﴿۱﴾ واجب التعزیر ہے اور عاق پر ضروری ہے کہ استاد کو راضی کرے اور اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگے والدلیل علی التعزیر مافی الدرالمختار وللشاب العالم ان یتقدم الشیخ الجاهل وقال الرملی فالمتقدم ارتکب معصیة فیعزر (ردالمحتار ص ۴۹۸ جلد ۵)﴿۲﴾ خلاصہ یہ کہ بشرط صدق وثبوت یہ شخص فاسق اور واجب التعزیر ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لا مر دینه وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبندع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق والله اعلم

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله وللشاب العالم ان یتقدم) لانه افضل منه ولهٰذا یقدم فی الصلاة وهی احد ارکان الاسلام وهی تالیة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

اسقاط لینے والے مالدار امام کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام کی آمدنی فصلات کے عشر کے علاوہ اجرت امامت بھی ہے اور سالانہ امدنی گزارہ سے بڑھ کر غلہ مکی فروخت بھی کرتا ہے نیز ٹیلر ماسٹر بھی ہے کیا ایسے امام کیلئے دائرہ حیلہ اسقاط میں بیٹھنا جائز ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا اکیلے پڑھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد شفیع سور جال راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۳/۱۷

الجواب: اگر امام غنی ہو تو اس کیلئے دائرہ اسقاط میں بیٹھنا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾ اور حیلہ کے بعد اسقاط لینا جائز ہے اور باوجود غنی ہونے کے اگر فدیہ لیتا ہو دائرہ اسقاط میں بیٹھتا ہو تو اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے لیکن اقتدا انفراد سے بہت افضل ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الایمان زیلعی وصرح الرملی فی فتاواہ بحرمة تقدم الجاھل علی العالم حیث اشعر نزول درجته عند العامة لمخالفة لقوله تعالیٰ یرفع الله الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات الی ان قال وھذا مجمع علیه فالمتقدم ارتکب معصیة فیعزر.

(ردالمحتار ص ۵۳۳ جلد ۵ مسائل شتیٰ قبیل کتاب الفرائض)

﴿۱﴾ قال العلامه مرغینانی: ولا تدفع الیٰ غنی لقوله ﷺ لا یحل الصدقة لغنی وھو باطلاقه حجة علی الشافعی رحمه الله فی غنی الغزاة وکذا حدیث معاذ رضی الله عنه علی ما روینا، قال العلامه ابن الھمام: اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عمر عنه علیه السلام لا تحل الصدقة لغنی ولا لذی مرة سوی حسنه الترمذی.

(ھدایه مع فتح القدیر ص ۲۰۸ جلد ۲ باب من یجوز دفع الصدقة الیه ومن لا یجوز)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة قال ابن عابدین افاد ان الصلاة خلفھما اولیٰ من الانفراد.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ باب الامامة)

مودودی جماعت والوں کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مودودی جماعت سے تعلق رکھنے والوں کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: روح الامین ایم ایس سی نفسیات پشاور یونیورسٹی......۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: اس جماعت کے جس فرد کا وہ عقیدہ ہو جو مودودی صاحب کا عقیدہ تھا ﴿۱﴾ تو ایسے افراد کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

قاطع اللحیہ کے پیچھے داڑھی والے کی نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قاطع اللحیہ کیلئے نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے ایک باعلم داڑھی والے کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ڈاکٹر خالد حسین انچارج سکاؤٹ ہسپتال شمالی وزیرستان......۱۴/ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

الجواب: فاسق کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۳﴾ یعنی باوجود صالحین کے لیکن انفراد سے یہ

﴿۱﴾ قال العلامه مفتی کفایت الله: مودودی جماعت کے افسر مولوی ابوالاعلیٰ کو میں جانتا ہوں وہ کسی معتبر اور معتمد علیہ عالم کے شاگرد اور فیض یافتہ نہیں ہیں اگر چہ ان کی نظر اپنے مطالعہ کی وسعت کے لحاظ سے وسیع ہے تاہم دینی رجحان ضعیف ہے اجتہادی شان نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کے مضامین میں بڑے بڑے علماء اعلام بلکہ صحابہ کرام پر بھی اعتراضات ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنا چاہئے اور ان سے میل جول ربط واتحاد نہ رکھنا چاہئے الخ۔ (کفایت المفتی ص ۳۲۹ جلد ۱ فصل پنجم فرقہ مودودی)

﴿۲﴾ وفی شرح التنویر: ویکره امامة عبد ......وفاسق...... ومبتدع ای صاحب بدعة وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: وتجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق الا انها تکره هكذا فی المتون. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

اقتدا بہتر ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

ضروریات دین سے منکر اور بدعتی کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غور غشتی میں مذہبی اور دینی جماعتوں کی چھوٹی چھوٹی شاخیں موجود ہیں، مثلاً مفتی گروپ، ہزاروی گروپ، نورانی گروپ، مودودی جماعت، تبلیغی جماعت، توحیدی جماعت وغیرہ وغیرہ ان جماعتوں میں بسا اوقات ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیا ان میں کوئی ایسی جماعت ہے جن کے پیچھے ہماری نماز ادا نہ ہوتی ہو؟ بینوا توجروا

المستفتی: عزیز البشر غور غشتی اٹک......۱۵/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: ان جماعتوں کے وہ افراد جو ضروریات دین سے منکر ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا کرنا درست نہیں ہے اگر چہ وہ مؤول ہوں﴿۲﴾ اور جو افراد کسی استحسان کی وجہ سے بدعات سیئہ میں ملوث ہوں تو ان کے پیچھے اقتدا کرنا مکروہ ہے، البتہ انفراد سے اقتدا افضل ہے﴿۳﴾ (ماخوذ از شامی، بحر، ہندیہ)۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة ، قال ابن عابدين: افاد ان الصلاة خلفهما اولى من الانفراد.
(الدرالمختار مع هامش ردلمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ باب الامامة قبيل مطلب فى امامة الامرد)

﴿۲﴾قال الحصكفي: وان انكر بعض ما علم من الدين ضرورة كفربها كقوله ان الله تعالىٰ جسم كالاجسام وانكاره صحبة الصديق فلا يصح الاقتداء به اصلا.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبيل مطلب فى امامة الامرد)

﴿۳﴾ قال ابن نجيم رحمه الله: فان قلت فما الا فضلية ان يصلى خلف هؤلاء او الانفراد قيل اما فى حق الفاسق فالصلاة خلفه اولى لما ذكر فى الفتاوىٰ قدمناه واما الآخرون فيمكن ان يكون الانفراد اولى لجهلهم بشروط الصلاة ويمكن ان يكون على قياس الصلاة خلف الفاسق والافضل ان يصلى خلف غيرهم فالحاصل انه يكره لهؤلاء التقدم ويكره الاقتداء بهم كراهة تنزيهية فان امكن الصلاة خلف غيرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولى من الانفراد. (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

بدعتی کی اقتدا کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیابدعتی کی امامت جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :صوفی لعل خان......۱۹۷۰ء/۵/۲

الجواب: اگر بدعتی کافر ہوجیسے مرزائی اوراکثر شیعہ توان کے پیچھے اقتدا باطل اورکالعدم ہے اوراگرکافر نہ ہوتومکروہ تحریمی ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

مودودیت کے اعتراف اور پرچار نہ کرنے والے کی امامت ممنوع نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بظاہرنماز کاپابنداور پرہیزگار ہےاور ہماراپیش امام ہے،لیکن ان میں دوغلطیاں ہیں ایک یہ کہ مودودی تفسیر جلد اول اس کے پاس موجود ہےدوم یہ کہ مودودی رسائل وغیرہ کامطالعہ کرتا ہےاسلئے ہم لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے امام کہتا ہے کہ''نماز پڑھو کیونکہ مودودی صاحب کاعقیدہ برانہیں ہے نیز میں نے مودودی صاحب کودیکھا بھی نہیں ہےاور نہ اس کا شاگردہوں ہم پٹھانوں نے الگ جماعت شروع کی ہے تفصیلی جواب سےنوازیں مہربانی ہوگی''۔بینوا توجروا

المستفتی :حاجی عزیزالرحمٰن(دوبئ)......۱۹۷۶ء/۱۰/۱۳

الجواب: چونکہ یہ امام نہ مودودیت کااعتراف کرتا ہےاورنہ پرچارکرتا ہے بلکہ براءت ظاہرکرتا

﴿۱﴾ وفی الهندیه: تجوز الصلاة خلف صاحب هوی وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن واحاصله ان کان هوی لایکفر به صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الکراهة والا فلا هکذا فی التبیین والخلاصه.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

ہے لہٰذا اس کے پیچھے اقتدا ممنوع نہیں ہے البتہ اس کے گفتار سے بیدار رہنا ضروری ہے۔ وھو الموفق

اعرج (لنگڑے) کی اقتدا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعرج کی اقتدا کا کیا حکم ہے ان کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کو امامت سے معزول کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد دانش منڈی بالا پشاور......۱۹۷۸ء/۱۱/۱

الجواب: اعرج کے پیچھے اقتدا مکروہ تنزیہی ہے، کما فی الھندیہ ص ۸۹ جلد ۱ ولو کان لقدم الامام عوج وقام علی بعضھا یجوز وغیرہ اولیٰ ﴿۱﴾ پس اس عیب کی وجہ سے اس کا عزل کرنا ایک بے قاعدہ امر ہے البتہ اس کیلئے خود مستعفی ہونا بہتر ہے۔ وھو الموفق

سودخور امام کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کا امام مشہور سودخور ہو، اور ایک جگہ نہیں بلکہ مختلف جگہوں میں علی الاعلان سود کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے اقتدا یا مسجد میں اس کا امام بنانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حجاب شاہ میاں خان مردان......۱۹۷۲ء/۲/۶

الجواب: مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

جس امام کا نسب معلوم نہ ہو اس کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس امام کا

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: وكذا تكره خلف امرد...... وشارب الخمر وآكل الربا. (الدرمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد)

نسب معلوم نہ ہو اس کی اقتدا صحیح نہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: بادشاہ گل ڈھیری شبقدر چارسدہ......۱۹۶۹ء/۱/۱۴

الجواب: اسلام میں علم اور تقویٰ بڑی چیز ہے ﴿۱﴾ نسب صرف انتظامی امور میں معتبر ہے اسی وجہ سے یہ مسئلہ مطلقاً صحیح نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

ایک پاؤں سے معذور کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لنگڑا امام سجدہ اور قاعدہ کی حالت میں ایک ٹانگ مسنون طریقے سے نہیں رکھ سکتا، جبکہ اس گاؤں میں صحیح الاعضاء آدمی بھی موجود ہیں ان کے باوجود اس لنگڑے کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حاجی ایوب گلگت......۸/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ قال العلامه عماد الدين ابن كثير: (وقوله تعالىٰ: ان اكرمكم عند الله اتقاكم) اى انما تتفاضلون عند الله تعالىٰ بالتقوىٰ لابالاحساب وقد وردت الاحاديث بذلک عن رسول الله ﷺ قال البخارى: ...... عن ابى هريرة قال: سئل رسول الله ﷺ اى الناس اكرم؟ قال: اكرمهم عند الله اتقاهم قالوا: ليس عن هذا نسألک قال: فاكرم الناس يوسف نبى الله، ابن نبى الله، ابن نبى الله ابن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسئلک قال: فعن معادن العرب تسألونى؟ قالوا: نعم قال، فخياركم فى الجاهلية خياركم فى الاسلام اذا فقهوا.

(تفسير ابن كثير ص ۲۷۵ جلد ۴ سورة الحجرات آيت: ۱۳)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: والاحق بالامامة الا علم باحكام الصلاة فقط صحة وفسادا بشرط اجتنابه للفواحش.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۱۲ جلد ۱ باب الامامة)

وقال العلامه طاهر بن عبد الرشيد: وفى الاصل لا يجوز للسيد الجاهل ان يتقدم على الفقيه لان شرف العلم فوق النسب.

(خلاصة الفتاوىٰ ص ۳۲۴ جلد ۴ كتاب الكراهية جنس آخر)

الجواب: اگر یہ لنگڑا اعلم القوم نہ ہوتو اس کے پیچھے اقتدا افضل نہیں ہے، کمافی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه ﴿۱﴾ البتہ اس عیب کی وجہ سے واجب العزل نہیں ہے۔ وھو الموفق

والدین کی گستاخی کرنے والے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک محلہ کا امام ہے والدین کی گستاخی کرتا ہے کیا ان کی امامت درست ہے؟ ان کا لوگوں کو تبلیغ وتعلیم دینا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۵/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر زید کے والدین بہ جانب حق ہوں تو عقوق کی وجہ سے زید کے پیچھے اقتدا (نیک لوگوں کے موجودگی میں) مکروہ تحریمی ہے، لان العقوق من الکبائر کما فی حدیث متفق علیه ﴿۲﴾ والاقتداء خلف الفاسق مکروہ تحریماً کما صرح به فی شرح الکبیر ص ۴۷۹ باب الامامة ﴿۳﴾ واما التقید المذکور فلما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة ﴿۴﴾ لیکن باوجود

﴿۱﴾ قال العلامه الشامی: وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولیٰ تاترخانیة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار قبیل مطلب فی الاقتداء بشافعی الخ باب الامامة ص ۴۱۶ جلد ۱)

﴿۲﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواه البخاری وفی روایة انس وشهادة الزور بدل الیمین الغموس متفق علیه.
(مشکواة المصابیح ص ۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق)

﴿۳﴾ قال الحلبی : کذا فی فتاویٰ الحجة وفیه اشارة الی انهم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۴﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

کراہت کے انفراد سے اقتدا بہتر ہے﴿۱﴾صرح به فی امامة البحر والفتح والهندیه وردالمحتار ، اور ایسے شخص کیلئے تعلیم دینے اور تبلیغ کرنے میں کوئی وبال نہیں ہے، لان المنکر فی قوله تعالیٰ اتأمرون الناس بالبر وتنسون انفسکم هو المعطوف ﴿۲﴾ فقط. وهو الموفق

امور شرعیہ کی پابندی نہ کرنے والے اور جھوٹ بولنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام میں ذیل خامیاں موجود ہیں۔(۱) رمضان میں صرف تین روزے رکھے (۲) پیشاب کے بعد کلوخ وغیرہ نہیں کرتے (۳) نماز کی کوئی پابندی نہیں کرتے (۴) بغیر عذر کے بھی کبھی کبھی نماز نہیں پڑھتے (۵) قرآن مجید بھی کبھی کہیں سے کبھی کہیں سے پڑھتے ہیں اور بولتا ہے کہ میں نے ختم کیا (۶) جھوٹ بولنے سے کبھی گریز نہیں کرتا کیا ایسے امام کے پیچھے اقتدا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی : نامعلوم ۱۹۷۴ء/۱۱/۲۱

الجواب: بشرط صدق وثبوت ایسے امام کے پیچھے صالحین کی اقتداء مکروہ ہے، یدل علیه ما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم الفاسق والعبد وغیره عند وجود غیرهم والافلا کراهة﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: فالحاصل انه یکره لهؤلاء التقدم ویکره الاقتداء بهم کراهة تنزیهیة فان امکن الصلاة خلف غیرهم فهو افضل والا فالاقتداء اولیٰ من الانفراد.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه شبیر احمد العثمانی: اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہئے یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

(تفسیر عثمانی پارہ: اول سورۃ البقرہ آیت: ۴۴ رکوع ۵)

﴿۳﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

اپنے استاد عالم دین کی بے عزتی اور توہین کرنے والے کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ایک استاد جو عالم دین بھی ہے، کی دنیاوی لالچ کی وجہ سے بے عزتی اور توہین کرتا ہے کیا یہ شخص اس جزیہ فقہیہ کے تحت داخل نہیں ہے؟ کہ من اهان عالما بغير سبب خيف عليه الكفر، اوراس سلسلہ میں یہ شاگرد عاق ہے یانہیں؟اوراس کی امامت جائز ہوگی یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ ہدایت الرحمٰن مانکی صوابی......۱۲/محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

الجواب: عالم سے علم دین کی وجہ سے عداوت کرنا موجب کفر ہے، ذاتیات کی وجہ سے عداوت کفرنہیں ہے، ﴿۱﴾ البتہ سباب المسلم فسوق ﴿۲﴾ کی بناپر یہ شخص فاسق ہے اور ایسے شخص کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۳﴾ جبکہ قوم میں اس شخص سے نیک لوگ موجود ہوں اور عاق کا بھی یہی حکم ہے(ماخوذ ازشرح فقه الاكبر وبحر الرائق) .وهو الموفق

﴿۱﴾ قاله الملا على قارى: من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر قلت الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غيرسبب دنيوى او اخروى فيكون بغضه لعلم الشريعة ولا شك فى كفر من انكره فضلاً عمن ابغضه .
(شرح فقه الاكبرلملا على قارى ص ۱۷۳ فصل فى العلم والعلماء)

﴿۲﴾عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله ﷺ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.
(الصحيح المسلم ص ۵۸ جلد ۱ كتاب الايمان)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: ويكره امامة عبد وفاسق واعمى، قال ابن عابدين: (قوله اى غير الفاسق) واما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بانه لا يهتم لامردينه وبان فى تقديمه للامامة تعظيمه وقد وجب عليهم اهانته شرعا ولا يخفىٰ انه اذا كان اعلم من غيره لا تزول العلة فانه لا يؤمن ان يصلى بهم بغير طهارة فهو كالمبتدع تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

کسی اجنبی کے گھر میں بے پردہ آنے جانے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بالکل اجنبی اور علاقہ غیر کا رہنے والا ہو اور یہاں پر اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو اور نہ کوئی اس کو پہچانتا ہو یہ شخص کسی ایسے گھر میں بلا تکلف اور بے پردہ آتا جاتا ہو جس میں اکثریت نوجوان لڑکیوں کی ہو اور کچھ شادی شدہ اور کچھ بیوہ عورتیں بھی اس گھر میں رہتی ہوں یعنی تمام کے تمام غیر محرم ہوں اور اسی گھر میں کھاتا پیتا بھی ہو، شریعت میں ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء اللہ جان مانکی صوابی......۱۹۷۱ء/۱۲/۲۳

الجواب: چونکہ عوام بھی اس شنیع کام میں مبتلا ہیں لہٰذا اس امام کے پیچھے عوام کی اقتدا مکروہ نہیں ہے البتہ مقتدیوں میں غیر فاسق موجود ہوں تو پھر اس کے پیچھے اقتدا مکروہ ہوگی، یدل علیہ ما فی البحر ص ۳۴۹ جلد ۱ وینبغی ان یکون محل کراھة الاقتداء بھم عند وجود غیرھم والا فلا کراھة لما لا یخفیٰ ﴿۱﴾. وھو الموفق

زانی کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زانی کا امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہیڈ ماسٹر پرائمری سکول......۱۹۷۶ء/۱/۱۶

الجواب: زانی کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس کو باقاعدہ امام بنانا مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ کما فی

﴿۱﴾ (البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامہ محمد امین ابن عابدین: (قوله وفاسق) من الفسق وھو الخروج عن الاستقامة ولعل المراد به من یرتکب الکبائر کشارب الخمر والزانی وآکل الربا ونحو ذلک. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام)

شرح الکبیر کراھة تقدیمه کراھة تحریم ص ۴۷۹ ﴿۱﴾ لیکن انفراد سے فاسق کے پیچھے اقتدا افضل ہے، کما فی شرح التنویر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، وفی ردالمحتار ص ۵۲۵ جلد ۱ افاد ان الصلاۃ خلفھما اولیٰ من الانفراد لاکن لا ینال کما ینال خلف تقی وورع ﴿۲﴾. وھو الموفق

والد اور استاد کی اہانت کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید، عمر اور بکر تین بھائی ہیں ان میں سے زید سند یافتہ عالم ہے اور شادی شدہ بھی ہے جبکہ بکر اور عمر گھر پر نہیں ہوتے بلکہ کاروبار کے سلسلہ میں سفر پر ہوتے ہیں بکر اور عمر نے زید کے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ والدین کا خرچہ مشترکہ طور پر ادا کریں گے لیکن زید کا رویہ والدین کے ساتھ بہت توہین آمیز ہے جبکہ زید اپنے والد کا شاگرد بھی ہے زید نے ضعیف العمر والدین کو گھر سے نکال کر تھپڑ مارے اور چائے کا پیالہ بھی زور سے انڈیل دیا، زید والدین کو گھر میں عزت کے ساتھ روٹی وغیرہ بھی نہیں دیتے اپنے والد کو ہر بات پر ٹوکتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے سوال یہ ہے کہ اس قسم کے آدمی کی اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام حیدر لنڈا احمد خیل بنوں......۱۲/صفر ۱۳۹۲ھ

الجواب: بشرط صدق مستفتی زید عاق اور فاجر ہے اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے، لحدیث الکبائر ومنھا عقوق الوالدین ﴿۳﴾ وفی منحة الخالق قال الرملی ذکر الحلبی

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۲﴾ (ردالمحتار مع الدر المختار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

﴿۳﴾ عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواہ البخاری وفی روایة انس وشھادۃ الزور بدل الیمین الغموس متفق علیه . (مشکواۃ المصابیح ص ۱۷ جلد ۱ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الاول)

ان تقدیم الفاسق والمبتدع کراهة التحریم (هامش البحر ص ۳۴۹ جلد ۱)﴿۱﴾.

نوٹ:......اگر قوم اس سے بدتر ہو تو اقتدا مکروہ نہیں ہے (بحر)﴿۲﴾۔وھو الموفق

مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرک کے پیچھے اقتدا کا کیا حکم ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: احمد خان راولپنڈی......۱۹۸۳ء/۱۲/۱۹

الجواب: مشرک کے پیچھے اقتدا باطل ہے خواہ کسی بھی مکتب فکر سے متعلق ہو (ھندیہ)﴿۳﴾. وھو الموفق

بینک کے ملازم کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ایک زمیندارہ بینک جو کواپریٹو بینک کی ایک شاخ ہے کا سیکرٹری ہے یہ بینک دس فیصد یا اس سے زیادہ سالانہ شرح کے ساتھ قرضہ دیتا ہے اصل رقم کو چھوڑ کر جو زائد رقم شرح کی بنتی ہے بینک نے زید کیلئے بطور تنخواہ اسی شرح کی رقم سے مقرر کی ہوئی ہے، اور بینک کا یہ سب کاروبار زید ہی کرتا ہے، اب اس موضع میں زید کو امام مسجد مقرر کیا جارہا ہے جبکہ بعض

﴿۱﴾ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والافلا کراهة لما لا یخفیٰ.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ وفی الهندیه: ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبهة ومن یقول بخلق القرآن وحاصله ان کان هوی لا یکفر به صاحبه تجوز الصلوٰة خلفه مع الکراهة والا فلا. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۴ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

افرادزید کی امامت اوراقتدا کودرست نہیں سمجھتے ازروئے شرع اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:محمد اکرم قریشی واہ کینٹ......شوال ۱۳۸۹ھ

الجواب: زیدتعاون فی المعصیت کی وجہ سے امامت کے لائق نہیں ہے،کسی نیک شخص کوامام مقررکیاجائے،قال اللہ تعالیٰ ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان ﴿۱﴾ وایضا لعن رسول اللہ ﷺ کاتب الربوا فتکون ذنبا کثیرۃ ﴿۲﴾ واضح رہے کہ ربوا،سود،منافع ایک ہی چیز ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ قرضہ پرمنافع لیناسوداورحرام ہے﴿۳﴾۔وھو الموفق

بادی بواسیر والے امام کی امامت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام بادی بواسیر کا مریض ہےاس کی اقتدا کا کیاحکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:میاں محمد یاسین فضل آباد ملاکنڈ ایجنسی

الجواب: اگر یہ امام معذورشرعی نہ ہوتوامامت کرسکتا ہے(شامی)﴿۴﴾۔وھو الموفق

﴿۱﴾ (سورۃ مائدہ پارہ: ۶ آیت: ۲ رکوع ۱)

﴿۲﴾ عن جابر قال لعن رسول اللہ ﷺ آکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم. (مشکواۃ المصابیح ص۲۴۴ جلد ۱ باب الربوا الفصل الاول)

﴿۳﴾وعن علی قال: قال رسول اللہ ﷺ کل قرض جر منفعۃ فھو ربا، رواہ الحارث بن ابی اسامۃ واسنادہ ساقط ولہ شاھد ضعیف عن فضالۃ بن عبید عند البیھقی وآخر موقوف عن عبد اللہ بن سلام عند البخاری. (بلوغ المرام للعسقلانی ص ۲۸۲ رقم حدیث: ۸۱۲ قبیل باب التفلیس والحجر)
وقال الشیخ اشرف علی التھانوی: اخرجہ البیھقی فی المعرفۃ عن فضالۃ بن عبید موقوفا بلفظ کل قرض جر منفعۃ فھو وجہ من وجوہ الرباء ورواہ فی السنن الکبریٰ عن ابن مسعود وابی ابن کعب وعبد اللہ بن سلام وابن عباس موقوفا علیھم.
(امداد الفتاویٰ ص۲۱۵ جلد۳ رسالہ کشف الدجیٰ عن وجہ الربوا)

﴿۴﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: ولا طاھر بمعذور ھذا...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سب وشتم اورلوگوں کی توہین کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد نے قوم سے مخالف ہونے کی بنا پر مسجد اور امامت کو سب وشتم دیئے، یہ امام جاہل ہے اور علماء کا توہین بھی کرتا ہے قرأت بھی غلط کرتا ہے ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالاکبر مسجد خانان

الجواب: اگر یہ الزام مسلم اور مبرہن ہوں تو اس امام کے پیچھے اقتدا مکروہ ہے ﴿۱﴾ البتہ انفراد سے اقتدا افضل ہے (شامی، بحر، هندیه) . وهو الموفق

بیوی کو نفقہ سے محروم کرنے منگنی پر ڈھول بجوانے اور غیر محرم کو دم کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص آخری عمر میں دوسری شادی کرے اور پہلی بیوی کو حقوق شرعیہ اور نان ونفقہ سے محرم کردے اور اولاد کو بھی محروم کرے دوسری شادی میں منگنی پر ڈوموں کو بلا کر ڈھول بجوائے اور پرائے عورتوں سے ناچ کرایا اور گانے گائے گئے، نیز غیر محرم عورتوں کو کھلا منہ کر کے دم کرتا ہے وغیرہ وغیرہ، کیا اس کی امامت جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فقیر احمد شاہ ڈیرہ اسماعیل خان

(بقیه حاشیه) ان قارن الوضوء الحدث او طرأ علیه بعده وصح لو توضأ علی الانقطاع وصلی کذلک کاقتداء بمفتصد امن خروج الدم.

(الدرالمختار ص ۴۲۸ جلد ۱ باب الامامة قبیل مطلب فی الالثغ)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: وفی النهر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة، قال ابن عابدین : افاد ان الصلاة خلفهما اولی من الانفراد. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

الجواب: بشرط صدق وثبوت مذکورۃ الاوصاف شخص فاسق ہے ﴿۱﴾ جس کی اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۲﴾ محلّہ کے ارباب حل وعقد کا فریضہ ہے کہ وہ اس امام کو سبکدوش کردیں ﴿۳﴾ لیکن اگر یہ امام کسی وجہ سے برقرار رہے تو پھر انفراد سے اقتدا افضل ہے، درمختار میں ہے، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة ﴿۴﴾. وهو الموفق

افیون کا نشہ کرنے والے، مردوں کو بطور پیشہ غسل دینے والے اور جادوگر امام کی اقتدا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص ہمیشہ افیون کے نشے میں مست ہو، اور مردوں کو بطور پیشہ مستقلاً غسل دیتا ہو، سحر، جادوٹونہ اور غلط تعویذات کرتا ہو، اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الرحمٰن کالکلس ضلع دیر.....۱۹۷۳ء/۴/۵

﴿۱﴾ قال العلامه محمد بن البزاز الکردری: استماع صوت الملاهی کالضرب بالقضیب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة.

(فتاویٰ بزازیه علی هامش الهندیه ص ۳۵۹ جلد ۶ الباب الثالث فیما یتعلق بالمناهی)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویکره امامة عبد وفاسق واعمی ومبتدع، قال ابن عابدین: نکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم.

(ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ قبیل مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: ویکره تقلید الفاسق ویعزل به الا لفتنة، قال ابن عابدین: ای بالفسق لو طرأ علیه والمراد انه یستحق العزل کما علمت آنفا ولذا لم یقل ینعزل.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۰۵ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۴﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)

الجواب: واضح رہے کہ افیون کھانا حرام ہے، لما فی الدرالمختار ویحرم اکل البنج والحشیشه هی ورق القنب والافیون،الخ ﴿۱﴾ وبمعناه فی سائر کتب الفتاویٰ، اورحرام کار خصوصاً جبکہ علی الدوام کرنے والا ہو فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے،صرح به فی الکبیری ﴿۲﴾ نیز پیشہ ورغسال لوگوں کی نظر میں خفیف ہوتا ہے جو کہ مورث کراہتِ اقتدا ہے، کما یدل علیه تعلیل الهدایة حیث قال ولان فی تقدیم هؤلاء تنفیر الجماعة ص ۱۱۰ جلد ا ﴿۳﴾ اور جادوگری فسق یا کفر سے خالی نہیں ہوتا لہٰذا ایسے امام کے پیچھے اقتدا نہ کرنا چاہئے ﴿۴﴾۔وهو الموفق

ناجائز معاملہ پر والدین سے ناراض بیٹے کی اقتدا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اپنی والدہ سے ناراض ہے اس کو قوم کہتا ہے کہ والدہ سے راضی نامہ کرلے یا معافی طلب کرے، لیکن وہ نہ راضی نامہ کرنا چاہتا ہے اور نہ معافی طلب کرتا ہے جب کہ ماں کا بیان یہ ہے ”واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ میرا بیٹا فلاں ولد فلاں قوم......سکنہ......ناراض ہو کر کسی کے مکان میں چلا گیا ہے اور میرے خاوند کو فوت ہوئے آٹھ سال ہو

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۲۵ جلد۵ کتاب الاشربة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحلبی فی شرح المنیة: فی فتاویٰ الحجة وفیه اشارة الی انهم قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم. (الشرح الکبیر ص ۴۷۵ فصل فی الامامة)

﴿۳﴾ (هدایه ص ۱۱۰ جلد ۱ باب الامامة کتاب الصلوٰة)

﴿۴﴾ قال الحصکفی : وحرام وهو علم الفلسفه والشعبذة والتنجیم والرمل وعلوم الطبائعین والسحر، قال العلامه ابن عابدین: فهذه انواع السحر الثلاثة قد تقع بما هو کفر من لفظ او اعتقاد او فعل وقد تقع بغیره کوضع الاحجار وللسحر فصول کثیرة فی کتبهم فلیس کل مایسمی سحرا کفراً اذ لیس التکفیر به لما یترتب علیه من الضرر بل لما یقع به مما هو کفر کاعتقاد انفراد الکواکب بالربوبیة واهانة قرآن او کلام مکفر ونحو ذلک. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۳ جلد ۱ مطلب السحر انواع)

گئے ہیں ان آٹھ سالوں میں اس نے میری کوئی امداد نہیں کی، پچھلے سال وہ گھر آیا ہم نے جرگہ بٹھا کر اس کو کہا، اور وہ ناراض ہوکر کسی کے مکان میں چلا گیا اب وہ کہتا ہے کہ میں والدہ سے ناراض ہی رہوں گا اگر آپ نے میرا اور والدہ صاحبہ کا راضی نامہ کرنا ہے تو میرا گوشت کاٹ کر بوری میں ڈال کر لے جائیں اور میں دندہ مانی سے معافی نہیں مانگوں گا وغیرہ"۔ اس صورت میں ایسے بیٹے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی محمد غنی راولپنڈی ۱۹۶۹ء/۱۱/۲۲

الجواب: آپ نے کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے کہ ناراضگی کی وجہ کیا ہے لہٰذا تعلیقی جواب دیا جاتا ہے یعنی اگر والدہ کے جائز معاملہ سے یہ ناراضگی ہو تو فسق کی وجہ سے اس کے پیچھے اقتدا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ اور اگر والدہ کے کوئی ناجائز معاملہ سے ناراضگی ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، لحدیث لاطاعة للمخلوق فی معصية الخالق ﴿۲﴾. وهو الموفق

حضور ﷺ کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے والے کا توبہ کے بعد امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد مولانا امین الحق پر بعض مخالفین نے ذاتی عناد کی بنا پر یہ الزام لگایا ہے کہ اس نے آج سے چالیس سال قبل آنحضرت ﷺ فداہ ابی وامی کے بارے میں ناشائستہ کلمات استعمال کئے تھے جن کی وجہ سے اس وقت کے علماء نے اس کو امامت سے معزول کیا تھا، حالانکہ میرے والد نے زندگی بھر اس قسم کے الفاظ نہیں کہے ہیں میرا والد سلسلہ عالیہ قادریہ میں منسلک ہے اولیاء اللہ کے ماننے والے اور معتقد ہیں اور حضور ﷺ کے ادنیٰ امتی

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ويكره امامة عبد واعرابي وفاسق واعمى ومبتدع، قال ابن عابدين: تكره امامته بكل حال بل مشى فى شرح المنية على ان كراهة تقديم كراهة تحريم. (ردالمحتار مع الدرالمختار ص ۴۱۴ جلد ۱ مطلب البدعة خمسة اقسام باب الامامة)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۳۲۱ جلد ۱ الفصل الثانى كتاب الامارة)

ہونے پر فخر کرتا ہے، خدانخواستہ اگر بمقتضائے بشریت اس نے اس قسم کے کلمات کہے بھی ہوں اور اس نے توبہ کر کے انابت الی اللہ کی ہو تو کیا اس کے پیچھے اقتدا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید الابرار منشی فاضل نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۴/۶

الجواب: سب الرسول علیہ السلام کے ثبوت شرعی کے بعد ساب کا توبہ قران وحدیث اور فقہ کی بنا پر صحیح ہے اور اس کی امامت صحیح ہے، قال اللہ تعالیٰ فی شان المنافقین، ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم وهموا بما لم ينالوا الی ان قال فان يتوبوا يک خيرالهم (الاية)﴿۱﴾ وجه الاستدلال ان المنافقين كانوا مسلمين ظاهرا، ويجرى عليهم احكام المسلمين وقال الله تعالىٰ غافر الذنب وقابل التوب﴿۲﴾ من غير تقيد وتخصيص، وقال رسول الله ﷺ التائب من الذنب كمن لا ذنب له ﴿۳﴾ وقال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد۳ فهذا صريح كلام القاضی عياض فی الشفاء والسبكی وابن تيميه وائمه مذاهب علی ان مذهب الحنفية قبول التوبة بلا حكاية قول آخر عنهم وانما حكوا الخلاف فی بقيه المذاهب الخ﴿۴﴾. وهوالموفق

گروی پر نفع لینے والے اور پیشہ ور امام کی اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) ایک پیش امام صاحب کسی آدمی کو مبلغ تین ہزار روپے دے کر زمین مرہونہ بنالیتا ہے اور زمین کے حاصلات سے مالک کو کچھ نہیں دیتے اور دی ہوئی رقم بدستور رکھتا ہے کیا اسی طرح کے معاملہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز ہے؟ (۲) ایسا

﴿۱﴾ (سورة التوبة پاره: ۱۰ رکوع: ۱۶ آیت: ۷۴)
﴿۲﴾ (سورة المؤمن پاره: ۲۴ رکوع: ۱ آیت: ۳)
﴿۳﴾ (مشکوٰة المصابيح ص ۲۰۶ جلد ۱ باب الاستغفار والتوبة)
﴿۴﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۱۹ جلد ۳ مطلب مهم فی حكم ساب الانبياء باب المرتد)

شخص جو ہمیشہ کیلئے پیشہ امامت اختیار کرے اس کے پیچھے ہمیشہ کیلئے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ (۳) اگر اس پیشہ ور امام کے پیچھے اقتدا صحیح نہ ہوتو اس کو کس طرح راہ راست پر لایا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا
المستفتی: شوکت علی ولد تاج ملوک خان طورو مردان......۱۹۶۹ء/۴/۸

الجواب: (۱) مرہونہ پر نفع لینا جائز نہیں ہے خواہ مشروط ہو یا معروف ہو اور ہمارے علاقوں میں معروف ہے لہٰذا حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ لیکن انفراد سے اقتدا افضل ہے، عن ابی بردہ بن ابی موسیٰ قال قدمت المدینة فلقیت عبد اللہ بن سلام فقال انک بارض فیھا الربوا فاش فاذا کان لک علی رجل حق فاھدیٰ الیک تبن او حمل شعیر او حبل قت فلا تاخذہ فانہ ربوا، رواہ البخاری ،وقال ابن عابدین: قلت والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولو لاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلة الشرط لان المعروف بمنزلتہ کالمشروط وھذا مما یعین المنع ﴿۲﴾ (ردالمحتار ص۴۲۷ جلد۵) وفی منحة الخالق قال الرملی ذکر الحلبی فی شرح المنیة ان کراھة تقدیم الفاسق والمبتدع کراھة تحریم وفی البحر بعد عبارة والا فالاقتداء بھم اولیٰ من الانفراد (بحر ص ۳۴۹ جلد ۱) ﴿۳﴾ .

(۲:۳) پیشہ امامت بذات خود امر مستحسن ہے بے شک جب اجرت میں فرائض اور واجبات لیتا ہے یا باوجود غنی شرعی کے زکواۃ فطرانہ لیتا ہے تو یہ امر مستقبح ہے اہل محلہ پر ضروری ہے کہ اس کیلئے تنخواہ مقرر کرے اور زکواۃ وغیرہا اجرت میں نہ دیوے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ: صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة وکذا تکرہ خلف امرد، قال ابن عابدین: افاد ان الصلاة خلفھما اولیٰ من الانفراد . (الدرالمختار مع ردالحتار ص ۴۱۵ جلد ۱ مطلب فی امامة الامرد باب الامامة)
﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۴۳ جلد۵ کتاب الرھن)
﴿۳﴾ (منحة الخالق علی ھامش البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

ریڈیو، ٹی وی وغیرہ کی مرمت کرنے والے مستری کے پیچھے اقتدا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب کا بیٹا ریڈیو اور ٹی وی کا مستری ہے تو کیا اس مستری بیٹے کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ہدایت اللہ کانگڑہ چارسدہ......۲۱/شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: فاسق کے پیچھے فساق کی اقتدا بلا کراہت جائز ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از بحر هندیه باب الامامة). وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: وینبغی ان یکون محل کراهة الاقتداء بهم عند وجود غیرهم والا فلا کراهة کما لا یخفیٰ.

(البحر الرائق ص ۳۴۹ جلد ۱ باب الامامة)

باب القراء ة فی الصلوٰة

لا الٰه پر وقف مفسد نماز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص کلمہ توحید کے ذکر کے دوران یا نماز کے دوران لا الٰه پر وقف کرے اور وقف کے بعد الا الله پڑھے اور یہ وقف قصداً یا نسیاناً یا جہالت کی وجہ سے ہو تو اس کا کیا حکم ہے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا غلام جلیل صاحب مدرس مدرسہ مفتاح العلوم ہنگو......۱۹۸۶/۱۰/۷

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بنا پر یہ وقف مفسد صلاۃ نہیں ہے (فلیراجع الی الهندیه ص ۸۵ جلد ۱ الفصل الخامس زلة القاری﴿۱﴾. وهو الموفق

دو سورتوں کے درمیان چھوٹی سورت چھوڑ کر فصل کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی امام دو سورتیں مثلاً پہلی رکعت میں سورة الفیل پڑھے، اور دوسری رکعت میں سورة الماعون پڑھے یا پہلی رکعت میں سورة العصر پڑھے اور دوسری رکعت میں الم ترکیف پڑھے، تو یہ مکروہ ہے یا نہیں ان دونوں صورتوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۶ء/۹/۱۴

﴿۱﴾ قال فی الهندیه: وان تغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحو ان یقرأ شهد الله انه لا اله ووقف ثم قال الا هو لا تفسد صلاته عند عامة علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتویٰ علی عدم الفساد بکل حال هکذافی المحیط. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۸۱ جلد ۱ فصل الخامس فی زلة القاری)

الجواب: جب کوئی امام اول رکعت میں الم ترکیف الخ پڑھے، اوردوسری رکعت میں ارء یت الذی الخ پڑھے تو یہ مکروہ ہے اور جب اول رکعت میں والعصر الخ پڑھے اوردوسری رکعت میں الم ترکیف الخ تو مکروہ نہیں، کمافی شرح التنویر مع ردالمحتار قبیل باب الامامة ویکره الفصل بسورة قصیرة اما بسورة طویلة بحیث یلزمه منه اطالة الرکعة الثانیه اطالة کثیرة فلا یکره ، شرح المنیة ﴿۱﴾. وهو الموفق

نماز میں دوسورتوں سے فصل کرنا جائز اور ایک سورۃ قصیرہ سے فصل کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رکعت اولیٰ میں سورۃ الکافرون اوردوسری رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھ لے یا پہلی رکعت میں سورۃ التین اوردوسرے رکعت میں سورۃ القدر پڑھ لے تو کیا یہ طریقہ مکروہ ہے یا غیر مکروہ؟ مدلل ومبرہن جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: حکیم عبدالرؤف صاحب پابینی صوابی.....۱۹۸۹ء/۱/۹

الجواب: دوسورتوں سے فصل ہوتو غیر مکروہ ہے اور ایک سورۃ سے فصل ہوتو مکروہ ہے جبکہ یہ سورۃ فاصلہ قصیر ہو اور جب طویل بین ہوتو مکروہ نہیں ہے، کمافی شرح التنویر ص ۵۱۰ جلد ۱ ویکره الفصل بسورة قصیره، امابسورة طویلة بحیث یلزم منه اطالة الرکعة الثانیه اطالةً کثیرة فلا یکره (شرح المنیة) کما ذا کانت سورة قصیرتان ﴿۲﴾. وهو الموفق

ایک بڑی آیت دورکعتوں پرتقسیم کرکے پڑھنا جائز مگر خلاف سنت ہے

سوال: محترمی ومکرمی جناب صدر دارالافتاء مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ! ایک استفتاء عرض

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبیل باب الامامة)
﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبیل باب الامامة)

خدمت ہے جو چند اجزاء پر مشتمل ہے جواب مرحمت فرماویں۔(الف)فرض نماز (جہری) میں امام کوایک رکعت میں ایک آیت کا کم از کم کتنا حصہ پڑھنا ضروری ہے۔(ب)ایک آیت کتنی بڑی ہو(قرآن کریم کی بعض بڑی آیتوں کے حوالے مرحمت فرمائیں) کہ جس کے ایک جز کا حصہ پڑھنے سے رکعت صحیح ہو اور قرأت ادا ہو۔(ج)ایک امام صاحب نے دوگانہ نماز فجر کی ایک رکعت میں سورۃ الفتح کی آخری آیت نمبر۲۹ کا صرف آخری حصہ یعنی "سیماھم فی وجوھھم تا اجراً عظیما" پڑھ کر رکوع کرلیا کیا نماز درست ہوگی؟بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ چوک ابریشم گران پشاور......۱۹۸۸ء/۶/۷

الجواب: جب نمازی طویل آیت مثلاً اٰیۃ الکرسی یاسورۃ الفتح کی آخری آیت دو رکعتوں پر تقسیم کریں یا مقدار سورۃ الکوثر اس سے پڑھے،تو قرأت واجبہ ادا ہوئی اور نماز درست ہو چکی ،البتہ خلاف سنت ہے،فلیراجع الی ردالمحتار ص ۲۲۱ جلد ۱ بحث واجبات الصلوٰۃ﴿۱﴾. وھو الموفق

العالمین اور الرحمن میں وصل اور وقف دونوں جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام نے الحمد للہ رب العالمین پر وقف کیا اور الرحمن الرحیم جدا پڑھ لیا،اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ غلط ہے بلکہ وصل کرے یعنی نَ الرحمن الرحیم پڑھا کرے کیونکہ یہ وقف غلط ہے نوبت یہاں تک پہنچی کہ امام نے اسے کہا کہ اچھے تعلیم یافتہ لوگ میرے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں وہ غلطی نہیں پکڑتے

﴿۱﴾ قال ابن عابدین:لو قرأ آیۃ طویلۃ کآیۃ الکرسی او المداینۃ البعض فی رکعۃ والبعض فی رکعۃ اختلفوا فیہ علی قول ابی حنیفۃ قیل لا یجوز لانہ ماقرأ آیۃ تامۃ فی کل رکعۃ وعامتھم علی انہ یجوز لان بعض ھذہ الآیات یزید علی ثلاث قصار او یعد لھا فلا تکون قراءتہ اقل من ثلاث آیات وھذا یفید ان بعض الآیۃ کالآیۃ فی انہ اذا بلغ قدر ثلاث آیات قصار یکفی. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۳۳۸ جلد ۱ مطلب واجبات الصلاۃ)

اورتم ان پڑھ کیسے میری غلطی کو پکڑ سکتے ہو پس آپ کی نماز میرے پیچھے نہیں ہوسکتی پھر تقریباً دو مہینے بعد ایک جھوٹا اشتہار شائع ہوا جس میں جھوٹا انگوٹھا لگا کر فتویٰ لگایا تھا کہ اس امام کی شکل کفار جیسی ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، استفتاء یہ ہے کہ اس نماز اور اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے امام کے خلاف جھوٹا اشتہار پھیلایا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خان زمان دارتیاں خانپور ہزارہ......۱۷/نومبر ۱۹۶۹ء

الجواب: وقف اور وصل دونوں جائز ہیں رب العالمین الرحمن بھی جائز بلکہ بہتر ہے لان الوقف بین الصفة والموصوف غیر مستحسن عند الفقهاء، وصرح به فی الخانیه علی هامش الهندیه ص ۱۴۳ جلد ۱ ﴿۱﴾. اور الرحمن الرحیم (جدا) پڑھنا بھی جائز ہے، لحدیث مرفوع رواه الترمذی ﴿۲﴾ (لاکنه منقطع) پس اس میں تشدد نہیں کرنا چاہئے اور چونکہ افتراء فسق ہے لہٰذا اس شخص پر توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه فخر الدین القاضی خان: او فصل بین الوصف والموصوف بان قرأ انه کان عبدا ووقف ثم ابتدء بقوله شکوراً فمثل هذا لا یحسن ولا تفسد به الصلاة وکذا لو فصل بین قوله الا بذکر الله تطمئن القلوب لا تفسد الصلاة وان کان لا یحسن هذا الوقف لان مواضع الوصل والفصل لا یعرفها الا العلماء.

(فتاویٰ خانیه علی هامش الهندیه ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی قرأة القرآن)

﴿۲﴾ عن ام سلمة قالت کان رسول الله ﷺ یقطع قرأته یقرأ الحمد لله رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرأها ملک یوم الدین هذا حدیث غریب وبه یقرأ ابوعبید ویختاره هکذا روی یحی بن سعید الاموی وغیره عن ابن جریج عن ابن ابی ملیکة عن ام سلمة ولیس اسناده بمتصل لان اللیث بن سعد روی هذا الحدیث عن ابن ابی ملیکة عن یعلی ابن مملک عن ام سلمة انها وصفت قراء ة النبی ﷺ حرفا حرفا وحدیث اللیث اصح ولیس فی حدیث اللیث وکان یقرأ مالک یوم الدین.

(سنن الترمذی ص ۱۱۶ جلد ۲ ابواب القراء ات عن رسول الله ﷺ)

نمازِ عید کی قرأت اور ہیئت میں غلطی کا شبہ

سوال: محترم جناب مفتی صاحب دام مجدکم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک! مسئلہ آن ست کہ مایاں نمازعیدالفطر مے گزاردیم چوں در رکعت اول خطیب صاحب سورۃ الاعلیٰ شروع کرد، پس گفت سبح اسم ربک الاعلی الذی خلق، پس گفت والذی قدر فھدیٰ دوقسم لغزش صادر شد، یکے وقف برخلق، ودوم ترک فسویٰ، چوں رکعت دوم شروع کرد سورۃ غاشیہ بخواند بمصیطر مع صاد بخواند، فاصلۃ السین والصاد بدل عنہ ولھٰذا ذکر المفسر فی تفسیر الجلالین بمسیطر والافعادتہ قراءۃ ابی عمرو فی المتن غالباً، بعدہ بہ تکبیرات زوائد رکعت دوم شروع کرد پس بجائے سہ تکبیر پنج بگفت، چوں تکبیر چہارم گفت ہمہ مردمان ماسوائے چند افراد کہ امام بنظر ایشان درمے آمد، بقیام ماندند، باقی ہمہ اشخاص برکوع رفتند، چو تکبیر پنجم گفت، مردماں بقومہ افتند وامام ہنوز برکوع آمد، وآن کسان چند کہ امام درنظر شان بود آں ہم برکوع افتند بمتابعت امام خود چوں سمع اللہ بعد از تکبیر پنجم بگفت مردمان بقومہ رفتہ متحیر شدند، کہ ایں چہ مصیبت برپا شد بعض در گفتگوئے مفسد نماز ہم درآمدند، چوں از سلام فارغ شد، من بندہ ناچیز عرض کردم کہ نماز رااعادہ باید کرد، ازانکہ متابعت کنندہ گان را نماز مکروہ شدہ، ومخالفین رکوع را کہ امام را دراول وآخر رکوع قطعاً نیافتند، نماز فاسد شد، ازانکہ شرکت باامام دررکن شرط است برائے ادراک رکن باامام ومتابعت ہم ضروریست۔ ہردوفوت شدند، مگر ایشان بجواب من گفتند کہ نماز صحیح است حالانکہ در "مفتاح الصلاۃ" مےنویسد کہ اگراز مصلی فرض فوت شد اعادہ نماز فرض است واگر واجب فوت شد نماز رااعادہ کردن واجب واگر سنت فوت شد سنت واگر مستحب فوت شد اعادہ نماز مستحب است، چونکہ شمایاں رااللہ تعالیٰ علم وسیع وجامع عطافرمودہ لہٰذا حل ایں مشکل بکنید۔ والسلام

المستفتی: مولوی میراکبر پیش امام مسجد میناخیل لکی مروت......۱۹۶۹ء/۱/۵

الجواب: درصورت مذکورہ بالا نماز عید صحیح است ہیچ مفسد از امام متحقق نہ شدہ است وگفتگو کنندگان نماز خودرا از وجہ جہل فاسد کردہ اند، امام را دریں ہیچ گناہ نیست۔ فقط

نماز میں غیر مکمل آیت پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں صرف مسلمات قانتات تائبات پڑھنا کس طرح ہے، عسی ان یبدلہ سے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ فرماویں کہ نماز فاسد ہوئی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب اللہ خیر آباد ضلع نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۲/۲۴

الجواب: صورت مسئولہ میں نماز فاسد نہیں ہے، البتہ مکروہ ہے، لان غایة الامر انه قرء وسط الاية وترک اولها، وقرء الصفة وترک الموصوف ولافساد فيه بدليل مافي ردالمحتار لو قرء آية طويله كآية الكرسي او المداينة البعض في ركعة والبعض في ركعة اختلفوا فيه على قول ابي حنيفة قيل لا يجوز لانه ما قرء آية تامة في كل ركعة وعامتهم على انه يجوز لانه بعض هذه الايات يزيد على ثلاث آيات قصار الخ ﴿۱﴾، قلت فلو كانت القراءة من وسط الاية مفسدة لحكموا بالفساد وما قالوا قلت ومن قرء كراماً كاتبين يعلمون ما تفعلون بعد الفاتحة هل تصح صلوته اولا، فافهم، نعم الوقف بين الصفة والموصوف غير مستحسن كما في فتاوىٰ قاضي خان فليراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۳۳۸ جلد ۱ مطلب واجبات الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه فخر الدين المعروف بقاضي خان: وان وصل في غير موضعه او فصل في غير موضعه فقد ذكرنا نحوه ان لم يتغير المعنىٰ تغيرا فاحشا بان وقف على الشرط وابتدأ بالجزاء فقرأ ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات ووقف وقفا تاما ثم ابتدأ بأُولٰئک هم خير البرية او قرأ من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

پہلی رکعت میں کسی سورت کا حصہ اور دوسری میں پوری سورت کا پڑھنا افضل نہیں

سوال: پہلی رکعت میں کسی سورت کا ایک رکوع اور دوسری رکعت میں پوری سورت اگر پڑھی جائے تو کیا اس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد وصی الدین راولپنڈی......۱۹۷۵ء/۱۱/۲۶

الجواب: یہ امر جائز ہے قابل اعتراض نہیں، البتہ افضل اور بہتر نہیں ہے کما فی ردالمحتار ص ۵۱۰ جلد ۱ وکذا لو قرء فی الاولیٰ من وسط سورۃ او من سورۃ اولھا ثم قرء فی الثانیۃ من وسط سورۃ اخریٰ او من اولھا او سورۃ قصیرۃ الاصح انہ لا یکرہ لاکن الاولیٰ ان لا یفعل من غیر ضرورۃ ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قرأت میں تغیر فاحش واقع نہ ہوتو نماز فاسد نہیں ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نماز میں قرآن غلط طریقے سے پڑھتا ہے اسی طرح کہ "اِنَّا" کی بجائے "انّ" "ارسلنا" کی بجائے "ارسلن" "کیف فعل" کے لام کو لمبا کر کے ،فعلا" پڑھتا ہے سورۃ انشراح میں جتنے "ک" ضمائر خطاب ہیں ان تمام پر آواز دراز کر کے "کا" پڑھتا ہے اسی طرح سورۃ کوثر میں "انّ" کے نون پر آواز لمبی کر کے

(بقیہ حاشیہ) مؤمن ووقف علیہ ثم ابتدأ بقولہ فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ او فصل بین الوصف والموصوف بان قرأ انہ کان عبداً ووقف ثم ابتدأ بقولہ شکورا فمثل ھذا لا یحسن ولا تفسد بہ الصلاۃ وکذا لو فصل بین قولہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب لا تفسد الصلاۃ وان کان لا یحسن ھذ الوقف لان مواضع الوصل والفصل لا یعرفھا الا العلماء۔

(فتاویٰ خانیہ علی ھامش الھندیہ ص ۱۵۵ جلد ۱ فصل فی قرأۃ القرآن)

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۴۰۴ جلد ۱ قبیل باب الامامۃ)

"انَـــــا" پڑھتا ہے، اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر فاسد ہوتی ہے تو پڑھنے والا اگر امام ہو تو مقتدیوں کیلئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد علی حسن خیل......۱۹۷۵ء/۷/۲۸

الجواب: اس امام پر ضروری ہے کہ مشق کر کے درست خوان بنے، البتہ عدم تغیر فاحش کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

قرآن میں ترک وقف موجب کفر اور مفسد صلاۃ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ، لست علیھم بمصیطر، الا من تولیٰ و کفر، فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر، الایۃ. حاشیہ سجاوندی میں اس آیت پر لکھا ہے کہ کفر پر وقف نہ کرنا چاہئے اگر کسی نے عمداً کیا تو کافر ہو جائے گا اور سہواً کیا، تو نماز فاسد ہو جائے گی، سو محشی کا یہ قول درست اور صائب ہے اور قانون کے عین مطابق ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ یہاں الا برائے مستثنیٰ منقطع ہے، اور معنی اس آیت کا یہ ہے کہ آپ ان پر نگران نہیں، ہاں جو شخص منہ پھیر لے اور کفر کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑا عذاب دیگا، تو اس صورت میں کفر پر وقف نہ ہوگا، اور جب کفر پر وقف کیا تو یہ

﴿۱﴾ قال فی الھندیہ: (ومنھا) ذکر حرف مکان حرف، ان ذکر حرفا مکان حرف ولم یغیر المعنی بان قرء ان المسلمون ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلاتہ وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلاتہ عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ ھکذا فی فتاویٰ قاضی خان.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۸۹ جلد ۱ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)

سورت مسئولہ میں تغیر فاحش کی وجہ سے نماز فاسد ہے۔ (سیف اللہ حقانی)

معنی ہوں گے کہ اے پیغمبر علیہ السلام آپ ان پر نگران نہیں مگر اس پر نگران ہیں، جس نے پشت پھیر لی اور کفر کیا جو منشأ خداوندی کے خلاف ہے اور مستثنیٰ متصل ہوگا، پس اس صورت میں عمداً وقف کرنا کفر اور سہواً مفسد صلوٰۃ ہونا چاہئے۔ بینوا توجروا

المستفتی: سید لعل شاہ بخاری خطیب واہ کینٹ مدنی مسجد......۴/شعبان ۱۳۹۴ھ

الجواب: چونکہ کسی مسلم واقف کا یہ فاسد معنی مراد نہیں ہوتا ہے، لہٰذا یہ وقف نہ مفسد ہوگا اور نہ مکفر ہوگا ﴿۱﴾۔ **کمافی منحة الفکر ص ۶۲ وحاصل معنی البیت بکماله انه لیس فی القرآن وقف واجب یا ثم القاری بترکه ولا وقف حرام یا ثم بوقفه لانهما لا یدلان علی معنی فیختل بهما الا ان یکون لذلک سبب یستدعی تحریمه وموجب یقتضی تاثیمه**

﴿۱﴾ قال الشیخ محمد امین ابن عابدین: (قوله او بوصل حرف بکلمة نحوا یاکنعبد او بوقف وابتداء لم تفسد وان غیر المعنی به یفتی بزازیة) قال فی البزازیه الصحیح انه لا یفسد وفی المنیة لا یفسد علی قول العامة وعلی قول البعض یفسد وبعضهم فصلوا بانه ان علم ان القرآن کیف هو الا انه جری علی لسانه لا تفسد وان اعتقدان القرآن کذلک تفسد قال فی شرحها والظاهر ان هذا الاختلاف انما هو عند السکت علی ایا ونحوها والافلا ینبغی لعاقل ان یتوهم فیه الفساد، واما قطع بعض الکلمة عن بعض فافتی الحلوانی بانه مفسد وعامتهم قالوا لا یفسد لعموم البلویٰ فی انقطاع النفس والنسیان وعلی هذا لو فعله قصداً ینبغی ان یفسد وبعضهم قالوا ان کان ذکر الکلمة کلها مفسداً فذکر بعضها کذلک والا فلا قال قاضی خان وهو الصحیح والاولیٰ الاخذ بهذا فی العمد وبقول العامة فی الضرورة وتمامه فی شرح المنیة (قوله او بوقف وابتداء) قال فی البزازیة الابتداء ان کان لا یغیر المعنی تغیراً فاحشا لا یفسد نحو الوقف علی الشرط قبل الجزاء والابتداء بالجزاء وکذا بین الصفة والموصوف وان غیر المعنی نحو شهد الله انه لا اله ثم ابتدأ بالاهو لا یفسد عند عامة المشائخ لان العوام لا یمیزون ولو وقف علی وقالت الیهود ثم ابتدأ بما بعده لا تفسد بالاجماع وفی شرح المنیة والصحیح عدم الفساد فی ذلک کله. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۷ جلد ۱ قبیل مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد بدون الف لا تفسد)

كان يقصد الوقف على مامن اله، رانى كفرت ونحوهما كماسبق من غير ضرورة اذ لا يقصد ذلك مسلم واقف على معناه واذالم يقصد فلا يحرم عليه الاالوصل ولا وقف فى مبناه، واما غير واقفين على معناه ففى الامرسعة عليهم لا كن لاحسن مع عدم القصد ان يجتنب الوقف على مثل ذلك مطلقا للايهام على خلاف المرام لا سيما اذا كان مستمعا فى ذلك المقام. وهو الموفق

قرآن میں دیکھ کر پڑھنا مفسد صلاۃ ہے اور دعائے حفظ والی نماز ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں (۱) کہ کوئی شخص یعنی نمازی قرآن مجید کے اندر دیکھ کر نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲) نماز کی ایک ''کتاب مکمل'' ہے اس میں تحریر ہے کہ ہفتہ کی خاص شب میں یا جمعہ کی شب میں چار رکعت نفل پڑھنا، ایک رکعت میں سورۃ دخان دوسری میں سورۃ یاسین تیسری میں سجدہ چوتھی رکعت میں سورۃ ملک پڑھنا، کیا ان سورتوں کی تخصیص آئی ہے اور یہ حدیث ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل الرحمٰن عرفانی خطیب ملٹری کالج انجنیرنگ رسالپور

الجواب: (۱) قرآن شریف سے نماز میں پڑھنا مفسد صلوٰۃ ہے ﴿۱﴾ (ہدایہ وغیرہ) هو مذهب امام الائمه وهو مكروه عند صاحبيه وجائز عند الشافعى رحمه الله وغيره. (۲) یہ حدیث

﴿۱﴾ واذا قرأ الامام من المصحف فسدت صلاته عند ابى حنيفة رحمه الله وقالا هى تامة لانهاعبادة انضافت الى عبادة اخرىٰ الا انه يكره لانه تشبه بصنيع اهل الكتاب ولابى حنيفة رحمه الله ان حمل المصحف والنظر فيه وتقليب الاوراق عمل كثير ولانه تلقن من المصحف فصار كما اذا تلقن من غيره ...... اما فساد الصلاة فبالعمل الكثير.

(هدايه على صدر فتح القدير ص ۳۵۱ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

شریف ترمذی شریف میں مروی ہے﴿۱﴾(اوران سورتوں کا پڑھنا یاد سے ضروری ہے)۔ وھو الموفق

نماز میں ترک ثنا، درود شریف، قاف کی بجائے کاف اور الحمد میں حمد پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا امام مسجد نماز میں ترک سبحانک کرتا ہے قاف کے بجائے کاف اور الحمد کے بجائے حمد بغیر الف لام کے پڑھتا ہے نماز کو بہت جلدی ختم کرتا ہے حتی کہ کبھی کبھی درود شریف بھی نہیں پڑھتا تو ایسی قرأۃ کرنا یعنی غلط پڑھنا مفسد صلاۃ ہے یا نہیں؟ نیز اگر ہماری نماز نہ ہوتی ہو تو ایسے امام کو معزول کرنا لازمی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللطیف امان گڑھ

الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سبحانک اللھم نہ پڑھنے سے، الف لام چھوڑنے سے، قاف کی جگہ کاف پڑھنے سے اور درود شریف ترک کرنے سے نماز خلاف سنت اور مکروہ ہو جاتی ہے ﴿۲﴾ پس اس امام صاحب کیلئے ضروری ہے کہ ان شکایات کا ازالہ کرے یا خود مستعفی ہو جائے، باقی ایسے

﴿۱﴾ عن ابن عباس انه قال بینما نحن عند رسول اللهﷺ اذ جاءه علی ابن ابی طالب فقال بابی انت وامی تفلت هذا القرآن من صدری فما اجد نی اقدر علیه فقال له رسول اللهﷺ یا اباالحسن افلا اعلمک کلمات ینفعک الله بهن وینفع بهن من علمته ویثبت ماتعلمت فی صدرک قال اجل یا رسول الله فعلمنی قال اذا کان لیلة الجمعة فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الآخر فانها ساعة مشهودة والدعاء فیها مستجاب وقد قال اخی یعقوب لبنیه سوف استغفرلکم ربی یقول حتی تاتی لیلة الجمعة فان لم تستطع فقم فی وسطها فان لم تستطع فقم فی اولها فصل اربع رکعات تقرأ فی الرکعة الاولیٰ بفاتحة الکتاب وسورة یاسین وفی الرکعة الثانیة بفاتحة الکتاب وحم الدخان وفی الرکعة الثالثة بفاتحة الکتاب والم تنزیل السجدة وفی الرکعة الرابعة بفاتحة الکتاب وتبارک الملک المفصل الخ.
(جامع الترمذی ص۱۹۶ جلد۲ ابواب الدعوات باب فی دعاء الحفظ)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: واما المتأخرون کابن مقاتل وابن سلام واسمعیل الزاهد وابی بکر البلخی والهندوانی وابن الفضل والحلوانی فاتفقوا......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مساجد کے ائمہ جن کا باقاعدہ معقول مشاہرات مقرر نہ ہو معزول کرنا عاقبت اندیشی کا کام نہیں ہے، ایسی مساجد کو ماسوائے ایسے ائمہ کے دیگر ائمہ رغبت نہیں کرتے ہیں۔ وھو الموفق

سورۃ العصر میں و عملوا الصالحات چھوڑ کر نماز واجب الاعادہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام نے نماز میں سورۃ العصر سے جملہ و عملوا الصالحات چھوڑ کر نماز پڑھ لی اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ کیونکہ مقدار آیات ثلاثہ قصار ضم کرنا واجب ہے اور جملہ مذکورہ کو چھوڑنے کی صورت میں مقدار تین آیت سے کم ہوگئی تو اعادہ کی صورت میں باجماعت اعادہ کرنا ہوگا یا انفراداً؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد عارف، مولوی عبید اللہ دکی بلوچستان ۲۰/جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: چونکہ اس حذف سے تغیر فاحش لازم نہیں ہوتا ہے نیز یہ باقی انا اعطینا ک الکوثر (سورۃ الکوثر) سے کم نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں اعادہ نہیں کیا جائے گا، کما فی الدر المختار وکذا لو کانت تعدل ثلثا قصاراً۔ (ھامش ردالمحتار ص ۴۲۷ جلد ۱) وکذا الحروف الباقی تزید علی ثلثین ﴿۱﴾۔ فقط

(بقیہ حاشیہ) علی ان الخطاء فی الاعراب لا یفسد مطلقا ولو اعتقاده کفرا لان اکثر الناس لا یمیزون بین وجوہ الاعراب قال قاضی خان وما قاله المتأخرون اوسع وما قاله المتقدمون احوط وان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینهما بلا کلفة کالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مکان الصالحات فاتفقوا علی انه مفسد وان لم یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلویٰ. (ردالمحتار ص ۴۲۶ جلد ۱ مطلب مسائل زلة القاری)

وقال الحصکفی: وسنتها ترک السنة لا یوجب فساد او لا سهوا بل اساءة لو عامداً ...... والثناء...... والصلاة علی النبی فی القعدة الاخیرة. (الدر المختار ص ۳۵۲ جلد ۱ مطلب سنن الصلوٰة)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۳۸ جلد ۱ باب صفة الصلاة مطلب کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها)

سورة البقرہ میں من رسلہ کے بعد و القدر خیرہ وشرہ الخ پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرامام قرأت سورۃ بقرہ میں من رسلہ کے بعد غلطی سے والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت بھی پڑھے تو سجدہ سہوواجب ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :اکرام الحق ای ۲۳۶ راولپنڈی......۲/محرم۱۳۹۲ھ

الجواب: صریح جزئیہ نہیں ملی قواعد کی بناپرسجدہ سہوواجب نہیں ہے لعدم الموجبات ولیس ھھنا تاخیر الفرض .فقط

نماز میں صراط بفتح الصاد ، کذبوہ، کذبوھااور یغشاھا یغشیٰ پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زیدنماز میں صراط بفتح الصاد اسی طرح کذبوہ کی جگہ کذبوھااوریغشاھاکے بجائے یغشیٰ پڑھتاہے حالانکہ زید اپنے گمان میں صحیح پڑھتاہےتو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :پیش امام مسجد قیام الدین بونیر سوات......۳۰/جنوری۱۹۷۵ء

الجواب: ان تمام صورتوں میں نہ نماز فاسد ہے، لعدم التغیر الفاحش، اورنہ مکروہ ہے، لکونہ من الزلل التی لا یخلو منھا احد من البشر﴿۱﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال فی الخانیہ : اما الخطاء فی الاعراب اذا لم یغیر المعنی لا تفسد الصلاۃ عند الکل. (فتاویٰ الخانیہ علی ھامش الھندیہ ص ۱۳۹ جلد ۱ فصل فی قرأۃ القرآن)

وقال العلائی: ومنھا زلۃ القاری فلو فی اعراب او تخفیف مشدد وعکسہ او بزیادۃ حرف فاکثر نحو الصراط الذین او بوصل حرف بکلمۃ نحو ایا کنعبد او بوقف او ابتداء لم تفسد وان غیر المعنیٰ بہ یفتیٰ بزازیۃ.

(الدرالمختار ص۴۶۷ جلد ۱ مطلب مسائل زلۃ القاری)

ضاد مشابہ بالظاء، اور مشابہ بالدال دونوں پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے یا مشابہ بالدال، نماز میں کس طرح پڑھا جائے اور کس سے نماز ہوتی ہے اور کس سے نہیں؟ لوگ اس میں بہت اختلاف رکھتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: رشید احمد ہاشمی خطیب جامع مسجد عمر اوچ شریف

الجواب: حرف ''ضاد'' کے مخرج یا صفات کے تعین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ ادا کے وقت مختلف اصوات سنے جاتے ہیں ﴿۱﴾ اکثریت کا میلان مشابہ بالظاء کی طرف ہے اور بعض کا میلان مشابہ بالدال کی طرف ہے، وهو المسموع من قراء الحرمين الشريفين وسائر العرب . وهو الموفق

حرف ضاد میں تشدد نہیں کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ '' ضاد''کو اگر دال مفخم

﴿۱﴾ قال فی امداد الفتاویٰ: ملا علی قاری در شرح مقدمہ جزری گفتہ ليس فی الحروف ما يعسر على اللسان مثله والسنة الناس فيه مختلفة فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يخرجه دالا مهملة او معجمة ومنهم من يخرجه طاء مهملة ومنهم من يشبه دالا ومنهم من يشبه بالظاء المعجمة لكن لما كان تميزه من الظاء مشكلا بالنسبة الى غيره امر الناظم بتميزه لفظاً الخ، وفی ردالمحتار مانصه وفی التاتارخانيه ...... الخطاء اذا دخل فی الحروف لا يفسد لان فيه بلوى عامة الناس لا نهم لا يقيمون الحروف الا بمشقة اه وفيها اذا لم يكن بين الحرفين اتحاد المخرج ولا قربة الا ان فيه بلوى العامه كالذال مكان الضاد او الزای المحض مكان الذال والظا مكان الضاد لا تفسد عن بعض المشائخ اه قلت فينبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سينا والقاف همزة كما هو لغة عوام زماننا فافهم لا يميزون بينهما ويصعب عليهم جداً كالذال مع الزاء ولا سيما على قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار .
(امداد الفتاویٰ ص ۱۸۵ تا ۱۸۷ جلد ۱ فصل فی التجوید)

یا"ظا" معجمہ یا دال خالص یا مشابہ بالدال پڑھا جائے تو اس کا حکم ان صورتوں میں کیا ہوگا، کونسا صحیح ہے اور کس سے نماز میں فرق آتا ہے؟ تفصیلاً لکھ کر ممنون فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: اساتذہ دار العلوم حنفیہ مظہر العلوم میران شاہ وزیرستان......۲۱/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: " ضاد" کی صفات اور مخرج میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ صوت میں اختلاف موجود ہے، قال العلی القاری فی المنح الفکریہ ص ۳۸ والسنة الناس فیه مختفلة فمنهم من یخرجه ظاء ومنهم من یخرجه دالاً مهملة او معجمة، ومنهم من یخرجه طاء مهملة کا لمصریین: ومنهم من یسمه ذالاً ومنهم من یشیربها بالظاء المعجمة، انتهیٰ، موجودہ وقت میں دال مفخم اور مشابہ بالظاء جیسا کثرت سے رائج ہے، جولوگ مشابہ بالظاء کو ترجیح دیتے ہیں، ہم قراء الهند واکثر اکابرنا الدیوبندیین. وہ زلة القاری کے جزیات سے تمسک کرتے ہیں اور کتب تجوید کی اس عبارت پر لو لا الا ستطالة لکانت الضاد ظاء پر استدلال کرتے ہیں ورنہ ائمہ فن کی کتب میں یہ عبارت نہیں ہے، کہ ان صوت الضاد کصوت الظاء، اور جولوگ مشابہ بالدال المفخمه کو ترجیح دیتے ہیں، وہ اہل لسان (عرب) کی ادا سے تمسک کرتے ہیں، ویؤیدهم ان القرآن متواتر وهو عبارة عن اللفظ الدال علی المعنی فلا جرم ان یکون صوت الضاد متواتراً ایضا کسائر الحروف فعلیک بالتمیز بین ما بقسر القاسر وبین غیره، نیز سیرافی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاء اور مشابه بالظاء ضاد ضعیفہ غیر فصیحہ کی صوت ہے، کمافی الرضی ص ۳۷۸ شرح الشافیه، قوله الضاد الضعیفه قال السیرافی انها فی لغة قوم لغتهم ضاد (وهم العجم کلهم) فاذا احتاجوا الی التکلم بها فی العربیه اعتاصت علیهم فربما اخرجوها ظاء...... وربما تکلفوا اخراجها من مخرج الضاد فلم یتأت لهم فخرجت بین الضاد والظاء فافهم، پس بنا بر حدیث شریف اقرء وافکل حسن رواه

ابـــو داؤد﴿۱﴾. اس حرف میں تشدد نہیں کرنا چاہئے اور نماز دونوں قسم پڑھنے والوں کے پیچھے جائز ہے﴿۲﴾ کمافی الفتاویٰ الرشیدیه وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند وامداد الفتاویٰ﴿۳﴾.
ملاحظہ:......ائمہ تجوید فرماتے ہیں لولا الاطباق لصارت الطاء دالا منح ص ۱۵ ، حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں ہے کہ طاء کی صوت دال کی صوت جیسے ہو فکذا فی الضاد والظاء فافهم. وهو الموفق

حرف ''ضاد'' میں اختلاف علماء اور تطبیق کی تفصیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ضاد کے بارے میں کہ کونسا صحیح اور راجح ہے یعنی مشابه بالظاء یا مشابه بالدال ، نیز اس کا اپنا مخرج مستقلہ کونسا ہے؟ کیا مخرج ہی پر اکتفا کیا جائے گا یا صوت وغیرہ بھی معتبر ہوگی ، نیز نماز کی صحت کا دارمدار کس قسم پر ہے بایں ہمہ جماعت ترک کرنے کا اسی وجہ سے کیا حکم ہے اس کو فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس العابدین ہزارہ

﴿۱﴾(مشکواة المصابیح ص ۱۹۱ جلد ۱ کتاب فضائل القرآن الفصل الثالث)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین: (قوله الا مایشق) قال فی الخانیه والخلاصة الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسد والا یمکن الابمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرهم لا تفسد. (ردالمحتار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب مسائل زلة القاری)

﴿۳﴾ قال الشیخ رشید احمد الگنگوهی: د۔ظ۔ض: کے حرف جداگانہ اور مخارج جداگانہ نہ ہونے میں تو شک نہیں ہے......مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا اور حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے...... جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ فقط (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۷۲ حرف ضاد ادا کرنے کا طریقہ باب القراء ة)

قال الشیخ اشرف علی التهانوی: ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط ، ظاء پڑھنا بھی غلط ، قصداً پڑھنا گناہ ہے مگر بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی ، ماہر تجوید سے مشق...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الجواب: ضاد، ظاء اور دال جدا جدا حروف ہیں اور ہر ایک کا مخرج جدا جدا ہے، قال فی الشافیہ وللضاد اول احدی حافتیہ وما یلیھا من الاضراس وللظاء طرف اللسان وطرف الثنایا وللدال طرف اللسان واصول الثنایا العلیا انتھیٰ مختصراً مع تقدیم وتاخیر فی العبارۃ، وھکذا فی کتب التجوید، نیز صفات کے اعتبار سے بھی یہ حروف متمایز ہیں اگر چہ ضاد اور ظاء صرف صفت استطالہ میں متمائز ہیں، اور ضاد اور دال تقریباً سات صفات میں متمائز ہیں (کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتب التجوید) نیز واضح رہے کہ علماء فن سے منقول ہے کہ ضاد باعتبار صفات ظاء کو قریب ہے اور باعتبار مخرج دال کو قریب ہے اور یہ بھی منقول ہے کہ اگر صاد میں اطباق نہ ہوتو دال ہو جائے گا، جیسا کہ اگر ضاد میں استطالہ نہ ہوتو ظاء ہو جائے گا، کما صرح بہ فی المفتاح الرحمانی فی علم القراء ۃ، لو لا الاطباق فیھا لکان الصاد سینا والظاء ذالا والضاد دالا، انتھیٰ، اس سے ثابت ہوا کہ ضاد کو دال کے ساتھ قرب تام ہے کہ فقط اطباق ممیّز ہے بلکہ باعتبار مخرج کے ضاد کو دال کے ساتھ زیادہ قرب ہے، صرح بہ فی امداد الفتاویٰ ص ۱۷۷ جلد ۱ وفی شرح الشاطبی ان ھذا الثلث (الضاد، والظاء، والذال) متشابھۃ فی السمع، والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزیادۃ الاستطالۃ فی الضاد ولو لا ھما لکانت احداھما عین الاخریٰ (مجموعۃ الفتاویٰ ص ۲۶۹ جلد ۱) اس تمہید کے بعد واضح

(بقیہ حاشیہ) کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کریں، اس پر بھی اگر غلط نکل جائے تو معذوری ہے
(امداد الفتاویٰ ص ۱۸۰ جلد ۱).

قال الشیخ عزیز الرحمن الدیوبندی: اگر ضاد کو بصورت دال مفخم پڑھنے سے نماز کے نہ ہونے کا حکم کیا جائے گا تو تمام عرب کے قراء وعلماء وائمہ میں سے کسی کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی نماز ہوگی، کیونکہ وہ سب دوالین پڑھتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے اور اس میں حرج ہے۔
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۹۲ جلد ۴ باب زلۃ القاری)

رہے کہ ضاد اگرچہ ظاء اور دال دونوں کے قریب ہے لیکن اس کے ادا کرنے میں السنۃ الناس مختلف ہیں، قال فی المنح الفکریۃ ص ۳۸ ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنھم من یخرجہ ظاء ومنھم من یخرجہ دالا مھملۃً او معجمۃ ومنھم من یخرجہ طاء مھملۃ کاالمصریین ومنھم من یشبھہ دالاً ومنھم من یشبھہ بھا بالظاء المعجمۃ، فقہاء اور اکثر مجودین مشابہ بالظاء کی طرف مائل ہیں، کما لا یخفیٰ علی من راجع الی باب زلۃ القاری والیٰ کتب التجوید ، اور بعض ائمہ مشابہ بالظاء کو قبیح اور مستھجن بولتے ہیں، قال الرضی فی شرح الشافیہ ص ۳۷۸ والضاد الضعیفۃ ، قال السیرافی انھا فی لغۃ قوم لیس فی لغتھم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بھا فی العربیہ اعتاصت علیہ فربما اخرجھا ظاء لاخراجھم ایاھا من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجھا من مخرج الفساد فلم یتات لھم فخرجت بین الضاد واظاء انتھیٰ. وفی کتب اللغۃ ان ھذا الحرف لم یوجد فی غیر العربیۃ، پس اختلاف کے باوجود اس حرف میں تشدد نہ کرنا چاہئے بلکہ جو شخص اس حرف کے ادا کرنے کے وقت اس کے مخرج اور صفت کو ملحوظ رکھے، تو جو آواز بھی نکل جائے اس کو غلط نہیں کہا جائے گا، اور اس کے پیچھے اقتداء صحیح ہے اور یہی رائے ہے محققین علماء کا، مولانا گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصل حرف ضاد ہے اس کو اصل مخرج سے ادا کرنا واجب ہے اگر نہ ہو سکے تو بسبب معذوری دال پر کی صوت سے بھی نماز ہو جائے گی (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۲) اور فرماتے ہیں جو شخص دال یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں مگر جو شخص دال پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں (ص ۲۷۴) وفی فتاویٰ دار العلوم دیوبند (ص ۷۴ جلد ۱) وآنچہ از قراء وعلماء عرب وعلماء حرمین شریفین مسموع مے شود، ضادرا شبہ الصوت بالدال المھملۃ المعجمہ مے خوانند، تغلیط آن ہمہ علماء وقرائھم سہل نیست، حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط ظاء پڑھنا بھی غلط قصداً پڑھنا گناہ ہے مگر

بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی ماہر تجوید سے مشق کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کریں اس پر بھی اگر غلط نکل جائے تو معذوری ہے (امداد الفتاویٰ ص ۱۸۰ جلد ۱) پس ان تصریحات کی بناپر اس میں تشدد زیبا نہیں ہے کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ مشاقین کی صوت بھی مختلف ہوتی ہے۔فقط

"ضاد" کے مسئلہ میں توسع سے کام لینا چاہئے

سوال: مایقول العلماء والمفتین فی مسئله الضاد! وقع فی قومنا اختلاف فی جواز الصلوٰۃ وعدم جواز الصلوٰۃ بقراء ۃ " ض " المشابه بالظاء مع انه قال الملا علی القاری وفی المحیط سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او یقرء اصحاب الجنه مکان اصحاب النار او علی العکس، وان تعمد فی الصلوٰۃ فقد کفر وان قرء سهواً فسدت صلوته (شرح فقه اکبر ص ۲۰۵) طبع کانپور، فالسوال هذا ان قراء ۃ الظاء مکان الضاد جائز ام لا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نقیب اللہ قریشی انوار العلوم گوجرانوالہ.....۲۲/نومبر ۱۹۸۴ء

الجواب: اعلم ان کل مصل وقاری یقصد قراء ۃ الحرف الواقع بین الصاد والطاء ولا یقصد احد منهم الظاء والدال، فلا وجه لفساد الصلوٰۃ عند هذا الامر، نعم کلام السیرافی المذکور فی شرح الشافیه صریح فی ان اخراج هذا الحرف بصوت الظاء او بالمشابه بصوتها غیر فصیح وکذا اداء اهل اللسان یؤیده ایضا، واما کلام قراء الهند فیخالفه فالاصل ان یوسع فیه ﴿۱﴾ ویؤیده ما رواه ابوداؤد مرفوعا کل حسن ﴿۲﴾ حسن قراء ۃ الاعجمی

﴿۱﴾ محتاط ومحققین علماء واکابرین هند مثل مولانا مفتی عزیز الرحمن، واشرف علی تهانوی وغیرهما اگرچہ ترجیح مے دہند بہ مشابہ بالظاء لیکن فتویٰ بہ صحت نماز مخالف نیز مے دہند۔(ازمرتب)

﴿۲﴾ عن جابر قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ ونحن نقرء القرآن وفینا الاعرابی والعجمی فقال کل حسن رواه ابو داؤد .(مشکواۃ المصابیح ص ۱۹۱ جلد ۱ فضائل القرآن الفصل الثالث)

والعربی مع کون هذا الحرف من خواص لغة العرب وفی المقام کلام طویل . وهو الموفق

مخرج اور صفات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو بھی صوت نکل جائے قابل اعتراض نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرف ضاد کو اپنے صحیح مخرج سے نکال کر اس کی تمام صفات کا خیال رکھا جائے تو اس کی آواز ظاء کی طرف زیادہ مائل ہوگی یا دال کی طرف؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری عبدالعزیز قریشی بجوڑی گیٹ پشاور......۸/مئی ۱۹۸۴ء

الجواب: سیرانی کے کلام سے جو کہ رضی شرح شافیہ میں ص ۳۷۸ پر مسطور ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حرف کو ظاء یا مشابہ بالظاء پڑھنا دونوں قبیح اور غیر فصیح ہیں، بہر حال رعایت مخرج اور صفات کے بعد جو صوت بھی سنی جائے قابل اعتراض نہیں ہے، کیونکہ مخرج اور صفات کی رعایت کرنے کے باوجود بعض قراء سے مشابہ بالظاء سنا جاتا ہے اور بعض عرب سے مشابہ بالدال المفخم سنا جاتا ہے ﴿۱﴾ لہٰذا ہم یہ جرأت نہیں کرسکتے ہیں کہ کسی ایک فریق کی نماز کو فاسد اور واجب الاعادہ قرار دیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن جابر قال خرج علینا رسول اللهﷺ ونحن نقرء القرآن وفینا الاعرابی والعجمی فقال کل حسن رواه ابو داؤد .(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۱ جلد ۱ فضائل القرآن الفصل الثالث)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: وفی الخانیه والخلاصة الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلامشقة تفسد والا یمکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثرهم لا تفسد...... وان جریٰ علی لسانه او لا یعرف التمیز لا تفسد وهو المختار حلیة وفی البزازیه وهو اعدل الاقاویل وهو المختار، وفی التتارخانیه ......الخطاء اذا دخل فی الحروف لا یفسد لان فیه بلوی عامة الناس لا نهم لا یقیمون الحروف الا بمشقة وفیها اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامه کالذال مکان الصاد اوالزای المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ، قلت فینبغی......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

''ضاد'' کوادا کرتے وقت پہلے حرف ''غ'' لگانا یعنی غضاد پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا پیش امام ''ضاد'' کی بجائے '' غضواد'' پڑھتا ہے یا ''غضاد'' اور صرف غیر المغضوب میں ضاد پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جان محمد وانا ٹانک ڈی آئی خان......۱۷/ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ

الجواب: اس پیش امام پر ضروری ہے کہ اس حرف کو صحیح پڑھے اور اطباق کو سیکھے، سابق افاغنہ اطباق کے وقت یہ صوت پیدا کرتے تھے، طغے (ط) ظغے (ظ) ایسے ائمہ کے پیچھے اقتداء کرنا امر مشتبہ ہے﴿۱﴾۔ وهو الموفق

'' ضاد'' کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک وفتویٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں لفظ ولا الضالین میں ''ضاد'' کو کس طرح پڑھنا چاہئے مشابه بالدال یا بالظاء ، نیز علماء دیوبند کا مسلک وفتویٰ اس میں کیا ہے، شرعی حکم سے روشناس فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: سیف الدین دکھیر اٹک......۲۴/۱۲/۱۹۸۳ء

(بقیه حاشیه) علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لا یمیزون بینهما ویصعب علیهم جداً کالذال مع الزای .

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالیٰ جد بدون الف لا تفسد)

﴿۱﴾ قال الحصکفی رحمه الله : (و) لا (غیر الالثغ به) ای بالا لثغ (علی الاصح) کما فی البحر عن المجتبیٰ وحرر الحلبی وابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتی کالامی فلا یؤم الامثله ولا تصح صلاته اذا امکنه الاقتداء بمن یحسنه . قال ابن عابدین رحمه الله: اللثغ بالتحریک قال فی المغرب هو الذی یتحول لسانه من السین...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: اکابر دیوبند اگرچہ مشابہ بالظاء کو ترجیح دیتے ہیں لیکن انہوں نے بھی اپنے فتاویٰ میں مشابہ بالدال پڑھنے کو فاسد نہیں کہا ہے، فلیراجع الی امداد الفتاویٰ ﴿۱﴾ وفتاویٰ دار العلوم دیوبند والفتاویٰ الرشیدیہ ﴿۲﴾ کیونکہ اگر مشابہ بالدال سے نماز کے فساد کا حکم دیا جائے تو تمام عرب اور اہل حرمین شریفین میں کسی کی نماز بھی درست نہ ہوگی، اور یہ بہت بڑی جسارت ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الی الثاء وقیل من الراء الی الغین او اللام او الیاء زاد فی القاموس او من حرف الی حرف...... الاحوط عدم الصحة.

(الدر المختار مع رد المحتار ص ۴۳۰ جلد ۱ باب الامامۃ مطلب فی الالثغ)

﴿۱﴾ قال العلامه اشرف علی التھانوی: ضاد کی جگہ دال پڑھنا بھی غلط، ظاء پڑھنا بھی غلط، قصداً غلط پڑھنا گناہ ہے، گو بوجہ عموم بلویٰ کے نماز دونوں کی فاسد نہیں ہوتی کسی ماہر تجوید سے مشق کر کے صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اس پر بھی اگر غلط نکل جاوے تو معذوری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۱۹۲ جلد ۱ فصل فی التجوید)

﴿۲﴾ قال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی: اگر ضاد کو بصوت دال مفخم پڑھنے سے نماز کے نہ ہونے کا حکم کیا جاوے گا تو تمام عرب کے قراء و علماء وائمہ میں سے کسی کی نماز نہ ہوگی اور نہ کسی مقتدی کی نماز ہوگی، کیونکہ وہ سب دوالین پڑھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ حکم لگانا غلط ہے اور اس میں حرج ہے البتہ عمدہ اور بہتر یہی ہے کہ مخرج سے ادا کرنے میں سعی کرے نہ ظاء پڑھے نہ دال، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ نے تحریر فرمایا ہے (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۲ باب القراءة) کہ ضاد کو دال مفخم کی صورت میں پڑھنا دال پڑھنا نہیں ہے جیسا کہ طاء، ت نہیں وقس علیہ بلکہ مخرج ناقص ہے ضاد کا جو دال پُر کے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۹۲ جلد ۴ باب زلۃ القاری)

وقال المفتی اعظم ھند: ضاد کو ظاء پڑھنا غلط ہے اسی طرح دال پڑھنا بھی غلط ہے ضاد اگر اپنے مخرج سے صحیح طور پر ادا ہو تو اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہوتی ہے دال پر جسے کہا جاتا ہے، وہ بھی ضاد کی آواز ہے اور ضاد ادا کرنے کی نیت سے ہی آواز نکالی جاتی ہے لہٰذا دونوں فریق ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ (کفایت المفتی ص ۱۳۶ جلد ۲ باب ثالث مخارج حروف کتاب التفسیر والتجوید)

نمازمغرب میں لمبی قرأت جائز مگر افضل نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز مغرب میں لمبی قرأت جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: حاجی سید اسماعیل شاہ مرزا اٹک......۱۸/محرم ۱۴۰۴ھ

الجواب: لمبی قرأت جائز ہے مگر افضل نہیں ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

وقف لازم سے مراد موکد ہے واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید میں جہاں پر (م) لکھا ہوا ہوتا ہے اس کا کیا حکم ہے، کیا یہ وقف لازم اور واجب ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۷۸ء/۱۰/۹

الجواب: وقف لازم سے مراد موکد ہے واجب نہیں ہے پس ترک کرنے والا آثم (گنہگار) نہیں ہے خصوصاً جب ترجمہ میں مہارت نہ رکھتا ہو، کما فی المنح الفکریہ ص ۶۲ وحاصل معنی البیت بحاله انه لیس فی القرآن وقف واجب یأثم به القاری بترکه ولا

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی رحمه الله: ویسن فی السفر مطلقا ای حالة قرار او فرار...... الفاتحة وجوبا وای سورة شاء وفی الضرورة بقدر الحال ویسن فی الحضر لامام ومنفرد ذکره الحلبی والناس عنه غافلون طوال المفصل ...... فی الفجر والظهر ...... واوساطه فی العصر والعشاء وباقیه قصاره فی المغرب ای فی کل رکعة سورة لما ذکر ذکره الحلبی واختار فی البدائع عدم التقدیر وانه یختلف بالوقت والقوم والامام ، قال ابن عابدین: وفی البحر عن البدائع والجملة فیه انه ینبغی للامام ان یقرأ مقدار ما یخف علی القوم ولایثقل علیهم بعد ان یکون علی التمام وهکذا فی الخلاصة. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۳۹، ۳۴۰جلد ۱ مطلب السنة تکون سنة عین و کفایة فصل فی القراءة)

وقف حرام یاثم یوقفه لانهما لا یدلان علی معنی فیختل بهما الا ان یکون لذلک سبب (الی ان قال) واما غیر الواقفین علی معناه فمعنی الامر سعة علیهم الخ. وهو الموفق

بغیر ہونٹ ہلائے تفکر سے قرأت نماز کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بالکل صحیح اللسان ، ناطق ہے وہ نماز بغیر ہونٹ ہلائے دل میں قرأت کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا محمد اکرم درہ آدم خیل......۱۹۷۵ء/۱۰/۹

الجواب: یہ شخص تفکر اور قرأت میں فرق نہیں کرسکتا ہے یہ تفکر میں مبتلا ہے اس کی نماز درست نہیں، کمافی شرح التنویر وادنی المخافة اسماع نفسه ویجری ذلک فی کل ما یتعلق بالنطق (هامش ردالمحتار ص ۳۵۹ جلد ۱)﴿۱﴾. وهو الموفق

صراط الذین کی بجائے سراط الذین مفسد نماز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے صراط الذین کی جگہ سراط الذین یعنی صاد کی بجائے سین پڑھ لیا اس سے نماز فاسد ہوجاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان بی خیل پی

﴿۱﴾ قال العلام الحصکفی رحمه الله: (و) ادنی (الجهر اسماع غیره (و) ادنی (المخافتة اسماع نفسه)

قال ابن عابدین رحمه الله: اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القرأة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی والفضلی لوجودها خروج صوت یصل الی اذنه وبه قال الشافعی وشرط بشر المریسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن بشرط کونه مسموعا فی الجملة حتی لو ادنی احد صماخه الی فیه یسمع ولم یشترط الکرخی وابوبکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف. (ردالمحتار ص ۳۹۴ جلد ۱ فصل فی القرأة)

الجواب: صراط کی جگہ سراط یا سرات پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، کمافی شرح الکبیر ص ۴۴۷ وان لم یکن الا بمشقه کا لظاء مع الضاد الصاد مع السین والطاء مع التاء، فقد اختلفوا فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلویٰ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام کو لقمہ دینے کیلئے الفاظ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر امام آخری قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے قیام کرے یا قیام کی بجائے قعدہ میں بیٹھ جائے اس صورت میں مقتدی برائے لقمہ کونسے الفاظ استعمال کریں؟بینوا توجروا

المستفتی: محمد عبدالرحیم عزیز مولے پور کبیر والا ضلع ملتان......۱۹۶۹ء/۳/۱۹

الجواب: عالم کیلئے تسبیح کافی ہے اور ناواقف کو التحیات یا الحمدلله سے خبردار کرنا ناجائز نہیں ہے(لانه کالتسبیح)﴿۲﴾. وهو الموفق

ظہر اور عصر میں فاتحہ خلف الامام

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر اور عصر میں جبکہ امام خاموش رہتا ہے مقتدی کو فاتحہ پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: لیفٹیننٹ محمد دین جدہ سعودی عرب......۳۰/شوال ۱۴۰۳ھ

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۴۴۴ فصل فی بیان احکام زلة القاری)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن الهمام: او یدفع بالتسبیح لما روینا من قبل قوله لما روینا من قبل یعنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نابت احدکم نائبة وهو فی الصلوٰة فلیسبح.

(فتح القدیر ص ۳۵۶ جلد ۱ قبیل فصل ویکره للمصلی الخ)

الجواب: ہمارے مذہب (حنفی) میں مقتدی کیلئے فاتحہ یا کوئی دوسری سورت پڑھنا جائز نہیں ہے ﴿۱﴾۔وھو الموفق

لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب کا حکم مقتدی کے حق میں نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم سعودیہ عربیہ میں ملازم ہیں فاتحہ خلف الامام پر ہمیں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے "لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب"، ہمیں فاتحہ خلف الامام پڑھنا چاہئے یا ممنوع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: افضل خان پوسٹ بکس نمبر ۲۵۷ سعودیہ عربیہ.....۲۳/صفر ۱۴۰۵ھ

الجواب: فاتحہ خلف الامام ممنوع ہے، قرآن ﴿۲﴾

﴿۱﴾ قال الحصکفی رحمہ اللہ: (والمؤتم لا یقرأ مطلقا) ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا وما نسب لمحمد ضعیف کما بسطہ الکمال (فان قرأ کرہ تحریما) ...... (بل یستمع) اذا جھر (وینصت) اذا اسر لقول ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ کنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا .

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد ۱ فصل فی القرأۃ)

﴿۲﴾ وفی المنھاج :قولہ تعالیٰ :واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون، وجہ الاحتجاج بالایۃ انھا نزلت فی شان القرأۃ خلف الامام فقد اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ والبیھقی فی کتاب القرآء ۃ عن عبد اللہ بن المغفل انہ قال انما نزلت ھذہ الآیۃ فی القرأۃ خلف الامام واخرج سعید بن المنصور وابن ابی حاتم والبیھقی عن محمد بن کعب القرظی قال کان رسول اللہ ﷺ اذا قرء فی الصلوٰۃ اجابہ من وراء ہ اذا قال بسم اللہ الرحمن الرحیم قالوا مثل مایقول حتی تنقضی فاتحۃ الکتاب والسورۃ فنزلت، واخرج عبد بن حمید والبیھقی عن ابی العالیہ ان النبی ﷺ کان اذا صلی باصحابہ فقرء قرء اصحابہ فنزلت واخرج البیھقی عن الامام احمد قال اجمع الناس علی ان ھذہ الایۃ نزلت فی الصلوٰۃ.

(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۸۹ جلد ۲ باب فی القرأۃ خلف الامام)

احادیث ﴿۱﴾ اورآ ثار ﴿۲﴾ سے (ممنوعیت) ثابت ہے اورحدیث لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب سے ماسوائے مقتدی مراد ہیں ﴿۳﴾ ۔وھو الموفق

﴿۱﴾ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا رواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ .
(مشکواۃ المصابیح ص ۸۱ جلد ۱ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ الفصل الثانی)

﴿۲﴾ عن انس قال صلی رسول اللہ ﷺ ثم اقبل بوجھہ فقال اتقرؤن والامام یقرأ فسکتوا فسألھم ثلاثا فقالوا انا لنفعل قال فلا تفعلوا قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فلیس علی الفطرۃ، عن عبد اللہ بن دینار عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ قال یکفیک قرأۃ الامام فھو لاء جماعۃ من اصحاب رسول اللہ ﷺ قد اجمعوا علی ترک القرأۃ خلف الامام.
(شرح معانی الاثار للطحاوی ص ۱۲۸، ۱۲۹ جلد ۱)

﴿۳﴾ وفی منھاج السنن: والجواب عن حدیث عبادۃ المختصر (لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب) انہ محمول علی غیر المقتدی لئلا یتخالف النصوص ویؤید ھذا لحمل ماروی احمد والبخاری فی جزء القرأۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ لا صلوٰۃ الا بقراء ۃالفاتحۃ وما زاد، وماروی ابوداؤد وابویعلی وابن حبان باسناد صحیح عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، وما روی مسلم عبادۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا صلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب فصاعداً ای ان الحکم لم ینتہ بالمذکور قبلہ بل یرتقی ویزید ویصعد الی ان ینضم ما بعدہ الی ماقبلہ، وھو منصوب علی الحال حذف عاملہ تخفیفا لکثرۃ استعمالہ ای فیزداد المقدار علی الفاتحۃ صاعداً...... وکذا یؤید ھذالحمل ما اخرجہ ابو داؤد ثم اقرء بام القرآن وبما شاء اللہ ان تقرء وماروی احمد ثم اقرء بام القرآن ثم اقرء بما شئت وما اخرج الطحاوی لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب فما فوق ذلک، وما اخرجہ ابن عدی لا تجزئ صلوٰۃ لا یقرء فیھا بفاتحۃ الکتاب وآیتین فصاعداً وفی روایۃ وثلاث ایات فصاعداً، وماروی الترمذی فی باب تحریم الصلوٰۃ وتحلیلھا لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بالحمد وسورۃ ووجہ التائید ان السورۃ خلف الامام لاتقرء عند من یعتد بقولھم.
(منھا السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۴ جلد ۲ باب فی القرأۃ خلف الامام)

مقتدی کیلئے فاتحہ خلف الامام پڑھنا حدیث صحیح سے مخالفت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاتحہ خلف الامام بعض لوگ لازمی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی، جبکہ ہم تو خلف الامام فاتحہ نہیں پڑھتے، تو ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ دیگر فاتحہ پڑھنے والوں کو کیا جواب دیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اقبال خان کیری مراخان ضلع ہزارہ......۱۹۶۹ء/۷/۲

الجواب: مقتدی کیلئے فاتحہ پڑھنا حدیث صحیح سے مخالفت ہے ﴿۱﴾ حدیث یہ ہے کہ، من کان له امام فقراءة الامام له قرأة ﴿۲﴾ اور قرآن سے بھی مخالفت کرنا ہے چونکہ فاتحہ بھی قرآن ہے اور

﴿۱﴾ قال الحصكفي رحمه الله: (والمؤتم لا يقرأ مطلقا) ولا الفاتحة فی السرية اتفاقا وما نسب لمحمد ضعيف كما بسطه الكمال (فان قرأ كره تحريما) ...... (بل يستمع) اذا جهر (وينصت) اذا اسر لقول ابی هريره رضی الله عنه كنا نقرأ خلف الامام فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا . (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۰۲ جلد ۱ فصل فی القرأة)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن : ولنا فی السرية بل فی مطلق الصلوٰة قوله ﷺ من كان له امام فقراءة الامام له قرأة، وهو حديث صحيح له طرق كثيرة وشواهد رواه ابو حنيفة وغيره مسنداً مرفوعا من حديث جابربن عبد الله كما هو فی كتاب الآثار لابی يوسف وكتاب الاثار لمحمد بن الحسن والموطأ له والطحاوی واحمد بن منيع، قالوا جميع مافی الباب رواه من الصحابة ثمانية واقواها حديث جابر واقوىٰ سنده عندهم طريق احمد بن منيع فی مسنده وقال الشيخ الانور اجل اسانيده واحسنها اسناد الطحاوی من طريق ابن وهب عن الليث بن سعد عن ابی يوسف عن ابی حنيفة الخ، وهذا الحديث بعمومه يشمل الصلوٰة السرية والجهرية والفاتحة والسورة بعدها، واخرج محمد فی موطأه عن اسرائيل قال حدثنی موسىٰ بن ابی عائشه عن عبد الله بن شداد قال ام رسول الله ﷺ فی العصر فقرء رجل خلفه فغمزه الذی يليه فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال كان رسول الله ﷺ قدامک فكرهت ان تقرء خلفه فسمعه النبی ﷺ فقال من كان له امام فان قرأته له قرآءة ، وهذه الرواية صريحة فی ان القصة كانت فی السرية وان قوله عليه السلام......

(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الاية ﴿۱﴾ اور ابھی تک اہل حدیث وغیرہ نے یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے آخری وقت تک فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی ہے اور ہم نے بحمدہ تعالیٰ یہ ثابت کیا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے بالعاقبت قرأۃ خلف الامام سے منع کیا ہے۔ وھو الموفق

فرض نماز کی تیسری، چوتھی رکعت میں قرأۃ نہ کرنا ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں میں بعد والی دو رکعات میں قل ھو اللہ احد نہ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید جہلم

الجواب: ایسا ہی آپ ﷺ سے ثابت ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیه حاشیه) من كان له امام خرج فی تائید مانع القرآة فیکون القرأة خلف الامام ممنوعة فی السرية وفی الجهرية بالطريق الاولیٰ.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۱ جلد۲ باب فی القرأة خلف الامام)

وقال النيموى: لقوله عليه السلام من كان له امام فقرأة الامام له قرأة رواه الطحاوى والامام محمد فی موطاه واسناده صحيح.

(آثار السنن ص۸۷ جلد۱ باب فی ترک القرأة خلف الامام)

وقال عليه السلام واذا قرأ فانصتوا الحديث رواه مسلم.

(مشكواة المصابيح ص ۷۹، ۸۱ جلد۱ باب القرأة فی الصلوٰة)

﴿۱﴾ (سورة الاعراف پاره: ۹ رکوع: ۱۴ آیت: ۲۰۴)

﴿۲﴾ قال الحصكفی: (واكتفى) المفترض (فيما بعدالاولیین وليتين بالفاتحة) فانها سنة على الظاهر ولو زاد لابأس به (وهو مخير بين قرأة) الفاتحة وصحح العينى وجوبها.

قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله ولو زاد لا بأس) ای لو ضم اليها سورة لا بأس به لان القرأة فی الاخريين مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب فكان الضم خلاف الاولیٰ وذلک لا ينافی المشروعية والا باحة بمعنى عدم الاثم فی الفعل والترک كما قدمناه.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص۳۸۷ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاتحہ سے قبل بسم اللہ کا پڑھنا سنت ہے یا مستحب ہے یا واجب؟ شامی ص۴۵۱ جلد ۱ مصری نسخہ میں دونوں اقوال نقل ہیں، زیلعی ص۱۹۴ جلد ۱، برجندی ص۱۰۴، بحر الرائق ص۳۵۳ جلد ۱، کبیری ص۳۵۱ جلد ۱، ان کتب میں وجوب، صحیح اور احوط لکھا ہے ہندیہ میں سنت مؤکدہ لکھا ہے ان میں مفتیٰ بہ قول کونسا مانا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الرحمٰن فاضل حقانیہ......۲۸/محرم ۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے سعایہ میں اس مسئلہ کا بسط موجود ہے بہر حال محققین وجوب کے قائل ہیں اور جمہور سنت ہونے کو ترجیح دیتے ہیں ﴿۱﴾ پس احوط یہ ہے کہ ماسوائے مقتدی کے دیگر نمازی ہر رکعت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھا کریں۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصکفی رحمہ اللہ : (سمی) غیر المؤتم بلفظ البسملة لا مطلق الذکر کما فی ذبیحة وصوء (سرافی) (لاول کل رکعة) ولو جهرية (لا) تسن (بین الفاتحة والسورة مطلقاً) ولو سرية ولا تکره اتفاقاً وما صححه الزاهدی من وجوبها ضعفه فی البحر . قال ابن عابدین رحمه الله: وكذا صرح فی الذخيرة والمجتبیٰ بانه ان سمی بین الفاتحة والسورة المقروءة سراً او جهراً كان حسنا عند ابی حنيفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلميذه الحلبی لشبهة الاختلاف فی كونها آية من كل سورة بحر .

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۳۶۲ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

وفی منهاج السنن: (ف) التسمية فی ابتداء كل ركعة سنه عند ابی حنيفة وفی رواية واجبة يلزم السهو بتركها وفی رواية الحسن يسمی فی الركعة الاولیٰ لا غير، وروی عن محمد استحباب التسمية بين السورة والفاتحة، وعند ابی حنيفة وابی يوسف تجوز بلا كراهة ولاتسن، وصرح فی الذخيرة والمجتبیٰ بانه ان سمی بين الفاتحة والسورة كان حسنا ابی حنيفة سواء كانت تلك السورة مقروءة سراً وجهراً ورجح ابن الهمام وتلميذه الحلبی هذا القول.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۲۰ جلد۲ باب فی ترک الجهر ببسم الله الرحمن الرحيم)

بعض آیات قرآن کے بعد مستحب کلمات نماز میں پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حفاظ جب تراویح پڑھاتے ہیں تو وہاں بعض جگہوں میں مستحب زیادتی بھی جہراً پڑھتے ہیں جیسے سورۃ ملک کے آخر میں اللہ یاتینا بہ وھو رب العالمین ، اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون کے بعد آمنا باللہ، اور ان اللہ وملائکتہ الخ ، کے بعد درود شریف اور بعض حفاظ سورہ والضحیٰ سے والناس تک ہر سورت کے آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد تین مرتبہ دہراتے ہیں ان الفاظ سے نماز فاسد ہوتی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد زمین بنوی کمرہ نمبر ۸۷ حقانیہ.... یکم مارچ ۱۹۷۵ء

الجواب: ان کلمات کی زیادت دوران نماز مکروہ ہے البتہ نہ زیادت کلام الناس نہ ہونے کی وجہ سے مفسد نماز نہیں ہے (کمافی المرقاۃ ص ۵۰۳ جلد ۲) وعند ابی حنیفة لایجوز الا فی غیرھا ای غیر الصلوٰۃ ﴿۱﴾ قلت وبعض الروایات تدل علی جوازھا فی النوافل فی غیر الجماعة ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (مرقاۃ المفاتیح ص ۵۸۵ جلد ۲ باب القراء ۃ فی الصلاۃ الفصل الثانی)

﴿۲﴾ قال العلامہ حصکفی : ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لا یاتی فی رکوعه وسجوده بغیر التسبیح علی المذھب وماورد محمول علی النفل. قال ابن عابدین: محمول علی النفل ای تھجد او غیرہ خزائن وکتب فی ھامشه فیه رد علی الزیلعی حیث خصه بالتھجد، ثم الحمل المذکور صرح به المشائخ فی الوارد فی الرکوع والسجود وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال علی انه ان ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد اوالجماعة والمأمون محصورون لا یتثقلون بذلک کما نص علیه الشافعیة ولا ضرر فی التزامه وان لم یصرح به مشائخنا فان القواعد الشرعیة لا تنبوعنه کیف والصلاۃ والتسبیح والتکبیر والقرأۃ کما ثبت بالسنة. (الدرالمختار مع ھامش ردالمحتار ص ۳۷۳ جلد ۱ قبیل مطلب فی عقد الاصابع عند التشھد)

الرحمن اور الرحیم میں راء کے ساتھ واؤ کا آواز نکالنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات راء پڑھتے وقت واؤ کا آواز بھی ساتھ نکالتے ہیں مثلاً اعوذ بالله من الشیطان الروجیم ، بسم الله الروحمن الروحیم، الروحمن الروحیم یعنی راء کو ساکن اور راء کے بعد واؤ کی آواز نکالتے ہیں کیا اس سے نماز ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حسین احمد گڑھی کپورہ......۲۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ مشق کر کے صحیح ادا کیا کرے، البتہ جس غلطی میں عموم بلویٰ ہو تو اس میں فساد نماز کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

الحمد کو الف لام کے حذف کے ساتھ حمد لله پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الحمد للهکو حمد لله (یعنی بحذف الالف واللام) پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالشکور بنوں......۱۹۸۴ء/ ۸/ ۱۵

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: واما المتأخرون كابن مقاتل وابن سلام واسمعيل الزاهد وابى بكر البلخى والهندوانى وابن الفضل والحلوانى فاتفقوا على ان الخطاء فى الاعراب لا يفسد مطلقا ولو اعتقاده كفرا لان اكثر الناس لا يميزون بين وجوه الاعراب قال قاضى خان وما قاله المتأخرون اوسع وماقاله المتقدمون احوط وان كان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امكن الفصل بينهما بلا كلفة كالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مكان الصالحات فاتفقوا على انه مفسد وان لم يكن الا بمشقة كالظاء مع الضاد والصاد مع السين فاكثرهم على عدم الفساد لعموم البلوىٰ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۶ جلد ۱ مطلب مسائل زلة القارى)

الجواب: الف لام کے حذف سے معنی غلط فاحش نہیں ہوتا ہے، لہٰذا یہ مفسد نماز نہیں ہے، کمافی الشامیہ ص ۵۹۱ جلد ۱ وان ترک کلمة من اية فان لم يتغير المعنى...... لا تفسد ﴿۱﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۶۸ جلد ۱ مطلب اذا قرأ تعالىٰ جد بدون الف لا تفسد باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

باب المدرک والمسبوق واللاحق

مقتدی سے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ ہو سکا تو وہ کیا کرے گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص شروع سے امام کے ساتھ شریک ہے درمیان میں رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ ملا پھر اسی وقت رکوع یا سجدہ علیحدہ ادا کر لیا، نماز درست ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ تعویذ گل زریاب ہنگو ..... ۲۸/ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ

الجواب: یہ شخص لاحق ہے یہ فوت شدہ رکوع وغیرہ کو کرے گا اور امام کے ساتھ شریک ہو گا (کبیری) ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام آخری قعدہ کے بعد قیام کرے تو مسبوق کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب امام سہواً آخری قعدہ سے کھڑا ہو کر قیام کرے تو مسبوق تابعداری کرے یا نہیں؟ نیز مسبوق کی نماز سہواً اور قصداً دونوں صورتوں میں کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید لدھاڈی آئی خان

الجواب: واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں فساد کی علت ''موضع انفراد میں اقتدا'' ہے،

﴿۱﴾ قال العلامة حلبی رحمه الله: وامام اللاحق فقد يكون سبب مافاته النوم اوسبق الحدث والاشتغال بالوضوء او زحمة بحيث لم يجد مكانا وحكمه ان يقضى ما فاته او لاثم يتابع الامام. (غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۴۳۹ فصل فى سجود السهو)

کمافی البحر ص۶۹ جلد ۱ ﴿۱﴾ وردالمحتار ص۶۰۵ جلد ۱ ﴿۲﴾ اور یہ علت عمداً اور سہواً دونوں صورتوں میں متحقق ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ فساد کی صورت میں سلام پھیرنا ایک لغوہ حرکت ہے۔ وھو الموفق

امام قعدہ اولیٰ سے قیام کو جائے اور مقتدی نے تشہد پورا نہ کیا ہو تو کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی نے قعدہ اولیٰ کو

﴿۱﴾ قال ابن نجیم رحمه الله: وهو سهو لان کلامهم فیما اذا قام الی قضاء ماسبق به وهو فی هذه الحالة لا یصح الاقتداء به اصلا فلا استثناء ولو ظن الامام ان علیه سهو فسجد للسهو فتابعه المسبوق فیه ثم علم انه لیس علیه سهو ففیه روایتان والاشهر ان صلاة المسبوق تفسد لانه اقتدی فی موضع الانفراد قال الفقیه ابو اللیث فی زماننا لا تفسد لانه الجهل فی القراء غالب کذا فی الظهیریه ولو لم یعلم لم تفسد فی قولهم کذا فی الخانیة ولو قام الامام الی الخامسة فی صلاة الظهر فتابعه المسبوق ان قعد الامام علی رأس الرابعة تفسد صلاة المسبوق وان لم یقعد لم تفسد حتی یقید الخامسة بالسجدة فاذا قیدها بالسجدة فسدت صلاة الکل لان الامام اذا قعد علی الرابعة تمت صلاته فی حق المسبوق فلا یجوز للمسبوق متابعته ولو نسی احد المسبوقین المتساویین کمیة ما علیه فقضی ملاحظا للآخر بلا اقتداء به صح. (البحر الرائق ص۳۷۸ جلد ۱ باب الحدث فی صلاة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله تفسد) ای صلاة المسبوق لانه اقتداء فی موضع الانفراد ولان اقتداء المسبوق بغیره مفسد کما مر (قوله والا) ای وان لم یقعد وتابعه المبسوق لا تفسد صلاته لان ما قام الیه الامام علی شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فان قیدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا فان ضم الیها سادسة ینبغی للمسبوق ان یتابعه ثم یقضی ما سبق به وتکون له نافلة کالامام ولا قضاء علیه لو افسده لانه لم یشرع فیه قصدا رحمتی (قوله فالاشبه الفساد) وفی الفیض وقیل لا تفسدو به یفتی وفی البحر عن الظهیریة قال الفقیهه ابو اللیث فی زماننا لا تفسد لان الجهل فی القراء غالب.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۴۳ جلد ۱ قبیل باب الاستخلاف)

تشہد تک پورا نہ کیا ہو کہ امام قیام کیلئے کھڑا ہوا، اب مقتدی جس پر امام کی اقتدا واجب ہے کھڑا ہو جائے یا تشہد پورا کرے جبکہ بقدر تشہد بیٹھنا واجب ہے، اب مقتدی کیا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی گل محمد سکندر آباد کالونی حیدر آباد.....۱۹۷۲ء/۵/۸

الجواب: اس شخص کیلئے ضروری ہے کہ تشہد پورا کرنے کے بعد قیام کرے، فی الھندیه ص ۹۴ جلد ۱ الامام اذا تشهد وقام من القعدة الاولیٰ الی الثالثه فنسی بعض من خلفه التشهد حتی قاموا جمیعاً فعلی من لم یتشهد ان یعود ویتشهد ثم یتبع امامه وان خاف ان تفوته الرکعة ، انتهی﴿۱﴾ فافهم وتدبر وصرح به فی ردالمحتار ص ۴۳۹ جلد ۱)﴿۲﴾. وهوالموفق

نماز فجر شروع ہوئی تو مقتدی سنت فجر پڑھ کر شریک ہو جائے یا سنت ترک کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے نماز فجر شروع کی ہے مقتدی کس وقت امام کے ساتھ شریک ہو جائے جبکہ اس نے سنت فجر ادا نہیں کی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل مولیٰ گل ڈھیری مردان

الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر آخری رکعت (یا قبل السلام علی قول ابن الهمام) کے ادراک کی امید ہو تو سنت پڑھ کر امام کے ساتھ شریک ہوگا ورنہ سنت ترک کرے گا﴿۳﴾۔ وهو الوفق

﴿۱﴾(فتاویٰ عالمگیریه ص ۹۰ جلد ۱ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: والحاصل ان متابعة الامام فی الفرائض والواجبات من غیر تأخیر واجبة فان عارضها واجب لا ینبغی ان یفوته بل یأتی به ثم یتابع کما لو قام الامام قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم.

(ردالمختار هامش الدرالمختار ص ۳۴۷ جلد ۱ مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام)

﴿۳﴾ قال العلامه المرغینانی: ومن انتهیٰ الی الامام فی صلاة.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

رباعی نماز میں ایک رکعت پاکر بقیہ نماز پوری کرنے کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی چار رکعت والی نماز میں امام کے ساتھ آخری رکعت پالے اور تین رکعتیں اس سے ہوچکی ہیں بقیہ نماز کو عندالاحناف کس طریقہ سے ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل حق صاحب.....۱۹۷۲ء/۲/۸

الجواب: یہ مسبوق کھڑے ہونے کے بعد دو رکعت میں ضم سورۃ کرے گا اور تیسری رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے گا، اور مفتی بہ قول کی بنا پر اول رکعت کے بعد تشہد پڑھے گا، فی الدر المختار ویقضی اول صلوته فی حق قراءۃ و آخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة (هامش ردالمحتار ص۵۵۸ جلد۱) ﴿۱﴾. فقط

مسبوق کیلئے مغرب کی بقیہ دو رکعت پوری کرنے کا طریقہ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مقتدی نماز مغرب میں امام کے

(بقیہ حاشیہ) الفجر وهو لم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوته رکعة ویدرک الاخری یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل لانه امکنه الجمع بین الفضیلتین وان خشی فوتهما دخل مع الامام لان ثواب الجماعة اعظم والوعید بالترک الزم بخلاف سنة الظهر. وقال العلامه ابن الهمام: ولو کان یرجرا ادراکه فی التشهد قیل هو کادراک الرکعة وقال الخوارزمی فی الکفایة وحکی عن الفقیه ابی جعفر انه قال علی قول ابی حنیفة وابی یوسف یصلی رکعتی الفجر لان ادراک التشهد عندهما کادراک الرکعة.

(هدایه مع فتح القدیر ص۴۱۴ جلد۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۱﴾ (الدرمختار ص۴۴۱ جلد۱ قبیل باب الاستخلاف)

ساتھ تیسری رکعت میں شریک ہوا اب یہ مقتدی باقی دو رکعت میں فاتحہ اور سورت بھی پڑھے گا یا صرف ایک رکعت میں پڑھے گا اور دوسرے میں نہیں، نیز ان دو رکعت کے درمیان قعدہ بھی کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر بہادر قدیم کلے پشاور......۱۹۸۶ء/۶/۱

الجواب: یہ مقتدی سلام کے بعد اٹھ کر فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کرے اور التحیات پڑھے اور اس کے بعد دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور رکوع وسجدہ کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھے، اور تیسری رکعت اس نے امام کے ساتھ ادا کی ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسبوق کا سہواً سلام پھیر کر کسی کی یاد دہانی سے بقیہ نماز کیلئے اٹھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق اگر سہواً سلام پھیر دے اور دوسرا مقتدی اسے مسبوقیت کی یاد دہانی کرائے اور مسبوق اس پر عمل کر کے بقیہ نماز کیلئے اٹھے ایسا کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۴ء/۴/۳

الجواب: احتیاط یہ ہے کہ لقمہ کے وقت تحری کر کے اس پر عمل کرے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

لاحق کیلئے قرأت ممنوع لیکن موجب سجدہ سہو نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاحق کیلئے بقیہ نماز میں قرأت کرنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی حبیب اللہ گاؤں ملک شاہنواز کوہاٹ......۱۹۸۴ء/۵/۲۴

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي: لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه يقرأ في الرکعتين الفاتحة والسورة ويقعد في اولهما لانها ثنائية ولو لم يقعد جاز استحسانا لاقياسا ولم يلزمه سجود السهو. (غنية المستملي شرح منية المصلي ص۴۶۸ فصل في سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: حتى لو امتثل (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: لاحق کیلئے قرأت ممنوع ہے لیکن موجب سجدہ سہو نہیں (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ایک مقتدی کی صورت میں دوسرا مقتدی آکر امام آگے جائے گا یا مقتدی پیچھے آئے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اور ایک مقتدی قریب قریب کھڑے ہوں اس دوران دوسرے مقتدی آکر کھڑے ہو جائیں تو امام آگے جائے گا یا وہ مقتدی پیچھے آئے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید......۲۳/۴/۱۹۷۴ء

الجواب: واضح رہے کہ بہتر یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہو جائے، قال العلامة الشامی وھو اولیٰ من تقدمه لانه متبوع (ردالمحتار ص ۵۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾ اور بظاہر قدم اٹھا کر پیچھے ہونا چاہئے، لخلوہ عن التکلف ولم اجدہ صریحا. وھو الموفق

ہاتھ باندھے بغیر تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں چلے جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے آکر امام کو رکوع

(بقیہ حاشیہ) امر غیرہ فقیل له تقدم فتقدم...... فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برائه.
(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۵۹ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکرہ فیھا)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: وبیانه کما فی شرح المنیة وشرح المجمع انه لو سبق برکعة من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیه ثم ما ادرکه مع الامام ثم ماسبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الامام ویقعد متابعة له لانها ثانیة امامه ثم یصلی الاخریٰ مما نام فیه ویقعد لانها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها ویقعد متابعة لامامه لانها رابعة وکل ذلک بغیر قراءة لانه مقتد ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاة الامام.
(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۳۰ جلد ۱ قبیل باب الاستخلاف)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۲۰ جلد ۱ باب الامامة)

میں پالیا اور حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھے بغیر رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہوا اب ایک شخص کہتا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی ، لہٰذا اعادہ واجب ہے، کیونکہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھ کر آدھا منٹ کھڑا رہنا ضروری ہے اور کہتا ہے کہ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں ہے صحیح مسئلہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی : نیاز مند حبیب اللہ......۳۰/۳/۷۴ء

الجواب: بحالت قیام تحریمہ باندھنے کے بعد متصل رکوع جانے والے کی نماز درست ہے،

کمافی الدرالمختار ومنها القيام بحيث لو مد يديه لاينال ركبتيه ومفروضه وواجبه ومسنونه ومندوبه بقدر القرأة فيه فلو كبر قائماً فركع ولم يقف صح لان ما اتى به من القيام الى ان يبلغ الركوع يكفيه انتهى﴿۱﴾ . یعنی حالت استوا سے لیکر ہاتھ کے گھٹنوں تک پہنچنے سے قبل قیام ہے اور حضرۃ تھانوی رحمہ اللہ نے جو عدم صحت کا حکم دیا ہے وہ اس وقت ہے جبکہ حالت رکوع میں تحریمہ کرے، کما صرح به﴿۲﴾ . وهوالموفق

مسبوق ساہی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام پر سجدہ سہو لازم ہوا تھا اور مسبوق امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا یا نہیں، نیز مسبوق کا

﴿۱﴾ (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۳۲۸ جلد ۱ مبحث القيام باب صفة الصلاة)

﴿۲﴾ قال الشيخ اشرف على التهانوى رحمه الله: بعض ناواقف جب مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی ، اسلئے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کیلئے قیام شرط ہے جب قیام نہ کیا وہ صحیح نہ ہوئی اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

(بهشتی گوهر (بهشتی زیور) ص ۸۸۵ تکبیر تحریمه کا بیان)

سلام پھیرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ نیز امام کا سہو مسبوق کے شریک ہونے کے بعد معتبر ہے یا پہلے والا بھی اگر اس میں کچھ فرق ہو تو بتائیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ تعویذ گل ترناب پشاور

الجواب: یہ مسبوق بہر حال امام کے ساتھ سجدہ سہو میں شریک ہوگا لیکن سلام نہ پھیرے گا اگر یاد ہونے کے باوجود سلام پھیر لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، کمافی الدر المختار رابعها لو قام الى قضاء ما سبق به وعلى الامام سجدتا سهو ولو قبل اقتداءه فعليه ان يعود (هامش ردالمحتار ص ۵۵۸ جلد ۱) ﴿۱﴾ وفى الهنديه ص ۱۳۶ جلد ۱ سهو الامام يوجب عليه وعلىٰ من خلفه السجود كذا فى المحيط ولا يشترط ان يكون مقتديا به وقت السهو حتى لوادرک الامام بعد ما سها يلزمه ان يسجد مع الامام تبعاً له ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسبوق اپنی پہلی دو رکعت میں ضم سورت کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی نے امام کے ساتھ دو رکعت آخری (نماز ظہر) ادا کیں اب یہ نمازی اپنی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رازق مانکی صوابی......۱۹۶۹ء/۴/۱۷

الجواب: عند الاحناف یہ شخص یعنی مسبوق دونوں رکعتوں میں ضم سورت کرے گا کیونکہ مسبوق اول الصلاۃ ادا کر رہا ہے، فى الدر المختار : ويقضى اول صلاته فى حق قراءة وآخرها فى حق تشهد، قال العلامة الشامي: هذا قول محمد وظاهر كلامهم اعتماد قول

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ قبيل باب الاستخلاف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۸ جلد ۱ فصل سهو الامام يوجب عليه وعلى من خلفه السجود)

محمد وزفر مختصراً (ص۵۵۸ جلد ۱)﴿۱﴾. وفی الهندیه ص۹۲ جلد ۱ ولو ادرک رکعتین قضیٰ رکعتین بقراء ة ولو ترک فی احداهما فسدت﴿۲﴾. وھو الموفق

مدرک سے رکن نماز رہ جانے کی صورت میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مقتدی نماز وتر میں امام کے ساتھ شریک تھا، مقتدی دعائے قنوت مکمل کر رہا تھا کہ امام رکوع سے قومہ میں چلا گیا اب یہ شخص اپنی نماز کیسے ادا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۹۸۲ء/۵/۲۵

الجواب: مقتدی فوراً رکوع اور قومہ کر کے سجدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے اگرچہ متابعت مقارنہ یا متعاقبہ نہ ہو۔ کا لیکن متابعت بالتاخیر کی بنا پر اس شخص کی نماز درست ہوگی جیسا کہ لاحق کی نماز کا ہے اور اگر رکوع وقومہ چھوڑ کر فوراً امام کی متابعت کرے تو فراغت امام کے بعد ایک رکعت مستقل ادا کرے نماز درست ہوگی، اور اگر سرے سے رکعت ادا نہیں کی تو اعادہ صلاۃ کرے گا، فی ردالمحتار ص ۴۷۱ جلد ۱ نعم تکون المتابعة فرضا بمعنی ان یأتی بالفرض مع امامه او بعده کما لو رکع امامه فرکع معه مقارناً او معاقبا وشارکه فیه اوبعد ما رغ منه فلو لم یرکع اصلا او رکع ورفع قبل ان یرکع مع امامه ولم یعد معه او بعده لبطلت صلاته الخ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۴۱ جلد ۱ مطلب فی احکام المسبوق والمدرک واللاحق باب الامامة)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۹۱ جلد ۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۴۸ جلد ۱ مطلب المراد فی المجتهد فیه)

مسبوق پر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں تشہد پڑھنا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رباعی نماز میں امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شامل ہوا، اب جب امام دوسری رکعت پر بیٹھ گیا تو مسبوق پر یہی تشہد پڑھنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۰ء

الجواب: مسبوق پر یہی تشہد پڑھنا واجب ہے، فی ردالمحتار ص ۵۵۱ جلد ۱ کمن ادرک الامام فی القعدة الاولیٰ فقعد معه فقام الامام قبل شروع المسبوق فی التشهد فانه یتشهد تبعاً لتشهد امامه ﴿۱﴾. وهو الموفق

امام کے ساتھ آخری قعدہ میں مسبوق کیلئے درود شریف ودعا پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق جس سے ایک یا دو رکعت ہو چکے ہو امام کے ساتھ شامل ہو کر آخری قعدہ میں امام کے ساتھ درود شریف اور دعا بھی پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سعد اللہ جان ہنگو......۱۹۸۳ء/ ۹/ ۲۲

الجواب: یہ مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں وسط صلاۃ کے حکم میں ہے اسلئے یہ درود شریف اور دعا کو نہیں پڑھے گا اگر اس نے تشہد جلدی ختم کر دیا تو پھر بار بار اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله پڑھے، وفی الهندیه ص ۹۱ جلد ۱ ومنها ان المسبوق ببعض الرکعات یتابع الامام فی التشهد الاخیر واذا اتم التشهد لا یشتغل بما بعده من

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۵۱ جلد ۱ باب سجود السهو)

الدعوات ثم ما ذا يفعل تكلموا فيه وعن ابن شجاح انه يكرر التشهد ای قوله اشهد ان لا اله الا الله وهو المختار ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسبوق مقتدی کیلئے ثنا وتعوذ پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص امام کے ساتھ دوسری یا تیسری رکعت میں شامل ہوا تو اس کیلئے ثنا وتعوذ کا کیا حکم ہے، پڑھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امیر اللہ چترال

الجواب: اگر مسبوق امام کو اسی رکعت میں پائے جس میں قرأت ہو رہی ہو تو یہ مسبوق مقتدی ثنا نہیں پڑھے گا بلکہ قرأت سنے گا، اور جب قضا شدہ رکعت کیلئے اٹھے تو ثنا پڑھے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک امام کے ساتھ ملتے ہی تعوذ پڑھنا مستحب ہے، اور بعد میں یعنی فراغت امام کے بعد قرأت سے پہلے تعوذ پڑھے گا، وفی الخلاصة المسبوق اذا ادرک الامام فی القراءة التی یجهر فیها لا یأتی بالثناء فاذا قام الی قضاء ما سبق یأتی بالثناء ویتعوذ للقراءة وعند ابی یوسف یتعوذ عند الدخول وعند القراءة وهذا استحباب وفی صلاة المخافة یأتی بالثناء اذا ادرکه قائماً ، انتهیٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۹۱ جلد ۱ الفصل السابع فی المسبوق واللاحق)

﴿۲﴾ (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۶۵ جلد ۱ مسائل المسبوق)

باب مکروهات الصلوٰۃ

نماز کے ختم پر مقتدی کا امام سے سلام پر سبقت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر مقتدی نے نماز کے ختم پر سلام کو امام سے پہلے ختم کر لیا تو مکروہ ہے۔ (الف) یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ (ب) دوسرے سلام کا کیا حکم ہے؟ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۳/۱۷

الجواب: مناسب تتبع کے باوجود تصریح نہیں ملی لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کراہت دونوں سلام میں تحریمی ہے کیونکہ حدیث صحیح سے مخالفت ہے جس میں تقدم پر وعید وارد ہوئی ہے ﴿۱﴾ اور وعید تحریمات میں وارد ہوتی ہے، نیز علامہ شامی وغیرہ نے لکھا ہے کہ جب کراہت بلا تقید مذکور ہو تو وہ تحریمی پر محمول ہوگی ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ عن انس قال صلی بنا رسول اللہ ﷺ ذات یوم فلما قضی صلوته اقبل علینا بوجهه فقال ایها الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف فانی اراکم امامی ومن خلفی رواه مسلم وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ لا تبادروا الامام اذا کبر فکبروا واذا قال ولا الضآلین فقولوا آمین واذا رکع فارکعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لک الحمد متفق علیه الا ان البخاری لم یذکر واذا قال ولا الضالین. وعن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اما یخشی الذی یرفع رأسه قبل الامام ان یحول الله رأسه رأس حمار متفق علیه.

(مشکواۃ المصابیح ص ۱۰۱ جلد ۱ باب ما علی المأموم من المتابعة وحکم المسبوق)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین وفی البحر من مکروهات الصلاة...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سجدہ وتشہد سے اٹھنے کے وقت زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں سجدہ یا تشہد سے اٹھتے ہوئے بلاعذر زمین پر ٹیک لگا کر یعنی ہاتھ رکھ کر اٹھنا مکروہ ہے یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد......۱۹۷۰ء/۴/۲۷

الجواب: زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا (بلاعذر) مکروہ تنزیہی ہے، فی الدر المختار ولو فعل لا بأس وفی ردالمحتار ص ۳۷۴ جلد ۱ فیکرہ فعله تنزیهاً لمن لیس به عذر ﴿۱﴾.فقط

فرائض اور سنن کے درمیان وظیفہ وغیرہ کا ورد کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض اور سنن کے درمیان مقدار اللهم انت السلام سے زیادہ وقفہ کرنا مثلاً وظیفہ وغیرہ کا ورد کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحلیم شاہ متعلم دارالعلوم حقانیہ......یکم ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: بہتر نہیں ہے مگر بعض علماء نے جواز کا حکم دیا ہے، کما فی الطحطاوی وغیرهم ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) المکروه فی هذا الباب نوعان احدهما ما کره تحریما وهو المحمل عند اطلاقهم الکراهة وقال ابن عابدین فی الحظر والاباحة ای کراهة تحریم وهی المرادة عند الاطلاق کما فی الشرع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۹۷ جلد ۱ مطلب فی تعریف المکروه ص۲۳۷ جلد۵ کتاب الحظر والاباحة)

﴿۱﴾ (ردالمحتار علی هامش الدرالمختار ص ۳۷۴ جلد ۱ مطلب فی اطالة الرکوع للجائی باب صفة الصلات)

﴿۲﴾ قال الشرنبلالی: لا بأس بقراءة الاوراد بین الفریضة والسنة فالاولیٰ تأخیر الاوراد عن السنة فهذا ینفی الکراهة، وقال الطحطاوی: وفی روایة عائشة رضی الله عنها قالت کان رسول الله ﷺ لا یقعد الا مقدار ...... انه لیس المراد انه کان......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز میں پوستین اور سنجاب کے آستینوں کا مسئلہ

سوال: ما یقول العلماء الفهام فی هذه المسئله؟ ای ما حکم الفرو اذا لم یخرج الیدان الا کمام و اذا لم یدخلا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: جب آستینوں میں ہاتھ داخل نہ ہوں تو پوستین میں نماز کا حکم کراہت ہے، اور ہاتھ آستینوں کے اندر ہوں تو کراہت نہیں ہے، الا اذا لم یزر ازراره (مگر جب گھنڈی اور بٹن نہ لگائی ہو) یدل علیه ما فی الشرح الکبیر ص ۳۰۵ وعن الفقیه ابی جعفر الهندوانی انه کان یقول اذا صلی مع القباء وهو غیر مشدود الوسط فهو مسیئ ، یعنی ولو ادخل کمیه فی یدیه و ینبغی ان یقتدی بما اذا لم یزر ازراره لانه یشبه السدل اما اذا زر الازرار فقد التحق من الثیاب فی اللبس فلا سدل فیه فلا یکره انتهیٰ. قلت لا فرق بین الفرو والقباء فی الحکم لاشتراکهما فی العلة ، وفیه ایضاً فی تلک الصفحة فی تعلیل کراهة ارسال الکمین ولان فیه تشبیها باهل التکبر اذ لا تکاد تسمح نفوس المتکبرین بترکه وادخال الید فی الکم لا فی الصلوٰة ولا خارجها علیٰ ما جرت من عادتهم ، انتهی. قلت فیه دلالة علی کراهة الصلوٰة عند اخراج الیدین لانه وضع المتکبرین، فافهم﴿۱﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) یقول ذلک بعینه بل کان یقعد زمانا یسع ذلک المقدار ونحوه من القول تقریباً فلا ینافی ما فی الصحیحین عن المغیرة انه ﷺ کان یقول دبر کل صلاة مکتوبة لا اله الا الله ...... وهذا لا ینافی ما فی مسلم عن عبد الله ابن الزبیر کان رسول الله ﷺ اذا فرغ من صلاته قال بصوته الا علی لا اله الا الله ...... لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من هذه الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینها الخ.

(حاشیة الطحطاوی مع مراقی الفلاح ص ۳۱۱ فصل فی صفة الاذکار)

﴿۱﴾ غنیة المستملی ص ۳۳۶ ،۳۳۷ فصل فی بیان ما الذی یکره فعله فی الصلوٰة)

عرب کے ڈریس (رومال) میں نماز کا حکم

سوال: عرب لوگ جو ڈریس (Dress) پہنتے ہیں یعنی رومال سر پر رکھ کر ایک گول رسی سے اسے باندھ لیتے ہیں وہ رومال سر سے کاندھے پر آ کر سینے پر لٹکا ہوا ہوتا ہے جسے سدل کہتے ہیں، اس لٹکے ہوئے رومال (عرب ڈریس) میں نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار برطانیہ...... یکم فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اس میں کوئی کراہت نہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تیلہ سے گلدوز ٹوپی میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مروجہ تیلے کی ٹوپیاں جو گلدوزی سے بنی ہوئی ہوتی ہیں میں نماز پڑھنا اور اس کا استعمال کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل حکیم محب بانڈہ مردان...... ۱۹۷۵ء/ ۲/۹

الجواب: اگر یہ تیلہ سونے چاندی کا نہ ہو تو اس میں حرج نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الحصكفي و كره...... سدل تحريماً للنهي ثوبه اى ارساله بلا لبس معتاد ، قال ابن عابدين : قال فى شرح المنية السدل هو الارسال من غير لبس ضرورة ان ارسال ذيل القميص ونحوه لا يسمى سدلاً ودخل فى قوله ونحوه عذبة العمامة.

(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۴۷۲ جلد ۱ مطلب مكروهات الصلاة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: (قوله و كذا تكره القلنسوة) ذكر ملا مسكين عند قول المصنف فى مسائل شتىٰ اخر الكتاب ولابأس بلبس القلانس لفظ الجمع يشمل قلنسوة الحرير والذهب والفضة والكرباس والسواد والحمرة...... وفى الفتاوىٰ الهنديه يكره ان يلبس الذكور قلنسوة من الحرير او الذهب او الفضة اوالكرباس الذى خيط عليه ابريسم كثيراً او شئ من الذهب اوالفضة اكثر من قدر اربع اصابع.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۹ جلد۵ فصل فى اللبس كتاب الحظر والاباحة)

سنت فجر کو قرأت سنتے ہوئے دوسری صف میں ادا کرنا اور آیت فاستمعوا له وانصتوا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) نماز فجر میں امام کی قرأت سننے کے باوجود دوسری صف میں سنت ادا کرنا کیسا ہے؟ (۲) آیت قرآن، واذا قرئ القرآن **فاستمعوا له وانصتوا الاية**، کا حکم فرضیت کا ہے یا استحباب کا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۸/ اگست ۱۹۸۳ء

الجواب: (۱) جائز ہے بہتر نہیں ہے ﴿۱﴾۔ (۲) مشہور فرضیت ہے اور صاحب بحر نے استحباب کا قول بھی ذکر کیا ہے۔ وهو الموفق

مساجد میں رکھی ہوئی ٹوپیوں کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں جو ٹوپیاں رکھنا مروج ہے کیا اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نبی چھوٹا لاہور صوابی......۱۹۹۰ء/۱۲/۱۵

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: والحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان یأتی بها فی بیته والافان كان عند باب المسجد مكان صلاها فيه والا صلاها فی الشتوی او الصیفی ان كان للمسجد موضعان والافخلف الصفوف عند سارية لكن فيما اذا كان للمسجد موضعان والامام فی احدهما ذكر فی المحيط انه قيل لايكره لعدم مخالفة القوم وقيل يكره لانهما كمكان واحد قال فاذا اختلف المشائخ فيه فالافضل ان لا يفعل قال فی النهر وفيه افادة انها تنزيهية، لكن فی الحلية قلت وعدم الكراهة اوجه للاثار التی ذكرناها.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ مطلب هل الاساءة دون الكراهة او افحش باب ادراک الفريضة)

الجواب: ان ٹوپیوں کا پہننا ضروری ہے کیونکہ یہ بے باک لوگ ننگے سر نماز پڑھنا شروع کریں گے جو اس سے بدتر ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

گھڑی میں انسان یا حیوان کی چھوٹی تصویر کی وجہ سے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک گھڑی میں انسان یا حیوان کی چھوٹی فوٹو اور تصویر ہو تو اس کے ساتھ نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم دار العلوم حقانیہ.....۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: اگر یہ فوٹو چھوٹا ہو موضع سجدہ میں رکھنے کی صورت میں نہیں دکھائی دیتا ہو تو اس کے ساتھ نماز مکروہ نہیں ہے، یدل علیہ ما فی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص۶۰۷ جلد ۱ او کانت صغیرة لا تتبین تفاصیل اعضائھا للناظر قائماً وھی علی الارض ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، وصلاته حاسراً ای کاشفا رأسه للتکاسل (درمختار) اور ثیاب بذلہ میں بھی نماز کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔ بما یلبسه فی بیته ولا یذھب الی الاکابر والظاھر ان الکراھة تنزیھیة، ردالمحتار ۔ اب ننگے سر نماز پڑھنا ایک وباء بن چکا ہے اور عوام سر کو ڈھانپنا امر مہم نہیں گردانتے اور سر کو ڈھانپنا بوجھ بن چکا ہے جو تہاون بالصلاۃ کے زمرے سے ہیں، اور بعض صورتوں میں مثلاً استخفاف احتقار کی صورت میں مفضی الی الکفر ہے، فی ردالمحتار: قوله للتکاسل ای لاجل الکسل بان استثقل تغطیته ولم یرھا امراً مھما فی الصلاة فترکھا لذلک وھذا معنی قولھم تھاونا بالصلاة ولیس معناه الاستخفاف بھا والاحتقار لانه کفر (ص ۴۸۴ جلد ۱) لہٰذا ان صورتوں میں ننگے سر نماز پڑھنا جو تکاسل کی وجہ سے بین متحقق ہے مکروہ ہوگی، اور نماز کی حرمت کی وجہ سے ان مسجد میں پڑے ہوئے ٹوپیوں سے نماز پڑھنا ہوگا، اگرچہ یہ بھی مکروہ ہے لیکن بنسبت ننگے سر پڑھنے سے اہون ہے، نیز جب کسی شخص کے ساتھ ثیاب بذلہ کے علاوہ کوئی اور کپڑے نہ ہوں تو ان کیلئے ثیاب بذلہ میں نماز پڑھنا ضروری ہے، اسی طرح جب اور ٹوپی نہ ہو تو بذلہ ٹوپیوں میں نماز پڑھنا ہوگا۔ (از مرتب)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۷۹ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاة ومایکره فیھا)

ملٹری کور میں تصویر والے بیج کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملٹری میں مجاہد کور کے جوانوں کے کندھوں پر بیج لگا ہوتا ہے جو کہ ارسال خدمت ہے اس کے ساتھ نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، نیز نا سمجھی کی وجہ سے اگر اس بیج کے ساتھ نمازیں پڑھ لی ہیں تو ان کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدیر راولپنڈی.....۱۹۷۳ء/۴/۱۰

الجواب: چونکہ یہ تصویر بڑی ہے لہٰذا اس کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے، فی فتح القدیر ولو لبس ثوبا فیه تصاویر ویکره لانه یشبه حامل الصنم والصلوٰة جائزه فی جمیع ذلک لا ستجماع شرائطها وتعاد علی وجه غیر مکروه وهو الحکم فی کل صلوٰة ادیت مع الکراهة انتهی ﴿۱﴾. وهکذا فی جمیع کتب الفتاویٰ. وهو الموفق

امام کا ضرورت سے زیادہ جہر کرنا

سوال: چہ میفر ماید علماء دین دریں مسئلہ کہ یک امام قرأت جهراً فوق الحاجت در امامت میخواہد، ہنگار میشوید و نماز مکروہ شود یا نہ؟ وبشرط کراہت اعادہ واجب ست یا نہ؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم.....۱۹۷۹ء/۱۱/۲۳

الجواب: نماز امامیکہ جہر فوق از حاجت مے کند، واجب الاعادہ نیست، زیرانچہ مکروہ تحریمی نیست، لمافی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ قالوا الاساءة ادون من الکراهةوفی ردالمحتار ص ۵۵۱ جلد ۱ الاساءة دون الکراهة واما فی شرح المنارفقال العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ والمراد بها ما فی شرح

﴿۱﴾ (فتح القدیر ص ۳۶۳، ۳۶۴ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها فصل ویکره للمصلی)

المنار التنزيهية فهی دون المكروه تحريماً وفوق المكروه تنزيها انتهی ﴿۱﴾، قلت والاعادة انما تجب فی المكروه تحريما ولا تخلوا الصلوة المعتاده عن المكروه تنزيهاً وقلت ايضا لعل المراد ابن انجيم الاساءة ما يلزم ترک السنة المؤكدة. وهو الموفق

نوٹ پر جناح کی تصویر کے ساتھ نماز پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی نوٹوں پر جناح کی تصویر ہوتی ہے جب یہ نوٹ وغیرہ جیب میں ہوں، تواس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے یانہیں، اگرتصویر کے ساتھ ہاتھ پاؤں بھی ہواور جیب میں ہواس کا کیا حکم ہے نماز ہوگی یانہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ۱۲/۲/۱۹۷۳ء

الجواب: فوٹو اگرلفافہ وغیرہ میں پوشیدہ ہوتو نماز مکروہ نہیں ہے ورنہ مکروہ ہے، فی الدر المختار ومفاده كراهة المستبين لا المستتر بكيس او صرة او ثوب آخر (هامش ردالمحتار ص۶۰۶، ۶۰۷ جلد۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

نسوار اور سگریٹ کی بدبوئی کی حالت میں نماز پڑھنا، تلاوت کرنا اور مسجد جانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نسوار یاسگریٹ نوشی کرے پھر نماز باجماعت میں شریک ہوجائے ان لوگوں کا مسجد میں آنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نوراحمد بلوچستان ......۲۳/ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: تمباکو کی بدبو پیاز اور لہسن کی بدبو کی طرح ایذارسان ہے، لہٰذا بنا برحدیث فان الملٰئكة تتأذی مما يتأذی منه الانس (رواه البخاری ومسلم عن جابر رضی

﴿۱﴾ (ردالمحتار مع هامش الدر المحتار ص۳۵۰ جلد۱ مطلب سنن صلاة باب صفة الصلاة)

﴿۲﴾ الدرمختار علی هامش ردالمحتار ص۴۷۹ جلد۱ باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

الله عنه)﴿۱﴾ پس ایسے شخص کا اسی حالت میں نماز پڑھنا، مسجد جانا، قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، وصرح به فی شرح التنویر وکذا کل موذٍ (هامش ردالمحتار ص ۶۱۹ جلد ۱) ﴿۲﴾. وهو الموفق

مسجد والی ٹوپیوں سے نماز

سوال: مسجد میں جو ٹوپیاں ہوتی ہیں انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: یوسف شاہ رسالپور کینٹ......۲۷/ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: ہر مسلمان کیلئے مناسب ہے کہ قمیص اور پاجامہ کی طرح ٹوپی بھی پہنا کرے ﴿۳﴾ اور جب ٹوپی نہ رکھتا ہو تو ننگے سر نماز نہ پڑھے ﴿۴﴾ بلکہ ان مسجد والی ٹوپیوں کو پہنے اگرچہ میلی کچیلی ہوں ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾(مشکواة المصابیح ص ۶۸ جلد ۱ باب المساجد الفصل الاول)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۸۹ جلد ۱ باب ما یفسد الصلاه وما یکره فیها)

﴿۳﴾ وفی الهندیه والمستحب ان یصلی الرجل فی ثلاثة اثواب قمیص وازار وعمامة اما لو صلی فی ثوب واحد متوشحا به تجوز صلوته من غیر کراهة. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۵۹ جلد ۱ الباب الثالث فی شروط الصلاة)

﴿۴﴾ قال العلامه حصکفی رحمه الله: وصلاته حاسراً ای کاشفا رأسه للتکاسل ولابأس به للتذلیل واما للاهانة بها فکفر قال ابن عابدین واصل الکسل ترک العمل لعدم الارادة فلو لعدم القدرة فهو لعجز (قوله ولابأس به للتذلیل) قال فی شرح المنیة فیه اشارة الی ان الاولیٰ ان لا یفعله وان یتذلل ویخشع بقلبه فانهما من افعال القلب.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۷۴ جلد ۱ مطلب فی الخشوع باب مکروهات الصلاة)

﴿۵﴾ قال ابن عابدین: فی البحر وفسرها فی شرح الوقایه بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الاکابر والظاهر ان الکراهة تنزیهیة. ایضاً

اس عبارت سے ثیاب بذلہ میں نماز کا مکروہ تنزیہی ہونا ثابت ہے لیکن ننگے سر نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے، اور اگر عوام کو ان ٹوپیوں سے منع کیا جائے اور صحیح ٹوپیوں کا امر نہ کیا جائے تو......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبروں کے قریب نماز ادا کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان کی زمین میں نماز ادا کرنا کیسا ہے نیز قبروں سے کتنے فاصلہ پر نماز ادا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: میر احمد مولیان کوہالہ راولپنڈی......۱۹۷۰ء/۴/۴

الجواب: جب سامنے یا دائیں بائیں قبور ہوں اور قریب ہوں تو نماز مکروہ ہے اور جب بعید اور دور ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور دوری کی مقدار فقہاء کرام نے مسافت اور گزوں سے متعین نہیں کی ہے البتہ نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم اتنا دور ہو کہ مقام سجدہ پر نظر رکھنے کے وقت نظر میں نہ آئے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

فوجی بوٹوں سمیت نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فوجی مجاہد بوٹوں سمیت نماز ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور جواز حالت مجبوری میں ہے یا ہر حالت میں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد ازرم پوسٹ بکس نمبر ۲۶۰ سعودی عرب......۱۴۰۱/۷/۷ھ

(بقیہ حاشیہ) عوام ننگے سر نماز پڑھنے پر جری ہوں گے، نیز جب اور ٹوپی نہ ہو تو پھر اس بذلہ ٹوپیوں میں نماز جائز ہوگی کیونکہ جب کسی کے پاس کپڑے نہ ہوں تو ثیاب بذلہ ہی میں ادا کرنا ضروری ہے، قال الحصکفی: وصلاته فی ثیاب بذلة یلبسها فی بیته ومهنة ای خدمة لمن له غیرها والا لا (ص ۴۷۴ جلد ۱)
اس سے معلوم ہوا کہ جب ثیاب بذلہ کے علاوہ کوئی اور کپڑا نہ ہو تو پھر اس کو پہننا ہی لازمی ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الطحطاوی: (تحت قوله تکره الصلاة فی المقبرة) قال حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی وتکره الصلاة فی المقبرة الا ان یکون فیها موضع اعد للصلاة لا نجاسة فیه ولا قذر فیه، قال الحلبی لان الکراهة معللة بالتشبه وهو منتف حینئذ وفی القهستانی عن جنائز المضمرات لا تکره الصلاة الی جهة القبر الا اذا کان بین یدیه بحیث لو صلی صلاة الخاشعین وقع بصره علیه. (الطحطاوی حاشیه مراقی الفلاح ص ۱۹۶ فصل فی مکروهات الصلاة)

الجواب: اس میں اختلاف ہے قواعد کی رو سے جواز راجح ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

صبح اور عصر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن افضل نہیں مگر مکروہ بھی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے کہا ہے کہ صبح اور عصر کے کی نماز کے بعد تلاوت قرآن کرنا منع ہے خاص کر سورۃ یاسین وغیرہ کا پڑھنا کیا یہ صحیح ہے کسی حدیث وغیرہ سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مثل زادہ ترلاندی صوابی ۱۹۶۹ء/ ۱۲/۵

﴿ ۱ ﴾ وفی منهاج السنن: وملخص هذه الروايات ان النعال الغير الطاهرة تخلع او تمسح على الارض ، واما النعال الطاهرة من البدء او بالدلک فالصلوٰة فيها من الرخص دون المستحبات عند ابن دقيق العيد. وتعقبه البدر العينى بحديث شداد بن اوس عن ابيه ثم قال ويكون مستحبا من جهة قصد المخالفة لا سنة لان الصلوٰة فى النعال ليست مقصودة بالذات وذكر الحلبى فى شرح المنية الكبير استحبابها مخالفة لليهود كالبدر العينى. قال مشائخنا اليوم لا يصلى بالنعال فى المسجد لان دخول المساجد متنعلا من سوء الادب فى العرف الحادث ولان تلويث المسجد بها واقع لا محالة ولان علة التنعل قد انتهت لان اليهود والنصارىٰ فى زماننا يصلون فى النعال لا يخلعونها (ف) اعلم ان النعال اذا لم تكن مانعة من توجيه رءوس الاصابع الى القبلة فجاز الصلوٰة فيها والا فلا كما يشير اليه كلام القارى فى المرقاة ، فالصلوٰة فى المداس الرائج اليوم لا يجوز اذا كان مقدمه مرتفعاً واسعا بحيث لا يمتلأ باصابع القدم فافهم.
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص۲۷۸ جلد ۲ باب ماجاء فى الصلوٰة فى النعال)

وقال العلامه ابن عابدين: (قوله وصلاته فيهما افضل) اى فى النعل والخف الطاهرين افضل مخالفة لليهود تاتر خانيه وفى الحديث صلوا فى نعالكم ولاتشبهوا باليهود رواه الطبرانى..... واخذ منه جمع من الحنابلة انه سنة ولو كان يمشى بها فى الشوارع لان النبى ﷺ وصحبه كانوا يمشون بها فى طرق المدينة ثم يصلون بها قلت لكن اذا خشى تلويث فرش المسجد بها ينبغى عدمه وان كانت طاهرة..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

الجواب: بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ ان اوقات میں قرآن مجید پڑھنا بہتر نہیں ہے لیکن مکروہ بھی نہیں ہے﴿۱﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۴۷ جلد۵) . وھو الموفق

پھول بوٹوں کی رنگدار چادر یا کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث مسلم شریف کے مطابق جو پھول بوٹوں کی رنگدار چادر یا کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کراہت سے تنزیہی مراد ہے یا تحریمی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۲/ ذی القعدہ۱۳۸۹ھ

الجواب: فقہاء کرام نے اس پر تصریح نہیں کی ہے لیکن اس کے قریب اور مناسب (محراب وغیرہ کے منقش کرنے) پر تصریح کی ہے اور اس کے متعلق کراہت تنزیہی کا حکم دیا ہے (شامی ص ۶۱۶ جلد ۱)﴿۲﴾. فقط

(بقیہ حاشیہ) واما المسجد النبوی فقد کان مفروشا بالحصافی زمنہ ﷺ بخلافہ فی زماننا ولعل ذلک محمل ما فی عمدة المفتی من ان دخول المسجد متنعلا من سوء الادب تأمل.
(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۶ ۴۸ جلد ۱ مطلب فی احکام المسجد)

﴿۱﴾ قال فی الدرالمختار: ذکر الله من طلوع الفجر الی طلوع الشمس اولیٰ من قراءة القرآن وتستحب القراءة عند الطلوع اوالمغرب . قال ابن عابدین الشامی (قوله وتستحب الخ) کذاذکر فی المجتبیٰ المسئلة الاولیٰ ثم ذکر ھذه رامز البعض المشائخ فالظاهر انهما قولان فان الاولیٰ تفید استحباب الذکر دون القراءة وهو الذی تقدم فی کتاب الصلاة واقتصر علیه فی القنیة حیث قال الصلاة علی النبی ﷺ والدعاء والتسبیح افضل من قراءة القرآن فی الاوقات التی نهی عن الصلاةفیها.
(الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۳۰۰ جلد۵ فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحة)

﴿۲﴾ قال العلامةابن عابدین رحمه الله: (قوله لانه یلهی المصلی) ای فیخل بخشوعه من النظر الی موضع سجوده ونحوه وقد صرح فی البدائع فی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سٹیل کی چین والی گھڑی کے ساتھ نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک پیش امام ہے جس کے گھڑی کا چین (کڑا) سٹیل کا بنا ہوا ہے ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک بڑے عالم سے سنا ہے کہ سٹیل کے چین والی گھڑی کے ساتھ نماز مکروہ ہے آپ صاحبان مہربانی فرما کر وضاحت کریں کہ یہ کیوں مکروہ ہے اس کی کس چیز کے ساتھ مشابہت ہے نیز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: خلیل الرحمٰن بنوی.....۱۹۷۳ء/۲/۱۹

الجواب: واضح رہے کہ آہنی انگشتری کا پہننا مکروہ ہے ، لحديث ورد بذلک ﴿۱﴾ لیکن آہنی زنجیر کا جو بذات خود زیور نہیں ہے پہننا مکروہ نہیں ہے یہ بٹن اور میخ کے ساتھ مشابہ ہے ﴿۲﴾۔ فقط

فوٹو، تیلے کی ٹوپی اور ٹیرون کے کپڑوں میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ (۱) فوٹو کے ساتھ

(بقیه حاشیه) مستحبات الصلاة انه ينبغي الخشوع فيها ويكون منتهى بصره الى موضع سجوده. وكذا صرح في الاشباه ان الخشوع في الصلاة مستحب والظاهر من هذا ان الكراهة هنا تنزيهية فافهم.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۷ جلد ۱ مطلب في احكام المسجد)

﴿۱﴾ وعن بريدة ان النبي ﷺ قال لرجل عليه خاتم من شبه مالي اجد منک ريح الاصنام فطرحه ثم جاء وعليه خاتم من حديد.

(مشكواة المصابيح ص۳۷۸ جلد ۱ الفصل الثاني باب الخاتم)

﴿۲﴾ قال الحصكفي: وفي التتارخانية عن السير الكبير لا بأس بازرار الديباج والذهب وفيها عن مختصر الطحاوي لا يكره علم الثوب من الفضة ويكره من الذهب ، قالوا وهذا مشكل فقد رخص الشرع في الكفاف قد يكون من الذهب.

(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص۲۵۰ جلد۵ فصل في اللبس كتاب الحظر)

محبت کرنا کیسا ہے نیز تصویر مکمل یا نصف جیب میں پڑی ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟
(۲) خالص تیلے کی ٹوپی کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟
(۳) ریشمی کپڑوں کے علاوہ ٹیرون وغیرہ کے ساتھ نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل جلال اسلامیہ کالج پشاور ۱۹۷۴ء/۹/۱۰

الجواب: محترم المقام دامت برکاتکم! السلام علیکم کے بعد واضح رہے کہ (۱) فوٹو کے ساتھ محبت کرنا خفیف عقل کی علامت ہے اور فوٹو جب بٹوہ وغیرہ میں پوشیدہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی (شامی) ﴿۱﴾۔
(۲) خالص تیلے کی ٹوپی جب سونے یا چاندی سے بنی ہوئی ہو اور عرضاً چار انگشت سے (ایک جگہ پر) زائد ہو مطلقاً مکروہ ہے، نماز اور غیر نماز میں فرق نہیں ہے (شامی ص ۲۲۳ جلد ۵) ﴿۲﴾۔
(۳) کوئی کراہت نہیں ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله لا لمستتر بكيس او صرة) بان صلى ومعه صرة او كيس فيه دنانير او دراهم فيها صور صغار فلا تكره لاستتارها بحر ومقتضاه انها لو كانت مكشوفة تكره الصلاة مع ان الصغيرة لا تكره الصلاة معها كما يأتي لكن يكره كراهة تنزيه جعل الصورة في البيت نهر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۹ جلد ۱ قبيل مطلب الكلام على اتخاذ المسبحة باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: وفي الفتاوىٰ الهنديه يكره ان يلبس الذكور قلنسوة من الحرير او الذهب او الفضة او الكرباس الذي خيط عليه ابريسم كثير او شئ من الذهب او الفضة اكثر من قدر اربع اصابع. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۲۴۹ جلد ۵ فصل في اللبس)

باب ما یفسد الصلوٰۃ

قعدہ اولیٰ نہ کر کے کھڑے ہو کر واپس عود کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نمازی قعدہ اولیٰ نہ کر کے کھڑا ہوا اور پھر یاد ہو کر واپس عود کیا کیا نماز فاسد ہوئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن شہاب خیل لکی مروت

الجواب: ایسا کرنا مکروہ ہے لیکن محققین کے نزدیک مفسد صلوٰۃ نہیں ہے، کمافی شرح التنویر فلو عاد الی القعود وقیل لا تفسد لکنه یکون مسیئًا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه كما حققته الكمال وهو الحق بحر (هامش ردالمحتار ص۵۹۷ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

فاتح کا غلط لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام قرأت میں سہو ہوا لیکن فاتح نے اس سورۃ میں دوسری جگہ غلط فتحہ دیا، اور امام نے بھی فتحہ نہیں لیا، کیا فاتح کی نماز فاسد ہوگئی؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل منان

الجواب: فاتح کی نماز فاسد نہیں ہوتی، وهو الاصح قال فی الدر المختار بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح وآخذ بكل حال ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۵۰ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۴۶۰ جلد ۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

تین آیت پڑھنے کے بعد لقمہ لینا یا دینا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام نے تین آیت پڑھے پھر سہو ہو جائے اور رکوع کو نہیں گیا بلکہ مقتدی نے فتح دیا اور امام نے فتح لے لیا تو اس سے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۹/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اس صورت میں فتح لینا یا دینا مفسد صلوٰۃ نہیں ہے، کما فی الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۷۲ جلد ۱ بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا ای سواء قرء الامام قدر ماتجوز به الصلوٰة ام لا انتقل الی ایة اخری ام تکرر الفتح ام لا ﴿۱﴾ . وهو الموفق

نماز میں بار بار داڑھی کو ہاتھ لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بلا اختیار نماز میں اپنا ہاتھ داڑھی سے لگا تا ہے کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض محمد بلوچستانی

الجواب: اگر ایک شخص ایک رکن میں لگاتار تین دفعہ یہ فعل کرے تو نماز فاسد ہوگی، قال فی الفیض الحک بید واحدة فی رکن ثلاث مرات یفسد الصلاة ان رفع یده فی کل مرة (ردالمحتار ص ۵۹۹ جلد ۱) ﴿۲﴾ وبمعناه فی الهدایه ص ۱۰۹ جلد ۱ ﴿۳﴾ قلت ولم یفرقوا بین العمد وغیره. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۲۰ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۴۳ جلد ۱ مطلب فی الکراهة التحریمی والتنزیهی باب مایفسد صلاة ومایکره فیها)

﴿۳﴾ قال المرغینانی: اما فساد الصلاة فبالعمل الکثیر، قال...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بعض آیات کوچھوڑ کر دوسری آیات شروع کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پیش امام صاحب نماز پڑھا رہا تھا، اور مثل الذين حملوا التوراة ثم لم يحملوها كمثل الحمار يحمل اسفارا (سورة جمعه) پڑھ رہا تھا، پھر بئس مثل القوم الذين کے بعد آیت قل يايها الذين هادو ان زعمتم کی بجائے ياايها الذين آمنوا اذا نودى للصلوٰة من يوم الجمعة الخ پڑھا، کیا نماز فاسد ہوئی ؟اگر فاسد ہوئی تو کس وجہ سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ سیاح ہوش سلیم خان صوابی.....۱۳/ اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: اس صورت میں بعض آیات کا ترک ہے اور انتقال ہے دوسری آیت کو اور کوئی تغیر فاحش واقع نہیں ہوئی ہے، لہٰذا ضابطہ کی بنا پر نماز فاسد نہ ہوگی (ماخوذ از كبيرى ، هنديه) ﴿ ۱ ﴾. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) ابن الهمام: او نتف ثلاث شعرات بمرات اوحك ثلاثا فى ركن يرفع يده كل مرة...... تفسد. (هدايه مع فتح القدير ص ۳۵۲ جلد ۱ باب ما يفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿ ۱ ﴾ قال العلامة الحلبى: وكذا لو انتقل الىٰ آية اخرى من تلك السورة وترك بينهما شيئا لان فيه اعراضاعما شرع فيه وايهام تفضيل غيره عليه واما اذا كان عذر كان حصر عما بعد تلك الاية قبل ان يتم سنة القرأة فلا يكره الانتقال الى آية اخرى من تلك او من غيرها هذا اذا انتقل قصدا فان انتقل من غير قصد ثم تذكر ينبغى ان يعود ذكره فى القنية وان لم يتذكر فلا كراهة ايضا لعدم القصد.

(غنية المستملى المعروف بالشرح الكبيرى ص ۳۵۰ فصل فى بيان ما يكره فى الصلاة)

وفى الهنديه: لوذكر اية مكان آية ان وقف وقفاتاما ثم ابتدأ باية اخرىٰ او ببعض آية لا تفسد...... اما اذا لم يقف ووصل ان لم يغير المعنى...... لا تفسد اما اذا غير المعنىٰ...... تفسد عند عامة علمائناوهو الصحيح.

(فتاوىٰ عالمگيريه ص ۸۱ جلد ۱ الفصل الخامس فى زلة القارى)

بلاضرورت شرعی نماز توڑنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص گھر میں نماز پڑھ رہا ہے اسی اثناء میں باہر سے کوئی آواز دے، لیکن اس وقت یا تو گھر میں کوئی موجود نہ ہو یا مستورات موجود ہیں لیکن غیر محرم ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکیں، اس صورت میں فرض نماز پڑھنے والا اسلام پھیر کر یعنی نماز کو توڑ کر جواب دے یا نماز پوری کر کے بعد میں جواب دے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالحمید ایس وی درازندہ ڈی آئی خان..... ۱۹۷۳/۲/۱۴ء

الجواب: نماز کو بلاضرورت شرعی فاسد کرنا حرام ہے ﴿۱﴾ قال الله تعالیٰ لا تبطلوا اعمالکم الاية ﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز کے دوران زلزلہ آنے پر کیا کریں؟

سوال: لوگ کمرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اسی دوران زلزلہ آئے، تو نماز کے درمیان کمرے سے باہر جائیں گے یا نماز پوری کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل فراز مصری بانڈہ نوشہرہ.....۸/ فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر زلزلہ شدید ہو جس سے آبادی گرنے کا ظن غالب ہو تو نماز کا قطع کرنا ضروری ہوگا، ورنہ جائز ہوگا، ونظيره قطع الصلوٰة خشية سقوط الاعمىٰ (فليراجع الى مراقى الفلاح على هامش الطحطاوى ص ۳۲۴) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه شرنبلالى: والاصل ان نقض العبادة قصداً بلا عذر حرام لقوله تعالىٰ ولا تبطلوا اعمالكم. (امداد الفتاح ص ۴۹۵ باب ادراک الفریضة مع الامام وغيره)

﴿۲﴾ (سورة محمد پاره: ۲۶ آیت: ۳۳ رکوع: ۸)

﴿۳﴾ قال العلامه حسن بن عمار بن على الشرنبلالى: (و) يجوز قطعها لخشية (خوف) من (ذئب) ونحوه (على غنم) ونحوها (او خوف تردى) اى..... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نماز کی حالت میں زور سے حق اللہ یا ھو اللہ کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز کے دوران میں بلند آواز سے کہہ دے حق اللہ یا ھو اللہ، بعد میں یہ شخص کہدے کہ میں نے مجبوراً حالت وجد میں یہ کہا ہے اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ مانسہرہ......۱۴۰۳ھ

الجواب: اگر اس نمازی نے یہ الفاظ ہوش کی حالت میں کہے ہوں تو اس کی نماز درست ہے ﴿۱﴾ اگر بے ہوشی کی حالت میں کہے ہو تو بے ہوشی کی وجہ سے اس کا وضو اور نماز دونوں فاسد ہیں ﴿۲﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) سقوط (اعمیٰ) او غیره مما لا علم عنده (فی بئر ونحوه) کحفیرة وسطح واذا غلب علی الظن سقوطه وجب قطع الصلاة ولو فرضاً.

(مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی ص ۲۰۴ قبیل باب الوتر واحکامه)

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله فبسمل) یشکل علیه ما فی البحر لو لدغته عقرب او اصابه وجع فقال بسم الله قیل تفسد لانه کالانین وقیل لا لانه لیس من کلام الناس وفی النصاب وعلیه الفتویٰ وجزم به فی الظهیریة وکذا لو قال یارب کما فی الذخیرة.

(ردالمحتار ص ۴۵۹ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: وینقضه اغماء ومنه الغشی وجنون وسکر (قوله وینقضه اغماء) هو کما فی التحریر آفة فی القلب او الدماغ تعطل القوی المدرکة والمحرکة عن افعالها مع بقاء العقل مغلو بانهر، (قوله ومنه الغشی) بالضم والسکون تعطل القوی المحرکة والحساسة لضعف القلب من الجوع او غیره قهستانی زاد فی شرح الوهبانیة بفتح فسکون وبکسرتین مع تشدید الیاء وکونه نوعا من الاغماء موافق لما فی القاموس وحدود المتکلمین قال فی النهر الا ان الفقهاء یفرقون بینهما کالاطباء ای بانه ان کان ذلک التعطل لضعف القلب واجتماع الروح الیه بسبب......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

درود ودعا پڑھتے وقت متابعت امام ضروری ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ التحیات پڑھنے کے بعد مقتدی درود یا دعا پڑھنے میں مصروف ہے اتنے میں امام سلام پھیرتا ہے تو مقتدی امام کی سلام میں متابعت کرے یا درود دعا پورا کرے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبدالسلام چترال......۱۹۸۶ء/۵/۲۰

الجواب: متابعت امام ضروری ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

پانچویں رکعت کیلئے سہواامام کے قیام پر مسبوق کی نماز کا حکم اور عورت کی محاذاۃ کا مسئلہ

سوال: امدادالفتاویٰ میں ہے''امام چوتھی رکعت پر قعدہ کر کے یا بغیر قعدہ کے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا ہوتو اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے اگر وہ لوٹ آوے تو اس کے ساتھ سلام تک رہے ورنہ نماز اپنی پوری کرلے اور اگر وہ چوتھی پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے اگر پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے لوٹ آوے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہے'' امداد الفتاویٰ.

(الف) عبارت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام چوتھی رکعت پر بیٹھ کر یا بغیر بیٹھے پانچویں کیلئے کھڑا ہوگیا ہے تو دونوں صورتوں میں مسبوق اس کا اتباع نہ کرے بلکہ خاموش بیٹھا رہے، اگر وہ پانچویں رکعت

(بقیہ حاشیہ) بخنقه فی داخله فلایجد منفذا فهو الغشی وان لامتلاء بطون الدماغ من بلغم فهو الاغماء ثم لما کان سلب الاختیار فی الاغماء اشد من النوم کان ناقضاء علی ای هیئة کان بخلاف النوم اسمعیل.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۱۰۲ جلد ۱ بعید مطلب نوم الانبیاء غیر ناقض)

﴿۱﴾ وفی الهندیه: ولو سلم الامام قبل ان یفرغ المقتدی من الدعاء الذی یکون بعد التشهد او قبل ان یصلی علی النبی ﷺ فانه یسلم مع الامام.

(فتاویٰ هندیه ص ۹۰ جلد ۱ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لا یتابعه)

کے سجدہ سے پہلے لوٹ آئے، تو اس کے (ساتھ سجدہ سہو کر کے) آخری سلام شروع ہونے پر کھڑا ہو جائے، اور اپنی نماز پوری کر لے کیا یہ مطلب صحیح ہے؟

(ب) جبکہ مسبوق امام کا ساتھ چھوڑ کر اپنی نماز پوری کر سکتا ہو تو اس کے نماز پوری کر لینے کے دوران یا بعد میں امام کی وہ نماز فاسد ہو جائے یا فرض کی بجائے نفل ہو جائے تو کیا اس مسبوق کی فرض نماز درست رہے گی؟

(ج) اگر امام (قعدہ اخیر کر کے کھڑا ہونے کی صورت میں) پانچویں رکعت پڑھ کے اور سجدہ سہو کر کے نماز ختم کرے، تو کیا امام کی اور اس کے مسبوق کی فرض نماز درست ہو جائے گی، بہشتی زیور باب مفسدات میں لکھا ہے، کہ اگر سجدہ میں جاتے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی نماز جاتی رہے گی، لیکن متعدد فتاویٰ سے معلوم ہوا کہ عورت اور مرد کے قدم کے علاوہ کسی اور عضو کے برابر ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (مرد و عورت کے قدم کا کوئی حصہ دوسرے کے قدم کے محاذی ہو جائے تب نماز فاسد ہوتی ہے) پس اگر عورت مرد کے قدم سے پیچھے کچھ ہٹ کے نماز میں شامل ہوئی اگرچہ عورت کے بعض اعضاء رکوع اور سجود کی حالت میں مرد کے قدم یا کسی اور عضو کے محاذی ہو جائیں تو اس سے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی (شامی)۔

(۲)......(الف) ان دونوں میں سے کونسا قول راجح ہے؟ (ب) اگر نماز با جماعت پڑھتے ہوئے مرد کے کسی عضو کے ساتھ عورت کے کسی عضو کی مقدار رکن لگ جانے سے شہوت پیدا ہو جائے تو نماز فاسد ہوگی یا مکروہ؟ (ج) اور اگر رکن بھر سے کم لگے تب کیا حکم ہے مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق محلّہ قطب الدین راولپنڈی شہر......۱۹۷۲ء/۱۰/۲۱

الجواب: (۱) (الف) یہ مطلب درست ہے لیکن مسبوق کے ساتھ مختص نہیں ہے ہر مقتدی کیلئے یہی حکم ہے، کما لا یخفیٰ علی من راجع الی ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ۱ باب السہو لانہم عبروا بالقوم فافہم.

(ب) اگر نماز فرض کی بجائے نفل ہوئی تو مسبوق کی نماز درست نہیں اور اگر خامس کے سجدہ سے پہلے عود کیا تو نماز درست ہے ﴿۱﴾ اگر نماز میں قعدہ کے بعد مرتد ہوا تو نماز درست ہے ﴿۲﴾ فلیراجع الی ردالمحتار ص۴۹۷، ۴۹۸ جلد ۱ باب الامامۃ. (ج) ان کی نماز فاسد نہیں ہے (ردالمحتار ص ۵۰۲ جلد ۱ ﴿۳﴾.

(۲)......(الف) راجح قول یہ ہے کہ عورت کا قدم جب مرد کے کسی عضو کے ساتھ محاذی ہو جائے تو نماز

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله ان بعد القعود) اى قعود الامام القعدة الاخيرة (قوله والا) اى وان لم يقعد وتابعه المسبوق لا تفسد صلاته لان ماقام اليه الامام على شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فان قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا فان ضم اليها سادسة ينبغي للمسبوق ان يتابعه ثم يقضي ما سبق به وتكون له نافلة كالامام
(ردالمحتار ص۴۴۳ جلد ۱ قبيل باب الاستخلاف)
قال ابن نجيم: وان لم يقعد لم تفسد حتى يقيد الخامسة بالسجدة فاذا قيدها بالسجدة فسدت صلاة الكل. (البحر الرائق ص۳۷۸ جلد ۱ باب الحدث فى الصلوٰة)
﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: ان صلاة الامام متضمنة لصلاة المقتدى ولذا اشترط عدم مغاير تهما فاذا صحت صلاة الامام صحت صلاة المقتدى الا لمانع آخر واذا فسدت صلاته فسدت صلاة المقتدى لانه متى فسد الشئ فسد ما فى ضمنه...... (قوله او فاقد شرط) وقيدنا ظهور البطلان بفوات شرط او ركن اشارة الى انه لوطرأ المفسد لا يعيد المقتدى فى صلاته كما لو ارتد الامام او سعى الى الجمعة بعد ماصلى الظهر بجماعة وسعى هو دونهم فسدت صلاته فقط...... ومثله لو سلم القوم قبل الامام بعد ما قعد قدر التشهد ثم عرض له واحد منها فانها تبطل صلاته وحده وكذا اذا سجد هو للسهو ولم يسجد القوم ثم عرض له ذلک كما فى البحر فهذه جملة مسائل تفسدفيها صلاة الامام مع صحة صلاة المؤتم ولا تنتقض القاعدة السابقة بذلک لان هذا الفساد طارئ على صلاة الامام بعد فراغ الامامة فلا امام ولا مؤتم فى الحقيقة. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۳۸ جلد ۱ مطلب المواضع التى تفسد صلاة الامام دون الموتم)
﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وخصه الزيلعى) حيث قال المعتبر فى المحاذاة الساق والكعب فى الاصح وبعضهم اعتبر القدم ......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

فاسد ہوگی، فلیراجع الی ردالمحتار ص ۳۸۵ جلد ۱ ﴿۱﴾.

(ب) صرف شہوت مفسد نہیں ہے جب تک باقاعدہ محاذات موجود نہ ہوئی ہوں ﴿۲﴾ البتہ قصداً ارادۃً شہوت پیدا کرنا مکروہ ہے اور قواعد سے کراہۃ تنزیہ معلوم ہوتا ہے (لانه من المبادی) خواہ مقدار رکن ہو یا کم ہو۔ فقط

حالت جنگ میں سائرن بجنے پر نماز یا خطبہ چھوڑ کر خندق میں گھسنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فضائی حملے کا سائرن نماز کے وقت بج جائے تو نماز کو پوری کریں گے یا خندق میں بچاؤ کیلئے گھس جائیں گے، نیز اگر امام جمعہ کے دن وعظ کررہا ہو اور خطرہ کا سائرن بج جائے تو وعظ سنیں گے یا خندق میں جائیں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عطاء محمد کلرک آفس آف دی انجنیئر ملاکنڈ ایجنسی

(بقیہ حاشیہ) فعل قول البعض لو تاخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متأخرا عن ساقه وکعبه وعلى الاصح لا تفسد وان کان بعض قدمها محاذیا لبعض قدمه ...... المحاذاة ان یحاذی عضو منها عضوا من الرجل حتی لو کانت المرأة على الظلة ورجل بحذائها اسفل منها ان کان یحاذی الرجل شیأ منها تفسد صلاته...... لان المراد بقوله ان یحاذی عضو منها هو قدم المرأة لا غیر فان محاذاة غیر قدمها لشئ من الرجل لا یوجب فساد صلاته. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبیل مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی وحده)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: المحاذاة ان یحاذی عضو منها عضوا من الرجل حتی لو کانت المرأة على الظلة ورجل بحذائها اسفل منها ان کان یحاذی الرجل شیئا منها تفسد صلاته وانما عین هذه الصورة لتکون قدم المرأة محاذیة للرجل .
(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۴۲۳ جلد ۱ قبیل مطلب الواجب کفایة هل یسقط الخ)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین : (قوله لانه فی المرأة غیر معلول بالشهوة) ای لیست علة الفساد الشهوة ولذا افسدنا بالعجوز الشوهاء وبالمحرم کامه وبنته واما عدم الفساد فیمن لم تبلغ حد الشهوة کبنت سبع فلقصورها عن درجة النساء فکان الامر بتأخیر هن غیر شامل لها ظاهراً هذا ما ظهر لی فتامله. (ردالمحتار ص ۴۲۶ جلد ۱ مطلب الواجب کفایة هل یسقط بفعل الصبی)

الجواب: قال اللہ تعالیٰ : لا تبطلوا اعمالکم﴿۱﴾ اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا فاسد کرنا (بلاضرورت شرعی) حرام ہے﴿۲﴾ اور چونکہ تجربہ سے معلوم ہے کہ سائرن بجنے کے باوجود کبھی حملہ نہیں ہوتا ہے اور اگر حملہ ہوتا بھی ہے تو غالباً اڈہ وغیرہ سرکاری وفوجی مقامات پر ہوتا ہے، للہٰذا محض خطرہ اوراحتمال کی وجہ سے نماز اور خطبہ سے جانا جائز نہیں ہے۔ بے شک وعظ (جو کہ خطبہ سے پہلے ہوتا ہے) کے وقت اٹھنا اور خندق میں لیٹ جانا جائز ہے کیونکہ وعظ سننا مستحب ہے۔ وھو الموفق

نماز میں تنحنخ (کھنکھارنے) کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ نماز میں تنحنح کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: از مدرسہ اسلامیہ منہاج العلوم ترناب

الجواب: جس تنحنح سے حروف پیدا نہ ہوتو وہ مفسد نہیں ہے اور جس سے حروف پیدا ہوں تو بلاضرورت مفسد ہے، اور عند الضرورت مباح ہے، کما فی فتح القدیر﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (پارہ: ۲۶ سورۃ محمد آیت: ۳۳ رکوع ۷)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن الھمام: (ضرورة صیانته) ای المؤدی یفید ان الملاحظ لزومه او لا صیانة المؤدی الواقع قربة عن البطاله لان مورد النص قال تعالیٰ ولا تبطلوا اعمالکم وھو اعم من ابطالها قبل اتمامها بالافساد او بعده بفعل ما یحبطه ونحوه فلذلک لزم الاتمام بقی ان یقال ان لزوم الاتمام ھل یستلزم شرعا القضاء بتقدیر عدمه الخ. (فتح القدیر ص ۳۹۶ جلد ۱ فصل فی القرأة)

﴿۳﴾ (وان تنحنح بغیر عذر) بان لم یکن مدفوعا الیه (وحصل به الحروف ینبغی ان یفسد عندهما وان کان بعذر فهو عفو کالعطاس) .قال ابن الهمام: (قوله ینبغی) انما لم یجزم بالجواب لثبوت الخلاف فیما اذا لم یکن مدفوعا له بل فعله لتحسین الصوت فعند الفقیه اسمعیل الزاهد تفسد وعند غیره لا وھو الصحیح لان ما للقراء ة ملحق بها وکذا لو تنحنح للاعلام انه فی الصلاة ولو نفخ مسموعا فسدت واختلف فی معنی المسموع فالحلوانی وغیره ما یکون له حروف کاف تف تفسد والا فلا تفسد وبعضهم لا یشترط الحروف الا فی الفساد بعد کونه مسموعاً والیه ذهب شیخ الاسلام وعلی ھذا لو نغر طائراً او دعاه بما ھو مسموع.
(ھدایه مع فتح القدیر ص ۳۴۶،۳۴۷ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

کعبہ کے درمیان محاذات المرأۃ (عالمگیری کی عبارت کی وضاحت)

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں وہ کونسی صورت ہے جس میں عورت ساتھ آ کرکھڑی ہوتو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے،اس میں محاذات کا مفہوم یعنی آمنے سامنے اور مقابل ایک دوسرے کی طرف منہ ہونا یا امام کے منہ کے سامنے عورت کا پیٹھ ہو جانا مراد ہے یا عورت کا ساتھ برابر دائیں یا بائیں کھڑا ہو جانا ہے نہ آگے نہ پیچھے،عبارت ذیل کے مفہوم کے مطابق جس صورت میں امام کی نماز ٹوٹ جاتی ہے اس کا محل کیا ہے؟ ولو قام الامام فی الکعبة وتحلق المقتدون حولها جاز اذا کان الباب مفتوحا کذا فی التبیین، وان وقفت امرأة بحذاء الامام ونوی الامام امامتها فان استقبلت الجهة التی استقبلها الامام فسدت صلوته وان استقبلت الجهة الاخریٰ لا تفسد، کذا فی الظهریة، غالباً اس صورت میں تو آمنے سامنے مقابل ایک دوسرے کی طرف منہ ہونے کا مفہوم تو ہوسکتا ہے کہ دروازہ کعبہ کا کھلا ہے مگر ساتھ اور برابر دائیں بائیں کا مفہوم نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ امام کعبہ کے اندر ہے اور مقتدی باہر ہیں اس عبارت کا درست ترجمہ ومطلب کیا ہوگا۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: مجلس منتظمہ اشاعت فتاویٰ ہندیہ سہگل ضلع جہلم......۱۹۷۰ء/۵/۱۷

الجواب: محاذات مفسدہ تین صورتوں میں شامل ہیں، دائیں طرف بلافصل، بائیں طرف بلافصل، سامنے یا بالمقابل (شامی) یعنی اتحاد استقبال کے وقت اور کعبہ کے درمیان اختلاف جہت موجود ہے لہٰذا یہ محاذات مفسدہ نہیں ہے (فلیراجع الی ردالمحتار ص ۵۳۸ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور یہ حکم کعبہ کے درمیان تینوں صورتوں میں یکساں ہے، کیونکہ عورت بھی کعبہ کے درمیان میں ہے لیکن اس کی جہت مخالف ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدین رحمه الله : (تنبیه) اعترض فی البحر تفسیر المحاذاة بما ذکرنا الزیلعی بانه قاصر لانه لا یشمل التقدم وقد صرحوا بان المرأة......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاؤڈ سپیکر پر نماز وخطبہ اور ایذاء کی صورت میں تلاوت وغیرہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز جمعہ اور خطبہ اور حفاظ کرام کا بعض اوقات میں تلاوت اور ختم قرآن وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ ضرورت بھی ہو اس کے بغیر آواز نہیں سنی جاسکتی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالغنی مردان......۱۲/ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

الجواب: لاؤڈ سپیکر پر نماز وخطبہ پڑھنا بذات خود نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے، ولیس فیه التعلم من خارج الصلوٰۃ بل هذه الآلة واسطة ليعرف حال الامام ونظيره مارواه ابوداؤد وغيره من تعرف بعض الصحابة انقضاء صلاة النبی ﷺ بتكبير الصفوف الاول ﴿۱﴾.

البتہ عوارض خارجیہ مثلاً تصادم اصوات، ایذاء وغیرہ وجوہات کی وجہ سے ممنوع ہوگا، یدل علیه ما فی ردالمحتار ص۶۱۸ جلد ۱ قال اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الجماعة فی المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قاری فافهم ﴿۲﴾.

نوٹ:......جس شخص کو ٹیلی ویژن وغیرہ کی آواز نشر کرنے پر اعتراض نہ ہو تو اس کا اعتراض قابل اعتراض ہے۔ وهو الموفق

(بقیه حاشیه) الواحدة تفسد صلاة ثلاثة اذا وقفت فی الصف من عن يمينها ومن عن يسارها ومن خلفها فالتفسير الصحيح للمحاذاة المفسدة ان تقوم بجنب الرجل من غير حائل او قدامه واجاب فی النهر بان المرأة انما تفسد صلاة من خلفها اذا كان محاذيالها.

(ردالمحتار ص۴۲۳ جلد ۱ باب الامامة مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبی)

﴿۱﴾ عن عبد الله بن عباس قال كان يعلم انقضاء صلوة رسول الله ﷺ بالتكبير.

(سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التكبير بعد الصلوٰۃ)

﴿۲﴾ (ردالمحتار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذكر فی المساجد)

نماز وخطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے

سوال: جمعہ وعیدین اور خطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
المستفتی: حافظ حبیب الرحمٰن قریشی پھگواڑی راولپنڈی......۲۷/ دسمبر ۱۹۷۹ء

الجواب: نماز اور خطبہ میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال کرنا بذات خود جائز ہے خواہ اس آلہ سے اصل آواز کا بلند ہونا حقیقت ہو یا اس سے عکس سنا جاتا ہو﴿۱﴾۔ اما على التقدير الاول فالامر ظاهر واما على التقدير الثانى فلانها واسطة لتعرف حالات الامام لا انها يؤتم به ونظيره مارواه ابوداؤد عن ابن عباس رضى الله عنهما انهم كانوا لا يعرفون انقضاء الصلوٰة الا بالذكر فافهم﴿۲﴾ البتہ اگر تصادم کی وجہ سے اشتباہ کا خطرہ ہو تو اجتناب ضروری ہے﴿۳﴾۔ وهو الموفق

میدان جہاد میں سواری پر نماز پڑھ کر اعادہ نہیں کیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میدان جنگ وجہاد

﴿۱﴾ لاؤڈ سپیکر کے متعلق اہل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ لاؤڈ سپیکر کی آواز متکلم ہی کی آواز ہوتی ہے جو اس آلہ کے ذریعہ قوی ہو جاتی ہے عکس اور صدائے بازگشت میں آواز ٹکرا کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جبکہ لاؤڈ سپیکر میں وہی آواز ضعیف سے بلند بن جاتی ہے اور اس میں دو آوازیں نہیں سنائی جاتی۔
(وللتفصيل فليطالع امداد الفتاوىٰ ص ۵۸۲ تا ۶۰۸)......(از مرتب)

﴿۲﴾ ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت للذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان ذلك على عهد رسول الله ﷺ وان ابن عباس قال كنت اعلم اذا انصرفوا بذلك واسمعه.
(سنن ابى داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التكبير بعد الصلوٰة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً على ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ.
(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فى رفع الصوت بالذكر)

میں دشمن کے مقابلہ میں (اترنے کی سہولت نہ ہونے پر) سواری پر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے تو پھر اس نماز کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ ای ۲۳۶ راولپنڈی......۲/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: اعادہ نہیں ہے (هندیه ص ۱۶۵ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

قالین پر صلیب کی شکل کے اوپر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس قالین یا دری پر صلیب کی شکل موجود ہو (+) اس پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی زلمے خان ابوظہبی الامارات العربیۃ المتحدہ......۳۰/۵/۱۴۰۱ھ

الجواب: یہ شکل کشیدہ شکل صلیبی ہے اس کا بنانا بہر حال مکروہ ہے مگر اس پر کھڑے ہو کر نماز مکروہ نہیں ہے، البتہ صلیب اور تصویر پر سجدہ کرنا مکروہ ہے، لما فی الهندیه وفی البساط روایتان والصحیح انه لا یکره علی البساط اذا لم یسجد علی التصاویر ﴿۲﴾ ص ۱۱۳ جلد ۱ وفی ردالمحتار ص ۶۰۶ جلد ۱ والظاهر انه یلحق به الصلیب وان لم یکن تمثال ذی روح ﴿۳﴾ قلت والیه میلان الامام البخاری ﴿۴﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: فان اشتد الخوف صلوا رکبانا فرادی یومون بالرکوع والسجود الی ای جهة شاؤا اذا لم یقدرو علی التوجه الی القبلة کذا فی الهدایه...... ولا یصلون بجماعة رکبانا الا ان یکون الامام والمقتدی علی دابة فیصح اقتداء المقتدی به واذا صلی بالایماء لم تلزمه الاعادة . (فتاویٰ هندیه ص ۱۵۶ جلد ۱ الباب العشرون فی صلاة الخوف)

﴿۲﴾ (فتاویٰ هندیه ص ۱۰۷ جلد ۱ الفصل الثانی فیما یکره الصلاة ومالا یکره)

﴿۳﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۷۹ جلد ۱ مطلب مکروهات الصلاة)

﴿۴﴾ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے صحیح البخاری کے ابواب وتراجم کو ایک دقیق نظر سے مدون فرمائے ہیں اور اس لئے کہا جاتا ہے، ان فقه البخاری فی تراجمه، یعنی آپ نے فقہ،...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں زبان سے بے اختیار جل جلالہ او ﷺ کا نکلنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے اندر کسی سے اللہ کا نام سن کر جل جلالہ یا حضور ﷺ کا نام سن کر ﷺ جواباً نہیں بلکہ بے اختیار زبان سے نکل جائے تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ایف ۲۸۷ نشتر آباد......۱۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: جب جواباً نہ ہو تو مفسد نہیں ہے ﴿۱﴾ الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۱۸ جلد ۱ اور کراہت کے متعلق تصریح نہیں ملی، لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اضطراراً ہو، تو کراہت نہیں ہے اور اگر ارادتاً ہو (ارادہ تعظیم) تو کراہت تحریمی ہے ﴿۲﴾ (لکونه منویا للاستماع). فقط

(بقیہ حاشیہ) اصول، علم کلام وغیرہ مختلف علوم اس میں جمع کئے ہیں، مطلب یہ کہ فقہی لحاظ سے جو مسائل آپ نے اختیار کئے ہیں آپ کے ابواب وتراجم سے ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح ان مسائل سے نشان صلیب کو تصویر کے حکم میں داخل کرنا بھی ہے اور حدیث میں صلیب کا ذکر نہیں ہے اور ترجمۃ الباب میں ذکر فرمایا ہے، ولذا قال سیدی وشیخی المفتی اعظم مفتی محمد فرید دامت بر کاتهم ، واليه ميلان الامام البخاری حيث قال: باب ان صلی فی ثوب مصلب او تصاویرهل تفسدصلاته وما ينهى من ذلک.
(صحيح البخاری ص ۵۴ جلد ۱ کتاب الصلوٰۃ)......(ازمرتب)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: سمع اسم الله تعالیٰ فقال جل جلاله او النبی ﷺ فصلى عليه او قرأة الامام فقال صدق الله ورسوله تفسد ان قصد جوابه.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۴۵۹ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين : (قوله تفسد ان قصد جوابه) ذكر فی البحر انه لو قال مثل ماقال المؤذن ان اراد جوابه تفسد وكذا لو لم تكن له نية لان الظاهر انه اراد به الاجابة وكذلک اذا سمع اسم النبی ﷺ فصلى عليه فهذا اجابة، ويشكل على هذا كله مامر من التفصيل فيمن سمع العاطس فقال الحمد لله تامل واستفيد انه لو لم يقصد الجواب بل قصدالثناء والتعظيم لا تفسد لان نفس تعظيم الله تعالیٰ والصلاة على نبيه ﷺ لا ينافی الصلاة كما فی شرح المنية.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۵۹ جلد ۱ قبيل مطلب فی التشبه باهل الكتاب)

نمازی پرناپاک پرندہ یا بچہ کا بیٹھ جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نماز پڑھنے والے کے جسم پر کوئی پرندہ یا بچہ بیٹھ جائے اور اس پر مفسد نماز کی مقدار پر نجاست لگی ہو تو کم از کم کتنی دیر بیٹھنے سے نماز فاسد ہوگی کیونکہ بیٹھنے کے بعد پرندہ یا بچہ ہٹ بھی سکتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی ۱۹۶۹ء/ ۹/ ۱۷

الجواب: پرندہ کے بیٹھنے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم، پاک ہو یا ناپاک ہو، اور بچہ جب پکڑنے کے بغیر بھی نہیں گرتا ہو، تو پھر بھی یہی حکم ہے اور اگر اتنا چھوٹا ہو کہ بغیر پکڑنے کے گرتا ہو تو اگر اس کا بدن پاک ہو تو تب بھی یہی حکم ہے اور اگر ناپاک ہو تو مقدار رکن سے کم مضر نہیں اور مقدار رکن یا زائد مفسد صلوٰۃ ہے، ملاحظہ ہو (عالمگیری ص ۶۵ جلد ۱) ﴿۱﴾ ویدل علیه حدیث حمل امامة بنت زینب ﴿۲﴾. فقط

نمازی کے بدن پرناپاک کتے اور ناپاک پرندہ کے بیٹھنے سے فساد نماز میں باریک فرق

سوال: محترم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بعد از اداب آں کہ جواب گرامی

﴿۱﴾ وفی الهندیه اذا وضع فی حجر المصلی الصبی الغیر المستمک وعلیه نجاسة مانعة ان لم یمکث قدر ما امکنه اداء رکن لا تفسد صلاته وان مکث تفسد بخلاف ما لو استمسک وان طال مکثه وکذا الحمامة المستنجسة اذا جلست علیه هکذا فی الخلاصه وفتح القدیر. (فتاوی عالمگیریه ص ۶۳ جلد ۱ قبیل استقبال القبلة)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد امین ابن عابدین: قد ورد فی الصحیحین وغیرهما عن ابی قتادة ان النبی ﷺ کان یصلی وهو حامل امامة بنت زینب بنت النبی ﷺ فاذا سجد وضعها واذا قام حملها، وقد اجیب عنه باجوبة منها ما ذکره الشارح انه منسوخ بما ذکره من الحدیث وهو مردود بان حدیث ان فی الصلاة لشغلا کان قبل الهجرة وقصة امامة بعدها ومنها مافی البدائع انه ﷺ لم یکره منه ذلک لانه کان محتاجا الیه لعدم...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

موصول ہوکر باعث انبساط ہوا، اب ایک اور اشکال ہے اور وہ یہ کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی افاضات میں ہے۔ (بہشتی زیور یا امداد الفتاویٰ میں ماخوذ از شرح تنویر ورد المحتار) کہ اگر نماز پڑھنے والے کے جسم پر کتا بیٹھ جائے اور اس کے منہ سے لعاب نہ نکلتا ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی، ادھر جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ پرندہ اگر ناپاک بھی نمازی پر بیٹھ جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی (از عالمگیری) اب سوال یہ ہے کہ جب کتے کے منہ سے لعاب نکلتا ہو یعنی ناپاک کتے سے جب نماز فاسد ہوسکتی ہے تو ناپاک پرندہ سے کیوں فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ دونوں جانور ہیں پرندہ اور کتے میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق مکتبہ اسلامیہ نشتر آباد راولپنڈی

الجواب: چونکہ کتا بغیر پکڑنے کے بدن پر متمسک ہوتا ہے لہٰذا پرندے اور کتے کے حکم میں اور کوئی فرق نہیں ہے صرف یہ فرق ہے کہ کتے کے منہ سے جب لعاب نکلتا ہو تو نمازی کا بدن یا کپڑا ضرور ناپاک ہوگا جو کہ مفسد نماز ہے، ورنہ کتا پاک ہو یا ناپاک بدن پر اس کا بیٹھنا مضر نہیں ہے (صرح به فی ردالمحتار ص ۱۹۲ جلد ۱)﴿۱﴾. فقط

(بقیه حاشیه) من یحفظها او للتشریع بالفعل ان هذا غیر مفسد ومثله ایضا فی زماننا لا یکره لو احد منا فعله عند الحاجة اما بدونها فمکروه، وقد اطال المحقق بن امیر حاج فی الحیلة فی هذا المحل ثم قال ان کونه للتشریع بالفعل هو الصواب الذی لا یعدل عنه کما ذکره النووی فانه ذکر بعضهم انه بالفعل اقویٰ من القول ففعله ذلک لبیان الجواز وان الادمی طاهر و مافی جوفه من النجاسة معفو عنه لکونه فی معدته وان ثیاب الاطفال واجسادهم طاهرة حتی تحقق نجاستها وان الافعال اذا لم تکن متوالیه لا تبطل الصلاة فضلا عن الفعل القلیل الی غیر ذلک.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۸۳ جلد ۱ قبیل مطلب فی احکام المسجد)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله ولا صلاة حامله) قال فی البدائع قال مشایخنا من صلی وفی کمه جرو تجوز صلاته وقیده الفقیة ابو جعفر الهندوانی بکونه مشدود الفم، وفی المحیط صلی ومعه جر وکلب او مالا یجوز الوضوء بسؤره قیل لم یجز والاصح انه ان کان فمه مفتوحا لم یجز لان لعابه یسیل فی کمه...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز میں بے اختیار منہ سے بعض الفاظ کا نکلنا اور رونا

سوال: حضرت الشیخ المحدث الفقیہ حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص بوجہ عشق ومحبت بلا اختیار منہ سے یہ الفاظ نکالے کہ ''یاالٰہی تو میرا ہے'' یا یہ الفاظ کہہ دے ''یاصرف میرے اللہ'' یہ الفاظ کہنا کیسا ہے؟

(۲) اگر کوئی شخص نماز میں خوف کی وجہ سے روئے یا رونے کی آواز نکالے یا منہ سے ''یااللہ'' کی آواز نکالے کیا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت کریم ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ...... یکم ذالحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: (۱) اگر مکر وفریب کیلئے نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ غیر اختیاری امور میں مواخذہ نہیں ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ (۲) نماز فاسد نہیں ہوتی ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) فینجس لو اکثر من قدر الدرھم ولو مشدودا بحیث لا یصل لعابه الی ثوبه جاز لان ظاهر کل حیوان طاهر لایتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدته فلایظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی ، والا شبه اطلاق الجواز عند امن سیلان القدر المانع قبل الفراغ من الصلاة کما هو ظاهر ما فی البدائع حلیة واشار شارح بقوله ولو کبیرا الی ان التقیید بالجر واصحة التصویر بکونه فی کمه کما فی النهر وشرح المقدسی لا لما ظنه فی البحر من ان الکبیر ماواه النجاسات فلا تصح صلاة حامله فانه یرد علیه کما قال المقدسی ان الصغیر کذلک ثم الظاهر ان التقید بالحمل فی الکم مثلالا خراج ما لو جلس الکلب علی المصلی فانه لا یتقید بربط فمه لما صرح به فی الظهیریة من انه لو جلس علی حجره صبی ثوبه نجس وهو یستمسک بنفسه او وقف علی رأسه حمام نجس جازت صلاته.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۵۳ جلد ۱ باب المیاه)

﴿۱﴾ قال العلامه عماد الدین ابن کثیر: (قوله لا یکلف الله نفسا الا وسعها) ای لا یکلف احداً فوق طاقته، وهذا من لطفه تعالیٰ بخلقه ورأفته بهم واحسانه الیهم وهذه هی الناسخة الرافعة لما کان اشفق منه الصحابة فی قوله وان تبدوا مافی...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نماز میں غیر عربی زبان میں دعا اور مغلوب الحال کی نماز کا حکم

سوال: بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی صاحب دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک!

گزارش ہے کہ ماہنامہ الحق بابت فروری ۱۹۷۰ء میں علوم ومعارف کے تحت ایک واقعہ پڑھ کر کچھ غلط فہمی ہو گئی ہے وہ واقعہ مولوی تجمل حسین صاحب کا ہے جس میں مولانا صاحب نے نماز میں پندنامہ کی دعا وغیرہ پڑھنی شروع کردی تھی، اور حضرت عبدالرحمٰن جامی نے منع نہ فرمایا اور مسکراتے رہے لیکن اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ کیونکہ نماز فاسد نہ ہوتی تھی چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ نماز کے اندر دعا اگر غیر عربی میں ہو تو حرام ہے مگر مفسد صلوۃ نہیں، اور حرمت اسلئے نہ تھی کہ مغلوب الحال تھے معذور تھے تمام عبارات کو پڑھ کر ذہن میں کچھ سوالات پیدا ہو گئے ہیں جو درج ذیل ہیں امید ہے تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔

(۱) کیا نماز میں دعائے پندنامہ یا دوسری کوئی دعا غیر عربی میں پڑھنے سے نماز واقعتاً فاسد نہیں ہوتی۔ (۲) کن فقہاء نے اسے صحیح قرار دیا ہے ان کے نام مع حوالوں کے لکھے جائیں۔ (۳) اگر نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا حرام ہے تو پھر نماز فاسد کیوں نہیں ہوتی۔ (۴) کیا مغلوب الحال کیلئے نماز میں غیر عربی میں دعا مانگنا جائز ہے۔ (۵) کیا مغلوب الحال کی نماز درست ہے۔ (۶) اگر یہ سب کچھ جائز ہیں تو

(بقیه حاشیه) انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله ای هو وان حاسب وسأل لکن لا یعذب الا بما یملک الشخص دفعه فاما ما لا یملک دفعه من وسوسة النفس وحدیثها فهذا لا یکلف به الانسان وکراهیة الوسوسة السیئة من الایمان.

(تفسیر ابن کثیر ص۳۴۷ جلد ۱ سورة البقره آیت نمبر: ۲۸۶)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله لا لذکر جنة او نار) لان الانین ونحوه اذا کان یذکر هما صار کانه قال اللهم انی اسألک الجنة واعوذبک من النار ولو صرح به لا تفسد صلاته وان کان من وجع او مصیبة صار کانه یقول انا مصاب فعزونی ولو صرح به تفسد کذا فی الکافی درر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۵۸ جلد ۱ باب مایفسد الصلاة ومایکره فیها)

پھر ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور دیگر حضرات جو نماز کو اردو میں جائز قرار دیتے ہیں کی کیوں مخالفت کی جاتی ہیں، تشفی فرما کر اجر دارین حاصل فرماویں. بینوا توجروا

المستفتی: حافظ عبدالستار ریل بازار صادق آباد

الجواب: (۱،۲) ماسویٰ لغت عربی کے دیگر لغات میں دعا کرنے کو مصنف درمختار نے حرام کہا ہے حیث قال ودعا بالعربیة وحرم بغیرها (هامش ردالمحتار ص ۴۸۶ جلد ۱) لیکن ردالمحتار سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اس کا مدلول معلوم ہو یعنی دعا کرنے والا اس کے مطلب کو سمجھتا ہے تو جائز ہے لیکن یہ قرامتی مالکی کا قول ہے اور والو الجبة کی تعلیل سے اس کا خلاف اولیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے، صرح به العلامة الشامی فی صفحة السابقة، اور نماز کا عدم فساد بھی اسی صفحہ میں مسطور ہے حیث قال واما صحة الشروع بالفارسیه وکذا جمیع اذکار الصلوٰۃ فهی علی الخلاف عنده تصح الصلاة بها مطلقا خلافا لهما والظاهر ان الصحة عنده لا تنفی الکراهة ﴿۱﴾.

(۳) اس کی اصل نماز سے منافی نہیں ہے کیونکہ دعا فی نفسہ نماز کے افعال میں سے ہے ﴿۲﴾۔

(۵،۴) مغلوب الحال جب اپنے اقوال اور افعال کو با قاعدہ ادا کر سکے تو صرف بعض کیفیات

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۸۵ جلد ۱ مطلب فی الدعاء بغیر العربیة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: لکن المنقول عندنا الکراهة فقد قال فی غرر الافکار شرح درر البحار فی هذا المحل وکره الدعاء بالعجمیة لان عمر نهی عن رطانة الاعاجم، والرطانة کما فی القاموس الکلام بالاعجمیة ورأیت فی الولوالجیة فی بحث التکبیر بالفارسیة ان التکبیر عبادة الله تعالیٰ والله تالیٰ لا یحب غیر العربیة ولهٰذا کان الدعاء بالعربیة اقرب الی الاجابة فلا یقع غیرها من الالسن فی الرضاء والمحبة لهاموقع کلام العرب، وظاهر التعلیل ان الدعاء بغیر العربیة خلاف الاولیٰ وان الکراهة فیه تنزیهیة هذا.

(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۳۸۵ جلد ۱ مطلب فی الدعاء بغیر العربیة)

کے غالب ہونے کی وجہ سے نماز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے کیونکہ یہ درحقیقت کمال حضور اور استغراق ہے جو کہ عبادات میں مطلوب ہے ﴿۱﴾۔

(۶) قرآن کو غیر عربی میں پڑھنا اجماعاً ناجائز ہے امام صاحب نے بھی جواز سے رجوع کیا ہے تمام فقہاء نے رجوع پر تصریح کیا ہے، فلیراجع الی ردالمحتار والبحر والفتح القدیر وشروح الهدایة. نیز تراجم کی اجازت میں وہ خطرات موجود ہیں جن کی وجہ سے ماسوئی لغت حجازی کے دیگر لغات بند کئے گئے ﴿۲﴾۔ فقط

نماز میں عمل کثیر کا مطلب و رسم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز میں عمل کثیر کا پورا مطلب اور تعریف کیا ہے واضح فرماویں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقیوم ناظم مدرسہ سراج العلوم ٹیکسلا پنڈی ......۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: محققین (ابن الهمام وغیره) کے نزدیک عمل کثیر وہ ہے جس کا کرنے والا نمازی نہیں دکھائی دیتا ہو (فتح القدیر) ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلائی فلو اعجبته قراءة الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیه لدلالته علی الخشوع. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص۴۵۸ جلد ۱ بعد مطلب المواضع التی لایجب فیها ردالسلام)

﴿۲﴾ قال العلامه محمد امین ابن عابدین الشامی: (قوله وتجوز الخ) فی الفتح عن الکافی ان اعتاد القرأة بالفارسیة او اراد ان یکتب مصحفا بها یمنع وان فعل فی آیة او آیتین لافان کتب القرآن وتفسیر کل حرف وترجمته جاز.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۳۵۹ جلد ۱ مطلب فی حکم القرأة بالفارسیه)

﴿۳﴾ (قوله اما فساد الصلاة فبا لعمل الکثیر) واختلفوا فی حده فقیل ما یحمل بیدواحدة قلیل وبیدین کثیر وقیل لو کان بحال لو رآه انسان ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

عوارض خارجیہ کی وجہ سے لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کرنا احوط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں جو آلہ لاؤڈ سپیکر ایجاد ہوا ہے اس پر لوگ نماز پڑھتے ہیں حالانکہ کبھی بجلی فیل ہو جاتی ہے جس سے انتشار نماز ہو جاتا ہے وغیرہ جبکہ یہ آواز بھی اصل نہیں ہے تو کیا اس کے ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالسلام ایچ ۶ عارف بازار بورے والا ضلع وہاڑی

الجواب: جائز ہے اگرچہ اس آلہ کے ذریعہ امام کی اصل آواز نہ پہنچتی ہو بلکہ صدائے بازگشت ہو کیونکہ مقتدی کے اقتداء کی صحت کیلئے امام کی اصل آواز سننا ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾ البتہ عوارض خارجیہ کی بنا پر اس آلہ کا استعمال نہ کرنا احوط ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

مفاسد کا اندیشہ نہ ہو تو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے

(بقیہ حاشیہ) من بعید تیقن انه لیس فی الصلاۃ فهو کثیر وان کان یشک انه فیها اولم یشک انه فیها فقلیل وهو اختیار العامة وقیل یفوض الیٰ رأی المصلی ان استکثره فکثیر مفسد والا لا قال الحلوانی هذا اقرب الی مذهب ابی حنیفة.

(فتح القدیر ص ۳۵۱ جلد ۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکره فیها)

﴿۱﴾ کما یدل علیه حدیث ابن عباس: قال کان یعلم انقضاء صلوٰۃ رسول اللهﷺ بالتکبیر، رواه ابوداؤد. وایضاً ان ابن عباس اخبره ان رفع الصوت للذکر حین ینصرف الناس من المکتوبة کان ذلک علی عهد رسول اللهﷺ وابن عباس قال کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک واسمعه. (سنن ابی داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التکبیر بعد الصلوٰۃ)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین رحمه الله: اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم او مصل او قارئ.

(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے فساد کا حکم دیا ہے اور علماء دیوبند نے پہلے فساد یا کراہت کا حکم دیا تھا تحقیق کے بعد رجوع کرلیا ہے، آنجناب اپنی رائے سے ہمیں آگاہ کریں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالصمد بنوں......۲۷/نومبر۱۹۷۴ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ مفاسد کا اندیشہ نہ ہو، اما اذا کان یوصل به اصل الصوت فظاهر ، واما اذا کان یوصل به عکس الصوت فایضاً جائز لان الرکن هو القراءة ﴿۱﴾ وقد وجدت دون سماع القوم والمراد من المفاسد تصادم الاصوات واقتداء العوام من خارج المسجدوغیره. وهو الموفق

لاؤڈسپیکر میں آواز اصل ہو یا عکس نماز صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ یہاں دو فریق اس میں بحث کررہے ہیں کہ یہ آواز اصل نہیں وغیرہ، جواب سے نوازکر مشکور فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: دلاور خان تیمر گرہ ضلع دیر......۱۹۷۵ء/۱۰/۱۲

الجواب: اختلفوا فی ان مکبر الصوت یبلغ به اصل الصوت او عکسه والظاهر الثانی لعدم المنفذ. لکن اهل الفن قالوا بالاصل فیکون علیه الاعتماد فعلی هذا لااشکال فی صحة الصلوٰة به وکذا تصح الصلوة علی الثانی ایضاً لان المدار علی القراءة وقد وجدت دون سماع الموتم ولا یرد ان فیه تعلما من الخارج لان جعل

﴿۱﴾ قال العلامه حصکفی: ومنها القراءة لقادر علیها کما سیجئ وهو رکن زائد عند الاکثر لسقوطه بالاقتداء بلا خلف.
(الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۲۹ جلد ۱ مبحث القراءة)

الخارج ذريعة لمعرفة حال الامام لا يضر كما يدل عليه حديث ابى داؤد عن ابن عباس كان يعلم انقضاء صلوٰة رسول الله ﷺ بالتكبير ﴿۱﴾ وجه الدلالة ان المتأخرين بنوا خروجهم من الصلوٰة والسلام على تكبير المتقدمين وقد خرجوا (اى المتقدمين) عن الصلوٰة، وفى المقام تفصيل. وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز پڑھنا مباح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل مولا صاحب دلبوڑی مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

الجواب: واضح رہے کہ لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھنا بذات خود نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے بلکہ مباح ہے، لحديث ابى داؤد وما سكت عنه فهو عفو ﴿۲﴾ وصرح ابن الهمام وغيره ان الاصل فى الاشياء الاباحة ﴿۳﴾ البتہ بعض اوقات ایک مباح امر عوارض خارجیہ کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے، مثلاً ایذاء اشتباہ وغیرہ ﴿۴﴾ پس ان عوارض سے خلو کے وقت اس آلہ کا استعمال جائز ہوگا، اور مبلغین مقرر کرکے (بغیر اس آلہ کے) نماز پڑھنا اوفق بالسنۃ ہوگا ﴿۵﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (سنن ابى داؤد ص ۱۵۰ جلد ۱ باب التكبير بعد الصلاة كتاب الصلاة)
﴿۲﴾ (سنن ابى داؤد ص ۱۸۳ جلد ۲ باب مالم يذكر تحريمه)
﴿۳﴾ قال الحصكفى: المباح بناء على ما هو المنصور من ان الاصل فى الاشياء التوقف الا ان الفقهاء كثيراً ما يلهجون بان الاصل الاباحة فالتعريف بناء عليه.
(الدرالمختار ص ۷۸ جلد ۱ مطلب المختار ان الاصل فى الاشياء الاباحة)
﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: اجمع العلماء سلفا وخلفا على استحباب ذكر الجماعة فى المساجد وغيرها الا ان يشوش جهرهم على نائم او مصل او قارئ.
(ردالمحتار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فى رفع الصوت بالذكر)
﴿۵﴾ عن عائشه رضى الله عنها قالت لما ثقل رسول الله ﷺ...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

ہوائی اور بحری جہاز دونوں کشتی کے حکم میں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہوائی جہاز اور بحری جہاز میں نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ دونوں زمین سے اوپر ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسلام حقانی اکوڑہ خٹک......۲۶/ جمادی الاول ۱۴۰۸ھ

الجواب: ان دونوں قسم کے جہازوں میں نماز پڑھنا جائز ہے، دونوں میں استقرار جبہہ موجود ہوتا ہے اور دونوں کشتی کے حکم میں ہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) جاء بلال يؤذنه بالصلوٰة فقال مروا ابا بكر ان يصلى بالناس فصلى ابوبكر تلك الايام ثم ان النبى ﷺ وجد فى نفسه خفة فقام يهادى بين رجلين ورجلاه تخطان فى الارض حتى دخل المسجد فلما سمع ابوبكر حسه ذهب يتاخر فاومى اليه رسول الله ﷺ ان لا يتاخر فجاء حتى جلس عن يسار ابى بكر فكان ابو بكر يصلى قائماً وكان رسول الله ﷺ يصلى قاعداً يقتدى ابوبكر بصلوٰة رسول الله ﷺ والناس يقتدون بصلوٰة ابى بكر متفق عليه وفى رواية لهمايسمع ابو بكر الناس التكبير. وفى هامش المشكوة (قوله يسمع ابوبكر الناس التكبير) اى تكبير النبى ﷺ يعنى كان ابوبكر مكبراً لا اماماً قال ابن الهمام وبه يعرف جواز رفع المؤذنين اصواتهم فى الجمعة والعيدين وغيرها انتهىٰ اقول مقصوده خصوص الرفع الكائن فى زماننا بل اصل الرفع لا بلاغات الانتقالات الخ.
(مشكواة المصابيح مع هامشه ص ۱۰۲ جلد ۱ باب ما على المأموم الفصل الاول)

﴿۱﴾ قال المرغينانى: (ومن صلى فى السفينة قاعدا من غير علة اجزاه عند ابى حنيفة رحمه الله والقيام افضل وقالا لا يجزئه الا من عذر) لان القيام مقدور عليه فلا يترك الالعلة وله ان الغالب فيها دوران الرأس وهو كالمتحقق الا ان القيام افضل لانه ابعد عن شبهة الخلاف والخروج افضل ان امكنه لانه اسكن لقلبه والخلاف فى غير المربوطة والمربوطة كالشط وهو الصحيح. (الهداية على صدر فتح القدير ص ۲۶۴ جلد ۱ باب صلاة المريض)
وفى منهاج السنن: واما الصلوٰة فى الطيارات فلعل حكمها كحكم الصلوٰة فى السفينة السائرة، فان قيل ان السجدة لا بد ان تكون على الارض او ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہوائی جہاز اور سمندری جہاز وغیرہ میں نماز کا حکم

سوال: چہ مے فرمایند مفتیان دین دریں مسئلہ کہ نماز بہ ہوائی جہاز وسمندری جہاز وکشتی وغیرہ کہ ادا کردہ شود آیا اعادہ لازم است یا نہ، ذمہ فارغ مے شود یا نہ، بعض اشخاص حکم کردند کہ اعادہ لازم است، لہٰذا حکم آن چہ طور است؟ جواب در عربی دہد۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالغنی حال کیمپ مہاجر افغانستان پشاور......۲۳/صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

الجواب: اعلم ان الصلوٰۃ فی السفینة السائرة جائزة کما فی البدائع ص ۱۰۹ جلد ۱ وان کانت سائرة فان امکنه الخروج الی الشط یستحب له الخروج الیه ...... فان لم یخرج وصلی فیها قائماً برکوع وسجود اجزءه لما روی عن ابن سیرین انه قال صلی بنا انس رضی الله عنه فی السفینة قعوداً ولو شئنا لخرجنا الی الجد ولان السفینة بمنزلة الارض لان سیرها غیر مضاف الیه فلا یکون منافیا للصلوٰۃ بخلاف الدابة فان سیرها مضاف الیه ... واما اذا صلی فیه قاعداً برکوع وسجود فان کان عاجزا عن القیام فیجزءه بالاتفاق الخ ﴿۱﴾. قلت واثر انس

(بقیه حاشیه) علی ماقام مقام الارض والمعلق فی الجو والفضاء لیس هکذا قلنا کما ان الماء جسم فاصل بین السفینة والارض لا یعتد بفصله فکذلک الریح جسم فاصل بین الطیارة والارض لا یعتد بفصلها وکما ان السمآء جسم لیس بارض ولاقام مقامها، وتصح الصلوٰۃ فیها لقوله تعالیٰ واوصانی بالصلوٰۃ والزکواۃ مادمت حیا ولاستقرار الجبهة علیها فکذلک الطیارة تصح الصلوٰۃ والسجدة فیها، وکذلک یقال فی الصلوٰۃ فی القمر والمریخ وغیرهما، ولو وجدت الاثار فی صلوٰۃ سلیمان علیه السلام علی عرشه لکان الامر سهلا هذا ما عندی ولعل عند غیری احسن منه. (منها ج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ با ب ماجاء فی الصلوٰۃ علی الدابة حیث ما توجهت به)

﴿۱﴾ (بدائع الصنائع ص ۱۰۹ جلد ۱ فصل فی ارکان الصلاة)

وکذا وجه عدم اضافة سیر غیرا لحیوان الی الراکب یدل علیه جواز الصلوٰۃ فی السیارۃ البریة وکذا الفضاء یة فافهم ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سجدہ ثانیہ رہ جانے کی صورت میں اعادہ نماز ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جمعہ میں کسی خوف کی وجہ سے سجدہ ثانیہ نہ کیا جائے اور سجدہ سہو کرے کیا یہ صحیح ہے؟ بینو اتوجروا

المستفتی:...... نامعلوم مظفر گڑھ...... ۲۱/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب: نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں، ان میں سے کسی ایک کا ترک بلا اعادہ مفسد نماز ہے، بہر حال اس نماز کا اعادہ ضروری ہے ﴿۲﴾ لیکن وقت گزرنے کی وجہ سے نماز ظہر ادا کی جائے گی (شامی) ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی منهاج السنن: واما الصلوٰۃ فی الطیارات فلعل حکمها کحکم الصلوٰۃ فی السفینة السائرۃ، فان قیل ان السجدۃ لابد ان تکون علی الارض او علی ماقام مقام الارض والمعلق فی الجوو والفضاء لیس هکذا، قلنا کما ان الماء جسم فاصل بین السفینة والارض لا یعتد بفصله فکذلک الریح جسم فاصل بین الطیارۃ والارض لا یعتد بفصلها وکما ان السماء جسم لیس بارض ولاقام مقامها، وتصح الصلوٰۃ فیها لقوله تعالیٰ واوصانی بالصلوٰۃ والزکواۃ مادمت حیا، ولاسقترار الجبهة علیها فکذلک الطیارۃ تصح الصلوٰۃ والسجدۃ فیها، وکذلک یقال فی الصلوٰۃ فی القمر والمریخ وغیرهما ولو وجدت الاثار فی صلوٰۃ سلیمان علیه السلام علی عرشه لکان الامر سهلاً۔
(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۳۴ جلد ۲ باب الصلوٰۃ علی الدابة حیث ما توجهت به)

﴿۲﴾ وفی الهندیه الاصل فی هذا ان المتروک ثلاثة انواع فرض وسنة وواجب ففی الاول ان امکنه التدارک بالقضاء یقضی والافسدت صلاته وفی الثانی لاتفسد لان قیامها بارکانها وقد وجدت ولا یجبر بسجدتی السهو وفی الثالث ان ترک ساهیا یجبر بسجدتی السهو وان ترک عامداً لا کذا فی التتار خانیه. (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۲۶ جلد ۱ الباب الثانی عشر فی سجود السهو)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: والثالث وقت الظهر فتبطل الجمعة بخروجه مطلقا ولو لاحقا بعذر نوم او زحمة علی المذهب لان الوقت شرط...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

بیٹھ کرنماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں سرین زمین سے اٹھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی بیٹھے ہوئے نفلی یا مطلق نماز پڑھتا ہے تو سجدہ کے وقت سرین پاؤں سے اٹھانا جائز ہوگا یانہیں؟ بعض کتب میں لکھا ہے کہ، ان الیتیہ قائمان مقام القدمین فلو رفع الالیتین عن القدمین فسدت صلاته. تو فساد کا حکم اٹل فیصلہ ہے، بحوالہ عبارات کتب معتبرہ سپرد قلم فرما کر روانہ کریں،۔ فاجر کم ایها الصدیق علی الله تبارک وتعالیٰ.

المستفتی: قیس نعمانی مقام مرہٹی نوشہرہ

الجواب: سرین کو پاؤں سے نہ اٹھانا مرجوح قول ہے مسئلہ کی تفصیل بوادر النوادر میں مسطور ہے﴿۱﴾ اگر آپ کو میسر نہ ہوتو دوبارہ مراجعت کریں. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ) الاداء لا شرط الافتتاح ،وقال ابن عابدین: وشرطیته للجمعة لیست کشرطیته لغیرها فانه بخروج الوقت لا تبقی صحة للجمعة لا اداء ولا قضاء بخلاف غیرها سعدیه (قوله مطلقا) ای ولو بعد القعود قدر التشهد کما فی طلوع الشمس فی صلاة الفجر. (الدر المختار مع ردالمحتار ص۵۹۷ جلد ۱ مطلب فی نیة آخر ظهر بعد صلاة الجمعة باب الجمعة)

﴿۱﴾ قال الشیخ اشرف علی التهانوی: اس قول پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں......عبارات کتب فقہیہ سوان میں سے عبارت اولیٰ یعنی من صلی قاعداً اور عبارت ثانیہ یعنی والاصل الخ، اول تومحتاج تصحیح نقل ہیں، مستدل کو ان عبارتوں کا پورا پتہ بتلانا چاہئے کہ کہاں سے نقل کی ہیں تا کہ ماٗخذ سے مطابق کیا جاوے، دوسرے عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیه فی صلاة القاعد الخ، وہ دعویٰ مذکورہ پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ یہ اگر حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے واذا رفع قدمیه فی صلاة القائم کے رفع قدمیه فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلاة القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود مفسد صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو، حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے اور مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ مفسد صلاۃ ہے، اس......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ) تقریر پر یہ اس مبحث ہی سے خارج ہے اور عبارت ثانیہ میں تو لا یـرفـع الیتیـه کے ساتھ قید فی السجده کی بھی مذکور نہیں اس سے بھی وہی مراد ہوگی لا یرفع الیتیه فی القیام الحکمی اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ فی السجدہ مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف لا یرفع رجلیه کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہوتا ہم مستدل کو تو مضر ہے، لانــه اذا جاء الاحتـمـال بطل الاستدلال، تیسری متون وشروح وفتاویٰ مشہورہ میں جو مطلقا سجدہ رجال کی ہیئت لکھی ہے وہ واس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں، پس اگر عبارات مذکورہ کی صحت نقل ور دلالت دونوں مسلم بھی ہوں تب بھی بوجہ تعارض روایات مشہورہ کے غیر مقبول اور غیر معمول بہا ہوں گی اور اخیر عبارت یعنی و المختار بھی بوجہ موجود نہ ہونے عینی کے منطبق نہیں ہو سکتی غالباً اس کی نقل میں بھی کچھ غلطی رہی ہوگی الخ۔

(بوادر النوادر ص ۱۲۹ پانچویں حکمت تحقیق رفع الیتین در سجدہ مصلی قاعدر ا)

باب احکام المسجد

مسجد کی چھت پر بلاضرورت جماعت کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب! امداد الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ بلاضرورت مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے سوال یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۲۶/ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

الجواب: تنزیہی ہے (یدل علیه مافی الطحطاوی ص ۲۵۰)﴿۱﴾. وهو الموفق

بعض طریقوں پر سمت قبلہ کا معلوم کرنا اور مسجد قدیم کی سمت قبلہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کا سمت قبلہ کچھ جانب شمال معلوم ہو رہا تھا، چنانچہ ایک اخبار میں پڑھا کہ سولہ جولائی کو ہموار زمین پر ایک سیدھی لکڑی عموداً گاڑ دی جائے اور ٹھیک دو بج کر ۲۶/ منٹ پر سایہ کا رخ جس سمت کو ہوگا، کعبہ سیدھا اسی طرف ہوگا، کیونکہ اس وقت سورج کعبہ مبارکہ پر عموداً کھڑا ہوتا ہے ہم نے اس پر عمل کیا تو معلوم ہوا کہ ہماری مسجد کا رخ کعبہ سے بجانب شمال ہے لہٰذا اب چند سوالات ہیں کہ (۱) کیا اس طریقہ پر سمت قبلہ معلوم کرنا جائز ہے؟ (۲) اسی طریقہ سے معلوم شدہ سمت اور ہماری مسجد کی سمت میں ۲۰/ درجہ کا فرق ہے کیا ہم صحیح سمت نماز شروع کریں؟ (۳) میں نے کسی جگہ پڑھا تھا کہ ہر مسلمان جہاں تک ممکن ہو کعبہ کا صحیح سمت معلوم کرنے پر مکلّف ہے، اور باوجود علم کے دوسری سمت نماز پڑھنا گناہ بلکہ شرک ہے کیا یہ صحیح ہے؟ (۴) ہماری مسجد کافی

﴿۱﴾ قال العلامه الشرنبلالی: (لكنه مكروه) له الصلاة فوقها (لا ساءة الادب باستعلائه عليها) وترک تعظيمها. قال الطحطاوی: قوله لاساءة الادب يفيد ان الكراهة للتنزيه.
(حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۴۱۷ باب صلاة فی الكعبة)

قدیم اور پرانی ہے اب از سرنو تعمیر کا ارادہ ہے تو اخباری طریقہ پر کعبہ کی سمت معلوم کر کے صحیح سمت پر بنیاد ڈالی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اسلامی کتب خانہ قصہ خوانی پشاور......۱۳/ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

الجواب: (۱) اس مخصوص طریقہ پر سمت کعبہ معلوم کرنا جائز ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از جواھر الفقه). (۲) اس فرق کی وجہ سے سمت قدیم چھوڑ کر اس اخباری سمت کا اہتمام تصریحات فقہ سے مخالف ہے۔ ﴿۲﴾ (۳) یہ مسئلہ درست ہے مگر اس کا مقصد یہ نہیں کہ ایک مظنون امر کی وجہ سے تمام لوگوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر دیا جائے ﴿۳﴾۔ (۴) از سرنو تعمیر کرنی ہو تو اخباری طریق سے بنیاد رکھنی چاہئے۔ وھو الموفق

مسجد کے قریب چبوترہ میں نماز پڑھنا

سوال: ہمارے علاقہ چراٹ میں برلب سڑک نہر کے پاس ایک مسجد ہے اور دوسری جانب کوئی

﴿۱﴾ قال العلامه محمد امين: (قوله كا لقطب)...... فينبغي الاعتماد في اوقات الصلاة وفي القبلة على ما ذكره العلماء الثقات في كتب المواقيت وعلى ما وضعوه لها من الآ لات كالربع والاصطر لاب فانها ان لم تفد اليقين تفد غلبة الظن للعالم بها وغلبة الظن كافية في ذلك. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۳۱۷ جلد ۱ مبحث في استقبال القبلة)

﴿۲﴾ قال ابن ابن عابدين: (قوله محاريب الصحابة والتابعين) فلا يجوز التحرى معها زيلعي بل علينا اتباعهم خانيه ولا يعتمد على قول الفلكي العالم البصير الثقه ان فيها انحرافاً ......وكل خير في اتباع من سلف...... والظاهر ان الخلاف في عدم اعتبارها انما هو عند وجود المحاريب القديمة اذلايجوز التحرى معها لئلا يلزم تخطئة السلف الصالح وجماهير المسلمين. (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۳۱۷ جلد ۱ مبحث في استقبال القبلة)

﴿۳﴾ قال العلامة الشامي: (قوله بخلاف الخ) اى لو وقع تحريه على جهة وصلى الى غيرها فانه يستأنف مطلقا اى سواء علم انه اصاب او اخطأ في الصلاة او بعدها اولم يظهر شيئ وعن ابى حنيفة انه يخشى عليه الكفر الخ.

(حاشيه الشامي على الشرح التنوير ص۳۲۱ جلد ۱ قبيل فروع في النية)

پچپن گز فاصلہ پر ایک عارضی چبوترہ ہے ہمارے علاقہ میں ذرا پنج پیریوں کی اکثریت ہے یہ حضرات اس چبوترہ میں ایک نام نہاد مولوی کو آگے کر کے نماز پڑھاتے ہیں دوسری جانب اہل سنت والجماعت اسی مسجد (جو قریب واقع ہے) میں نماز باجماعت ادا کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی قرأت بآسانی سنتے ہیں یہ نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی چمن خان پی چراٹ......۱۹۷۷ء/۹/۲۳

الجواب: واضح رہے کہ جب ایک مسجد کو دو حصوں میں منقسم کی جائے اور ہر ایک حصہ میں جدا جدا امام نماز ادا کیا کرے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ﴿۱﴾ جب دو مقام کا باہمی فاصلہ پچپن گز ہو تو کراہت بطریق اولیٰ نہ ہوگی، البتہ چبوترہ میں نماز پڑھنے والے مسجد کی فضیلت سے محروم ہوں گے۔ وھو الموفق

مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھے لوگوں کو سلام کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز فجر اور ظہر کی نمازوں میں جب لوگ سنتیں پڑھ لیں تو نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں تو ان پر سلام کہنا کیسا ہے، جبکہ بعض لوگ وعلیکم السلام سے جواب دینا گوارا نہیں کرتے تو کیا سنت وفرض کے درمیان سلام ڈالنا اور جواب دینا ممنوع ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رسالدار (ریٹارڈ) محمد نادر خان نوشہرہ خورد ۱۹۹۰ء/۵/۲۰

الجواب: بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرض اور سنت کے درمیان ایسے امور سے اجتناب کیا جائے جن کے درمیان نماز مفسد ہونا ثابت ہو ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: اهل محلة قسموا المسجد وضربوا فيه حائطا ولكل منهم امام على حدة وموذنهم واحد لا بأس به والاولیٰ ان يكون لكل طائفة موذن. (فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۰ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفی رحمه الله: (ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها) وقيل تسقط وكذا كل عمل ينافی التحريمة علی الاصح.
(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۰۳ جلد ۱ باب الوتر والنوافل)

مسجد کی چھت پر نماز مکروہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سردی کے موسم میں سردی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر ظہر اور عصر کی نماز ادا کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: باچا استاذ زیدہ صوابی......۱۹۹۰ء/۱۲/۲۳

الجواب: مکروہ ہے (ہندیہ) ﴿۱﴾۔فقط

کعبہ مکرمہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تنزیہی ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمداً اپنے پاؤں کو کعبہ شریف کی طرف پھیلاتا ہے کسی کے منع کرنے پر اسی کیفیت پر مصر رہتا ہے اور لایعنی دلائل پیش کرتا ہے حالانکہ یہ شخص غیر معذور ہے ایسا کرنا گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ، نیز سرینوں کے بل یعنی ٹانگوں کو کھڑا کر کے کعبہ شریف کی طرف بیٹھنا کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد دین سرائے صالح ہری پور......۱۹۷۵ء/۸/۲۶

الجواب: قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ تنزیہی ہے کمافی الدر المختار لکراھة مد الرجلین الی القبلة وفی ردالمحتار ص ۱۵۷ جلد ۱ ھی کراھة تنزیھیة﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتدا الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب.

(فتاویٰ عالمگیریہ الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة والمصحف)

وقال ابن عابدین ثم رئیت القھستانی نقل عن المفیدہ کراھة الصعود علی سطح المسجد اہ ویلزمہ کراھة الصلوٰة ایضاً فوقه (شامیہ ص ۶۱۴ جلد ۱)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۶۲ جلد ۱ باب صلاة المریض)

محراب مسجد اور امام کا وسط مسجد میں کھڑے ہونے کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شدت گرمی یا شدت سردی کی وجہ سے اگر ایک قوم صحن مسجد میں جمع ہو کر نماز باجماعت ادا کرے تو ان کی نماز مکمل ہوگی یا مکروہ، کیونکہ عموماً صحن مسجد میں محراب نہیں ہوا کرتی نیز محراب کے علاوہ نماز باجماعت پڑھنی کیسی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی فضل معبود مسجد زیارت شیخ جنید بابا پشاور......۱۹۷۲ء/۶/۲۸

الجواب: واضح رہے کہ پیغمبر علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں مساجد میں محاریب نہیں تھیں، محاریب کی ابتداء عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ سے ہوئی، قال الامام السیوطی فی کتاب الوسائل لمعرفة الاوائل اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکره الواقدی عن محمد بن هلال (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱) وقال ایضا فی رسالة اعلام الاریب بحدوث بدعة المحاریب ان قوماً خفی علیهم کون المحراب فی المساجد بدعة وظنوا انه کان فی مسجد النبی ﷺ فی زمنه ولم یکن قط فی زمانه ولا فی زمان الخلفاء فمن بعدهم الی المأته الاولیٰ وانما حدث فی اول المأته الثانیه مع ورود الحدیث بالنهی عن اتخاذه وانه من شان الکنائس وان اتخاذه فی المسجد من اشراط الساعة (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱)﴿۱﴾ قلت وما فی الفتح انها بنیت من لدن زمان رسول الله ﷺ فمعناه القرب فافهم، البتہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ، وسطوا الامام الحدیث﴿۲﴾ پس سنت در حقیقت توسط ہے، اور چونکہ محراب مسجد کے وسط میں غالباً ہوتی ہے لہٰذا اس میں امام کے قیام کا مسنون ہونا لذاتہ نہ ہوگا بلکہ لغیرہ ہوگا، ویشیر الیه مافی ردالمحتار ص ۵۳۱ جلد ۱

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ محراب میں امام کا کھڑا ہونا الخ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ توسطوا الامام وسدوا الخلل رواه ابوداؤد.
(مشکواة المصابیح ص ۹۹ جلد ۱ باب تسویة الصف الفصل الثالث)

ولو كان المسجد الصيفي بجنب الشتوى وامتلأ المسجد يقوم الامام في جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه ﴿۱﴾ وفي المقام تفصيل لا يليق ذكره في مقام الافتاء. فقط

محراب میں نماز اور مسجد کے صحن میں محراب بنانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع مسئلہ ذیل میں

(۱) مسجد کے صحن میں محراب بنانا کیسا ہے؟ (۲) کیا محراب کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ ایک صاحب محراب بنانے کو فرض اور اس میں نماز پڑھنے کو سنت اور محراب کے سامنے امام کے کھڑے ہونے کو واجب کہتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالخلیل اباخیل نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۹/۵

الجواب: (۱) تعدد محراب نہ ممنوع ہے اور نہ مطلوب ہے البتہ صحن میں محراب بنانا خلاف معمول ہے۔ (۲) پیغمبر علیہ السلام اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مساجد میں محاریب داخل نہیں کی گئی تھیں، محاریب حضرعمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانہ میں مساجد میں داخل کی گئی تھیں، كما في مجموعة الفتاوى ﴿۲﴾ واما ما في فتح القدير شرح الهدايه ﴿۳﴾ لانها بنيت من لدن رسول اللهﷺ (بالمعنى) فمعناه القرب اليه كما لا يخفىٰ نعم التوسط مسنون لحديث ابى داؤد

﴿۱﴾ (ردالمحتار ص ۴۲۰ جلد ۱ مطلب في كراهة قيام الامام في غير المحراب باب الامامة)

﴿۲﴾ (اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزيز حين بنى المسجد النبوى ذكره الواقدى عن محمد بن هلال. (مجموعة الفتاوىٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ كتاب الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن الهمام: بنى في المساجد المحاريب من لدن رسول اللهﷺ ولو لم تبن كانت السنة ان يتقدم في محاذاة ذلك المكان لانه يحاذى وسط الصف وهو المطلوب اذ قيامه في غير محاذاته مكروه وغايته اتفاق الملتين في بعض الاحكام ولا بدع فيه على ان اهل الكتاب انما يخصون الامام بالمكان المرتفع على ماقيل فلا تشبه.
(فتح القدير ص ۳۶۰ جلد ۱ فصل ويكره للمصلى)

توسطوا الامام﴿۱﴾فالمحاريب هی الوسائل لتحصيل سنة التوسط وليست بمقاصد، پس جن فقہاء کرام نے قیام فی المحراب کو سنت کہا ہے تو در حقیقت توسط ہے نہ کہ بمعنی ظاہر لعدم صحته.

وسیع وعریض مسجد میں نمازی کے آگے گزرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیع وعریض مسجد میں جب نمازی کیلئے کوئی سترہ نہ ہو مسجد کے اندر کتنے فاصلہ سے اس کے سامنے سے گزرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل رازق سارجنٹ مین پی اے ایف کوہاٹ

الجواب: ایسی مسجد میں (عند الجمهور) سامنے گزرنے کی اجازت نہیں ہے﴿۲﴾۔ فقط

مسجد کی زائد اشیاء کی خرید وفروخت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کی جائے نماز یا اور کوئی چیز خریدنا یا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر پیش امام وزیر آباد مردان ۴/رمضان ۱۴۰۹ھ

الجواب: جو جائے نماز وغیرہ مسجد کی حاجت سے زائد ہو اور اضاعت کا خطرہ ہو اس کی خرید

﴿۱﴾ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ وسطوا الامام وسدوا الخلل.

(سنن ابی داؤد ص ۱۰۶ جلد ۱ باب مقام الامام من الصف)

﴿۲﴾قال العلامه ابن الهمام: فاما فی المسجد فالحد هو المسجد الا ان يكون بينه وبين المار اسطوانة او غيرها يعنی انه مالم يكن بينهما حائل فالكراهة ثابتة الا ان يخرج من حد المسجد فيمر فيما ليس بمسجد وفی جوامع الفقه فی المسجد يكره وان كان بعيداً وفی الخلاصة وان كان فی المسجد لا ينبغی لا حد ان يمر بينه وبين حائط القبلة الخ.

(فتح القدير شرح الهدايه ص ۳۵۴ جلد ۱ قبيل فصل ويكره للمصلی الخ)

وفروخت جائز ہے جبکہ یہ رقم مسجد کے فنڈ میں جمع ہو﴿۱﴾۔وهو الموفق

مساجد میں براق، اونٹ وغیرہ کی تصویر آویزاں کرنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بازاروں میں براق کی تصویر وغیرہ فروخت کی جاتی ہے جس کا سر عورتوں کا اور باقی بدن گھوڑے کا ہوتا ہے اسی طرح مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے نقشوں میں اونٹ کی تصویر وغیرہ ہوتے ہیں ان نقشوں کا مساجد میں رکھنا ممنوع ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: معتبر شاہ کوئکی ۱۹۷۳ء/۲/۱۴

الجواب: حرام ہے﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الهندیه: وذكر ابو الليث فی نوازله حصير المسجد اذا صار خلقا واستغنى اهل المسجد عنه وقد طرحه انسان ان كان الطارح حيا فهو له وان كان ميتا ولم يدع له وارثا ارجو ان لا بأس بان يدفع اهل المسجد الى فقير او ينتفعوا به فی شراء حصير اخر للمسجد والمختار انه لا يجوز لهم ان يفعلوا ذلك بغير امر القاضی كذافی محيط السرخسی.
(فتاویٰ عالمگیریه ص۴۵۸ جلد ۱ الباب الحادی عشرا فی المسجد وما يتعلق به)

وقال ابن عابدين: سئل عن شيخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعى مسجدها الى الخراب وبعض المتغلبة يستولون على خشبه وينقلونه الى دورهم هل لواحد لاهل المحلة ان يبيع الخشب بامر القاضی ويمسك الثمن ليصرفه الى بعض المساجد اوالیٰ هذا المسجد قال نعم الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۰۷ جلد۳ مطلب فيما لو خرب المسجد كتاب الوقف)

﴿۲﴾قال علی بن سطان محمد: قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فی الاحاديث سواء صنعه فی ثوب او بساط او درهم او دينار او غيرذلك الخ.
(مرقاة المفاتيح شرح المشكواة ص۲۶۲ جلد۸ باب التصاوير)

مساجد میں گھنٹی بجانے والی گھڑیوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مساجد میں جاپانی ساخت کی گھڑیاں ہیں جو کہ پندرہ منٹ بعد الارم دیتی ہیں، اور ایک گھنٹہ پورا ہونے پر الارم بجا کر جتنے بجے ہوتے ہیں اتنی گھنٹیاں بجاتی ہیں، ایک صاحب نے کہا ہے کہ ان گھڑیوں کی ایک ٹرن کے ساتھ سو شیطان پیدا ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ساز ہے اور ساز کے ایک ٹرن کے ساتھ سو شیطان پیدا ہوتے ہیں اسلئے ان گھڑیوں کو مساجد سے ہٹادو کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد امین نسوزی ضلع اٹک......۱۹۹۱ء/۱/۸

الجواب: چونکہ یہ آواز سرود نہیں ہے نہ عرفا اور نہ فنا لہٰذا ایسی گھڑیاں مساجد سے نکالنا ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

مسجد میں محراب بنانا امر مستحسن ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں محراب بنانا سنت ہے یا مستحب یا واجب؟ ایک آدمی نے مسجد بنائی اور جان بوجھ کر محراب نہیں بنائی کیا اس سے نماز پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ محراب کی ابتداء کب ہوئی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عظیم خان قوم رنگین خیل کوہاٹ......۱۹۷۴ء/۷/۲۰

﴿۱﴾ قال الشیخ اشرف علی التھانوی: مسجد کے اندر گھنٹہ دار گھڑی بغرض اعلام وقت کے جائز ہے اور چونکہ بعض لوگ بینائی کم رکھتے ہیں بعضے نمبر نہیں پہچانتے اور بعض دفعہ روشنی کم ہوتی ہے اسلئے ضرورت ہوتی ہے آواز دار گھڑی کی، تو اس مصلحت سے یہ جرس ممنوع سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیریہ میں بعض فروع اس قسم کی لکھی ہیں اور حدیث میں تصفیق کی اجازت عین صلاۃ میں مصلحت کیلئے دلیل بین ہے، مشروعیہ صورت جس میں متقارعین لمصلحۃ الاعلام المتعلق بالصلوٰۃ کی۔

(امداد الفتاویٰ ص ۷۱۹ جلد ۲ باب احکام المساجد)

الجواب: مسجد میں محراب بنانا امر مستحسن ہے اس کی ابتداء عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہوئی ﴿۱﴾ اور چونکہ محراب سے مقصود تعین وسط ہے لہٰذا اس کے نہ ہونے سے ثواب میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے جبکہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو ﴿۲﴾ (والتفصیل فی مجموعة الفتاویٰ). وھو الموفق

اہل سنت کی مسجد میں شیعوں کا نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ منگلا ڈیم میں ایک مسجد ہے شیعہ حضرات بھی منگلا ڈیم میں کافی تعداد میں موجود ہیں امام بارگاہ بنانے کیلئے درخواست دی تھی لیکن مسترد ہوئی، اس مسجد میں امام سنی ہے کیا شیعہ اس مسجد میں فرداً فرداً نماز پڑھ سکتے ہیں؟ آہستہ سے اذان کہنے کے بعد اپنی علیحدہ جماعت کے اہتمام کرنے کے مجاز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اہالیان سنی مسلک منگلا ڈیم کالونی ۱۹۷۴ء/۱۱/۱۰

الجواب: اہل سنت والجماعت کی جماعت سے قبل اور بعد میں یہ شیعہ لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں خواہ انفراد سے ہو یا جماعت سے ہو، بیک وقت پڑھنے میں اہل حق اور اکثریت کا کسر شان موجود ہے۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة عبد الحئی اللکھنوی رحمه الله: اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد النبوی ذکره الواقدی عن محمد بن هلال.
(مجموعة الفتاویٰ ص ۲۲۰ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله ویقف وسطاً) قال فی المعراج وفی مبسوط بکر السنة ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکره ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه والاصح ما روی عن ابی حنفیة انه قال اکره ان یقوم بین الساریتین او فی ناحیة المسجد او الی ساریة لانه خلاف عمل الامة قال علیه السلام توسطوا الامام وسدوا الخلل ومتی استویٰ جانباه یقوم عن یمین الامام ان امکنه الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۰ جلد ۱ مطلب فی کراهة قیام الامام فی غیر المحراب)

مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد تنگ ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت ادا کرنا بوجہ گرمی تکلیف کا باعث ہوتا ہے لہٰذا اگر نماز باجماعت کو مسجد کی چھت پر ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ فتاویٰ عالمگیری میں اس صورت کو مکروہ لکھا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم ......۱۲/ جون ۱۹۷۵ء

الجواب: اگر ضرورت کے وقت مثلاً جب نمازی نچلے حصہ میں سما نہیں سکتے ہوں بعض لوگ چھت پر کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور صرف ہواخوری اور گرمی کی وجہ سے چھت پر جماعت کرنا خواہ امام نیچے ہو یا چھت پر ہو بلا ضرورت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے، کمافی الهندیه ص ۳۵۶ جلد ۵ الصعود علی سطح کل مسجد مکروه ولهٰذا اذا اشتد الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه اذا صاق المسجد فحینئذ لا یکره الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب ﴿۱﴾. وهو الموفق

مسجد میں چارپائی پر بیٹھ کر تلاوت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد تقریباً سو فٹ لمبی ہے اگر مختلف آدمی اس مسجد کے ایک کونے میں چارپائی پر بیٹھ جائیں اور تلاوت بھی کرتے رہیں اور بعض لوگ محراب کے قریب تلاوت کرنے والے زمین پر بیٹھے ہوتے ہیں چارپائی پر بیٹھنے والے آدمی کا کیا حکم ہے یہ حرام ہے یا خلاف اولیٰ؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نظیف وزیرستان

الجواب: عرف میں بے حرمتی شمار کی جاتی ہے لہٰذا اس سے احتراز اولیٰ ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۲ جلد ۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والمصحف)

مسجد میں آگ لگنے کی صورت میں جنب کا مسجد میں داخل ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد میں آگ لگ گئی ہو کیا اس کے بجھانے کیلئے جنب آدمی حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہوسکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی الطاف الرحمٰن ٹوٹیال ہزارہ......۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: جب کوئی شخص مسافر ہو اور یا گھر وغیرہ میں (بیماری اور نقصان کی وجہ سے) گرم پانی کا انتظام نہ ہوسکتا ہو تو اس کیلئے تیمّم کے بعد مسجد میں داخل ہونا جائز ہے، یدل علیہ مافی ردالمحتار مسافر مر بمسجد فیه عین ماء وھو جنب ولا یجد غیر فانه یتیمم لدخول المسجد عندنا (ص ۱۵۹ جلد ۱) ﴿۱﴾ تو آگ لگنے کی صورت میں جنب کا داخل ہونا بطریق اولیٰ مرخص ہوگا۔ فافھم وتدبر. وھو الموفق

شرانگیز نہ ہو تو کسی نمازی کو مسجد سے منع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد سے کسی مسلمان کو نکلوانا کہ یہاں تم نماز نہ پڑھو، یہ منع کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل خان دوکاندار

الجواب: مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اگر شرانگیز نہ ہو، قال الله تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان یذکر فیھا اسمه ﴿۲﴾ وفی الدرالمختار وکذا کل موذ ولو بلسانه ﴿۳﴾ (ھامش الرد ص ۶۱۹ جلد ۱). وھو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۱۲۶ جلد ۱ کتاب الطھارت)

﴿۲﴾ (سورۃ البقرۃ پارہ: ۱ آیت: ۱۱۴ رکوع: ۱۴)

﴿۳﴾ (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۸۹ جلد ۱ قبیل باب الوتر والنوافل)

مسجد کے حصہ میں غسل خانے وغیرہ بنانا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں ایک طرف کنواں وسبیل وغسل خانے ہیں اب ہم اس کو مسجد میں داخل کرنا چاہتے ہیں اور مسجد کی دوسری طرف جو مسجد کا اندرونی حصہ تھا اس میں بنانا چاہتے ہیں کیونکہ اس سے مسجد میں وسعت اور فراخی آئے گی کیا از روئے شرع ایسا کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی امیر محمد ہاتھیان......۱۹۷۵ء/۵/۷

الجواب: اس مسجد کے حصہ میں غسل خانے وغیرہ بنانا جائز نہیں ہے، کما فی الهندیه ص ۱۱۲ جلد ۱ وتکره المضمضة والوضوء فی المسجد الا ان یکون ثمة موضع اعد لذلک ﴿۱﴾ فافهم پس اگر ممکن ہو تو قدیم غسل خانوں وغیرہ کے اوپر کنکریٹ کر کے چھت پر وضو اور غسل کا انتظام کیا جائے اور نیچے جگہ کو مسجد میں داخل کیا جائے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

مسجد میں مکتب (پرائمری) سکول بنانا اور چلانا جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں حکومت نے جو مکتب سکول کھولے ہیں جس میں ایک یا دو استاد مقرر ہوتے ہیں اور بچوں کو پرائمری پڑھایا جاتا ہے کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حبیب خان......۱۹۷۴ء/۳/۲۵

﴿۱﴾ (فتاوی عالمگیریه ص ۱۱۰ جلد ۱ فصل کره غلق باب المسجد)

﴿۲﴾ وفی الهندیه: ومن جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بیت...... ولو کان السرداب لمصالح المسجد جاز کما فی مسجد بیت المقدس کذا فی الهدایه.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۵۵ جلد ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد)

الجواب: مسجد سے پرائمری سکول کا کام لینا جائز نہیں ہے کیونکہ مساجد اس کام کیلئے نہیں بنائی گئی ہیں نیز اجرت کے ساتھ بچوں کو مسجد میں پڑھانا ممنوع ہے، نیز صناعت (جس میں کتابت داخل ہے) کیلئے مسجد میں بیٹھنا ممنوع ہے نیز پہاڑے وغیرہ پڑھنے کے وقت آواز کی بلندی ضروری ہے جو کہ مسجد میں ممنوع ہے ﴿۱﴾ نیز پرائمری سکول جس طرح بچوں کی وجہ سے بدنما اور گندہ ہوتے ہیں اسی طرح مساجد بھی ضرور گندہ ہوں گے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خوانین وغیرہ کے حجروں اور بیٹھکوں سے یہ مقصد پورا کیا جائے۔ وھو الموفق

رفع فساد کی بنا پر دوسری مسجد بنانا مسجد ضرار نہیں

سوال: ہم جملہ مسلمانان بازاراوگئی استدعا کرتے ہیں کہ ہم میں اختلاف اس قدر کشیدہ ہوگیا کہ ایک مسجد کی تعمیر کے مقابلہ میں دوسری مسجد کی تعمیر شروع کی ہے، بلکہ اب پہلے والے کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوئے ہیں ہم نے اپنی سمجھ کے مطابق کتنی ہی کوشش اور منت سماجت کی لیکن ناکام رہے اسلئے ہم نے انتخاب کیا کہ مولانا عبدالمنان صاحب اور مولانا سعید الرحمٰن صاحب وادی آگرور میں جید علماء ہیں وہ فیصلہ کریں گے، لیکن پارٹی بازی کے باعث وہ لوگ انکاری ہوئے اسلئے اب ہم نے تقریباً سو قدم کے فاصلہ پر دوسری مسجد کی تعمیر شروع کی ہے شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد یوسف، محمد عثمان بازاراوگئی مانسہرہ......۱۹۷۵ء/۵/۱۹

الجواب: چونکہ یہ دوسری مسجد غرض صحیح یعنی شر اور فتنہ سے بچنے کی وجہ سے بنائی جاتی ہے ﴿۲﴾ لہٰذا یہ مسجد ضرار نہ ہوگی۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ وفی الھندیہ: ویکرہ کل عمل من عمل الدنیا فی المسجد ولو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبة والوراق یکتب لنفسه فلا بأس لانه قربة وان کان بالاجرة یکره الا ان یقع لھما الضرورة کذافی محیط السرخسی...... والسادس ان لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر الله تعالیٰ.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۲۱ جلد۵ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف)
﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: واذا قسم المحلة المسجد...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حرام مال سے تعمیر شدہ مسجد کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کی تعمیر مال حرام اور حلال دونوں سے ہوجائے تو اس میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل وہاب......۲۷/۳/۱۹۷۴ء

الجواب: اعلم ان مدار المسجد علی الساحة دون البناء فلذا تصیر الساحة وحدها مسجداً کما فی الهندیه (۴۴۳ جلد ۲) رجل له ساحة لابناء فیها امر قوما ان یصلوا فیها بجماعة فهذا علی ثلاثة اوجهٍ احدها اما ان امرهم بالصلاة فیها ابداً نصابان قال صلوا فیها ابدا او امرهم بالصلاة مطلقا ونوی الابد ففی هٰذین الوجهین صارت الساحة مسجداً ﴿۱﴾ انتهی بقدر الضرورة ففی الصورة المسئولة ان کانت الساحة حلالا فلا ضیر، وان کان حراما مغصوبا فلا خیر وان کانت مشتراة بمال حرام فلا یضیر ایضا لان المعروف فی دیارنا الشراء بالمطلق ثم یدفع من الحرام وهو حلال عند الکرخی وعلیه الفتویٰ کما فی ردالمحتار ص ۲۱۹ جلد۴ باب المتفرقات ﴿۲﴾ واما البناء من الخشب والاجر وغیرهما ان اشتریت بالمال الحرام فحکمها الحل والا فالحرمة لکن حرمة البناء لا تضر المسجدیة کما مر. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) وضربوا فیه حائطاً ولکل منهم امام علی جدة ومؤذنهم واحد لابأس به.
(البحر الرائق ص ۳۵ جلد ۲ باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها)

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۴۵۵ جلد ۲ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق به)

﴿۲﴾ قال ابن عابدین الشامی: توضیح المسئلة ما فی التتارخانیة حیث قال رجل اکتسب مالا من حرام ثم اشتریٰ فهذا علی خمسة اوجه اما ان دفع تلک الدراهم الی البائع اولا ثم اشتریٰ منه بها او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفعها او اشتریٰ قبل الدفع بها ودفع غیرها او اشتریٰ مطلقا ودفع تلک الدراهم او اشتریٰ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

مسجد میں غسل خانے وغیرہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کے ایک حصہ کو غسل خانوں کیلئے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فضل غنی فاضل دیوبند میاں خان مردان

الجواب: جو زمین نماز کیلئے موقوف نہ کی گئی ہو اس میں غسل خانے وغیرہ بنانا ممنوع نہیں ہے ﴿۱﴾ پس اگر حصہ نماز کی نشاندہی نہ ہوئی ہو تو اس میں یہ تصرف کرنا جائز ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بدراھم اخرودفع تلک الدراھم...... وقال الکرخی فی الوجہ الاول والثانی لا یطیب وفی الثلاث الاخیرۃ یطیب وقال ابوبکر لا یطیب فی الکل لکن الفتویٰ الاٰن علی قول الکرخی دفعاً للحرج عن الناس...... ودفعا للحرج لکثرۃ الحرام. (ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۲۴۴ جلد۳ مطلب اذا اکتسب حرام ثم اشتریٰ باب المتفرقات)

﴿۱﴾ قال العلامہ ابن نجیم: وفی الخلاصۃ وغیرھا ویکرہ الوضوء والمضمضۃ فی المسجد الا ان یکون موضع فیہ اتخذ للوضوء ولا یصلی فیہ.

(البحر الرائق ص ۳۴ جلد۲ فصل مما فرغ من بیان الکراھۃ فی الصلوٰۃ)

﴿۲﴾ قال الحصکفی: ولو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ای بالقول المفتیٰ بہ او بالصلاۃ فیہ علی قولھما، ثم اراد البناء منع .

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۴۰۶ جلد۳ قبیل مطلب فیما لو خرب المسجد)

باب الوتر و القنوت

وتر با جماعت پڑھنا مباح اور اس پر مداومت مکروہ ہے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک مسئلہ پر علماء میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔قول فیصل کیلئے ہم مراجعت کرتے ہیں مسئلہ یہ ہے جب عید الفطر شک میں واقع ہوا اور تراویح ہو جائے۔ پھر معلوم ہو جائے کہ عید الفطر ہے تو رات کو جو وتر جماعت کے ساتھ پڑھی گئی ہے اب اس کی قضاء کی جائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی عبد المطلب کندے ناصر پی نوشہرہ......۱۹۶۹/۱/۱۳

الجواب: رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں وتر با جماعت پڑھنا مباح ہے اگر بعض اوقات میں ہو،اور مداومت سے پڑھنا مکروہ ہے،قال العلامة الشامی ص ۶۶۳ جلد ۱ ثم قال ویمکن ان یقال الظاهر ان الجماعة فيه (ای الوتر) غير مستحبة ثم ان كان ذلك احيانا كما فعل عمر كا ن مباحاً غير مكروه و ان كان على سبيل المواظبة كان بدعة مكروهة. چونکہ اس قوم نے وتر با جماعت اس وقت پڑھے ہیں جبکہ عید کا ثبوت شرعی متحقق نہیں ہوا تھا،لہٰذا ان کی جماعت مسنون ہوگی نہ کہ مباح اور مکروہ۔ وھو الموفق

وتر میں مقتدی سے دعائے قنوت رہ جانے کی صورت میں اعادہ وتر واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر کی نماز میں مقتدی سے دعائے

﴿۱﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۲۴ جلد ۱ :مطلب فی کراهة الا قتداء فی النفل علی سبیل التداعی صلاة التراويح)

قنوت رہ گئی۔ کیا اب دوبارہ وتر ادا کرے گا یا نہیں؟ بینوا تو جروا
المستفتی: شفیع اکبر گدون صوابی ۲۰ رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: جس مقتدی سے دعائے قنوت رہ گئی اس پر اعادہ نماز واجب نہیں ہے۔ یدل علیہ مافی الشرح الکبیر ص ۳۶۴ واماالمقتدی فهو مخیربین ثلاثة اشیاء قداختلف فیها ان شاء قنت وهومختار صاحب المحیط واکثر المحققین وان شاء امن وان شاء سکت ﴿۱﴾ انتهٰی بقدر الضرورة وصحة القول الاول لایقتضی وجوب القراءة. وهو الموفق.

وتر میں دعائے قنوت سہواً چھوڑنے پر سجدہ سہو واجب ورنہ اعادہ کرے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر میں اگر بالکل دعائے قنوت بھول جائے تو کیا سجدہ سہو کرے گا؟ اگر بالکل بھول جائے اور سلام کے بعد یاد آیا تو کیا اعادہ وتر کرے گا؟ بینوا تو جروا
المستفتی: حافظ محمد حنیف سہارنیوری خانپور ہزارہ ۱۹۷۵/ ۸/ ۲۷

الجواب: چونکہ دعا قنوت واجب ہے لہٰذا تارک سہواً پر سجدہ سہو واجب ہوگا۔ ورنہ اعادہ واجب ہوگا۔ (ماخوذ از شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (غنیة المستملی ص ۴۰۳ قبیل الفروع فصل فی الوتر)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله یجب له) أی للسهو الاتی بیانه فی قوله بترک واجب سهوا. وذکر فی المحیط عن القدوری انه سنة وظاهر الروایة الوجوب وصححه فی الهدایة وغیرها لانه لجبر نقصان تمکن فی الصلاة فیجب کالدماء فی الحج و یشهد له الامربه فی الا حایث ا لصحیحة والمواظبة علیه و ظاهر کلامهم أنه لولم یسجدیاثم بترک الواجب ولترک سجود السهو بحروفیه نظر بل یأثم لترک الجابر فقط اذلااثم علی الساهی نعم هو فی صورة العمد ظاهر و ینبغی أن یر تفع هذا الا ثم باعادتها نهر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۴۵ جلد ۱: باب سجودالسهو)
وقال: الظاهر انه یشمل نحو مدافعة الاخبثین مما لم یوجب...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

عشاء کے فرض فاسد ہونے کی صورت میں وتر کی قضا کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وقت ادا گزر جانے کے بعد معلوم ہوا، کہ نماز عشاء میں سے صرف فرض نماز فاسد ہوئی تھی، اب قضا کی صورت میں صرف فرض عشاء کو پڑھے یا نماز وتر کا بھی اعادہ کرے؟ نیز سنتوں کا کیا ہوگا، یعنی وتر کے ساتھ دوبارہ پڑھے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۰۱/۱۹

الجواب: امام صاحب کے نزدیک صرف فرض کا اعادہ ضروری ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے۔﴿۱﴾ اور سنت کی قضا کسی کا مذہب نہیں ہے۔ فی الهندیه ص ۵۳ جلد ۱ و لا يقدم الوتر على العشاء لوجوب الترتيب لالان وقت الوتر لم يدخل حتى لو صلى الو تر قبل

(بقيه حاشيه) سجودا اصلا وان النقص اذا دخل فى صلاة الامام ولم يجبر وجبت الاعادة على المقتدى ايضا وانه يستثنى منه الجمعة والعيد اذا اديت مع كراهة التحريم الا اذا اعادها الامام والقوم جميعاً فليراجع.

(ردالمحتار ص ۳۳۷ جلد ۱ مطلب كل صلاة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها)

﴿۱﴾ قال الامام الكاسانى ان من صلى العشاء على غير وضوء وهو لا يعلم ثم توضأ فاوتر ثم تذكر اعاد صلوٰة العشاء بالاتفاق ولا يعيد الوتر فى قول ابى حنيفة وعند هما يعيد ووجه البناء على هذا الاصل انه لما كان واجبا عند ابى حنيفة كان اصلاً بنفسه فى حق الوقت لاتبعاً للعشاء......الاان تقديم احدهما على الاخر واجب حالة التذكر فعند النسيان يسقط. (بدائع الصنائع ص ۲۷۲ جلد ۱ باب الوتر)

وقال العلامه ابن نجيم قوله والعشاء والوتر منه الى الصبح اى وقتهمامن غروب الشفق على الخلاف فيه وكون وقتهما واحداً مذهب الامام وعند هما وقت الوتر بعد صلاة العشاء له حديث ابى داود ان الله امدكم بصلاة هى خير لكم من حمر النعم وهى الوتر فجعلها لكم فيما بين العشاء الىٰ طلوع الفجر ولهما مافى بعض طرقه فجعلها لكم فيما بين صلاة العشاء. الخ (البحر الرائق ص ۲۴۶ جلد ۱ كتاب الصلاة)

العشاء ناسياً او صلاهما فظهر فساد العشاء دون الوتر فانه يصح الوتر ويعيد العشاء وحدها عند ابی حنيفة لان الترتيب يسقط بمثل هذا العذر﴿ ا ﴾.وهو الموفق

قنوت نازلہ کا طریقہ وعلت

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قنوت نازلہ کسی مصیبت کے ساتھ خاص ہے یا ہر وقت پڑھی جائے گی؟ نیز مقتدی امین آہستہ پڑھے گا یا جہر سے،اور ہاتھ باندھے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :محمد جلندر دارالعلوم حقانیہ

الجواب: صرّح صاحب البحر وردالمحتار فی باب الوتر بمشروعية القنوت فی الفجر بعدركوع ركعة الثانية وبتأمين المقتدی ای سراً كماهوالاصل عندنا .وهو مختص عندنا بنازلة وبلية عامة كا لطاعون والحروب كما صرحوابه ايضاًفليراجع الی ردالمحتار ص۶۲۸ جلد ا .﴿۲﴾ والا صل عند ابی حنيفة الوضع تحت السرة لكونه ذكراً طويلاً﴿۳﴾ولكن اختار بعض

﴿ ا ﴾(فتاویٰ عالمگيريه ص ا ۵ جلد ا المواقيت وما يتصل بها وفيه)

﴿ ۲ ﴾(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۶۹۴ جلد ا مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾وفی المنهاج(قوله الالنازلة)وبه ناخذذكره فقهاء نا عن الامام الطحاوی قالوا قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انمالا يقنت عندنا فی صلوٰة الفجر من غير بلية فا ذاوقت فتنة اوبلية فلا بأس به فعله رسول اللهﷺ......يقنت لنازلة فی صلوٰة الفجر فقط كما فی الا شباه عن الغايه ويؤيده ما فی شرح المنية وقيل فی سائر الجهرية وقيل فی كل الصلوٰت وصرح الشرنبلالی انه بعد الركوع وهوالاظهر واستظهر الحموی انه قبله.قالوا ان المقتدی يتابع امامه الا اذاجهر فيؤمن ولم يصر حوا بوضع اليدين وبالارسال لكن الا صل يرجح الوضع وهوان الوضع سنة قيام له قرار فيه ذكر مسنون فی ظاهر المذهب......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

العلماء الارسال رفعاً للاشتباه فليراجع الیٰ بوادر النوادر﴿۱﴾ وهوا لموفق

قنوت نازلہ فی الفجر کا مسئلہ

سوال: مایقول العلماء فی القنوت فی الفجر بعد الرکوع فی الرکعةالثانیه.أمختص بالفجر ام لا؟وما کیفیته وطریقته؟بینواتوجروا

المستفتی: محمد حامد حقانی المتعلم بجامعة الحقانیہ اکوڑہ خٹک......۱۴۰۳ھ

الجواب: اعلم ان مسئله القنوت النازلة فی الفجر طویلة الذیل لاهمة لنا لاستقصاء ها فلنکتف بقول واحد من اقوال الفقهاء.وهو انه مختص بالفجر کما فی الشامیه ص ۴۷۱جلد۱عن الاشباه عن الغابة وشرح المنیة.وصرح الشر نبلالی انه بعد الرکوع.والمقتدی یتابع امامه الا اذاجهر الامام فیؤمن المقتدی﴿۲﴾(ردالمختار)ولم یصرحوابوضع الیدین والارسال.والقواعد تقتضی الوضع عندابی حنیفة لکونه ذکراً طویلا.والارسال عند صاحبیه لعدم قراء ة القرآن﴿۳﴾وهو الموفق

(بقیه حاشیه) وسنة قراءة فی روایة عن محمد.واختار بعض الاکابر قول محمد رفعا للاشتباه وصونا عن تکرارالرکوع.(منهاج النسن شرح جامع السنن للترمذی ص ۲۷۹ جلد۲ باب ماجاء فی القنوت فی صلوٰةالفجر)

﴿۱﴾(بوادرالنوادرص ۳۷۴نوے وان نادره تحقیق ارسال یاوضع یدین درقنوت نازله)

﴿۲﴾(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص ۶۹۴جلد۱ :مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾وفی المنهاج السنن :قالوا ان المقتدی یتابع امامه الا اذا جهر فیؤمن ولم یصرحوا بوضع الیدین وبالارسال لکن الاصل یرجح الوضع هو ان الوضع سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فی ظاهر المذهب وسنة قراء فی روایة عن محمد، واختار بعض الاکابر قول محمد رفعاً للاشتباه وصونا عن تکرار الرکوع.

(منهاج السنن ص ۲۷۹جلد۲ باب ما جاء فی القنوت فی صلاة الفجر)

قنوت نازلہ نماز فجر کی رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد پڑھی جائیگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز فجر کی دوسری رکعت میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی جائیگی یا قبل الرکوع؟ اور کیا صرف فجر کی نماز میں پڑھی جائیگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا حسین احمد عباسیہ لکی مروت ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

الجواب: مفتیٰ بہ قول کی بنا پر قنوت نازلہ صرف فجر کی فرض نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کے بعد پڑھی جائیگی۔لمافی ردالمحتار ص ۶۲۸ جلد ۱ وھو صریح فی ان قنوت النازله عندنا مختص بصلاۃ الفجر دون غیرھا من الصلوات الجھریه والسرية.﴿۱﴾ امام جہر کرے گا اور مقتدی دعائیہ کلمات پر آہستہ (سراً) آمین کہیں گے﴿۲﴾(شامی ص ۶۲۸ جلد ۱).وھو الموفق

رکعات وتر میں شک پڑ جانے کی صورت میں نماز وتر پڑھنے کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں وتر پڑھ رہا تھا کہ دوسری

﴿۱﴾(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۹۶ جلد ۱ :مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۲﴾قال ابن عابدین الشامی: والذی یظھرلی ان المقتدی یتابع امامه اذا جھر فیؤمن وانه یقنت بعد الرکوع لاقبله.(ردالحتار ھامش الدر المختار ص ۴۹۶ جلد ۱ مطلب فی القنوت للنازلة)

وقال المفتی اعظم کفایت الله الدھلوی: اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہوتو بہتر ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ اکثری تجربہ اسی کا شاہد ہے تو بہتر یہ ہے کہ امام زور سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔

(کفایت المفتی ص ۴۴۸ جلد ۳ بیسواں باب قنوت نازلہ)

وقال الشرنبلالی: والمؤتم یقرأ القنوت کالامام علی الاصح ویخفی الامام والقوم ھو الصحیح لکن استحب للامام الجھربه فی بلاد العجم لیتعلموہ الخ.

(مراقی الفلاح ص ۳۸۲ باب الوتر واحکامه)

رکعت میں شک پڑ گیا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت؟ تو ایسی صورت میں نمازی کیا کرے گا؟ کیا دوبارہ وتر پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: جس رکعت میں شک پڑا ہواسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے گا اور اسی رکعت میں بیٹھ کر قعدہ کرے گا اور تیسری رکعت میں دوبارہ دعائے قنوت پڑھ کر رکعت پوری کرے اور سجدہ سہو بھی آخر میں کرے ﴿۱﴾ (بحر، شامی، هندیه، خلاصة الفتاویٰ). وهو الموفق

مقتدی کیلئے دعائے قنوت کے اتمام کے بغیر رکوع میں چلے جانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں مقتدی نے اگر وتر میں دعائے قنوت کچھ پڑھی ہے اور کچھ باقی ہے یا غلطی واقع ہونے کی وجہ سے دوبارہ قنوت پڑھ رہا ہے کہ امام رکوع میں چلا گیا اب مقتدی قنوت پوری کرے یا رکوع میں چلا جائے؟ اور اگر امام سے قنوت رہ گئی اور رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: اگر مقتدی کو رکوع کے فوت ہونے کا خطرہ ہو تو رکوع میں جا کر متابعت امام کرے، اور اگر رکوع ملنے کا امکان ہو تو اسی قدر دعائے قنوت پڑھ کر رکوع میں جائے تا کہ دونوں

﴿۱﴾ وفي الهندية: لو شك احد في الوتر انه في الاولىٰ او الثانية او الثالثة فانه يقنت في الركعة التي هو فيها ثم يقعد ثم يقوم فيصلي ركعتين بقعدتين ويقنت فيهما احتياطاً وفي قول آخر لا يقنت في الكل اصلاً والاول اصح لان القنوت واجب وما تردد بين الواجب والبدعة يأتي به احتياطاً كذا في المحيط.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۱ جلد ۱ باب الوتر)

(وهكذا في البحر الرائق ص ۴۱ جلد ۲ باب الوتر والنوافل)

اعمال کی رعایت ہو سکے﴿۱﴾(شامی)﴿۲﴾. وھو الموفق

وتر کے آخری رکعت پانے والے کیلئے دعائے قنوت پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱) ایک شخص وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا اور دعائے قنوت امام کے ساتھ پڑھی، اب باقی نماز میں دعائے قنوت پڑھے گا یا نہیں؟ (۲) مقتدی نے امام وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا اور اس نے دعا نہیں پڑھی تو اس کیلئے دوبارہ قنوت پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی :عبداللہ مردان

الجواب: دونوں صورتوں میں اس مسبوق پر قنوت پڑھنا ضروری نہیں ہے پہلی صورت میں دعائے قنوت حقیقتاً اور دوسری صورت میں حکماً ادا ہوئی ہے (کما فی الشامی ص ۱۰ جلد ۲)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال الامام طاهر البخاری: فلو رکع الامام فی الوتر قبل ان یفرغ المقتدی من القنوت فانه یتابع الامام ولو رکع الامام ولم یقرأ القنوت، یقرأ المقتدی من القنوت شیئاً ان خاف الرکوع فانه یرکع وان کان لا یخاف یقنت ثم یرکع . (خلاصة الفتاویٰ ص ۱۶۰ جلد ۱ النوع من یتابع الامام)

﴿۲﴾قال ابن عابدین: (قوله قطعه وتابعه) لان المراد بالقنوت هنا الدعاء الصادق علی القلیل والکثیر وما اتی به منه کاف فی سقوط الواجب وتکمیله مندوب والمتابعه واجب فیترک المندوب للواجب (قوله ولو لم یقرأ) ای لو رکع الامام ولم یقرأ المقتدی شیئاً من القنوت ان خاف فوت الرکوع یرکع والا یقنت ثم یرکع الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۹۵ جلد ۱ قبیل مطلب فی القنوت للنازلة)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثة، قال ابن عابدین: لانه آخر صلاته وما یقضیه اولها حکما فی حق القراء ة وما اشبهها وهو القنوت واذا وقع قنوته فی موضعه بیقین لا یکرر لان تکراره غیر مشروع شرح المنیة.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۹۶ جلد ۱ قبیل مطلب فی القنوت للنازلة)

باب السنن والنوافل

سنت غیر موکدہ توڑ کر نماز عصر میں شریک ہونے کی وجہ سے بعد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے نماز عصر سے پہلے غیر موکدہ سنتوں کی نیت باندھی تھی نماز عصر باجماعت شروع ہونے کی وجہ سے اس نے نماز توڑ دی اب چونکہ یہ اس پر واجب ہوئی ہے تو اگر اس نے بعد از نماز عصر باجماعت ادا کرنے کے بعد ان سنتوں کو ادا کیا تو یہ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی ۵۵۲ راولپنڈی......۱۹۶۹ء/۱/۱۹

الجواب: چونکہ اس شخص پر اعادہ واجب لغیرہ ہے، اور واجب اصلی نہیں ہے لہٰذا اس نماز کا بعد صلوٰۃ العصر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے ﴿۱﴾ قال فی الدرالمختار وکرہ نفل وکل ماکان واجباً لا لعینہ بل لغیرہ کمنذور والذی شرع فیہ فی وقت مستحب او مکروہ ثم افسدہ ولوسنۃ الفجر بعد صلوٰۃ الفجر وصلوٰۃ العصر انتہیٰ مختصراً وقال العلامۃ الشامی فی ردالمحتار ص ۲۵۱ جلد ۱ والکراہۃ ھھنا تحریمیۃایضاً کما صرح بہ فی الحلیۃ ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال فی الھندیہ: لو افتتح صلوٰۃ النفل فی وقت مستحب ثم افسدھا فقضائھا بعد صلوٰۃ العصر قبل مغیب الشمس لایجزیہ ھکذا فی محیط السرخسی.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۵۳ جلد ۱ بیان الاوقات التی لا تجوز فیھا الصلاۃ وتکرہ فیھا)

﴿۲﴾ الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۷۶ جلد ۱ کتاب الصلاۃ)

فرض نماز کو ادا کر کے دوبارہ فرض نماز میں شرکت خالص نفل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فرض نماز ظہر کر کے دوبارہ ظہر کی جماعت میں شریک ہوجائے تو دوبارہ اس نماز میں شرکت بحیثیت نفل کی ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی نمبر ۵۵۲ راولپنڈی......۳۰/محرم ۱۳۸۸ھ

الجواب: دوبارہ پڑھنا خالص نفل ہے﴿۱﴾۔ وھو الموفق

ملازمت کی وجہ سے نماز قضا کرنا، جماعت ثانیہ میں اقامت اور تہجد کی نیت میں تعین نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) فکٹری میں کافر کی ملازمت ہے نماز کا ٹائم نہیں ملتا دیکھتے دیکھتے نمازیں قضا ہوتی ہیں جمعہ بھی متواتر قضا ہو، یہ ملازمت کرنی کیسی ہے؟ (۲) جماعت ثانیہ میں دوبارہ اقامت ہے یا نہیں؟ (۳) نماز تہجد میں لفظ سنت یا نفل یا تہجد نیت میں کونسا لفظ استعمال کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا فخر الدین برمنگھم انگلینڈ......۱۹۷۲ء/۸/۱۵

الجواب: (۱) جس نوکری میں نماز کی اجازت نہ ہو وہ نوکری حرام ہے﴿۲﴾۔

(۲) مسجد میں اقامت نہ کرنا چاہئے اور غیر مسجد میں کرنا چاہئے﴿۳﴾۔

﴿۱﴾وفی الھندیہ: فان کان قد صلی مرۃ ففی العشاء والظھر لا بأس بالخروج (من المسجد) ما لم یأخذ المؤذن فی الاقامۃ فان اخذ فی الاقامۃ لم یخرج حتی قضاھما تطوعا.
(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۲۰ جلد ۱ باب ادراک الفریضۃ)

﴿۲﴾ وعن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ ﷺ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق رواہ فی شرح السنۃ. (مشکواۃ المصابیح ص ۳۲۱ جلد ۱ کتاب الامارۃ والقضاء الفصل الثانی)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: ویکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخالفۃ الاذان ولو کررہ......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۳) تہجد کو سنت، صلوۃ اللیل، نفل، نماز تہجد تمام نیات سے پڑھنا جائز ہے۔ وهو الموفق

جمعہ کے دن آٹھ رکعت سنت موکد اور دو رکعت مستحب ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جمعہ کے دن دس رکعت سنت موکد ہیں یا غیر موکد؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصف شاہ گدر مردان......۵/ دسمبر ۱۹۷۴ء

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک آٹھ رکعت سنت موکد ہیں اور باقی دو رکعت مستحب ہیں ﴿۱﴾ ان کا پڑھنا بہتر ہے، صرح به فی جمیع کتب الفتاویٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیه حاشیه) اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا كمافي مسجد ليس له امام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً فان الافضل ان يصلي كل فريق باذان واقامة على حدة كما في اما لي قاضي خان.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۰۸ جلد ۱ مطلب في تكرار الجماعة في المسجد باب الامامة)

﴿۱﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: والدليل على استنان الاربع قبل الجمعة مارواه مسلم مرفوعا من كان مصليا قبل الجمعة فليصل اربعا مع مارواه ابن ماجه عن ابن عباس قال كان رسول الله ﷺ يركع من قبل الجمعة اربعا لا يفصل في شئ منهن وعلى استنان الاربع بعدها ما في صحيح مسلم عن ابى هريرة مرفوعاً اذا صلى احدكم الجمعة فليصل بعدها اربعا وفي رواية اذا صليتم بعد الجمعة فصلوا اربعا وذكر في البدائع انه ظاهر الرواية وعن ابى يوسف انه ينبغي ان يصلى اربعا ثم ركعتين.

(البحر الرائق ص ۴۹ جلد۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۲﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبي: والافضل ان يصلى اربعاً ثم ركعتين للخروج عن الخلاف. (غنية المستملى ص ۳۷۳ فصل في النوافل)

ظہر کی چار سنت رہ جانے پر دو رکعت سنت کے بعد پڑھنا راجح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز ظہر کی اول چار رکعت سنت رہ جائیں تو فرض کے فوراً بعد یا دو رکعت سنت کے بعد ادا کریں گے؟ بینوا توجروا

المستفتی: منصف شاہ گدر مردان......۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

الجواب: اس مسئلہ میں توسع ہے البتہ محققین علماء ابن الہمام وغیرہ نے حدیث کی وجہ سے دو رکعت کی سبقت کو ترجیح دی ہے ﴿۱﴾ والحديث رواه الترمذی و ابن ماجه ﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز فجر میں امام کی قرأت سننے کی وجہ سے سنت ترک نہیں کی جاوے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسجد میں نماز فجر کی قرأت ہو رہی ہو تو حدود مسجد یعنی (مسجد کے اندر) سنت پڑھنا جماعت میں شامل ہونے سے افضل ہے یا سنت چھوڑ کر امام کے پیچھے جماعت میں شامل ہونا افضل ہے حدود مسجد سے مراد مسجد کا وہ علاقہ جہاں عموماً نماز پڑھی جاتی ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جان نوشہرہ کلاں......۱۹۸۵ء/۱۰/۲۲

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: (قوله وانما الخلاف) فعند ابی یوسف بعد الركعتين وهو قول ابی حنيفة وعلى قول محمد قبلهما وقيل الخلاف على عكسه والاولىٰ تقديم الركعتين لان الاربع فاتت عن الموضع المسنون فلا تفوت الركعتان ايضا عن موضعهما قصدا بلا ضرورة. (فتح القدير ص ۴۱۵ جلد ۱ باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ عن عائشة ان النبی ﷺ كان اذا لم يصل اربعا قبل الظهر صلاهن بعدها (ترمذی) وفی منهاج السنن: ای بعد الظهر وبعد الركعتين ، ففی رواية ابن ماجة كان رسول الله ﷺ اذا فاتته الاربع قبل الظهر صلاهن بعد الركعتين بعد الظهر وهو قول ابی یوسف ونسب الى ابی حنيفة وفی فتاویٰ العتابی ی انه المختار وفی مبسوط شيخ الاسلام انه الاصح ورجحه ابن الهمام.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۱۹۴ جلد ۲ باب ماجاء فی الركعتين بعد الظهر)

الجواب: فقہاء کرام نے مسجد میں سنت فجر کو (جماعت کے قیام کے دوران) مکروہ لکھا ہے مگر یہ نہیں لکھا ہے کہ سنت نہ پڑھے بلکہ یہ لکھا ہے کہ جب حائل وغیرہ ہوتو پڑھے معلوم ہوا یہ اھون البلیتین ہے اور بہ نسبت ترک (اور مخالطت) کے افضل ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

عصر کی چار رکعت سنت کا وقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کی چار رکعت سنتوں کی جو فضیلت ہے یہ قبل وقت العصر ہے یا بعد وقت العصر؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد جمال c/o محمد اقبال جی پی او پشاور......۲/شعبان ۱۳۹۷ھ

الجواب: مشکواۃ شریف میں ہے رحمہ اللہ امرء صلی قبل العصر اربعاً (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد) ﴿۲﴾ بہر حال اس کا وقت فرض سے قبل اور عصر کے وقت کے دخول کے بعد ہے. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله والاتر کها) قال فی الفتح وعلی هذا ای علی کراهة صلاتها فی المسجد ینبغی ان لا یصلی فیه اذا لم یکن عند بابه مکان لان ترک المکروه مقدم علی فعل السنة غیر ان الکراهة تتفاوت فان کان الامام فی الصیفی فصلاته ایاها فی الشتوی اخف من صلاتها فی الصیفی وعکسه واشد مایکون کراهة ان یصلیها مخالطا للصف کما یفعله کثیر من الجهلة، والحاصل ان السنة فی سنة الفجر ان یأتی بها فی بیته والا فان کان عند باب المسجد مکان صلاها فیه والا صلاها فی الشتوی او الصیفی ان کان للمسجد موضعان والا فخلف الصفوف عند ساریة لکن فیما اذا کان للمسجد موضعان والامام فی احدهما ذکر فی المحیط انه قیل لا یکره لعدم مخالفة القوم وقیل یکره لانهما کمکان واحد قال فاذا اختلف المشائخ فیه فالافضل ان لا یفعل قال فی النهر وفیه افادة انها تنزیهیة ، لکن فی الحلیة قلت وعدم الکراهة اوجه للاثار التی ذکرناها ثم هذا کله اذا کان الامام فی الصلاة اما قبل الشروع فیأتی بها فی ای موضع شاء.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ (مشکواة المصابیح ص ۱۰۴ جلد ۱ باب السنن وفضائلها الفصل الثانی)

نماز کے بعد صرف سجدہ کرنا مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نماز کے بعد صرف سجدہ کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: بہادر زیب چکدرہ دیر سٹیٹ......۱۷/ جولائی ۱۹۷۹ء

الجواب: نماز کے بعد سجدہ مناجات کرنا مکروہ ہے، کما في شرح الكبير وما يفعل عقيب الصلوٰة فمكروه لان الجهال يعتقدونها سنة او واجبة﴿۱﴾. وهو الموفق

ظہر کی دو سنتوں کے ساتھ دو نفل ملانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید ظہر کی آخری دو سنتیں پڑھ رہا تھا قعدہ آخر میں تشہد پڑھنے سے قبل اٹھ گیا اور دو رکعت نفل ملا دیئے کیا یہ طریقہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر البشر مدینہ میڈیسنز نوشہرہ......۹/۳/۱۹۸۷ء

الجواب: ظہر یا عشاء وغیرہ کی سنتوں پر نفل کی بنا درست ہے، كما في ردالمحتار ص ۴۷۲ جلد ۱ وغيره، فليراجع﴿۲﴾. والله اعلم

﴿۱﴾ (غنية المستملي المعروف بالكبيري ص ۵۲۹ فصل في مسائل شتىٰ)

﴿۲﴾قال ابن عابدين: (قوله لان كل شفع منه صلاة) لتمكنه من الخروج على رأس الركعتين فاذا قام الى شفع آخر كان بانيا صلاة على تحريمة صلاة ومن ثم صرحوا بانه لو نوى اربعا لا يجب عليه بتحريمتها سوى الركعتين في المشهور عن اصحابنا وان القيام الى الثالثة بمنزلة مبتدأة حتى ان فساد الشفع الثاني لا يوجب فساد الشفع الاول الخ.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۳۹ جلد ۱ مطلب كل شفع من النفل صلاة)

سنت قبل الظہر اور فرض کے مابین نفل کرنا اور نمازیوں کے آگے گزرنا

سوال: محترم المقام حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی! عرض یہ ہے (۱) کہ ایک دن میں نے مسجد حقانیہ میں سنت قبل الظہر ادا کئے اور جماعت کے انتظار میں بیٹھ گیا اسی دوران میں نے آپ صاحبان کو دیکھ لیا کہ آپ تیزی سے آ کر صف اول میں دو رکعت ادا کرنے لگے تو میں دو رکعت سے حیران ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ یہ دو رکعت سنت ظہر ہیں یا سنت پہلے اپنے مکان پر ادا کئے ہیں اور یہ دو رکعت نفل ہیں، بہر حال سوال یہ ہے کہ اگر یہ دو رکعت نفل ہیں تو کس حدیث سے سنت قبل الظہر اور فرض کے درمیان نفل کا جواز معلوم ہوتا ہے، نیز اگر کوئی شخص امام ہو تو کیا اس کیلئے یہ جائز ہے کہ سنت قبل الظہر ادا نہ کرے اور لوگوں کی امامت کرے اگر چہ وقت میں تنگی بھی نہ ہو بین لنا بیانا شافیاً کی یبعد التردد من قلبی بارک الله فی الدنیا و الاخرة وانتم مقتدی الناس فی الاحادیث فی هذالزمان. (۲) وهكذا رئيت فی مسجد الحقانيه الطلبة الكرام يمرون امام المصلين ايجوز هذا ام لا. بينواتوجروا

المستفتی: عبداللہ نوشہرہ......۲۷/ اگست ۱۹۸۴ء

الجواب: (۱) اصلی سنة الظهر القبلية فی البيت واصلی فی المسجد تحية المسجد ولم يمنع احد من الفقهاء من التطوع فی هذا الوقت وورد فی رواية انه ﷺ صلّها علی توجيهٍ ﴿۱﴾ . (۲) والمرور بين يدی المصلی ممنوع الا فی المسجد

﴿۱﴾ قال العلامة ابن الهمام: فالاولی الاستدلال بمجموع حديثين حديث ابن عمر حفظت من رسول اللهﷺ عشر ركعات ركعتين قبل الظهر وركعتين بعدها وركعتين بعد المغرب فی بيته وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل صلاة الصبح وحديث عائشه انه ﷺ كان لا يدع اربعا قبل الظهر وركعتين قبل الغداةبناء علی الجمع بينهما اما بان الاربع كان يصليها فی بيته فاتفق عدم علم ابن عمر بهن وان علم غيرها مما صلی فی بيته لانه ﷺ كان يصلی الكل فی البيت ثم كان يصلی ركعتين تحية المسجد. (فتح القدير ص ۳۸۶ جلد ۱ باب النوافل)

الکبیر کما صرحوا فانہ یجوز المرور فیہ فی ماوراء موضع السجود﴿۱﴾. وھو الموفق

نماز حفظ القرآن ثابت ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک کتاب کے ص۱۴۲ تا ۱۴۴ پر نماز حفظ القرآن درج ہے نمونہ کیلئے دو اوراق ارسال خدمت ہیں جس کی سند میں حصن حصین کا حوالہ دیا گیا ہے لیکن ترجمہ حصن حصین میں مجھے یہ حوالہ نہیں ملا کیا کسی دوسری کتاب میں اس کا ثبوت موجود ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق غفرلہ......

الجواب: یہ حدیث ترمذی جلد ثانی ص۵۱۳ میں مسطور ہے﴿۲﴾۔فقط

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: وان کرہ مرور مار فی الصحراء اوفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح او مرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ مطلقا. (الدر المختارعلی ھامش ردالمحتار ۴۲۹ جلد۱ باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا)

﴿۲﴾ عن ابن عباس انہ قال بینما نحن عند رسول اللہ ﷺ اذ جاءہ علی ابن ابی طالب فقال بابی انت وامی تفلّت ھذاالقرآن من صدری فما اجدنی اقدر علیہ فقال لہ رسول اللہ ﷺ یا ابالحسن افلا اعلمک کلمات ینفعک اللہ بھن وینفع بھن من علمتہ ویثبت ما تعلمت فی صدرک قال اجل یا رسول اللہ فعلمنی قال اذا کان لیلۃ الجمعۃ فان استطعت ان تقوم فی ثلث اللیل الآخر فانھا ساعۃ مشھودۃ والدعاء فیھا مستجاب وقد قال اخی یعقوب لبنیہ سوف استغفرلکم ربی یقول حتی تاتی لیلۃ الجمعۃ فان لم تستطع فقم فی وسطھا فان لم تستطع فقم فی اولھا فصل اربع رکعات تقرأ فی الرکعۃ الاولیٰ بفاتحۃ الکتاب وسورۃ یٰس وفی الرکعۃ الثانیۃ بفاتحۃ الکتاب وحم الدخان وفی الرکعۃ الثالثہ بفاتحہ الکتاب والم تنزیل السجدۃ وفی الرکعۃ الرابعۃ بفاتحۃ الکتاب وتبارک الملک المفصل فاذا فرغت من التشھد فاحمد اللہ واحسن الثناء علی اللہ وصل علی واحسن وعلی سائر النبیین الخ.
(سنن ترمذی ص۱۹۶ جلد۲ ابواب الدعوات باب فی دعاء الحفظ)

صلوٰۃ معکوس نماز نہیں بلکہ ایک مجاہدہ اور معالجہ ہے

سوال: صلوٰۃ معکوس جائز ہے یا نہیں، نیز صلاۃ معکوس کا طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: رحمت کریم ڈاک اسماعیل خیل نوشہرہ...... یکم ذالحجہ ۱۳۸۹ھ

الجواب: صلوٰۃ معکوس کے متعلق امداد الفتاویٰ ص ۲۸۹ جلد ا میں مسطور ہے کہ اس کو صلاۃ مجازاً کہہ دیا جاتا ہے اصل میں یہ ایک مجاہدہ ہے اور مجاہدہ ایک معالجہ ہے اور معالجہ کیلئے منقول اور مأثور ہونا ضروری نہیں ہے، ہاں منہی عنہ نہ ہونا ضروری ہے ﴿۱﴾۔

نوٹ:...... اس کا تذکرہ القول الجمیل میں موجود ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سنت فجر کی قضاء افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ راولپنڈی میں ایک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر صبح کے فرض کی وجہ سے سنت فوت ہو جائے تو اس کو بعد الفرض پڑھنا چاہئے اور بعض علماء سے سنا گیا ہے کہ اس کا سرے سے اعادہ نہیں اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرم خان ہنگو ضلع کوہاٹ...... ۱۹۸۷ء/۹/۵

الجواب: افضل یہ ہے کہ یہ سنت طلوع شمس کے بعد قضا کرے اور قبل طلوع الشمس متروکہ سنت کا پڑھنا مکروہ ہے، وهو قول محمد ومالک واحمد والشافعی فی قوله القديم ولا

﴿۱﴾ (امداد الفتاویٰ ص ۳۱۰ قبیل فصل فی التراویح)

﴿۲﴾ قال الامام ولی الله الدهلوی وللچشتية صلوٰة تسمّٰى صلوٰة المعكوس لم نجد من السنة ولا اقوال الفقهاء ما نشدها به فلذلک حذفناها والعلم عند الله.

(القول الجميل مع شفاء العليل ص ۷۲ الفصل الخامس)

تقضی عند ابی حنیفة والتفصیل فی الفقه﴿۱﴾ وشروح الاحادیث﴿۲﴾. وھوالموفق

ظہر کے سنن قبلیہ دو رکعت کے بعد ادا کئے جائیں گے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی سے ظہر کے سنن قبلیہ رہ جائے اب جماعت کے بعد یہ سنن دو رکعت سنت کے بعد ادا کی جائیں گی یا قبل ادا کی جائیں گی ؟ وقد ذکروا فی کتب الفقه الاختلاف فی تقدیمها وتاخیرها؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد سرور افغانی.....۳۱/مئی ۱۹۷۵ء

الجواب: اس تقدیم وتاخیر میں توسع ہے البتہ محققین کے نزدیک دو رکعت مقدم پڑھے جائیں گے، کما فی الدر المختار مع ردالمحتار ص ۶۷۳ جلد ۱ ثم یأتی بها علی انها سنة فی وقته الظهر قبل شفعه عند محمد وبه یفتی، قال العلامة الشامی اقول وعلیه المتون

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله ولا یقضیها الا بطریق التبعیة) ای لا یقضی سنة الفجر الااذا فاتت مع الفجر فیقضیها تبعا لقضائه لو قبل الزوال واما اذا فاتت وحدها فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراهة النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذلک عندهما وقال محمد احب الی ان یقضیها الی الزوال کما فی الدرر.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۳۰ جلد ۱ باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾وفی المنهاج: اتفق ابوحنیفة وصاحباه علی انه لا یصلی رکعتی الفجر قبل طلوع الشمس ، واختلفوا هل یصلیهما بعد طلوع الشمس ام لا، فقال محمد نعم وهو مذهب مالک واحمد وقال به الشافعی فی قوله القدیم وقال فی الجدید یصلیهما بعد صلوٰة الصبح قبل طلوع الشمس واحتج بحدیث الباب، ولنا احادیث النهی عن الصلوٰه بعد الصبح والعصر وهی احادیث صحیحة مشهورة بل متواترة وکذا هی محرمة من قبیل التشریع العام بخلاف حدیث الباب فانه منقطع لم یسمع محمد بن ابراهیم عن قیس جد سعد بن سعید.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۲۹۲ جلد ۲ باب فیمن تفوته الرکعتان قبل الفجر)

لاکن رجح فی الفتح تقدیم الرکعتین قال فی الامداد وفی فتاویٰ العتابی انه المختار وفی مسبوط شیخ الاسلام انه الاصح لحدیث عائشةِ رضی الله عنها انه علیه السلام کان اذا فاتته الاربع قبل الظهر یصلیهن بعد الرکعتین وهو قول ابی حنیفة وکذا فی جامع قاضی خان، والحدیث قال الترمذی حسن غریب انتهیٰ ﴿۱﴾ قلت فاذا ورد فیه انه قول الامام وکذا ورد فی الحدیث لفظ کان فالاول هو العمل علیه. وهوالموفق

نفل بیٹھ کر پڑھنا، سنن رواتب چھوڑنا اور ضرورت کے وقت نماز توڑنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) نفل بیٹھ کر پڑھنا درست ہے یا کھڑے ہوکر؟

(۲) عموماً نماز سے پہلے یا بعد میں جو سنن ہوتے ہیں موکدہ یا غیر موکدہ یا نوافل اگر اسے نہ پڑھی جائے تو کیا نماز کو کوئی نقصان پہنچتا ہے؟

(۳) سنت اور فرض کس حالت میں توڑنا جائز ہے؟ اگر والدین آواز دے تو سنت یا فرض توڑنا جائز ہوگا؟ بینوا توجروا

المستفتی: میران شاہ خٹک......۱۹۷۹ء/۵/۴

الجواب: (۱) بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے البتہ بنسبت قیام کے نصف ثواب رکھتا ہے، کمافی حدیث صحیح رواہ ابو داؤد وغیرہ ﴿۲﴾.

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۳۱ جلد ۱ قبیل باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ عن عمران ابن حصین انه سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن صلوٰة الرجل قاعداً فقال صلوته قائما افضل من صلوته قاعداً وصلوته قاعداً علی النصف من صلوته قائما وصلوته نائما علی النصف من صلوته قاعداً.

(سنن ابی داؤد ص ۱۴۴ جلد ۱ باب فی صلوٰة القاعد)

(۲) سنت پڑھنا موجب ثواب ہے نہ پڑھنے میں عتاب بلکہ عقاب ہے (شامی) ﴿۱﴾۔

(۳) اگر والدین یا اجداد صرف آواز دے تو نفل توڑنا جائز ہے اور فرض توڑنا ناجائز ہے البتہ اگر استعانت (امداد طلبی) کریں تو توڑنا جائز ہے (شامی ص ۶۱۳ جلد ۱) ﴿۲﴾. وھو الموق

ڈیوٹی کے دوران نفل ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملازمین دوران ڈیوٹی فرض نماز کے علاوہ نفل نماز یا تلاوت قرآن مجید کرسکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: جی ایم خلیل الرحمٰن پریمیئر ٹوبیکو انڈسٹریز جہانگیرہ...... ۱۹۸۷ء/۱۱/۱۵

﴿۱﴾ قال العلائی : (قوله وحكمها ما يوجر على فعله ويلام على تركه) اى يعاتب بالتاء لا يعاقب كما افاده فى البحر والنهر لكن فى التلويح ترك السنة المؤكدة قريب من الحرام يستحق حرمان الشفاعة لقوله عليه السلام من ترك سنتى لم ينل شفاعتى، وفى التحرير ان تاركها يستوجب التضليل واللوم والمراد الترك بلا عذر على سبيل الاصرار كما فى شرح التحرير لابن امير حاج...... وفى البحر من باب صفة الصلاة الذى يظهر من كلام اهل المذهب ان الاسم منوط بترك الواجب اوالسنة الموكدة على الصحيح لتصريحهم بان من ترك سنن الصلوٰت الخمس قيل لا ياثم والصحيح انه ياثم ذكره فى فتح القدير وتصريحهم بالاثم لمن ترك الجماعة مع انها سنة موكدة على الصحيح وكذا فى نظائره الخ.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۷۷ جلد ۱ قبيل مطلب ان الاصل فى الاشياء الاباحة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفى رحمه الله: ولو دعاه احد ابويه فى الفرض لا يجيبه الا ان يستغيث به وفى النفل ان علم انه فى الصلاة فدعاه لا يجيبه والا اجابه، قال ابن عابدين رحمه الله: (قوله الا ان يستغيث به) اى يطلب منه الغوث والاعانة وظاهره ولو فى امر غيره مهلك واستغاثه غير الابوين كذلك والحاصل ان المصلى متى سمع احدا يستغيث وان لم بقصده بالنداء او كان اجنبيا وان لم ماحل به او علم وكان له قدرة على اعانته وتخليصه وجب عليه اعانته وقطع الصلاة فرضا كانت او غيره. (الدرالمختار مع هامش ردالمحتار ص ۵۲۶ جلد ۱ مطلب قطع الصلاة يكون حراما ومباحا ومستحبا وواجبا باب ادراك الفريضة)

الجواب: ڈیوٹی کے دوران نفل پڑھنا اور تلاوت کرنا ممنوع ہے، قال فی الشامیه ص ۵۹ جلد۵ تحت قوله(ولیس للخاص ان یعمل لغیره)بل ولا ان یصلی النافلة قال فی التتارخانیه وفی فتاویٰ الفضلی واذا استاجر رجلا یوما یعمل کذا فعلیه ان یعمل ذلک العمل الی تمام المدة ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة وفی فتاویٰ سمرقندیه وقد قال بعض مشائخنا له ان یؤدی السنة ایضا واتفقوا انه لا یؤدی نفلاً﴿۱﴾. وهو الموفق

دن اور رات دونوں میں نفل ثابت ہیں بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں نوافل دن میں بھی ہیں یا صرف رات کے وقت ہیں؟ اور جو کوئی نوافل النہار کو بدعت کہتے ہیں اور کرنے والوں کو ریاکار کہتے ہیں کیا ان کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: کتب فقہاء میں ابواب الوتر والنوافل اور کتب الاحادیث میں باب السنن وغیرہ میں نوافل النہار کی تفصیل موجود ہے﴿۲﴾ اس کو بدعت کہنے والا جاہل ہے اور ریا تو فرض میں بھی حرام ہے۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ (ردالمحتار هامش الدر المختار ص۴۸ جلد۵ مطلب لیس للاجیر الخاص ان یصلی النافلة مبحث الاجیر الخاص)

﴿۲﴾ قال العلامه شرنبلالی: وندب رکعتان بعد الوضوء قبل جفافه لقوله علیه السلام: مامن مسلم یتوضأ فیحسن وضوءة ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیها بقلبه الاوجبت له الجنة رواه مسلم کذا فی البرهان وندب صلاة الضحیٰ علی الراجح وهی اربع رکعات لما رویناه قریبا عن عائشة رضی الله عنها وانه علیه السلام کان یصلی الضحیٰ اربعا ولا یفصل بینهما بسلام، ولما فی صحیح مسلم عن عائشه رضی الله عنها انه......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

سنت مغرب کے ساتھ دو رکعت نفل ملانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں کا یہ معمول ہے کہ مغرب کی دو رکعت سنت کی نیت باندھ کر چار رکعت پڑھتے ہیں اور نیت دو رکعت کی ہوتی ہے اوران چار رکعت نماز میں آخری دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاد محمد خان سرڈھیری چارسدہ......۱۹۸۶ء/۷/۵

الجواب: قواعد کی رو سے یہ جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے افضل یہ ہے کہ نفل قیاماً پڑھے (شامی ص۴۸۹ جلد۱)﴿۱﴾۔وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) علیہ السلام کان یصلی الضحیٰ اربع رکعات ویزید مایشاء فلذا قلنا: ندب اربع فصاعداً الی اثنتی عشرہ رکعة لما روی الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی الضحیٰ رکعتین لم یکتب من الغافلین ومن صلی ستا کفی ذلک الیوم ومن صلی ثمانیة کتبه اللہ من القانتین ومن صلی اثنتی عشرة رکعة بنی اللہ له بیتا فی الجنة...... وندب صلاة اللیل خصوصاً آخرہ الخ.

(امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص۴۳۸ فصل فی صلاة الضحیٰ واحیاء اللیالی)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه اللہ: ویتنفل مع قدرته علی القیام قاعدا لا مضطجعا الا بعذر ابتداء وکذا بناء بعد الشروع بلا کراھة فی الاصح کعکسه.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص۵۱۵ جلد۱ باب الوتر والنوافل)

فصل فی التهجد وصلاۃ التسبیح

تہجد میں طول قیام افضل ہے یا تعدد رکعات؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تہجد میں طول قیام افضل ہے یا تعدد رکعات؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد......۱۹۷۴ء/۴/۲

الجواب: طول قیام افضل ہے ﴿۱﴾ لیکن دو رکعت تہجد پر اکتفاء کرنا فعل رسول بھی ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: اختلف النقل عن محمد فی هذه المسئلةفنقل الطحاوی عنه فی شرح الآثار ا ن طول القیام احب ونقل فی المجتبی عنه العکس ونقل عن ابی یوسف انه فصل فقال اذا کان له ورد من اللیل بقراء ة من القرآن فالا فضل ان یکثر عدد الرکعات والافطول القیام افضل لان القیام فی الاول لایختلف ویضم الیه زیادة الرکوع والسجود.........قال اصحابناطول القیام افضل وقاضی الشافعی کثر الصلاة افضل والصحیح قولنا ثم قال وروی عن ابی یوسف انه قال الیٰ اخرما مروظاهر کلامه ان هذا قول ائمتنا الثلاثة حیث لم یتعرض الا لخلاف الشافعی ویؤید ه مامر عن الطحاوی.(ردا لمحتار هامش الدرالمختار ص ۱۵۰ جلد ۱ قبیل مطلب قولهم کل شفع من النفل صلاه الخ)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین : (قوله وأقلها علی مافی الجوهرة ثمان)قید بقوله علی مافی الجوهرة لانه فی الحاوی القدسی قال یصلی ماسهل علیه ولو رکعتین والسنة فیها ثمان رکعات باربع تسلیمات. والتقیید باربع تسلیمات مبنی علی قول الصاحبین وأماعلی قول الامام فلا کما ذکره فی الحلیة وقال فیها أیضا وهذا بناء علی أن أقل تهجد ه صلی الله علیه وسلم کان رکعتین وأن منتهاه ثمانی رکعات أخذممافی مبسوط السرخسی ثم ساق تبعا لشیخه المحقق ابن الهمام الاحادیث الدالةعلی ما عینه فی.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نفل اور تہجد کا لغوی معنیٰ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفل اور تہجد کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟ واضح فرماوے۔ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی دوسلی کیمپ بنوں......۱۹۸۸ء/۲/۱۱

الجواب: نفل زیادت کو ﴿۱﴾ اور تہجد ترک نوم کو کہا جاتا ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

نوافل میں تہجد کی بہت فضیلت ہے۔

سوال: نماز تہجد کی فضیلت ارشاد فرماویں کہ نوافل میں اس کا کیا درجہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ابن شیر محمد ترلاندی صوابی مردان......۲۴/صفر ۱۳۸۹ھ

(بقیہ حاشیہ) المبسوط من منتھاہ وحدیث ابی داود الدال علی ان اقل تہجدہ ﷺ اربع سوی ثلاث الوتر وتمام ذلک فیھا فراجعھا لکن ذکر آخر اعنہ ﷺ من استیقظ من اللیل وایقظ اھلہ فصلیا رکعتین کتبا من الذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات رواہ النسائی وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال المنذری صحیح علی شرط الشیخین.

(ردالمحتار ھامش الدرالختار ص ۵۰۶ جلد ۱ :مطلب فی صلاۃ اللیل:باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾قال العلامہ شرنبلالی :النفل فی اللغۃ عبارۃ عن الزیادۃ و منہ سمیت الغنیمۃ نفلا لانھازائدۃ علی ما وضع لہ الجھا دو ھو اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ ومنہ قول لبید من الرمل : ان تقویٰ ربنا خیر نفل .وسمی ولدالزنا نافلۃ لھذا.(امدادالفتاح ص ۴۲۴ فصل فی النوافل)

﴿۲﴾قال العلامہ ابن عابدین :ان صلاۃ اللیل المحثوث علیھاھی التہجد وقد ذکر القاضی حسین من الشافعیۃ انہ فی الاصطلاح التطوع بعد النوم واید بمافی معجم الطبرانی من حدیث الحجاج بن عمرورضی اللہ عنہ یحسب احد کم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ قد تہجد انماالتہجد المرء یصلی الصلاۃ بعد رقدہ......ولان التہجد ازالۃ النوم بتکلف مثل تأثم ای تحفظ عن الاثم الخ.(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۵۰۶ جلد ۱ :مطلب فی صلاۃ اللیل)

الجواب: نوافل میں یہ بہت بہتر نماز ہے ﴿۱﴾۔فقط

نعمت وراحت اور خوشی کے میسر آنے پر صلوۃ شکر ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک کی ایت ''لئن شکرتم لازیدنکم'' سے استنباط کرتے ہوئے ایک صاحب نے کہا کہ کسی نعمت وراحت اور خوشی کے میسر آنے پر دو رکعت نماز شکر ادا کرنا بھی مستحب ہے۔ جو صحابہ کرام اور اولیاء کرام کا معمول رہا ہے۔کیا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق ڈی۔۵۵۲ راولپنڈی.....۱۴/۵/۱۹۶۹

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مسلک کی بنا پر یہ استنباط صحیح ہے۔کیونکہ روایت ترمذی میں وارد ہے۔کان رسول اللہ ﷺ اذاجاءہ امر سروراً اویسر بہ خر ساجداً شاکراً للہ تعالیٰ ﴿۲﴾ وفی اللمعات وهم(ابو حنیفه و مالک)یقولون ان المراد با لسجدة الواقعة فی تلک الاحادیث والاثار الصلاة عبر عنها بالسجدة وهو کثیر اطلاقاً للجزء علی الکل ﴿۳﴾.وهو الموفق

﴿۱﴾قال ابن عابدین : (قو له وصلاة اللیل)أقول هی أفضل من صلاة النهار کما فی الجوهرة ونور الایضاح وقد صرحت الأیات والاحادیث بفضلها والحث علیها قال فی البحر فمنها مافی صحیح مسلم مرفوعا أفضل الصلاة بعد الفریضة صلاة اللیل وروی الطبرانی مرفوعا لا بدمن صلاة بلیل ولو حلب شاة وما کان بعد صلاة العشاء فهو من اللیل وهذا یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلاة العشاء قبل النوم.....ولانه المفهوم من اطلاق الأیات والاحادیث ولان التهجد ازالة النوم بتکلف مثل نائم أی تحفظ عن الاثم نعم صلاة اللیل وقیام اللیل أعم من التهجد وبه یجاب عما أورد علی قول الامام أحمد هذا ما ظهر لی والله أعلم .(ردالمحتار هامش الدرالختار ص ۵۰۶ جلد ۱ مطلب فی صلاة اللیل)

﴿۲﴾(مشکواة المصابیح ص ۱۳۱ جلد ۱ :باب فی سجود الشکر)

﴿۳﴾وفی الهندیه وسجدة الشکر لاعبرة لها عند ابی .....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صلاۃ تسبیح کا افضل وقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تسبیح کا بہترین وقت کونسا ہے؟ صرف وقت کے متعلق تحریر کریں۔ بینوا توجروا

المستفتی: محمد زاہد میڈیم رجمنٹ ایل اے ڈی......۱۷/محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب: صلوٰۃ ظہر سے پہلے پڑھنی چاہئے۔ (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) حنیفة رحمه الله تعالیٰ وهی مکروهة عنده لا يثاب عليها وتركها اولى.
(فتاوی عالمگیریه ص ۱۳۵ جلد ۱ مسائل سجده الشکر)

وقال العلى القارى: سجدة الشكر ...... سنة عند الشافعي وليست بسنة عند ابى حنيفة خلافاً لصاحبيه...... فقالوا المراد بالسجود الصلاة وحجتهم فى هذا التأويل ما ورد فى الحديث ان النبى ﷺ لما اتى برأس ابى جهل خر ساجداً وقد روى عبد الله بن ابى او فى رأيته ﷺ صلى بالضحى ركعتين حين بشر بالفتح او برأس ابى جهل الخ. (مرقاة المفاتيح شرح مشكواة ص ۲۰۲ جلد ۳ باب فى سجود الشكر)

﴿۱﴾ قال ابن عابدين رحمه الله: وقال المعلى يصليها قبل الظهر.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۰۸ جلد ۱: مطلب فى صلاة التسبيح)

باب التراویح

پیغمبر علیہ السلام ہر رات کو رمضان میں تراویح پڑھتے تھے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ السلام نے تراویح کی کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی شب پڑھی ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ لنڈی کوتل......۱۹۷۵ء/۱۱/۲۵

الجواب: پیغمبر علیہ السلام ہر رات کو رمضان میں تراویح پڑھتے تھے البتہ جماعت کبریٰ کے ساتھ تین رات ادا کئے ہیں ﴿۱﴾ اور جماعت کبریٰ علی طریق الدوام خلیفہ ثانی کے دور میں شروع ہوئی ہے ﴿۲﴾ اور اس زمانہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی تھیں ﴿۳﴾ اور چونکہ کسی چیز کا عدد رائے اور قیاس سے معلوم نہیں ہوتا لہٰذا قواعد کی رو

﴿۱﴾ عن عائشة ام المؤمنين ان رسول اللهﷺ صلیٰ ذات ليلة فی المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول اللهﷺ فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم ولم يمنعنى من الخروج اليكم الاانى خشيت ان يفرض عليكم وذلك فى رمضان. (صحيح البخارى ص ۱۵۲ جلد ۱ باب تحريض النبیﷺ على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب)

﴿۲﴾ عن سائب بن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب فى شهر رمضان بعشرين ركعة الحديث وقال الشعرانى فى كشف الغمه، وكانوا يصلونها فى اول زمان عمر بثلاث عشرة ركعة...... وكان امامهم ابى بن كعب وتميما الدارى ثم ان عمر...... امر بفضلها ثلاثا وعشرين ركعة ثلث منها وتراً واستقر الامر على ذلك فى الامصار.
(التعليق الحسن على اثار السنن ص ۲۰۴ باب فى التراويح بعشرين ركعة)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن عبد القارى قال خرجت ...... (بقيه حايشه اگلے صفحه پر)

سے یہ عدد بیس مرفوع ہوگا، نیز حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ﴿۱﴾ کی بنا پر بیس رکعت سنت نبوی ﷺ ہوگا یہ ناممکن ہے کہ شر القرون کے اہل حدیث خیر القرون کے خلفاء سے زیادہ متبع سنت ہوں، واما حدیث لایزید فی رمضان ولافی غیره علی احد عشر رکعة فمحمول علی التهجد بدلیل ولا فی غیر رمضان وکذا محمول علی الغالب ﴿۲﴾ فافهم وللتفصیل مقام آخر. وهوالموفق

تراویح میں جماعت نبی ﷺ اور خلفاء کے دور سے معمول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تراویح جماعت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ اور خلیفہ اول کے زمانہ میں نہیں پڑھی گئی ہے اور خلیفہ دوم کے حکم سے باجماعت پڑھی گئی لیکن اس حکم کو خلیفہ چہارم نے منسوخ کر دیا، کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نذیر احمد چیف گڈز کلرک ریلوے گودام مردان......۱۳/۱۰/۱۹۷۰ء

(بقیہ حاشیہ)مع عمر بن الخطاب لیلة الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمرانی لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل ثم عزم فجمعهم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معه لیلة اخریٰ والناس یصلون بصلاة قارئهم قال عمر نعمت البدعة هذه والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون یرید آخر اللیل وکان الناس یقومون اوله، رواه البخاری. (مشکواة المصابیح ص ۱۱۵ جلد ۱ باب قیام شهر رمضان الفصل الثالث)

﴿۱﴾ (مشکواة المصابیح ص ۳۰ جلد ۱ باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

﴿۲﴾ قال الشیخ محمد ذکریا الکاندهلوی: قال شیخ مشائخنا مولانا الجنجوهی کان السائل ظن ان رسول الله ﷺ لعله کان یزید فی رمضان علی ماتهجد فی غیره فردته بقولها ماکان یزید فی رمضان ولا فی غیره ای فی غالب الاحوال والاوقات فالغرض الانکار علی زیادة رکعات التهجد لخصوصیته رمضان فلا ینا فیه ماکان یصلیه فی بعض الاحیان فوق احدی عشرة رکعة وکذا لا تعلق له بصلاه التراویح نفیا ولا اثباتا. (فتح الملهم شرح الصحیح المسلم ص ۲۹۱ جلد ۲ باب صلاة اللیل وقدر رکعات النبی ﷺ)

الجواب: پیغمبر ﷺ نے تراویح کو جماعت کبریٰ کے ساتھ تین رات پڑھی ہیں (رواہ البخاری) اور بقیہ راتوں میں عذر (خوف فرضیت) کی وجہ سے جماعت کبریٰ کو ترک کیا ہے ﴿۱﴾ اور جو امر عذر کی وجہ سے متروک ہو جائے وہ حکماً معمول شمار ہوتا ہے پس گویا کہ پیغمبر ﷺ نے جماعت کبریٰ پر دوام حکمی کیا ہے ﴿۲﴾ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس امر کے متعلق کوئی تغیر وتبدیل نہیں کیا، البتہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیغمبر علیہ السلام کی تمنا کو پوری کی اور جماعت کبریٰ پر دوام حقیقی کی تمنا کو معمول بنائی ﴿۳﴾

﴿۱﴾ عن عائشة ام المؤمنين ان رسول الله ﷺ صلىٰ ذات ليلة فى المسجد فصلى بصلاته ناس ثم صلى من القابلة فكثر الناس ثم اجتمعوا من الليلة الثالثة او الرابعة فلم يخرج اليهم رسول الله ﷺ فلما اصبح قال قد رأيت الذى صنعتم ولم يمنعنى من الخروج اليكم الا انى خشيت ان يفرض عليكم وذلک فى رمضان. (الصحيح البخارى ص ۱۵۲ جلد ۱ باب تحريض النبى ﷺ على قيام الليل والنوافل من غير ايجاب)

﴿۲﴾ وفى المنهاج : وفى رواية البخارى نعم البدعة هذه ليس المشار اليه قيام رمضان لانه سنة الرسول، ولا قيامه بالجماعة الصغرىٰ لان النبى ﷺ لم ينكر على ابى بن كعب حين صلى بنسوة وكذا حين صلى بالناس فى ناحية المسجد ولا الجماعة الكبرىٰ لان النبى ﷺ فعلها ثلاث ليال، ولا الجماعة الكبرىٰ على وجه الدوام لان النبى ﷺ تركها خشية الافتراض ولو لاهذه الخشية لما تركها فهذه مواظبة حكماً وارادة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۲ جلد ۴ قبيل ابواب الحج عن رسول الله ﷺ)

﴿۳﴾ عن عبد الرحمن بن عبد القارى: انه قال خرجت مع عمر بن الخطاب ليلة فى رمضان الى المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون يصلى الرجل لنفسه ويصلى الرجل فيصلى بصلاته الرهط فقال عمر انى ارى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان امثل ثم عزم فجمعهم على ابى بن كعب ثم خرجت معه ليلة اخرىٰ والناس يصلون بصلاة قارئهم قال عمر نعم البدعة هذه والتى ينامون عنها افضل من التى يقومون يريد آخر الليل وكان الناس يقومون اوله.

(صحيح البخارى رقم حديث: ۲۰۱۰ كتاب صلاة التراويح)

اورخلیفہ ثالث ورابع ودیگرائمہ نے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا، اثار میں مصرح ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تیسویں رات کوشوال کا احتمال ہوتر اویح باقاعدہ ادا کیے جائیں گے

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں اکثر تیس رمضان کوشوال ہوتا ہے کیا اس تقدیر پر کہ نہ کوئی شہادت ہو نہ قوی علامات ہوتیس رمضان کی شب کوتراویح پڑھنا چاہئے یانہیں؟ اگر پڑھنے چاہئے تو مقررہ وقت پر یارات کے آخری حصہ میں؟ کیا وتر کو باجماعت پڑھیں گے یابغیر جماعت کے؟ اگر عیدالفطر ہوا تو وتر کا اعادہ لازم ہے یانہیں؟ اور اگر شہادت نہ ہولیکن قوی علامات موجود ہوتو پھر کیاحکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سیف اللہ بنوی......۱۹۶۹ء/۱۰/۷

الجواب: اس رات کوشوال ہونے کا احتمال ہمیشہ اور ہر وقت ہوتا ہے لہٰذا جب تک شوال کا حکم نہ ہوا ہو ﴿۲﴾ تو تراویح اور وتر باقاعدہ باجماعت ادا کئے جائیں گے، اور وتر کا اعادہ نہ لازم ہے اور نہ مستحب

﴿۱﴾ قال البیهقی: و روینا عن شتیر بن شکل و کان من اصحاب علی رضی الله عنه انه کان یؤمهم فی شهر رمضان بعشرین رکعة ویوتر بثلاث وفی ذلک قوة لما اخبرنا ابوالحسن بن الفضل القطان ببغداد(بسند متصل) عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال دعا القراء فی رمضان فامرمنهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة قال و کان علی رضی الله عنه یوتربهم وروی ذلک من وجه آخرعن علی.

(السنن الکبریٰ للبیهقی ص ۶۹۹ جلد۲ باب فی عدد رکعات القیام فی رمضان)

﴿۲﴾ قال ابن نجیم : (قوله ویثبت رمضان برؤیة هلاله او بعد شعبان ثلاثین یوماً) لحدیث الصحیحین صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین.

(البحر الرائق ص۲۶۳ جلد۲ کتاب الصوم)

ہے﴿۱﴾اور علامات مثلاً شہر سے حسب عادت بندوقوں کی آواز پر اعتماد صحیح ہے﴿۲﴾۔وهو الموفق

مسجد کی بجائے چوک میں تراویح کی جماعت کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک پیش امام اور اس کے ساتھ چند آدمی ایک چوک میں نماز پنجگانہ اور تراویح پڑھتے ہیں جہاں صفائی بھی نہیں ہے حقہ سگریٹ وغیرہ کی گندگی بالفعل موجود ہے اور یہ چوک مسجد سے چالیس گز دور ہے اور مسجد میں آنے سے کوئی مانع شرعی بھی موجود نہیں ہے صرف سستی کی وجہ سے مسجد حاضر نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ ہماری جماعت سنت کے طریقہ سے ادا ہوتی ہے کیا ان کی یہ باتیں درست ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل ولی پائی ضلع ٹانگ دار العلوم ارشادیہ

الجواب: یہ اشخاص مسجد کی فضیلت سے محروم ہیں لیکن جماعت کی فضیلت سے محظوظ ہیں لتحقق الجماعة﴿۳﴾ نعم تكره الصلوٰة ان كان في الطريق او تحقق ما يشغل باله

﴿۱﴾ قال ابراهم الحلبي: ولايصلي الوتر بجماعة الا في شهر رمضان ومعناه الكراهة دون عدم الجواز...... واما في رمضان فلا خلاف في نفي كراهة الجماعة فيه ولكن اختلفوا في الافضل ففي فتاوىٰ قاضي خان الصحيح ان الجماعة افضل لانه لما جازت الجماعة كانت افضل اعتباراً بالمكتوبة. (غنية المستملي شرح منية المصلي ص ۴۰۱ بحث التراويح والوتر)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين: قلت والظاهر انه يلزم اهل القرىٰ الصوم بسماع المدافع اورؤية القناديل من المصر لانه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد اذ لا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۹۹ جلد ۱ مطلب الاعتماد على قول الحساب مردود)

﴿۳﴾ قال العلامة حلبي رحمه الله: وان اقيمت التراويح في المسجد بالجماعة وتخلف عنها رجل من افراد الناس وصلى في بيته فقد ترك الفضيلة لا السنة...... وان صلى واحد في بيته بالجماعة حصل لهم ثوابها وادركوا فضلها ولكن لم ينالوا فضل الجماعة التي تكون في المسجد لزيادة فضيلة المسجد وتكثير جماعته واظهار شعائر الاسلام.
(غنية المستلي المعروف بالكبيري ص ۳۸۴ فصل في النوافل)

صرح العلامة الشامی فی ردالمحتار ص ۲۹۳ جلد ۱ ﴿۱﴾ . وھو الموفق

بیس رکعت تراویح بغیر تعدیل ارکان اور آٹھ تعدیل کے ساتھ دونوں غلطی پر ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام بیس رکعت تراویح مع وتر وفرض بیس منٹ میں پورا کرتے ہیں جس میں نہ تسبیحات پڑھے جاتے ہیں نہ تعدیل الارکان ہو سکتا ہے جبکہ دوسری مسجد میں آٹھ رکعت تراویح مع وتر وفرض بیس منٹ میں مع تعدیل الارکان و غیرہ کے ہوتے ہیں اس صورت میں کس امام کا اقتدا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد خالق عنایت کلے باجوڑ......۱۹۸۴ء/۷/۱۷

الجواب: یہ دونوں طریق فضل سے خالی ہیں اور یہ دونوں بدنصیب ہیں ﴿۲﴾ ۔ وھو الموفق

ایک جگہ تراویح پڑھا کر دوسرے امام کے پیچھے تراویح میں اقتدا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام اپنی قوم کو مختصراً تراویح پڑھانے کے بعد دوسری مسجد میں آکر حافظ کے پیچھے قرآن سننے کیلئے اقتدا کرتا ہے امام صاحب جواز کیلئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے ملفوظات کا حوالہ دیتے ہیں جبکہ دوسرا شخص کہتا ہے کہ یہ جائز نہیں کیونکہ یہ تداعی الی النوافل بالجماعۃ کی صورت ہے جس کو فقہاء نے منع فرمایا ہے اب کیا صورت ہوگی جائز یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ ارشاد الدین زیارت کاکا صاحب نوشہرہ......۱۹۷۶ء/۱۰/۱۴

﴿۱﴾ قال الحصکفی: وکذا کل ما یشغل باله عن افعالها ویخل بخشوعها...... وکذا تکره فی اماکن کفوق کعبة وفی طریق ، قال ابن عابدین: وفی طریق لان فیه منع الناس من المرور وشغله بما لیس له لانها حق العامة للمرور. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۷۹ جلد ۱ قبیل مطلب تکره الصلاة فی الکنیسه)

﴿۲﴾ قال الحصکفی : ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد ۱ قبیل باب ادراک الفریضة)

الجواب: زید کا یہ فعل مکروہ نہیں ہے، کما فی شرح الکبیر ص ۳۵۲ ولو ام رجل فی التراویح ثم اقتدأ بآخر فی تراویح تلک اللیلة ایضا لا یکره له ذلک کما لو صلی المکتوبة اماماً ثم اقتدیٰ فیها متنفلا بامام آخر ﴿۱﴾. وهو الموفق

تمام اہل محلّہ کا تراویح میں جماعت چھوڑ کر گھروں میں پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک امام مسجد بستی کی مسجد چھوڑ کر چند معتبرین علاقہ کی خوشامد کے طور پران کی بیٹھکوں میں نماز تراویح پڑھاتے ہیں جبکہ اس بستی کی مسجد بالکل غیر آباد ہے وہاں چند غریب آدمی اپنی انفرادی نماز ادا کرتے ہیں اور امام مسجد کسی اور مقام پر جا کر تراویح پڑھاتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۷۶ء/۱۰/۱۴

الجواب: اس محلّہ کے لوگ تارک السنۃ ہیں، لان الجماعة فیها سنة علی سبیل الکفایة حتی لو ترک اهل المحلة کلهم الجماعة وصلوا فی بیوتهم فقد ترکوا السنة، شرح الکبیر ص ۳۴۷ ﴿۲﴾ امام اور غیر امام تمام کا حکم یکساں ہے۔ وهو الموفق

فاتح مقرر کئے بغیر تراویح پڑھانا صحیح ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قرآن رمضان شریف میں ختم تراویح کرتا ہے اور اپنے پیچھے فاتح مقرر نہیں کرتا حالانکہ بعض دفعہ حافظ غلط بھی ہو جاتا ہے جس کا تدارک بغیر فاتح کے ناممکن ہے از روئے شریعت یہ نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالمستعان کاٹلنگ مردان......۱۹۷۲ء/۱۰/۱۲

﴿۱﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل)
﴿۲﴾ (غنیة المستملی المعروف بالکبیری ص ۳۸۴ فصل فی النوافل)

الجواب: جب فرض نماز پڑھنا بغیر فاتحہ کے درست ہے اور مکروہ نہیں ہے تو تراویح کا بلا فاتحہ پڑھنا بطریق اولیٰ درست ہوگا۔ وھو الموفق

عرب ممالک میں احناف کیلئے تراویح میں حنفی امام کا اہتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم عرب امارات میں مقیم ہیں وہ اہل حدیث لوگ تراویح بارہ رکعت اور وتر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں ہم یہاں ساٹھ ستر پاکستانی ہیں اگر ہم رمضان میں حنفی امام رکھ کر اپنے ڈیرہ میں تراویح کا اہتمام کریں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......۱۹۸۷ء/۲/۱۸

الجواب: اگر قانونی خطرہ نہ ہو تو یہ طریقہ افضل ہے، لان الافضل الاقتداء بمن یوافق فی الفروع کما فی ردالمحتار ص ۲۹۶ جلد ۱ فلیراجع ﴿۱﴾. وھو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان اگر قوم کو تکلیف ہو تو زیادہ نہ بیٹھنا چاہیے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگوں میں سے دو تین آدمی تراویح کے بعد اور وتر سے پہلے نوافل پڑھتے ہیں اور عوام کو اس انتظار میں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ ضعیف بھی نماز میں شامل ہوتے ہیں تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ تراویح کے بعد متصل وتر پڑھو اور وتر کے بعد کسی کو چاہیے جتنے نوافل پڑھ سکتے ہیں، پڑھ لیں، یہ مسئلہ زید، بکر نے تسلیم نہیں کیا اور امام

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذ لم یجد غیره والا فالاقتداء بالموافق افضل.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۱۷ جلد ۱ مطلب اذا صلی الشافعی قبل الحنفی هل الافضل الصلاة مع الشافعی ام لا باب الامامة)

کے خلاف ہوگئے اور صف سے نکل کر علیحدہ نفل پڑھتے ہیں اس میں مولوی صاحب کس حد تک صحیح ہے اور زید و بکر کس حد تک؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالقدوس خان پشتون گھڑی پشاور

الجواب: اگر قوم کو تکلیف ہو تو ان افراد کا انتظار نہ کرنا چاہئے (فی الهندیه ص ۱۲۲ جلد ۱) ويستحب الجلوس بين الترويحتين قدر ترويحة وكذا بين الخامسة والوتر كذا في الكافي وهكذا في الهدايه ولو علم ان الجلوس بين الخامسة والوتر يثقل على القوم لا يجلس هكذا في السراجيه ﴿۱﴾. وهو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان انفراداً نفل پڑھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ تراویح کے بعد اور وتر سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق اکوڑہ خٹک ۱۹۸۷ء/۱۱/۲۹

الجواب: تراویح اور وتر کے درمیان انفراداً نفل پڑھنا جائز ہے، كما في شرح التنوير على هامش ردالمحتار ص ۴۹۵، ۴۹۶ جلد ۱ وكذا بين الخامسة والوتر ويخيرون بين تسبيح وقرأة وسكوت وصلوٰة فرادىٰ ﴿۲﴾. وهو الموفق

غلطی سے دو رکعت کی بجائے چار رکعت تراویح قعدہ اولیٰ کے بغیر پڑھنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں اگر دو رکعت کی بجائے

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۵ جلد ۱ فصل في التراويح)

﴿۲﴾ (الدر المختار على هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ باب الوتر والنوافل)

چار رکعت بغیر قعدہ اولیٰ کے پڑھی جائے تو یہ تراویح صحیح ہوئے یا نہیں؟ اگر صحیح ہوئے تو دو رکعت شمار ہوں گے یا چار رکعت؟ اور ختم القرآن کی تلاوت دوبارہ کی جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن حقانی وزیرستان ۱۹۷۹ء/۹/۱۵

الجواب: صورت مسئولہ میں دوسرا شفعہ مع القرآت معاد کرنا ہوگا، کما فی الهندیه ص ۱۱۸ جلد ۱ وعن ابی بکر الاسکاف انه سئل عن رجل قام الی الثالثة فی التراویح ولم یقعد فی الثانیة قال ان تذکر فی القیام ینبغی ان یعود ویقعد ویسلم وان تذکر بعد ما سجد للثالثة فان اضاف الیها رکعة اخریٰ کانت هذه الاربع عن تسلیمة واحدة وفیها ایضا واذا فسد الشفع وقد قرأ فیه لا یعتد بما قرأ فیه ویعید القرأة لیحصل له الختم فی الصلوٰة الجائزه وقال بعضهم یعتد بها کذا فی الجوهرة النیرة ﴿۱﴾. وهو الموفق

تراویح کے علاوہ نوافل میں قرآن پاک کی منزل سنانے کیلئے جماعت کا اہتمام کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تراویح کے بعد یا کسی اور وقت میں نوافل میں جماعت کی صورت میں قرآن پاک کی منزل پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد رمضان جلال پور جٹان گجرات ۱۹۷۷ء/۹/۲۵

الجواب: چونکہ بیس رکعت سے زائد قیام اللیل قیام رمضان نہیں ہے لہٰذا تراویح پڑھنے کے بعد نوافل بلا جماعت ادا کئے جائیں گے با جماعت پڑھنا مکروہ ہوگا، جبکہ مقتدی تین سے زائد ہوں، کما فی البدائع ان الجماعة فی التطوع لیست بسنة الا فی قیام رمضان (بحواله ردالمحتار ص ۴۷۶ جلد ۱) وفی شرح التنویر ولا یصلی الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۸ جلد ۱ فصل فی التراویح)

ای یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر ﴿۱﴾ انتھیٰ، والمراد من التطوع قیام رمضان بدلیل عبارة البدائع وبدلیل ما فی الھندیه ص ۱۲۳ جلد ۱ ولو صلی التراویح ثم اراد ان یصلوا ثانیا یصلون فرادیٰ کذا فی التتارخانیه﴿۲﴾. وھو الموفق

حافظ کا تراویح میں دوسری قوم کیلئے دوبارہ ختم کرنا اختلافی لیکن ترک سنت سے اولیٰ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک حافظ ایک جگہ عشرہ اولیٰ میں ختم قرآن تراویح میں کر چکا ہے تو کیا دوسری جگہ میں پھر پڑھا سکتا ہے؟ حالانکہ تراویح میں ختم قرآن ایک دفعہ سنت ہے اور حافظ کی سنت ادا ہوگئی ہے اب دوبارہ اس کا یہ عمل مستحب ہوگا اور مستحب کے ادا کرنے والے کے پیچھے سنت نماز کس طرح ادا ہوگی؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان خان ترناب فارم پشاور......۱۹۷۷ء/۹/۱۹

الجواب: جو حافظ تراویح میں ایک دفعہ ختم قرآن کرے تو دوبارہ ختم کرنے کی صورت میں دوسری قوم کی سنت ادا نہیں ہوتی ہے، یہی قول مختار ہے البتہ الم ترکیف والی تراویح سے بہتر ہے، لان الاداء الاختلافی اولیٰ من ترک السنة اصلا، نیز جب حافظ دوسرے ختم کو نذر کرے تو قوم کی سنت ادا ہوگی (ماخوز از مجموعة الفتاویٰ للکھنوی)﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۲۴ جلد ۱ مبحث صلاة التراویح)

﴿۲﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۱۶ جلد ۱ فصل فی التراویح)

﴿۳﴾ قال العلامه عبد الحئی اللکھنوی: سغناقی میں ہے کہ ایک امام نے ایک قرآن شریف تراویح میں ایک قوم کے ساتھ ختم کیا اور پھر دوسرا دوسری قوم کے ساتھ تو اس دوسری قوم کے ذمہ سے سنت ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس امام کا دوبارہ ختم قرآن سنت نہیں ہے تو اس کیلئے یہ نفل ہوگا پس مقتدی نفل کا ثواب پائیں گے تراویح کا نہ پائیں گے اور رسالہ مولانا صدرالدین حسام میں مسائل تراویح میں ہے کہ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حافظ کا ایک دفعہ ختم کرنے کے بعد دوبارہ نئ قوم کیلئے ختم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک حافظ ایک مسجد میں ختم تراویح کرے اور پھر دوسری مسجد میں دوسرا ختم شروع کرے تو کیا اس حافظ صاحب اور عوام کا ختم مسنونہ ادا ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری حضرت گل ضلع بنوں......۱۹۷۸ء/۹/۱

الجواب: جس حافظ نے ایک دفعہ تراویح میں ختم سنایا ہو وہ نئ قوم کو تراویح میں ختم سنا سکتا ہے اس میں کسی کا نقصان نہیں ہے (وتمام البحث فی مجموعة الفتاویٰ ص۶۶۷ ، ۶۶۸ جلد ۱) ﴿۱﴾ قلت قولهم ان الختم مرة سنة ومرتين فضيلة وثلاثاافضل ﴿۲﴾ يدل على ان هذا الامام اقویٰ حالاً من القوم لانه الادنی ونظیره ما اذا ام ذلک الحافظ فی التراویح ویقرأ الم ترکیف علی قول من قال لا یکره له ترک التراویح، فافهم، وقلت:

(بقیہ حاشیہ) اگر کوئی سوال کرے ایک امام کے متعلق جس نے ایک قرآن شریف تراویح میں ختم کیا اور پھر دوسرا شروع کیا تو اس کی اقتدا ان لوگوں کو جائز ہے جنہوں نے ختم نہیں سنا ہے، اور اگر وہ لوگ اقتدا کریں تو یہ ختم محسوب ہوگا یا نہیں ، میں کہوں گا کہ یہ مسئلہ اساتذہ دہلی کی مجلس میں ایک عرصہ تک زیر بحث رہا ہے بعض نے کہا کہ اقتدا درست نہیں کیونکہ اس میں قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئے گی ، کیونکہ مقتدی کی تراویح سنت موکدہ ہے اور امام کی سنت موکدہ نہیں بلکہ نفل ہے اور نفل سے سنت زائد قوی ہے اور انہوں نے اس صورت کا قیاس کیا ہے اس صورت پر جس میں فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور بعض نے کہا جائز ہے...... پس جب اس کے سقوط ختم اور عدم سقوط میں اختلاف واقع ہوا تو امام کو چاہئے کہ ختم ثانی کو مع تراویح اپنے اوپر نذر کر کے اختیار کرے اور کہے لله علی ان اختم القرآن فی صلوٰة التراویح ،تا کہ امام کا ختم واجب اور مقتدیوں کی اقتدا درست ہو جائے ۔ وتفصیله فی خزانة الروایة. (مجموعة الفتاویٰ ص۲۰۵، ۲۰۴ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

﴿۱﴾(مجموعة الفتاویٰ للکھنوی ص ۲۲۴ جلد ۱ کتاب الصلاة)

﴿۲﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ مبحث صلاة التراویح)

ان قدروی بعض اهل العلم عن کنز الفتاویٰ ام قوماً فی التراویح وختم فیها ثم ام قوماً آخرین له ثواب الفضیلة ولهم ثواب الختم انتهیٰ ﴿۱﴾ فهو الراجح لانه لافرق بین الصلاتین فی الارکان والواجبات فکیف یکون اقتداء القوی بالضعیف والاعتبار للصلاة دون شئ آخر. فافهم

حفاظ کو ختم تراویح میں رقم دینا ہدیہ ہوتا ہے اجرت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح میں تلاوت قرآن مجید پر اجرت لینے کے بارے میں کہ آپ صاحبان کی رائے کیا ہے؟ بہار شریعت حصہ چہارم میں ہے کہ پڑھنے سننے والے اگر بیشتر یہ کہدیں کہ نہیں لیں گے نہیں دیں گے اور پھر بعد میں لے لیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: گل محمد خطیب مرکزی جامع مسجد تلہ گنگ کیمل پور.....۱۹۶۹ء/۱/۵

الجواب: چندہ دہندگان کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم جو حافظ کو دی جاتی ہے ہدیہ کے طور پر ہوتی ہے اور ہدیہ کے لینے اور دینے میں خواہ معروف ہو یا مشروط ہو کوئی حرج نہیں، والحرج انما هو فی الاجرة سواء کانت مشروطة او معروفة وکلتا هما منتقیان لعدم عقد الاجارة بالقول ولابالتعاطی فتدبر. نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ اجرت معروفہ ہے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ حفاظ کو یہ رقم صرف ختم قرآن کے معاوضہ میں نہیں دی جاتی ہے اور نہ صرف امامت کے معاوضہ میں دی جاتی ہے بلکہ حافظ کو یہ رقم اس وقت دی جاتی ہے جبکہ امام بن کر تراویح میں رکن قرأت تمام قرآن کو بنائے یعنی یہ امامت خاصہ کا معاوضہ ہے اور امامت پر اجرت لینا مفتی بہ قول پر

﴿۱﴾ (مجموعة الفتاویٰ للکھنوی ص ۲۲۴ جلد ۱ کتاب الصلاة)

جائز ہے﴿۱﴾۔ کما لا یخفیٰ علی من راجع الی کتاب الاجارات، وماروی انه علیه الصلاة والسلام قال اقرء وا القرآن ولا تأکلوا به، فانما هو امر من الاقرأ لا من القرأة لان الفقهاء انما استدلوا به لعدم جواز اخذ الاجرة علی التعلیم فالتقریب انما یتم علی التقدیر الاول فافهم وراجع الی العرف ومسئلة رزق القاضی. وهو الموفق

حافظ کو ختم تراویح میں کچھ دینے کے بارے میں معطی کی نیت معتبر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر رمضان میں ایک حافظ ختم قرآن کیلئے مقرر کیا جائے وہ کچھ مانگتا نہیں لیکن لوگ بہرحال کچھ دیتے ہیں تو اب اس بارے میں یہ طریقہ اچھا ہے کہ جس کا جی چاہے حافظ کو دیدیں یا یہ طریقہ کہ فلاں فلاں اتنا اتنا روپے دیدیں شرعی حکم کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی سمیع الحق اچینی پایان پشاور......۱۹۷۷ء/۹/۲۳

الجواب: چونکہ نیت معطی کا معتبر ہے، لہذا یہ دونوں طریقے برابر ہیں یعنی اگر معطی نے ہدیہ (شکرانہ) اور اکرام کی نیت کی ہے تو بلا اختلاف جائز ہے اور اگر اجرت (فیس) کی نیت کی ہو تو اس میں اختلاف ہے، مال اکثر الاکابر الی عدم الجواز لانها اجرة التلاوة ومال البعض الی الجواز لانها اجرة الامامة المقیدة بقراءة مخصوصة وهو الاقویٰ والاول احوط﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۳۸ جلد۵ باب الاجارة الفاسدة)

﴿۲﴾ وقال فی المنهاج: واما ما یعطی الحفاظ فی رمضان عند ختم القرآن فالحق انه جائز لانها هدیة معروفة لیست باجرة ویشهد له حدیث الترمذی عن انس رضی الله عنه ان رجلا من کلاب سأل النبی صلی الله علیه وسلم عن عسب الفحل فنهاه فقال یا رسول الله انا نطرق الفحل فنکرم فرخص له فی الکرامة والاعتبار لنیة الدافع دون الآخذ فافهم ولو سلم انه اجرة فلا حرج فیه ایضا لانها لیست عوض التلاوة البحتة ولا الامامة البحتة بل هی عوض الامامة المسنونة المخصوصة ولا ضیر فی اخذ الاجرة علی الامامة المقیدة ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حافظ کو کچھ دینا صلہ، مکافات اور اکرام کے طور پر معروف ہے نہ کہ اجرت کے طور پر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ المعروف کالمشروط کی بنا پر رمضان میں حافظ کو جو رقم وغیرہ دی جاتی ہے یہ اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز؟ میں نے ان لوگوں سے کئی دفعہ کہا ہے کہ اگر آپ کو حافظ صاحب کی خدمت کرنی ہے تو پہلے کیوں نہیں دیتے خاص ختم قرآن کی رات کو دینا صحیح نہیں کیونکہ اجرت باندھ کر قرآن مجید پڑھنا حرام ہے وغیرہ وغیرہ، لہٰذا آپ صاحبان اس مسئلہ کو لکھ کر روانہ فرماویں تاکہ یہ لوگ اس قبیح کام سے رک جائیں۔ واجرکم علی اللہ

المستفتی: محمد عزیز اللہ خطیب جامع مسجد ڈیرہ لال حیدرآباد سندھ

الجواب: حافظ کو جو رقم دی جاتی ہے وہ غالباً صلہ، مکافات اور اکرام معروف ہوتا ہے نہ کہ اجرت مشروط یا معروف ہوتی ہے کیونکہ نہ عقد اجارہ موجود ہے اور نہ کوئی اشتراط متحقق ہے اور نہ کوئی خاص اجرت پر عرف جاری ہے اور نہ حافظ حاکم یا قاضی کے پاس مطالبہ کرسکتا ہے بخلاف مزدور اور اجیر کے کہ اس کی اجرت شرط یا عرف سے معلوم ہوتی ہے اور وہ مرافعہ الی القاضی بھی کرسکتا ہے پس حافظ کو یہ رقم دینا جائز ہے، یدل علیه ما روی الترمذی عن انس رضی الله عنه ان رجلاً من کلاب سأل النبی ﷺ عن عسب الفحل فنهاه فقال انا نطرق الفحل فنکرمه فرخص له فی الکرامة ﴿۱﴾ انتهیٰ، علاوہ ازیں یہ کہ یہ رقم حافظ کو صرف ختم قرآن کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے جیسا کہ صرف امامت کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے بلکہ یہ رقم امامت مخصوصہ (جس کا رکن قرأت تمام قرآن ہو) پر دی جاتی ہے تو اس رقم کو ہم ناجائز نہیں کہہ سکتے ہیں، و آراء الاکابر فیه مختلفة.

ملاحظہ:...... یہ جواب ہمارے علاقہ کے عرف پر مبنی ہے۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) بمکان اوزمان او قرأة سورة وسورٍ هذا. (منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص ۹۰ جلد ۲ باب کراهیة ان یاخذ الموذن علی الاذان الاجر)

﴿۱﴾ (سنن الترمذی ص ۱۵۳ جلد ۱ باب ماجاء فی کراهیة عسب الفحل)

تراویح میں سرعت قرأت وترک قومہ وجلسہ منکرات ومکروہات ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز تراویح میں اس قدر جلدی کرنا کہ قرأت، رکوع، سجدہ، قومہ، جلسہ وغیرہ میں اس قدر تخفیف کرے کہ نماز کی اصلیت بالکل کھو جاتی ہے کیا اس طرح بہت جلدی جلدی تراویح پڑھانا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد فرید عرف فریدی شہر مردان......۲۴/رمضان ۱۴۰۶ھ

الجواب: ائمہ مساجد کی تراویح میں یہ سرعت قرأت، قومہ وجلسہ کا ترک کرنا وغیرہ تمام کے تمام منکرات اور مکروہات ہیں، کما فی شرح التنویر علی هامش ردالمحتار ص ۲۷۵ جلد ۱ ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة ﴿۱﴾. وهو الموفق

لاؤڈ سپیکر کے ذریعے تراویح پڑھنے اور سننے والوں پر سجدہ تلاوت کے لازم ہونے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) رمضان المبارک میں ختم قرآن پاک بذریعہ لاؤڈ سپیکر بلند آواز سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲) سجدہ تلاوت جو عام لوگ سنتے ہیں وہ اکثر بے وضو رہتے ہیں ان کے ذمہ سجدہ تلاوت واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳) نیز اس دوران بازاروں، حجروں اور گھروں میں لوگ گپ شپ اڑاتے ہیں کیا یہ لوگ گناہ میں واقع ہوتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا شمس العارفین عرف قریشی صاحب حق صاحب کانگڑہ چارسدہ......۱۴/۱۰/۱۹۷۶ء

الجواب: (۱) لاؤڈ سپیکر میں تراویح پڑھنا (ختم کرنا) بذات خود ممنوع نہیں ہے، البتہ ایذا اور اشتباہ اصوات وغیرہ عوارض کی وجہ سے ممنوع ہوگا ﴿۲﴾۔ (۲) اہل فن سے مراجعت کرنے کے بعد معلوم

﴿۱﴾ (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد ۱ قبیل باب ادراک الفریضة)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: وفی حاشیه الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد.....(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

ہوتا ہے کہ اس آلہ سے اصل آواز بلند ہو کر سنی جاتی ہے تو اس تحقیق کی بنا پر تمام سننے والوں پر سجدہ تلاوت لازم ہوگی جو کہ عبادت ہے گناہ نہیں ہے، والا سرارادب لمن یقرأ خارج الصلاۃ فافھم ﴿۱﴾۔

(۳) یہ لوگ خود جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں حافظ نے تو کوئی جرم نہیں کیا ہے ﴿۲﴾۔

ملاحظہ:...... مقامی باا ثر مسلمانوں پر ضروری ہے کہ بلند آواز سے ریڈیو وغیرہ بجانے والوں کی ایذا سے دیندار لوگوں اور نمازیوں اور بیماروں کو بچائیں۔ وھو الموفق

لاؤڈ سپیکر پر ختم شبینہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آلہ مکبر الصوت یعنی لاؤڈ سپیکر پر ختم شبینہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم...... ۱۸/ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: لاؤڈ سپیکر پر تلاوت اور ذکر کرنا بذات خود جائز ہے البتہ ایذا کی صورت میں ناجائز ہے، کما یشیر الیہ ما رواہ الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او

(بقیہ حاشیہ) وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ.

(ردالمحتار علی ھامش الدرالمختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاہ وما یکرہ فیھا)

﴿۱﴾ قال ابن عابدین: (قولہ واستحسن اخفاء ھا الخ) لانہ لو جھر بھا لصار موجبا علیھم شیئًا بما یتکاسلون عن ادائہ فیقعون فی المعصیۃ فان کانوا متھیئین جھربھا بحر عن البدائع قال فی المحیط بشرط ان یقع فی قلبہ ان لا یشق علیھم اداء السجدۃ فان وقع اخفاھا.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص۵۷۶ جلد ۱ قبیل باب صلاۃ المسافر)

﴿۲﴾ وفی الھندیہ: رفع الصوت عند سماع القرآن والوعظ مکروہ.

(فتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۱۹ جلد۵ الباب الرابع فی الصلاۃ والتسبیح وقرأۃ القرآن الخ)

مصل الخ(ردالمحتار)﴿۱﴾ مگر جو شخص لاؤڈ سپیکر کے ذریعے ریکارڈنگ پر انکار نہیں کرتا اس کا شبینہ پر انکار نا قابل التفات ہے۔ وھو الموفق

غیر رمضان میں تین راتوں میں رسومات سے پاک ختم شبینہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر رمضان میں قرآن پاک کا ایسا شبینہ جو مروجہ رسومات سے پاک ہو جائز ہے یا ناجائز؟ (۱) جس میں جماعت میں شرکت کی دعوت نہ دی گئی ہو مقتدی صرف دو ہوں۔ (۲) لاؤڈ سپیکر کی آواز مسجد سے باہر نہ جاتی ہو۔ (۳) سامعین مسجد میں باادب سماعت کرتے ہوں۔ (۴) قرآن پاک کو قاری صاحب نوافل میں باآواز بلند پڑھتا ہو۔ (۵) آنحضرت ﷺ و جملہ اکابرین امت کو ایصال ثواب مقصود ہو۔ (۶) شبینہ تین راتوں میں ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی: نصر اللہ رحیمی مسجد ذکریا فیصل آباد......۱۴۰۹ھ

الجواب: بہ ظاہر یہ شبینہ جائز ہے قواعد فقہ سے متصادم نہیں ہے۔ وھو الموفق

آٹھ رکعات تراویح پڑھنے والے غلط فہمی میں مبتلا ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ تراویح آٹھ رکعات ہیں بیس رکعات ثابت نہیں، کیا اس کا یہ قول درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ محمد یوسف سرکی اٹک......۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

الجواب: جو لوگ آٹھ رکعات تراویح مانتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں وہ نہ تراویح اور تہجد میں فرق کرتے ہیں اور نہ حدیث کے الفاظ فی رمضان ولا غیرہ میں غور کرتے ہیں، غیر رمضان میں تہجد پڑھے جاتے ہیں نہ تراویح، علاوہ ازیں دیگر تصریحات سے بھی آنکھیں بند کرتے ہیں، کان فی ھذہ

﴿۱﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاۃ ومایکرہ فیھا

اعمىٰ فهو فى الآخرة اعمىٰ، وهو ما رواه البيهقى عن ابن عباس انه عليه السلام صلى فى رمضان عشرين ركعة سوى الوتر ﴿۱﴾ وقال البيهقى استقر الامر على عشرين وقال ايضاً كانوا يصلون عشرين ركعة فى عهد عمر وعثمان وعلى وفى كنز العمال ان ابيا رضى الله عنه كان يصلى لهم عشرين ركعة، وروى مالك عن يزيد بن رومان مثله﴿۲﴾ . وهو الموفق

تراویح بیس رکعت ہیں خیر القرون میں آٹھ رکعت کسی کا مذہب نہیں ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک اشتہار منجانب اہل حدیث شائع ہوا ہے جس میں تحریر ہے کہ بیس رکعات تراویح ثابت نہیں البتہ آٹھ رکعات تراویح احادیث سے ثابت ہیں اور بیس پڑھنا مستحب ہے مگر سنت بیس رکعات نہیں الخ، کیا تراویح واقعی بیس رکعات ثابت نہیں؟ اور کیاواقعی آٹھ رکعت ثابت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شیر احمد خطیب جامع مسجد جوڑی

الجواب: واضح رہے کہ تراویح اور تہجد جدا جدا نمازیں ہیں تہجد تمام سال ہمارے نزدیک مسنون اور مستحب ہے اور تراویح صرف رمضان میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، ماسوائے رمضان کے دیگر مہینوں میں تراویح پڑھنا کسی کے نزدیک مسنون نہیں، لہٰذا یہ حدیث (جو اہلحدیث وغیرہ استدلال میں پیش کرتے ہیں) لا يزيد فى رمضان ولا فى غيره الحديث تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر بدليل ولا فى غيره، اور غالب اوقات پر محمول ہے نہ کہ دوام پر بثبوت الزيادة فى روايات اخرىٰ، پس اس

﴿۱﴾ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ص۴۹۸ جلد۲ باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)
﴿۲﴾ عن يزيد بن رومان :قال كان الناس يقومون فى زمان عمر بن الخطاب رضى الله عنه فى رمضان بثلاث وعشرين ركعة. (السنن الكبرىٰ للبيهقى ص ۴۹۹ جلد۲ باب ماروى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)

حدیث سے تراویح کے عدد پر استدلال کرنا قابل تسلیم نہیں ہے،نعم روى ابن خزيمة عن جابر رضى الله عنه عن النبى ﷺ ثمان ركعات ثم اوتر لاكنه فعل ليلة واحدة ليدل على نفى الزيادة فى تلك الليلة ولا فى غيرها ومع ذلك اتفق جمهور الصحابة والتابعين على عشرين فى آخر الامر دون ثمان، قال البيهقى ثم استقر الامر على عشرين وقال ايضا بالعناد صحيح انهم كانوا يقومون على عهد عمر بعشرين ركعة﴿۱﴾ وعلى عهد عثمان وعلى وفى كنزل العمال ان ابيا رضى الله عنه صلى بهم عشرين ركعة وروى الامام مالك عن يزيد بن رومان كان الناس يقومون فى زمن عمر بن الخطاب بثلث وعشرين ركعة﴿۲﴾ ومارُوى عن مالك ان عمر امرابى بن كعب وتميما الدارى ان يقوما للناس باحدى عشر ركعة﴿۳﴾ فقال ابن عبد البر هذا وهم من مالك وقال البيهقى وابن حبيب المالكى انه فى اول الامر ثم استقرالامر على عشرين قلت فالراجح هو العشرون دون الثمانية لانه معمول الخلفاء الراشدين وقال رسول الله ﷺ عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهدين﴿۴﴾ ولان العدد لا يعرف بالعقل فهذا و ان كان موقوفا ظاهرا لاكنه مرفوع حكماً والقياس يويد نا لان السنن مكملات الفرائض وهى عشرون مع الوتر فافهم. ولا تكن من اهل البخارى وكن من اهل الحديث، یہی وجہ ہے کہ ہم اور امام شافعی اور اہل مکہ بیس کو ترجیح دیتے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ خیرالقرون کے ائمہ میں آٹھ رکعات پڑھنا کسی کا مذہب نہیں ہے۔وهو الموفق

﴿۱﴾ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ص ۶۹۹ جلد۲ باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)
﴿۲﴾ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ص ۲۹۹ جلد۲ باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)
﴿۳﴾ (السنن الكبرىٰ للبيهقى ص۲۹۸ جلد۲ باب ما روى فى عدد ركعات القيام فى شهر رمضان)
﴿۴﴾ (مشكواة المصابيح ص ۳۰ جلد ۱ الفصل الثانى باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

المنهج الصحیح فی رکعات التراویح

اہل ظاہر عموماً یہ کوشش کرتے ہیں کہ عوام کو خیر القرون کے ائمہ سے بدظن کریں اور چند احادیث کو عوام کے سامنے رکھ کر امت کو فروعی مسائل میں مبتلا کر کے تفرقہ بازی کرتے ہیں، ان میں سے ایک مسئلہ عدد رکعات تراویح بھی ہے جو بہت زور شور سے پیش کیا جاتا ہے، حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے احادیث اور دلائل کی روشنی میں ان کے رد میں یہ مقالہ لکھا تھا جو بعض جرائد میں شائع ہوا تھا، اس باب سے تعلق رکھنے کی وجہ سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے تاکہ استفادہ میں زیادتی ہو۔..... (از مرتب)

واضح رہے کہ ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، کما صرح به فی الهندیه وشرح التنویر ومراقی الفلاح والجوهرة من کتب الحنفية وفی الروضة والتوشیح من کتب الشافعية والشرح الکبیر من کتب المالکیه والروض ونیل المآرب من کتب الحنابلة.

البتہ نماز تراویح کے عدد میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی نماز کی عدد رکعات بیس ہے، کما صرح به فی البدائع وغیره من کتب الحنفية، وفی المجموع من کتب الشافعية وهی روایة عن مالک کما فی شرح المهذب، واختار ابو عمر ابن عبد البر المالکی کما فی شرح التقریب وذکره ابن رشد فی البداية عن احمد ورواه ابن قدامة فی المغنی عن احمد.

اور ابن قاسم نے مدونہ میں امام مالک سے روایت کی ہے کہ تراویح چھتیس رکعات ہیں اور وتر تین رکعات ہیں، اور امام ترمذی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ وہ کسی خاص عدد کے قائل نہیں ہیں ان

کے نزدیک اس میں توسع ہے آٹھ رکعات، بیس رکعات، چھتیس رکعات تمام کی تمام جائز ہیں، اور حنفیہ کے مشائخ میں سے علامہ ابن الہمام فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت سنت رسول ہونے کی وجہ سے موکدہ ہیں اور بیس رکعات سنت خلفاء راشدین ہونے کی وجہ سے سنت زائدہ ہیں، بہرحال ائمہ اربعہ اور ان کے متبعین میں سے کسی نے بھی آٹھ رکعات سے زائد (مثلاً بیس رکعات) کو بدعت یا مکروہ قرار نہیں دیا ہے، البتہ بعض غیر مقلدین نے آٹھ رکعات کو مسنون قرار دیا ہے اور اس سے زائد تعداد پر انکار کیا ہے اور اس مسئلہ کو طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کے مسئلہ کی طرح بے علم اور کم علم لوگوں کے شکار کا دام بنا رکھا ہے، اعاذنا الله من شرور الفرق الشاذة المخالفة عن السواد الاعظم.

غیر مقلدین سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں، وهو ما رواه البخاری ما كان رسول الله ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على احدىٰ عشر ركعة، یعنی حضور ﷺ نہ تو رمضان المبارک میں گیارہ رکعت پر اضافہ فرماتے تھے اور نہ غیر رمضان میں (بخاری ص ۱۵۴ جلد ۱ کتاب التهجد) . نیز یہ لوگ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے حجت پکڑتے ہیں، وهو ما رواه ابن خزيمة وابن حبان انه ﷺ قام بهم في رمضان فصلى ثماني ركعات ووتر، یعنی حضور اقدس ﷺ نے (صحابہ کے ساتھ) رمضان میں قیام فرمایا اور آٹھ رکعات نماز ادا فرمائی اور وتر بھی پڑھے، قال النيموی مداره على عيسىٰ بن جارية قال الذهبی قال ابن معين عنده منا كير، وقال النسائی منكر الحديث وعنه ايضا متروك وقال ابو زرعة لا بأس به وقال في الخلاصه وثقه ابن حبان، وقال ابو داؤد منكر الحديث انتهىٰ.

نیز یہ لوگ سائب بن یزید کی حدیث سے تمسک کرتے ہیں، وهو ما رواه مالك في الموطأ، انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بكر بن كعب وتميما الدارمی ان يقوم للناس باحدىٰ عشر ركعة. جمہور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں،

وهو ما رواه ابن ابی شیبة والطبرانی والبیهقی انه علیه الصلوٰة والسلام یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر ، یعنی حضور اقدس ﷺ رمضان المبارک میں سوائے وتر کے بیس رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے،قال الزیلعی هو معلول بابی شیبة وهو متفق علی ضعفه.

اس حدیث کے معلول ہونے کے باوجود اس سے استدلال درست ہے کیونکہ اس حدیث کی امت نے تلقی کی ہے اور امام ابن قیم اور امام سیوطی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ جس حدیث کی امت تلقی کرے تو اس کو صحیح قرار دیا جائے گا ، اگرچہ وہ حدیث سنداً غیر صحیح ہو، نیز اس حدیث کو خلفائے راشدین کے تعامل سے عظیم تائید اور تقویت حاصل ہوئی ہے۔

نیز جمہور امام بیہقی کی سنن کبریٰ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، وهو ما رواه یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی رمضان عشرین رکعة وفی عهد عثمان وعلی.

اس حدیث سے واضح طور سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ راشدین کے دور میں بیس رکعات پر استقرار آیا ہے اور اس پر تعامل اور توارث رہا ہے اور حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین (رواه ابن ماجه وغیره) کی بنا پر جیسا کہ سنت رسول کا اتباع ضروری ہے اسی طرح سنت خلفاء راشدین کا اتباع بھی ضروری ہے اور اس سے اعراض یا اس پر اعتراض، حدیث رسول اور قول رسول سے اعراض اور اس پر اعتراض ہے، اعاذنا الله تعالیٰ منه.

نیز یہ سنت خلفاء راشدین وہ سنت ہے جس کا ادراک عقل اور اجتہاد سے نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ کسی چیز کا عدد اور مقدار فکر اور رائے سے متعین نہیں ہوسکتا تو ایسی سنت درحقیقت سنت رسول ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ اہل ظاہر نے اس حدیث کو سنداً اور متناً معلول قرار دیا ہے کیونکہ امام آجری نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے کہ امام احمد نے یزید بن الخصیفہ کو منکر الحدیث کہا ہے، نیز اہل ظاہر کہتے

ہیں کہ یہ حدیث متناً مضطرب ہے اس کی بعض روایات میں گیارہ رکعات پڑھنا بھی مروی ہے، کما رواہ المالک فی الموطأ، نیز یہ حدیث حدیث عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معارض ہے جو کہ اس حدیث سے قوی ہے۔

جمہور نے ان اعتراضات کے اہل ظاہر کو دندان شکن جوابات دیئے ہیں اول یہ کہ ائمہ نے اس حدیث کی تلقی کی ہے اور اس پر اخذ کیا ہے اور خطیب نے اپنی کتاب الفقه و التفقه میں اور ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اور علامہ سیوطی نے تدریب الراوی میں اور ابن عبدالبر نے استذکار میں اور دیگر اہل فن نے اپنی تالیفات میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس حدیث کی اہل علم تلقی کریں تو یہ تلقی اس حدیث کی صحت کی شہادت عادلہ ہے۔

دوم یہ کہ یزید بن خصیفہ مشہور تابعی ہے اور اس سے امام مالک، امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے، ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، یحییٰ بن معین، ابوحاتم نسائی، ابن سعد اور امام احمد بن حنبل نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے، کما فی تهذیب التهذیب، وتهذیب الکمال للمزی، والهدی الساری، اور حافظ ابن حجر نے الهدی الساری میں آجری کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اثرم کی روایت میں اس کو ثقہ کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ امام احمد اس راوی کو منکر الحدیث کہتے ہیں کہ وہ اپنے اقران میں کسی حدیث کی روایت کرنے میں متفرد ہو، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ثقہ روای کا تفرد مقبول ہوتا ہے جب تک دلیل سے اس کا غلط ہونا ثابت نہ ہو پس اسی بنا پر یزید بن خصیفہ کی حدیث مقبول ہوگی۔

دعویٰ اضطراب کا جواب یہ ہے کہ ابن عبدالبر اور ابوبکر بن العربی نے روایت احدیٰ عشر کو امام مالک کا وہم قرار دیا ہے لیکن چونکہ عبدالعزیز بن محمد اور یحییٰ بن سعید القطان امام مالک کے متابع ہیں، کما لایخفی علی من راجع الی سنن سعیدبن منصور ومصنف ابن ابی شیبة. لہٰذا امام مالک کا وہم میں پڑنا ناقابل تسلیم ہے۔

حافظ ابن حجر نے اس اختلاف کو اختلاف اوقات پر محمول کیا ہے یعنی جب طویل قرأت کرتے تو آٹھ یا بارہ رکعات پڑھتے اور جب مختصر قرأت کرتے تو بیس رکعات پڑھتے، کما فی فتح الباری، اور بعض ائمہ نے اس اختلاف کو تروتیج پر محمول کیا ہے یعنی اولاً آٹھ یا بارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں اور بالعاقبت بیس پر استقرار رہا، کما قال الشعرانی فی کشف الغمة کانوا یصلونها فی اول زمان عمر بثلث عشر رکعة ثم عمر امر بفعلها ثلاثا وعشرین رکعة ثلاث لها وتر، واستقر الامر علی ذلک...... قال النیموی کما استقر الامر فی خلافته علی ضرب الثمانین فی الخمر وکما استقر الامر علی النهی عن بیع امهات الاولاد وکما استقر الامر علی اربع تکبیرات الجنائز وکما استقر الامر علی القرأة فی خلافة عثمان رضی الله عنه کما فی الاوجز، اور یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ترجیح اور تطبیق سے اضطراب ساقط ہو جاتا ہے۔

اہل ظاہر کے اس اعتراض کا کہ یزید کی حدیث، حدیث عائشہ سے معارض ہے جو کہ اقویٰ ہے جواب یہ ہے کہ حدیث یزید اور حدیث عائشہ صدیقہ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حدیث عائشہ میں ان رکعات سے نماز تہجد مراد ہے نہ کہ قیام تراویح اور قیام رمضان، کیونکہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھی جاتیں اور عند التحقیق تراویح اور تہجد الگ الگ حقائق ہیں اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں نہیں ہیں تو اہل ظاہر کو کہا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کی حدیث میں بھی اختلاف ہے کیونکہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب ما یقرأ فی رکعتی الفجر کے تحت حضرت عائشہ صدیقہ سے تیرہ رکعات کی حدیث روایت کی ہے، ولفظه کان رسول الله ﷺ یصلی باللیل ثلاث عشرة رکعة ثم یصلی اذا سمع النداء بالصبح رکعتین، اس اختلاف اور تعارض کا اہل ظاہر کیا جواب دیتے ہیں؟ اگر اہل ظاہر یہ جواب دیں کہ احدیٰ عشر والی حدیث غالب پر محمول ہے اور زیادت بعض اوقات پر محمول ہے تو ان اہل ظاہر کا آٹھ رکعات پر جمود

باطل ہوا اور خود اپنی تلوار سے قتل ہوئے اور اگر اہل ظاہر اس تطبیق سے اعراض کریں تو اختلاف کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی دونوں روایات ساقط ہوئیں اور یزید بن خصیفہ کی حدیث بلا تعارض رہ گئی اور واجب العمل ہوئی۔

واضح رہے کہ جمہور کا مسلک نظر اور شواہد کی رو سے بھی قوی ہے کیونکہ دن رات میں بیس رکعات فرائض اعتقادیہ اور فرائض عملیہ ہیں پس مناسب یہ ہے کہ تراویح بھی جو کہ فرائض کے مکملات ہیں بیس رکعات ہیں جیسا کہ سنن قبلیہ اور بعدیہ بھی بیس رکعات ہیں، اہل ظاہر کی دلائل کے جوابات یہ ہیں کہ حدیث عائشہ صدیقہ تہجد پر محمول ہے نہ کہ تراویح پر، نیز غالب پر محمول ہے نہ کہ دائم پر، ورنہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایات متعارض ہونگی، بلکہ امام احمد نے زیادات مسند میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسناد حسن کے ساتھ روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ رات کو سولہ رکعات نفل پڑھتے تھے، نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ابتداء پر محمول ہے جبکہ بیس رکعات پر استقرار نہ ہوا تھا۔

حدیث جابر سے حافظ ابن حجر نے یہ جواب دیا ہے: لا کنه فعل جزء ی فی لیلة واحدة لا یدل علی نفی الزیادة تلک اللیلة، اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ابتداء الامر پر محمول ہے، وقد مر سابقا جواب حدیث السائب.

واضح رہے کہ ابن الہمام سے دیگر مشائخ نے اتفاق نہیں کیا کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں بیس رکعت پڑھنا فعل رسول سے ثابت ہے، نیز حدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین میں لفظ علیکم سنت رسول اور سنت خلفاء کو یکساں متوجہ ہے تو دونوں میں فرق کرنا سمجھ سے بالا ہے، نیز یہ سنت خلفاء اگرچہ ظاہراً موقوف ہے لیکن درحقیقت مرفوع ہے، لعدم کونه مدرکاً بالرأی والقیاس وهو الموفق والهادی، وصلی الله تعالیٰ علی سیدنا خیر خلقه محمد وآله واصحابه واتباعه اجمعین.

شبینہ بدعت نہیں مشروع ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلّہ میں تقریباً پندرہ بیس سال سے رمضان کی آخری تین راتوں میں شبینہ کیا جاتا ہے سامعین بڑے شوق سے سنتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ قبل ہی پروگرام کے متعلق پوچھتے ہیں، کسی پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی مجبوراً شامل ہوتا ہے قراء وحفاظ بھی شوق سے پڑھتے ہیں کوئی دنیاوی لالچ یا منفعت کی طمع نہیں ہوتی، بعض لوگ بخوشی اقتدا میں نیت باندھ کر سنتے ہیں اور بعض یونہی مسجد میں بیٹھ کر سنتے ہیں، گزشتہ پندرہ بیس سال سے کسی نے کوئی شکوہ نہیں کیا، مگر گزشتہ سال ایک آدمی نے کہا کہ یہ بدعت ہے اس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے شبینہ کا اہتمام ازروئے شریعت کیسا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ بشیر احمد حافظ آباد گوجرانوالہ......۳/نومبر ۱۹۷۴ء

الجواب: چونکہ سلف صالحین سے شب وروز میں ایک ختم کرنا بلکہ اس سے زائد ختمات کرنا مروی ہے لہٰذا اس کو بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ افضل نہ ہوگا، قال الامام السیوطی فی الاتقان ص ۱۰۴ جلد ۱ وقد کان للسلف فی قدر القرأة عادات فاکثر ماورد فی کثرة القرأة من کان یختم فی الیوم واللیلة ثمان ختمات اربعا فی اللیل واربعا فی النہار ویلیه من کان یختم فی الیوم واللیلة اربعا الخ ﴿۱﴾. ولقد الف مولانا اللکھنوی فیه الرسالة المسماة بالاکثار فی العبادة لیست ببدعة فلیراجع ﴿۲﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۰۴ جلد ۱ النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوته)

﴿۲﴾ البتہ شبینہ میں ضرورت سے زائد جہر کی اجازت نہیں تاکہ کسی بیمار وغیرہ کو ضرر و تکلیف نہ ہو اور ایک بار ختم ہو چکا ہو تو پھر شبینہ میں عام مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے صرف مخصوص مقتدیوں کا نہیں۔ (سیف اللہ حقانی)

دوترویحوں کے درمیان ذکر بالجہر کرنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءِدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جولوگ تراویح میں دوترویحوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ذکر بالجہر زور سے پکارکر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حرام اور بدعت ہے، اوردلائل پیش کرتا ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیة، اذکر ربک فی نفسک تضرعا وخفیة دون الجہر، واذاسألک عبادی الخ، اوراحادیث سے بھی حوالے دیتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ذاکرین بالجہر کومبتدعین قرار دیتے ہوئے مسجد سے نکالے تھے، اورزور سے ذکرکرناریاکاری، دکھاوا اورحرام ومکروہ ہے۔

اس کے مقابلہ میں دوسراشخص کہتا ہے کہ مفتی بہ مسلک سے آپ ناواقف ہے، آیات مذکورہ میں عند المفسرین دعاخارج ازنمازیاقرأۃ نمازمراد ہے، جیسا کہ علامہ بغوی نے ھو الصحیح کہہ کر فیصلہ کیا ہے اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کوذکر بالجہر کی وجہ سے نہیں نکالا بلکہ اسلئے کہ وہ لوگ اسے مستقل عبادت سمجھ کرکرتے تھے باقی فتاویٰ بزازیہ کی پوری عبارت اگر پڑھی جائے توذکر بالجہر کوکبھی بھی بدعت نہ کہیں گے بلکہ صاحب جاءالحق ص ۳۵۷ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے لوگوں کونکالنے کی وجہ بعض نمازیوں اور جماعت اول میں خلل انداز ہونا ظاہر کیا ہے اورتمام فقہاء ومفسرین فرماتے ہیں کہ اگر جہر سے پاس والے کوضرر یاتشویش لاحق ہوتوممنوع ہے مثلاپاس میں مصلی ہو یانائم ہوورنہ ذکر بالجہر مساجد میں خارج از مساجد کرناافضل اور مستحب ہے، اور تراویح کے بارے میں صاحب مجالس الابرار باب التراویح میں فرماتے ہیں، ان شاءوا سبحوا وھللوا اوسکتوا وھم مخیرون، علامہ بن حجر فتح الباری میں ذکر بعدنماز کے زیرعنوان عبداللہ بن عباس سے اس روایت کے تحت ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبہ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس

کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک سمعته، نقل فرمایا ہےفیہ دلیل علی جواز الجهر بالذکر عقب الصلاة ردالمحتار میں ہے، اجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، تفسیر روح البیان، سباچة الفکر بحواله مرقاة شرح مشکواة اور خزینة الاسرار میں مذکور ہیں کہ اگر ریا کاری نہ ہوتو بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہےاور مستحب ہے تا کہ نینداور غفلت دور ہو طبیعت میں سرور ہو دین کی عظمت ہو،محلوں دکانوں مکانوں درختوں اور حیوانوں تک گواہ بن جائے، شیخ محمد تھانوی فرماتے ہیں حضورﷺ بعد از نماز اپنے صحابہ کے ساتھ بلند آواز سے تسبیح وتہلیل وذکرفرماتے تھے،(دلائل اذکار ص ٦٧) علامہ گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں، ذکر جہرخواہ کوئی ذکر ہوامام ابوحنیفہ کے نزدیک سوائے ایں مواقع کے کہ ثبوت جہر یہ ہے وہاں مکروہ ہےاور صاحبین ودیگرفقہاءومحدیثین جائز کہتے ہیں اورمشرب ہمارے مشائخ کا اختیارمذہب صاحبین ہے،اس مسئلہ کے متعلق محاکمہ کرکے بیان فرماویں۔بینواوتوجروا

المستفتی:محمودشاہ اوگی مانسہرہ ہزارہ.....۱۹۷۴ء/۱۱/۱۴

الجواب: الذکر الجهری جائز خلاف الاولی الاعند الایذاء فانه مکروه ﴿۱﴾ الا اذا کان مطلوبا شرعا فانه مشروع. وهو المصوب

فرض پڑھےبغیرتراویح پڑھانا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس شخص نے فرض نمازعشاءنہ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین: عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها الا ان یشوش جهرهم علی نائم اومصل او قارئ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۸ جلد ۱ مطلب فی رفع الصوت بالذکر باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها)

پڑھی ہواور تراویح شروع کردے کیا فرض پڑھے بغیر یہ شخص تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ریاض الدین......۱۹۸۸ء/۹/۲۶

الجواب: جس امام نے فرض نماز نہ پڑھی ہو تو نہ اس کے پیچھے تراویح کی اقتدا درست ہے اور نہ اس کا ذمہ تراویح سے فارغ ہوتا ہے، کما فی الھندیہ ص ۱۲۲ جلد ۱ فان وقتھا بعد اداء العشاء فیجب الاعادۃ اذا ادی قبل العشاء ﴿۱﴾ وبمعناہ فی الشرح الکبیر ص ۳۸۵﴿۲﴾. وھو الموفق

نماز تراویح کے بعد امام کا اجتماعی دعا مانگنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نماز تراویح پڑھانے کے بعد اجتماعی دعا مانگتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحمٰن اچھرہ لاہور شہر......۱۹۸۱ء/۹/۸

الجواب: اگر یہ دعا مانگنا بطور التزام کے نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے ﴿۳﴾۔ وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۱۱۵ جلد ۱ فصل فی التراویح)

﴿۲﴾ قال العلامۃ الحلبی: وقال القاضی الامام ابو علی النسفی الصیح ان وقتھا بعد العشاء لا تجوز قبلھا سواء کانت بعد الوتر او قبلہ وھو المختار لانھا نافلۃ سنۃ بعد العشاء بفعل وکذا المنقول من فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فکانت تبعا لھا کسنتھاوتقدیم الصحابۃ لھا علی الوتر. (غنیۃ المستملی ص ۳۸۵ فصل فی النوافل)

﴿۳﴾ قال المفتی الاعظم المفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ: (دعا بعد السنن والنوافل) کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کی جائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو اس کیلئے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی ص ۳۴۰ جلد ۳ سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں فصل اول)...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مخصوص شبینہ کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس دور میں لاؤڈسپیکر پرختم شبینہ برائے نمود ونمائش بعجلت جس میں زبرزیروغیرہ کا فرق نہیں ہوتا کیا ایسا شبینہ صحابہ اور خیرالقرون میں معمول تھا؟ کیا مذکورہ طریقہ سے شبینہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرشید.....۱۹۸۴ء/۶/۳۰

الجواب: بشرط صدق مستفتی یہ شبینہ ناجائز اور حلاف سنت ہے ایسا شبینہ خیرالقرون میں معمول نہ تھا﴿۱﴾۔ وھو الموفق

تراویح اور وتر کے درمیان نوافل پڑھنا

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ تراویح اور وتر کے درمیان نفل پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرزق مردان......۱۹۷۷ء/۱۰/۶

(بقیہ حاشیہ) وقال المفتی عزیز الرحمن الدیوبندی: سنن ونوافل کے بعد اجتماعاً مقتدیوں کو دعا کا پابند نہ کرنا چاہئے، فرائض کے بعد کوئی شخص مثلاً گھر جاکر سنتیں پڑھنا چاہتا ہے تو اس کو کیوں پابند کیا جاوے، الغرض جو ایسا کرے وہ لائق ملامت کے نہیں ہے اور یہ رسم کے بعد سنن ونوافل کے بطور خود ہر ایک شخص جس وقت فارغ ہو دعا کرکے چلا جاوے یا فرائض کے بعد گھر جاکر سنتیں پڑھے اس میں کوئی تنگی نہیں ہونی چاہئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۲ جلد۴ باب مسائل سنن مؤکدہ)

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ویجتنب المنکرات هذرمة القرأة وترک تعوذ وتسمیة وطمانینة وتسبیح واستراحة. (الدرالمختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۳ جلد۱ مبحث التراویح)

وفی الهندیه: ویکره الاسراع فی القراءة وفی اداء الارکان کذا فی السراجیة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص۱۱۷ جلد۱ فصل فی التراویح)

الجواب: وتر اور تراویح کے درمیان نوافل پڑھنا جائز ہے، کما فی شرح التنویر ویجلس ندبا بین کل اربعة قدرها وکذا بین الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت وصلاة فرادی ﴿۱﴾. وھو الموفق

نذر کے نفل پڑھنے والے کے پیچھے تراویح پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نذر کے نفل پڑھنے والے کے پیچھے سنت تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ تعویذ گل زریاب ہنگو.....۳/جنوری ۱۹۸۳ء

الجواب: یہ اقتدا درست ہے، ھذا بناء الادنیٰ علی الاقویٰ (مجموعة الفتاویٰ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

پیغمبر علیہ السلام سے آٹھ رکعت تراویح ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا ایک ساتھی کہتا ہے کہ رمضان المبارک میں آٹھ رکعات تراویح پڑھنی چاہئے کیونکہ حضور ﷺ سے اس سے زیادہ منقول نہیں ہے

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۲۲ جلد ۱ مبحث صلاہ التراویح)

﴿۲﴾ قال محمد عبد الحئی اللکھنوی رحمه الله: اور اختلاف اول پر ایک غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تراویح اور دوسری سنتیں اور نفلیں مطلق نیت اور نیت نفل سے پوری ہو جاتی ہیں، جیسا کہ ابن ہمام نے اس کی تحقیق کی ہے اور اختلاف ثانی پر غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تراویح پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو تراویح ادا ہو جائے گی، لیکن خالی از کراہت نہیں کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے، پس ایسی صورت میں بہتر ہے کہ امام جتنا حصہ تراویح کے دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہو اس کی نذر مان لے اور اس طرح اسے اپنے اوپر واجب کر کے بناء القوی علی الضعیف کے شبہہ سے محفوظ ہو جائے۔
(مجموعة الفتاویٰ ص ۲۳۵ جلد ۱ کتاب الصلوٰة)

اوراس سے زیادہ یعنی بیس رکعت پڑھیں تو اس میں ثواب نہیں ہے کیا ایسی کوئی دلیل ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد نثار سدوخیل پڑانگ چارسدہ......۱۸/صفر ۱۳۸۹ھ

الجواب: پیغمبر علیہ السلام سے آٹھ رکعات تراویح ثابت نہیں ہے اور نہ یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے﴿۱﴾ یہ اہل حدیث کا مذہب ہے جو کہ من حیث التحقیق غلطی پر ہے۔وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه ابن عابدین: (قوله وهی عشرون رکعة)هو قول الجمهور وعلیه عمل الناس شرقا وغربا وعن مالک ست وثلاثون وذکر فی الفتح مقتضی الدلیل کون المسنون منها ثمانیه والباقی مستحبا وتمامه فی البحر وذکرت جوابه فیما علقته علیه.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۲۱ جلد ۱ مبحث صلاة التراویح)

وقال العلامه حسن الشرنبلالی: التراویح سنة کما فی الخلاصة وهی موکدة کما فی الاختیار وروی اسد بن عمر وعن ابی یوسف قال سالت ابا حنیفة عن التراویح وما فعله عمر رضی الله عنه فقال التراویح سنة موکدة ولم یتخرصه عمر من تلقاء نفسه ولم یکن فیه مبتدعا ولم یامر به الا عن اصل لدیه وعهد من رسول الله ﷺ ......ثبت سنیهتا بفعل النبی ﷺ وقوله قال علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی وقد واظب علیها عمر وعثمان وعلی رضی الله عنهم...... وقول بعضهم سنة عمر لان الصحیح انها سنة النبی ﷺ، قال العلامه طحطاوی وفی الفتاویٰ الهندیه عن الجواهر هی سنة رسول الله ﷺ وقیل هی سنة عمر رضی الله عنه والاول اصح وفی حاشیة السید علی العلامه مسکین وما قیل یکفر من یقول انها سنة عمر رضی الله عنه کما تقوله الروافض فممنوع فقد صرح فی کثیر من المتداولات بانها سنة عمر یعنی یعنی بالنظر لکونها عشرین رکعة وللمواظبة علیها وذلک لا یمنع کونها سنة رسول الله ﷺ ایضا لما ذکرنا.

(حاشیة الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۲۴ فصل فی صلاة التراویح)

اجرت علی ختم القرآن اور پینتالیس روپئے سے کم اجرت کے نہ لینے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ختم القرآن پڑھنے کے بعد اس پر پیسے دینا لینا کیا حکم رکھتا ہے؟ نیز یہ واضح کریں کہ واقعی ختم القرآن پر پینتالیس روپئے سے کم اجرت لینا جائز نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ حجاج ولی بنوں......۸۸ء/۲/۴

الجواب: ختم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے جبکہ دنیوی مقصد کیلئے ہو اور اگر ایصال ثواب کیلئے ہو تو پھر لینا مختلف فیہ ہے اور جب تراویح میں ہو تو علی التحقیق جائز ہے ﴿۱﴾ اور پینتالیس روپئے سے کم نہ لینے والا مسئلہ فقہاء کرام نے ضعیف قرار دیا ہے، فليراجع الى ردالمحتار ص ۴۸ جلد۵ وما نقل عن بعض الهوامش وعزى لحاوى الزاهدى من انه لا يجوز الاستيجار على الختم باقل من خمسة واربعين درهما فخارج عما اتفق عليه اهل المذهب ﴿۲﴾. وهو الموفق.

﴿۱﴾ وفى المنهاج: واما اخذالاجرة واعطاء ها على ايصال ثواب التلاوة فانكر عليه اكثر الفقهاء لكن كلام البحر فى باب الوقف يدل على الجواز وعبارة السراج الوهاج صريح فى ان جواز الاخذ هو القول الاصح اى عند تعين المكان فالاحوط هو الاجتناب ، واماما يعطى الحفاظ فى رمضان عند ختم القرآن فالحق انه جائز لانها هدية معروفة ليست باجرة ويشهد له حديث الترمذى عن انس ان رجلا من كلاب سأل النبى صلى الله عليه وسلم عن عسب الفحل فنهاه فقال يا رسول الله انا نطرق الفحل فنكرم فرخص له فى الكرامة والاعتبار لنية الدافع دون الآخذ فافهم، ولو سلم انه اجرة فلا حرج فيه ايضا لانها ليست عوض التلاوة البحتة ولا الامامة البحتة بل هى عوض الامامة المسنونة المخصوصة ولا ضير فى اخذ الاجرة على الامامة المقيدة بمكان او زمان او قراء ة سورة او سؤر هذا.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۹۰ جلد۲ باب كراهية الاجر على الاذان)

﴿۲﴾ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۳۹ جلد۵ مطلب تحرير مهم فى عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل باب الاجارة الفاسدة)

باب قضاء الفوائت

نامعلوم فوت شدہ نمازوں کی قضا کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند سالوں کی فوت شدہ چار رکعت والی نماز کی قضا کس طرح کی جائے گی عام فرضوں کی طرح یا نفل کی طرح، نیز نماز وتر اور نماز مغرب کس طرح ادا کی جائے گی، نیز نیت کہاں سے کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

المستفتی: خواجہ عبد السلام از ارندر روندو ضلع چترال......۱۹۸۶ء/۵/۲۰

الجواب: نامعلوم قضا کرنے کی صورت میں فرائض کو نوافل جیسا پڑھا جائے گا تمام رکعات میں ضم سورت کیا جائے گا اور ثلاثی کو رباعی پڑھا جائے گا، اور وتر کی تیسری رکعت میں قنوت پڑھا جائے گا، نہ کہ چوتھی رکعت میں کیونکہ یہ نفل ہے ﴿۱﴾ اور نیت کے متعلق واضح رہے کہ اول یا آخر سے شروع کریں، یعنی اول صباح یا آخر صباح وغیرہ کی نیت کریں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامه سيد احمد الطحطاوی ومن قضى صلاة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطا...... والافضل ان يقرأ فی الاخيرتين السورة مع الفاتحة لانها نوافل من وجه فلان يقرء الفاتحة والسورة فی اربع الفرض...... ويقنت فی الوتر ويقعد قدر التشهد فی ثالثته ثم يصلی ركعة رابعة فان كان وترا فقد اداه ...... وكذا يصلی المغرب اربعا بثلاث قعدات.
(طحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۲۴۳ قبيل باب ادراک الفريضة)

﴿۲﴾ قال العلامه حسن بن عمار الشرنبلالی فاذا اراد تسهل الامر عليه نوى اول ظهر (وقوله عليه) ادرک وقته ولم يصله فاذا نواه كذلک فيما يصليه يصير اولا فيصح بمثل ذلک وهكذا او ان شاء نوىٰ اخره فيقول اصلی اخرظهر ادركته ولم اصله فاذا فعل كذلک فيما يليه يصير آخر بالنظر لما قبله فيحصل التعين.
(مراقی الفلاح علی هامش حاشية الطحطاوی ص ۲۴۲ باب قضاء الفوائت)

قضانمازوں کاطریقہ اورقوم کوبے وضونماز پڑھا کر کیا کیا جائے گا

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ

(۱) بلوغ سے لے کر پینتیس چالیس سال تک اگر کوئی شخص نماز ادا نہ کرے اس کی قضا کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) ایک امام نے چند آدمیوں کورمضان کی نماز بلاوضو پڑھائی ہے لوگوں کو بتانا ضروری ہے یانہیں؟

(۳) چند آدمیوں کوحالت جنابت میں نماز پڑھائی جائے کیا کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: دین محمد جنوبی وزیرستان......۱۹۷۵ء/۸/۳۰

الجواب: (۱) یہ شخص روزانہ چندنمازیں ادا کیا کرے اوراول وقت (یعنی اول فجر، اول ظہر، اول عصر، اول مغرب، اول عشاء) یا آخری وقت کی نیت کیا کرے، کما فی الدر المختار قبیل سجود السهو، کثرت الفوائت نوی اول الظهر علیه او آخره ﴿۱﴾ البتہ جونماز یقینی طور سے قضا نہ ہوئی ہوتو احتیاطاً نفل جیسی ادا کی جائے گی۔ (۲،۳) اگر یہ قوم معلوم اور معین ہوتو ضروری ہے کہ خط وغیرہ کے ذرائع سے ان کوخبردار کریں، فی الدر المختار کما یلزم الاخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب بالقدر الممکن بلسانه او بکتاب او رسول علی الاصح (هامش ردالمحتار ص۳۹۸ جلد ۱) ﴿۲﴾ قلت عند الفتنة جاز الاخفاء بالمذهب بالمرجوح ﴿۳﴾. وهو الموفق

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۵۴۵ جلد ۱ قبیل سجود السهو)

﴿۲﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص۴۳۸ جلد ۱ مطلب المواضع التی تفسد صلاة الامام دون المؤتم)

﴿۳﴾ قال الحصکفی وصحح فی مجمع الفتاویٰ عدم (ای اخبار القوم) مطلقا لکونه عن خطأ معفو عنه لکن الشروح مرجحة علی الفتاویٰ، قال ابن عابدین قوله (لکونه عن خطاء معفو عنه) ای لانه لم یتعمد ذلک فصلاته غیر صحیحة ویلزمه فعلها ثانیا لعلمه بالمفسد واما صلاتهم فانها وان لم تصح ایضا لکن لا یلزمهم......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

حضورﷺ سے نمازوں کی قضا کا ثبوت نیز نا معلوم قضا شدہ نمازوں کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک انسان سے لاتعداد نمازیں فوت ہوئی ہوں تو اس کے ادائیگی کی ترتیب کیا ہوگی، اور احادیث وغیرہ میں حضورﷺ سے نمازوں کا قضا ہونا اور پھر ادا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا

المستفتی: حاجی مشیر خان زروبی صوابی......۱۴۰۱/۶/۴ھ

الجواب: حدیث لیلۃ التعریس (رواہ مسلم وغیرہ) ﴿۱﴾ اور حدیث غزوہ خندق (رواہ البخاری وغیرہ) ﴿۲﴾ میں حضورﷺ سے نمازوں کا قضا ہونا اور اس کا قضا کرنا ثابت ہے۔ اور

(بقیہ حاشیہ) اعادتها لعدم علمهم ولا يلزمه اخبارهم لعدم تعمده فافهم. وقال الشيخ عبد القادر الرافعي قوله (لانه لم يتعمد) قال السندی ما ملخصه ان عمر لما رأى الاحتلام في ثوبه اغتسل وغسل الاحتلام ولم يذكر انه اخبر الناس وعزا الاثر للموطا.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۴۳۸ جلد ۱ وتقريرات الرافعي ص ۷۷)

﴿۱﴾ عن ابي هريرة ان رسول اللهﷺ حين قفل من غزوة خيبر سار ليلة حتى اذا ادركه الكرى عرس وقال لبلال اكلا لنا الليل فصلىٰ بلال ما قدر له ونام رسول اللهﷺ واصحابه فلما تقارب الفجر استسند بلال الى راحلته مواجه الفجر فغلبت بلال عيناه وهو مستند الى راحلته فلم يستيقظ رسول اللهﷺ ولا بلال ولا احد من اصحابه حتى ضربتهم الشمس فكان رسول اللهﷺ استيقاظا ففزع رسول اللهﷺ فقال اى بلال فقال بلال اخذ بنفسي الذى اخذ بابي انت وامي يا رسول بنفسك قال اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شيئا ثم توضاء رسول اللهﷺ وامر بلال فاقام الصلوٰة فصلى بهم الصبح فلما قضى الصلوٰة قال من نسى الصلوٰة فليصلها اذا ذكرها فان الله تعالىٰ قال اقم الصلوٰة لذكرى قال يونس وكان ابن شهاب يقرأها للذكرىٰ.

(الصحيح المسلم ص ۲۳۸ جلد ۱ باب قضاء الصلوٰة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها)

﴿۲﴾ عن جابر بن عبد الله ان عمر بن الخطاب جاء يوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل يسب كفار قريش وقال يا رسول الله ما كدت ان...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

جس شخص سے لاتعداد نمازیں فوت ہوئی ہوں اور تمیز وتعین سے بے بس ہوں تو وہ اول قضا نماز یا آخر قضا نماز سے قضا شروع کرے گا، مثلاً ہر روز اول فجر، اول ظہر، اول عصر، کی نیت کرے گا، اور ہر رکعت میں ضم سورت کرے گا اور وتر ومغرب کو چار رکعت ادا کرے گا۔ (دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت پر قعدہ کرے گا) جن اوقات میں نفل ممنوع ہوں ان اوقات میں یہ قضا نہیں کرے گا (ماخوذ از ردالمحتار ص ۵۱۷ تا ۴۸۹ جلد ۱) ﴿۱﴾. وهو الموفق

جس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں تو قضا نمازیں لوٹانا نوافل سے افضل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے ذمہ فرض نمازیں باقی ہیں اور قضا کی بجائے نوافل پڑھتا ہے تو کیا اس کیلئے نوافل پڑھنا افضل ہے یا قضا نمازیں پڑھنا؟ بینوا توجروا

المستفتی: خیر محمد موره بنوں

الجواب: جس کے ذمہ فرض نمازیں باقی ہو تو اس کیلئے قضا نمازیں ادا کرنا نوافل پڑھنے سے

(بقيه حاشيه) اصلى حتى كادت الشمس ان تغرب قال النبي ﷺ وانا والله ما صليتها فنزلنا مع النبي ﷺ بطحان فتوضأ للصلوٰة وتوضأنا لها فصلى العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلى بعدها المغرب .

(صحيح البخارى ص ٥٩٠ جلد٢ باب غزوة الخندق وهي الاحزاب كتاب المغازى)

﴿۱﴾قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: انه كان يصلى المغرب والوتر اربع ركعات بثلاث قعدات كما نقله في البحر عن مآل الفتاوىٰ اى ويكون حينئذ اعادة الصلاة المجرد توهم الفساد غير مكروه ويكون النهي محمولا على غير هذا الوجه لكن لما كانت الصلاة على هذا محتملة لو قوعها نفلا...... نقول انه كان يضم الى المغرب والوتر فعلى احتمال صحة ماكان صلاة او لا تقع هذه الصلاة نفلا وزيادة القعدة على رأس الثالثة لا تبطلها وعلى احتمال فساده تقع هذه فرضاً مقضيا وزيادة ركعة عليها لا تبطلها.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص٥١٦ جلد ١ قبيل مطلب في الصلاة على الدابة)

افضل ہے، کمافی الھندیه ص ۱۳۲ جلد ۱ وفی الحجة والاشتغال بالفوائتة اولیٰ واھم من النوافل الا السنن المعروفة وصلوٰة الضحیٰ الخ ﴿۱﴾. وھو الموفق

قضانمازیں ادا کرنے اور نوافل کرنے میں کوئی منافات نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو نمازیں غفلت کی وجہ سے ہم سے قضا ہو چکی ہیں اب وہ ادا کرنی ہیں لیکن میں نے سنا ہے کہ جس کے ذمہ فرض نمازیں ہوں تو اس کے نوافل غیر مقبول ہوتے ہیں نوافل کی بجائے قضا نمازیں ادا کرنی چاہئے، سوال یہ ہے کہ کیا میں نوافل، تہجد وغیرہ نہ پڑھوں اور صرف قضا ادا کروں؟ بینو اتو جروا

المستفتی: عبدالرؤف ڈاٹوال ضلع چکوال......۱۹۸۶ء/۱۱/۲۲

الجواب: آپ قضا بھی کیا کریں اور تہجد واوابین وغیرہ نوافل بھی پڑھا کریں، کمافی الھندیه ص ۱۳۲ جلد ۱ باب قضاء الفوائت ﴿۲﴾. نیز وتر کی قضا بھی ضروری ہے (شامی، بحر، ھندیه وغیرہ) ﴿۳﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال فی الھندیه: وفی الحجة والاشتغال بالفوائت اولی واھم من النوافل الا السنن المعروفة وصلاة الضحیٰ وصلاه التسبیح والصلوٰت التی رویت فی الاخبار فیھا سور معدودة واذکار معھودة فتلک بنیة النفل وغیرھا بنیة القضاء کذا فی المضمرات.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۳﴾ قال الحصکفی: الترتیب بین الفروض الخمسة والوتر اداء وقضاء لازم، قال ابن عابدین: الواو بمعنی اومانعة الخلو فیشمل ثلاث صور ما اذا کان الکل قضاء او البعض قضاء والبعض اداء او الکل اداء کالعشاء مع الوتر.

(الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۳۶ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

چار رکعت تراویح کی نیت کی تیسری رکعت میں نماز فاسد ہوگئی قضا کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے چار رکعت تراویح کی نیت باندھی پھر تیسری یا چوتھی رکعت کے دوران سلام پھیر دیا یا وہ دوسرے دوگانہ میں فاسد ہوگئی اب وہ صرف دو رکعت کی قضا کرے (نفل کی طرح) یا چار رکعت کی؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق راولپنڈی......۱۸/ اگست ۱۹۷۳ء

الجواب: واضح رہے کہ تراویح اگرچہ فی نفسھا سنت مؤکدہ ہیں لیکن چار چار رکعت پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں دو رکعت قضا کرنا کافی ہوگا، کمافی الدر المختار وقضی رکعتین لو نویٰ اربعا غیر المؤکدۃ علی اختیار الحلبی وغیرہ ونقض فی خلال الشفع الاول اوالثانی (ھامش الرد ص ٦٤٧ جلد ۱) ﴿۱﴾ اور شفع اولیٰ کا اعادہ بھی ضروری ہے، کمافی ردالمحتار ص ٦٤٨ جلد ۱ لکن ینبغی وجوب اعادۃ الاول لترک واجب والسلام مع عدم انجبارہ بسجود سھو الخ ﴿۲﴾۔ پس مجموعہ چاروں رکعت پڑھنا ضروری ہوگا، اولین بطور اعادہ وآخرین بطور قضا، وھما شیئان متقاربان. وھو الموفق

صاحب ترتیب نہ ہونے کی صورت میں ترتیب کا خیال رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب ترتیب نہ ہو، لیکن وہ قضا نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھتا ہو یا کبھی ترتیب سے اور کبھی غیر ترتیب سے قضا نمازیں پڑھتا ہے کیا یہ صحیح ہے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جلال احمد جلال طورو مردان......۱۹۷۵ء/٦/۲۹

﴿۱﴾ (الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۵۱۱ جلد ۱ مبحث المسائل الستة عشرية)
﴿۲﴾ (ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۵۱۱ جلد ۱ مبحث المسائل الستة عشرية)

الجواب: جوشخص صاحب ترتیب نہ ہوتو اس پر ترتیب واجب نہیں ہے﴿۱﴾اور ترتیب کی رعایت کرنے میں گنہگار نہیں ہے۔وھو الموفق

نامعلوم وتر کی قضا کی صورت میں چوتھی رکعت میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قضا نماز جومعلوم نہ ہو، ادا کرتے وقت مغرب اور وتر کی نماز تین قعدوں سے ادا کرے گا، تو کیا وتر کی جب تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لے تو چوتھی رکعت میں بھی قنوت پڑھے گا؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف لوندخوڑ مردان......۲۸/ رمضان ۱۴۰۵ھ

الجواب: چونکہ یہ زیادت نفل ہونے کے احتمال کی وجہ سے احتیاطی ہے لہٰذا چوتھی رکعت میں قنوت پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے بخلاف اذا شک فی ثالثة الوتر انها ثانية او ثالثة فانها يضم اليها الرابعة ويقنت في كلتيهما احتياطاً ولم يصرحوا به وهو من الواضحات ﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

فدیہ صلوٰۃ بعد الموت دیا جائے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کے ذمہ نمازیں

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله او فاتت ست) يعني لا يلزم الترتيب بين الفائتة والوقتية ولا بين الفوائت اذا كانت الفوائت ستاكذا في النهر. (ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۵۳۸ جلد ۱ قبيل مطلب في اسقاط الصلاة عن الميت باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال العلامة حسن بن عمار الشرنبلالي رحمه الله: ومن قضى صلاة عمره مع انه لم يفته شئ منها احتياطاً قيل يكره...... ويقنت في الوتر ويقعد قدر التشهد في ثالثة ثم يصلي ركعة رابعة فان كان وتراً فقد اداه وان لم يكن فقد صلى التطوع اربعا ولا يضره القعود وكذا يصلي المغرب اربعا بثلاث قعدات. (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح ص۲۴۷ باب قضاء الفوائت)

باقی ہوں تو کیا یہ شخص فدیہ صلوٰۃ قبل موت دے سکتا ہے؟ اور کیا حیلہ اسقاط قبل الموت جائز ہے؟ اگر نہیں تو پھر یہ جنازہ سے پہلے دیا جائے گا یا بعد میں یا دفن کے بعد؟ بینوا توجروا

المستفتی: کرامت اللہ چروڑی چملہ سوات......۱۹۷۰ء/۴/۴

الجواب: اسقاط قبل الموت درست نہیں ہے اور موت کے بعد ہر وقت درست ہے، فی الهنديه ص ۱۳۲ جلد ۱ سئل الحسن بن على عن الفدية عن الصلوٰت فى مرض الموت هل يجوز فقال لا ﴿۱﴾. وهو الموفق

کسی کتاب سے فتویٰ دینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں دو طبقے بن گئے ہیں ایک میت کا حیلہ اسقاط جائز اور دوسرا ناجائز کہتے ہیں اور دونوں دیوبندی ہیں اور ایک قسم کی کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند قابل عمل، مستند اور مذہب حنفی کے مطابق ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد کرم شاہ بنوں......یکم اپریل ۱۹۷۵ء

الجواب: حیلہ اسقاط بذات خود مشروع ہے، قرآن ﴿۲﴾ وحدیث ﴿۳﴾ میں اس

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال الله تعالىٰ : وخذ بيدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث.

(سورة ص پاره:۲۳ رکوع:۱۳ آیت:۴۴)

﴿۳﴾عن ابى امامة انه اخبره بعض اصحاب رسول اللهﷺ من الانصار انه اشتكى رجل...... وقالوا ما راينا باحد من الناس من الضر مثل الذى هو به لو حملنا اليک لتفسخت عظامه ما هو الا جلد على عظم فامر رسول اللهﷺان ياخذوا له مائة شمراخ فيضربوه ضربة واحدةً.

(سنن ابى داؤد ص ۲۶۶ جلد۲ باب فى اقامة الحد على المريض)

اصل موجود ہے البتہ حیلہ مروجہ شرائط معتبرہ کی عدم رعایت کی وجہ سے حیلہ استحصال بن گیا ہے لہٰذا برائے فراغ ذمہ میت ﴿۱﴾ مروجہ حیلہ اسقاط بے سود ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ (گنگوہی) اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ہمارے اکابر کے فتاویٰ ہیں لیکن کسی کتاب سے فتویٰ دینا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔ وھو الموفق

دائرہ حیلہ اسقاط میں قرآن مجید رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دائرہ حیلہ اسقاط میں قرآن مجید کو دیگر اموال کے ساتھ قبض درقبض کرنا اور ایک دوسرے کے حوالے کرنا جیسا کہ حیلہ اسقاط میں معمول ہے کیا یہ جائز ہے؟ جبکہ فتاویٰ سمرقندیہ میں قرآن مجید کے دور کو بھی جائز کہا گیا ہے کیا اس سے منع کرنا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا اسماعیل گاؤں الوچ سوات

الجواب: فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ معتبر شخصیت ہیں ﴿۲﴾ انہوں نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ درست ہے کسی فقیہ نے اس کی تردید نہیں کی ہے، چونکہ قرآن (مصحف) بھی مال متقوم ہے اس کو فدایا میں دینا نہ ممنوع ہے نہ مطلوب ہے، البتہ موقوف یامملوکۃ الغیر مصحف کی تملیک وتملک ممنوع ہے،

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: ويجب ان يدفعها حقيقة لا تحيلا ملاحظا ان الفقير اذا ابى عن الهبة الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة. (منة الجليل ص ۲۲۵)

﴿۲﴾ قال الامام الفقيه محمد عبد الحى اللكهنوى: نصر بن محمد بن احمد بن ابراهيم ابوالليث الفقيه السمرقندى المشهور بامام الهدىٰ اخذ عن ابى جعفر الهندوانى عن ابى القاسم الصفار عن نصير بن يحيىٰ عن محمد بن سماعة عن ابى يوسف وله تفسير القرآن، والنوازل، والعيون، والفتاوىٰ، وخزانة الفقه، وبستان العارفين، وشرح الجامع الصغير، وتنبيه الغافلين وغير ذلک..... وقد طالعت من تصانيفه البستان وتنبيه الغافلين وخزانة الفقه وكلها مفيده.

(الفوائد البهية فى تراجم الحنفية ص ۲۹۱ حرف النون رقم: ۴۸۵)

نیز بازاری قیمت سے زائد قیمت مقرر کرنا عبث اور بے قاعدہ حیلہ در حیلہ ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

امحاء الخباط عن مسئلة حيلة الاسقاط

حیلہ اسقاط کو فقہاء نے اپنی کتب میں با قاعدہ طور پر ذکر کیا ہے، اور اس کیلئے شرائط اور طریقہ کار بھی وضع کیا ہے لیکن عوام نے اس میں بہت سے مفاسد اور محظورات شرعیہ داخل کئے اسی بنا پر بعض لوگوں نے اس کے انکار میں اتنے تشدد سے کام لیا کہ نفس حیلہ اسقاط کے منکر ہو گئے، حتی کہ کرنے والوں پر بدعت وکفر کے فتوے لگائے، اور حیلہ اصحاب سبت پر قیاس کر کے فقہاء کرام بھی ان کے فتوؤں کی ضد میں آ گئے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے حیلہ اسقاط کی حقیقت ومشروعیت پر یہ مقالہ لکھ کر شائع کیا تھا، اس باب سے مناسبت قویہ کی بنا پر شامل فتاوی کیا جاتا ہے۔...... (از مرتب)

﴿۱﴾ قال العلامہ مفتی کفایت اللہ الدھلوی: (تنبیہ) یہ رسم بعض مقامات میں اس طرح ادا کی جاتی ہے کہ صرف ایک قرآن مجید فقیر کو یہ کہہ کر دے دیتے ہیں کہ قرآن مجید چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے اس کی کوئی قیمت نہیں اور بوجہ بے قیمت ہونے کے تمام نمازوں اور روزوں اور دیگر واجبات کا جس قدر کفارہ میت کے ذمہ ہو اس سب کے بدلے میں ہم یہ قرآن دیتے ہیں اور فقیر قبول کر لیتا ہے یہ طریقہ بھی ناجائز ہے، کیونکہ یہی حضرات جو فدیہ میں قرآن مجید کو بے قیمت بتاتے ہیں جب فدیہ کے واسطے خریدنے جاتے ہیں تو بجائے روپیہ کے بارہ آنے اور بجائے بارہ آنے کے دس آنے کو جھگڑ جھگڑ کر خریدتے ہیں، خریدتے وقت اس کا بے قیمت ہونا بھول جاتے ہیں اور یہ تو تقریباً محال ہے کہ دوکاندار اگر اس کی قیمت ایک روپیہ بتائے تو یہ بنظر قدر شناسی قرآن مجید اس کو دو روپے خود دیدیں بہر حال یہ قرآن مجید جو کاغذ پر لکھا یا چھپا ہوا ہوتا ہے شرعاً مال متقوم ہے اور کفارات ومعاوضات میں اس کی اصل قیمت کا اعتبار ہوگا اور اسلئے وہ صرف اتنی نمازوں کا فدیہ ہو سکے گا جتنی نمازوں کے فدیہ تک اس کی قیمت پہنچے گی۔

(کفایت المفتی ص ۱۵۷ جلد ۴ مجموعہ دلیل الخیرات فی ترک المنکرات)

جس عاقل بالغ مسلمان سے عمداً یا بلا عمد نمازیں اور روزے قضا ہو جائیں تو اس پر اس قضا کا ادا کرنا فرض ہے اور قضا ادا نہ کرنے کی صورت میں وہ گنہگار ہے اور جس وقت زندگی سے مایوس ہو جائے تو اس پر یہ وصیت کرنا ضروری ہے کہ اس کے ترکہ اموال منقولہ وغیر منقولہ کے ایک تہائی حصہ سے ہر نماز اور روزہ کے بدلے تخمینا دو یا ڈھائی کلو گندم یا اس کی قیمت مساکین کو دی جائے، اور اگر یہ وصیت نہیں کی تو گنہگار مر گیا، اگر اس شخص کا مال نہیں تھا، یا ایک تہائی حصہ فراغت ذمہ کیلئے کافی نہیں تھا، یا فسق اور جہل کی وجہ سے وصیت نہیں کیا تو ورثاء وغیرہ اس کی طرف سے باقاعدہ طور پر حیلہ اسقاط کر سکتے ہیں (ماخوذ از ردالمحتار ص ۴۹۲ جلد ۱) ﴿۱﴾.

حیلہ ہر اس مباح کام یا گفتار کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک مقصد کو پوشیدہ طریقے سے رسائی ہو جائے، صاحب مفردات فرماتے ہیں، الحیلة ما یتوصل به الی حالة مافی خفیة (ص ۱۳۸). اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ، هی ما یتوصل به الی مقصود بطریق خفی (فتح الباری ص ۲۷۴ جلد ۱۲)، اور صاحب الاشباہ والنظائر فرماتے ہیں، هی تقلیب المنکر حتی یهتدی الی المقصود (ص ۴۱۷).

جان لو کہ حیلہ کی بہت سی اقسام ہیں اس مقالہ میں صرف دو قسم ذکر کی جاتی ہیں، اول حیلہ وہ ہے جو تحلیل حرام اور ابطال شریعت کیلئے ہو جیسا کہ اصحاب سبت نے شکار کی تحلیل کیلئے کیا تھا (القرآن)،

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولو مات وعلیه صلوٰت فائتة واوصیٰ بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر کالفطرة......... ولو لم یترک ما لا یستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ویدفعه لفقیر ثم یدفعه الفقیر ثم وثم حتی یتم. قال ابن عابدین: (قوله وعلیه صلوٰت) ای بان کان یقدر علی ادائها ولو بالایماء فیلزمه الایضاء بها والا فلا یلزمه...... یعطی عنه ولیه ای من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة او وراثة فیلزمه ذلک من الثلث ان اوصی...... واما اذا لم یوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمد فی الزیادات انه یجزیه ان شاء الله ...... نصف صاع من بر ای او من دقیقة او سویقة او صاع تمر الخ. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۴۱، ۵۴۲ جلد ۱ مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت)

اور بعض یہود نے چربی کے حلال ہونے کیلئے کیا تھا (بخاری)۔ اور یہ حیلہ بلا شک حرام ہے، دوسرا وہ حیلہ ہے جو حرام سے بچنے، فراغت ذمہ اور واجب کے اسقاط کیلئے ہو، جیسا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے کیا تھا، قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث (سورۃ ص) ﴿۱﴾. اور پیغمبر علیہ السلام نے ایک غیر شادی شدہ مریض کیلئے برائے اجراء حد زنا حیلہ کیا تھا، قالوا ما رأینا باحد من الناس من الضر مثل الذی ھو بہ لو حملنا الیک لتفسخت عظامہ، ماھو الا جلد علی عظم، فامر رسول اللہ ﷺ ان یاخذ والہ مائۃ شمراخ فیضربوہ بھا ضربۃ واحدۃ. (رواہ ابو داؤد) ﴿۲﴾. یہ حیلہ جائز ہے نہ مخصوص ہے اور نہ منسوخ ہے اور یہی مروی ہے عطاء اور شعبی سے اور اسے احناف، شوافع اور حنابلہ نے مختار کیا ہے البتہ موالک اور سلفیہ کے نزدیک مشروع نہیں ہے، (فلیراجع الی تفسیر القرطبی ص ۲۱۳ جلد ۱۵ وشرح الاشباہ للحموی ص ۴۱۸ وفتح الباری ص ۲۷۵ جلد ۱۲).

یہ حیلہ اسقاط جس طرح باصلہا ثابت ہے اسی طرح فقہاء کرام نے بھی اس کی مشروعیت پر تصریح کی ہے، فلیراجع الیٰ ردالمحتار ص ۶۸۷ جلد ۱ ﴿۳﴾ والطحطاوی ص ۲۶۳ والشرح الکبیر ص ۴۹۷ وخلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۵۳ جلد ۱ والبحر ص ۹۱ جلد ۲ والاشباہ والنظائر ص ۴۱۸ وغیر ذلک. البتہ اس حیلہ کی مشروعیت کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت رکھنا نہایت ضروری ہے اول یہ کہ وصیت کے نہ ہونے کی صورت میں ورثاء میں نابالغ اور غائب نہ ہوں کیونکہ ان

﴿۱﴾ (سورۃ: ص پارہ: ۲۳ آیت: ۴۴)

﴿۲﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۶۲ جلد ۲ باب فی اقامۃ الحد علی المریض)

﴿۳﴾ قال ابن عابدین: (قولہ ولو لم یترک ما لا یستقرض الخ) فیستقرض قیمتھا ویدفعھا للفقیر ثم یستوھبھا منہ ویتسلمھا منہ لتتم الھبۃ ثم یدفعھا لذلک الفقیر او لفقیر آخر وھکذا فیسقط فی کل مرۃ کفارۃ سنۃ وان استقرض اکثر من ذلک یسقط بقدرہ وبعد ذلک یعید الدور لکفارۃ الصیام ثم للاضحیۃ الخ.

(ردالمحتار ھامش الدر المختار ص ۵۴۲ جلد ۱ قبیل باب سجود السھو)

کے مال سے تبرع جائز نہیں ہے، دوم یہ کہ قطار یا دائرہ میں مساکین ہوں، غنی کو دینے سے فراغت ذمہ نہیں ہوتی، سوم یہ کہ اس مسکین کو حقیقتاً مالک بنادے، محض زبانی تملیک نہ کرے، کما صرح به ابن عابدين في منة الجليل ص ۲۲۵ حيث قال ويجب ان يدفعها حقيقة لا تحيلاً ملاحظاً ان الفقير اذا ابى عن الهبة الى الوصى كان له ذلك ولا يجبر على الهبة، انتهىٰ ﴿۱﴾. پس اگر یہ حیلہ اشہر حج میں ہوا، تو ان تمام قبض کرنے والوں پر باقاعدہ حج فرض ہو جائے گا، دوسروں کو بخشنے سے حج ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ چونکہ حیلہ مروجہ میں ان شرائط بالخصوص تیسری شرط کی رعایت نہیں کی جاتی لہٰذا اس حیلہ مروجہ سے فراغت ذمہ میت نہیں آتی، نام حیلہ اسقاط کا ہے اور درحقیقت حیلہ استحصال ہے اہل علم پر ضروری ہے کہ یا ان مفاسد کی اصلاح کرے یا اس حیلہ کا انسداد کرے تاکہ عوام خوش فہمی اور خوش ظنی سے بچ جائیں ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

حیلہ اسقاط میں دور قرآن اہانت قرآن کے زمرے سے نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے شہر میں جو حیلہ اسقاط کیا جاتا ہے اس میں قرآن پاک بھی رکھا جاتا ہے میں نے اس سے منع کیا جب کہ فریق مخالف کہتے ہیں کہ یہ

﴿۱﴾ (رسائل ابن عابدين ص ۲۲۵ جلد ۱ منة الجليل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وقليل)

﴿۲﴾ قال العلامه مفتی کفایت الله الدهلوی: واضح رہے کہ عبارات مذکورہ سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ یہ فعل اسقاط (فعل دور) وارث کے ذمہ واجب اور ضروری نہیں بلکہ محض تبرع ہے اور ابراء ذمہ میت کیلئے ایک حیلہ ہے اگر اسے ضروری سمجھا جائے یا سنت سمجھا جائے تو ناجائز اور بدعت ہو جائے گا، جیسا کہ رسم نمبر ۳ کے بیان میں طحطاوی کی عبارت سے صراحۃً معلوم ہو چکا ہے، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ بصورت عدم وصیت میت کے ترکہ میں سے جب تک کہ تمام ورثہ بالغ اور حاضر نہ ہوں کوئی مقدار اسقاط میں نہ دی جائے اور ثلث تک کی وصیت میں زائد على الثلث اور ثلث سے کم کی وصیت میں زائد على الوصیت بدون رضا تمام ورثہ کے اسقاط میں کوئی مقدار نہ دی جائے اگر کوئی دے گا خود ضامن ہوگا۔

(کفایت المفتی ص ۱۵۶ جلد ۴ از مجموعه دلیل الخیرات فی ترک المنکرات)

امر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے، میں نے جواب میں کتاب راہ سنت مولفہ ابوالزاہد سرفراز خان صفدر صاحب پیش کیا، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم اردو کی کتابیں نہیں مانتے اسلئے اگر آپ عربی کتاب سے حوالہ روانہ کریں تا کہ جماعت مخالف شکست کھائے، میں بہت مشکور رہوں گا۔ بینوا توجروا

المستفتی: مقبول الرحمٰن ضلع ہزارہ

الجواب: چونکہ قرآن یعنی مصحف بھی مال متقوم ہے، لہٰذا اس کی خرید وفروخت اور اس کا تصدق وہبہ تمام کے تمام جائز ہیں، نہ ان امور میں اہانت موجود ہے اور نہ اہانت کسی کا مقصود ہوتا ہے، لہٰذا قرآن یعنی مصحف کے ذریعہ سے اسقاط کرنا منع نہیں ہے، جیسا کہ اس کا رکھنا (مال اسقاط میں) ضروری نہیں ہے ﴿۱﴾۔ فقط

غریب مسکین میت کی جانب سے حیلہ اسقاط جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک غریب مسکین عاجز آدمی مر گیا اس کا کوئی مال نہیں ہے اور ورثا بھی فقیر ہیں اور میت کے ذمہ صوم وصلوٰۃ بھی ہیں جس کا فدیہ ادا کرنے سے عاجز ہیں اب بعض علماء کہتے ہیں کہ حیلہ اسقاط ان کی جانب سے کیا جائے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے، مفصل جواب سے نوازیں تا کہ خدشات دور ہوں۔ واجر کم علی اللہ

المستفتی: فیض اللہ متعلم حقانیہ......۷/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: صورت مذکورہ میں حیلہ جائز ہے جبکہ حیلہ کرنے کے وقت تملیک حقیقتاً مراد ہو تملیک

﴿۱﴾ نفس دوران اجزائے قرآن بھی بعض روایات سے ثابت ہے اور مقصود اس سے توسل بالمصحف ہوتا ہے اور توسل بالمصحف ثابت ہے، قال علیہ الصلاۃ والسلام اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم، اور جس طرح فتاویٰ سمرقندیہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دوران اجزاء قرآن ثابت ہے، تو اسی طرح واقدی نے فتوح الشام میں بھی ذکر کیا ہے، فقال اخبرہ ابو عاصم عن ابن جریج عن ابن شہاب عن ابی سلمة عن ابی موسیٰ قال فعل عمر رضی اللہ عنہ ای دوران اجزاء القرآن ۔ (از مرتب)

حیلتاً مرادنہ ہو، اعلم ان للحیل انواعا منها ان تکون لتحلیل الحرام کحیلة اصحاب السبت وهی حرام البتة، ومنها ان تکون لدفع المضرة کحیلة یوسف علیه السلام لا بقاء اخیه لئلا یصیبه اخوته مضرة عند العود وهی جائزة لعدم الانکار علیها، ومنها ان تکون لتفریغ الذمة بلا حرج کحیلة ایوب علیه السلام وکذا حیلة النبی ﷺ للزانی الغیر المحصن، وحیلة الاسقاط من قبیل الاخیر لانه لم یمکنه الاداء لعجزه ولا الاسقاط لفقره فلا بد من الحیلة تعاونا بالمسلم وصرح بجوازها الفقهاء ولم یصرح بعدم جوازه احد من الفقهاء والاحناف فلیراجع الی ردالمحتار ص ۲۸۶ جلد ۱ ﴿۱﴾ والهندیه ص ۱۳۲ جلد ۱ ﴿۲﴾ والطحطاوی ص ۲۶۳ ﴿۳﴾ والبحر ص ۹۱ جلد ۲ ﴿۴﴾ وهکذا فی غیر واحد من کتب الفتاویٰ . فقط

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: فیستقرض قیمتها ویدفعها للفقیر ثم یستوهبها ویتسلمها منه لتتم الهبة ثم یدفعها لذلک الفقیر او لفقیر اخر. (ردالمحتار ص ۵۴۲ جلد ۱ مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ وفی الهندیه : اذا مات الرجل وعلیه صلوات فائتة فاوصی بان تعطی کفارة صلوته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع وللصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم یترک مالا یستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلاة ما ذکرنا کذا فی الخلاصة.
(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۳﴾ قال العلامة الطحطاوی: وان لم یف ما اوصی به المیت عما علیه اولم یکف ثلث ماله اولم یوص بشئ واراد احد التبرع بقلیل لا یکفی فحیلته لا براء ذمة المیت عن جمیع ما علیه ان یدفع ذلک المقدار الیسیر بعد تقدیره لشئ من صیام او صلاة او نحوه ویعطیه للفقیر بقصد اسقاط ما یرد عن المیت فیسقط عن المیت بقدره ثم بعد قبضه یهبه الفقیر للولی او للاجنبی ویقبضه لتتم الهبة وتملک ثم یدفعه الموهوب له للفقیر ...... وهکذا یفعل مراراً حتی یسقط ما کان یظنه علی المیت من صلاة وصیام ونحوهما مما ذکرناه من الواجبات. (الطحطاوی علی المراقی الفلاح ص ۴۳۹ فصل فی اسقاط الصلاة والصوم)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: اذا مات الرجل...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

میت کی جانب سے فدیہ اور اسقاط با قاعدہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فدیہ اور اسقاط میں کیا فرق ہے اور یہ کونسی آیت یا حدیث سے ثابت ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ نور محمد پیش امام مصری بانڈہ نوشہرہ......۱۹۶۹ء/۵/۵

الجواب: فدیہ اور اسقاط کا مطلب یہ ہے کہ ہر نماز اور ہر روزہ سے مقدار صدقۃ الفطر عوض دیا جائے ﴿۱﴾ اور یہ فدیہ صوم کے متعلق عبارۃً اور صلوٰۃ کے متعلق دلالۃً ثابت ہے اور حیلہ اسقاط سے قرآن وحدیث ساکت ہے لیکن قرآن وحدیث سے معارض اور منافی نہ ہونے کی وجہ سے فقہاء کرام نے اس کو جائز کہا ہے جبکہ با قاعدہ ہو، اور عدم جواز کسی کا مذہب نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) وعلیه صلوات فائتة اواوصی بان یعطی کفارة صلاته یعطی لکل صلاه نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع وانما یعطی من ثلث ماله وان لم یترک مالا تستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی المسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلاة ما ذکرنا.

(البحر الرائق ص ۹۰، ۹۱ جلد۲ باب قضاء الفوائت)

﴿۱﴾ وفی الهندیه: اذا مات الرجل وعلیه صلوٰت فائتة فاوصی بان تعطی کفارة صلواته یعطی لکل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم یترک مالا یستقرض ورثته نصف صاع ویدفع الی مسکین ثم یتصدق المسکین علی بعض ورثته ثم یتصدق ثم وثم حتی یتم لکل صلاة ما ذکرنا کذا فی الخلاصة.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۱۲۵ جلد ۱ الباب الحادی عشر فی قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: ثم اعلم انه اذا وصی بفدیة الصوم یحکم بالجواز قطعا لانه منصوص علیه واما اذا لم یوص متطوع بها الوارث فقد قال محمد فی زیادات انه یجزیه ان شاء الله تعالیٰ فعلق الاجزاء بالمشیئة لعدم النص وکذا علقه بالمشیئة فیما اذا اوصی بفدیة الصلاة لانهم الحقوها بالصوم احتیاطاً.

(ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ مطلب فی اسقاط الصلاة عن المیت باب قضاء الفوائت)

بعد از قبض فقیر عیالدار کو فدیہ کی واپسی نیز عمداً قضا شدہ نمازوں کا فدیہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر ایک عیالدار مفلس مرد یا عورت حالت افلاس میں مر جائے اور نمازوں وغیرہ کا فدیہ فقراء قبول کریں اور بعد القبول واپس کرے کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایک مسلمان دیدہ ودانستہ قصداً عمداً نماز روزہ وغیرہ کی ادائیگی نہیں کرتا کیا مرنے کے بعد اس کیلئے فدیہ دینا جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر سمیع الرحمٰن گمبت مردان......۱۹/ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ

الجواب: (۱) یہ واپسی درست ہے ﴿۱﴾۔ (۲) جمہور کے نزدیک عمداً قضا شدہ نماز و روزہ کا فدیہ دینا درست ہے ﴿۲﴾۔ خلافا لابن تیمیه وغیره. وهو الموفق

باقاعدہ حیلہ اسقاط مشروع ہے بدعت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں حیلہ اسقاط ہوتا ہے جو نمازوں وغیرہ کا فدیہ ہوتا ہے اس بارے میں فتاویٰ رشیدیہ اور احسن الفتاویٰ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حیلہ کا ثبوت خیر القرون میں نہیں تھا علاوہ ازیں پاکستان کے علماء، کراچی، لاہور وغیرہ دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث سب اکثر رسالوں اور اشتہارات میں بیان دیتے ہیں کہ اس عمل کا قرآن وحدیث، عمل

﴿۱﴾ قال ابن شحنة: ويجوز الرجوع في الهبة عندنا وان كان مكروها اذا كان ذلك بتراضيهما او بحكم الحاكم لقوله ﷺ الواهب احق بهبته ما لم يثب عنها اى ما لم يعوض...... وهب الموهوب له لآخر ثم رجع الواهب الاول له ان يرجع ايضاً (لسان الحكام في معرفة الاحكام) (معين الحكام ص ۳۷۳ نوع في الرجوع عن الهبة)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: ولو مات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة . قال ابن عابدين: (قوله يعطى) بالبناء للمجهول اى يعطى عنه وليه اى من له ولاية التصرف في ماله بوصاية او وراثة فيلزمه ذلك من الثلث اذا اوصى. (الدر المختار مع ردالمحتار ص ۵۴۱ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

صحابہ اور قرون ثلاثہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے اور جس عمل کا ثبوت نہ ہو اس کو تقرب سمجھ کر التزام کرنا بدعت اور واجب الاجتناب ہوتا ہے، لہٰذا بندہ عارض ہے کہ آپ بھی اس بارے میں کچھ لکھ کر اس بے مثل اجر میں حصہ لیں۔ ولاجر الآخرۃ اکبر

المستفتی: عبدالرزاق الہ ڈنڈ ڈھیری ملاکنڈ ایجنسی......۱۰/فروری ۱۹۷۵ء

الجواب: واضح رہے کہ بدعت اس چیز کا نام ہے جو کہ خیر القرون میں نہ بنفسہ موجود ہو اور نہ باصلہ موجود ہو، اور پھر اس کو دین سمجھا جاتا ہو، اور چونکہ یہ حیلہ باصلہ وارد ہے، کما فی الاشباہ، لہٰذا حیلہ اسقاط بدعت نہ ہوگا، کما ورد فی القرآن فی حق ایوب علیہ السلام وورد فی الترمذی فی حق الانصاری الغیر المحصن، اسی وجہ سے تمام فقہاء کرام نے اس کو جائز کہا ہے، فلیراجع الی باب قضاء الفوائت فی ردالمحتار والبحر والاشباہ والنظائر وخلاصۃ الفتاویٰ والھندیہ وفتح القدیر وغیرہ. خلافا للطائفۃ السلفیۃ النجدیۃ، البتہ اس حیلہ کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، منھا ما ذکرہ العلامہ ابن عابدین فی رسائلہ: ویجب الاحتراز من ان یلاحظ الوصی عند دفع الصرۃ للفقیر الھزل او الحیلۃ بل یجب ان یدفعھا حقیقۃ لا تحیلا، ملاحظا: ان الفقیر اذا ابی عن الھبۃ الی الوصی کان لہ ذلک ولا یجبر علی الھبۃ انتہیٰ. مافی منۃ الجلیل ص ۲۲۵ جلد ۱.

چونکہ مروجہ حیلہ میں یہ شرط مفقود ہے، لہٰذا یہ حیلہ فراغت ذمہ کیلئے بے سود ہوگا، فافھم. وھو الموفق

فدایا میں حیلہ مروجہ فراغ ذمہ میت کیلئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں حیلہ اسقاط کا کیا حکم ہے؟ جو میت مسکین ہو اور اس کیلئے حیلہ کیا جائے اور مقدار فدیہ برابر کی جائے تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولانا عبدالحلیم تخت بھائی مردان......۱۹۸۹ء/۲/۲

الجواب: حیلہ اسقاط بذات خود جائز ہے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی سے ﴿۱﴾ اس کی مشروعیت روز روشن کی طرح ثابت ہے البتہ اس کی مشروعیت کیلئے کچھ شرائط ہیں جن کی رعایت نہایت ضروری ہے، منها التمليك الحقيقي للمسكين والاجتناب عن الهزل والتمليك اللساني كما صرح به في رسائل ابن عابدين ﴿۲﴾ اور چونکہ مروجہ حیلہ میں یہ شرائط مفقود ہیں، لہٰذا مروجہ حیلہ اسقاط میت کے ذمہ کی فراغت کیلئے بے سود ہے اہل علم پر لازم ہے کہ ان مفاسد کی اصلاح کریں اور یا اس حیلہ کا انسداد کریں یعنی بغیر حیلہ کے فدایا تقسیم کریں۔ وهو الموفق

حیلہ اسقاط کے بعد مال فدیہ سے ورثاء کا خیرات کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک میت ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے کی وصیت کر چکا ہو مگر بالغ ورثاء باہمی مشورہ کریں کہ ہم میت مذکورہ کیلئے تین سو روپیہ فدیہ میں دیں گے یوم تدفین فدیہ کیلئے حیلہ مروجہ کی بنیاد پر چند آدمی بیٹھ گئے جس میں اکثر اغنیاء ہوتے ہیں، جبکہ حیلہ مروجہ میں تملیک حقیقی بھی مفقود معلوم ہوتی ہے تو دوران مال آخری قابض مال وارث میت کو کہدے کہ یہ مال تقسیم کرے اور صدقہ کرے، قابض کا خیال ہے کہ یہ تو قابض آخر کا ملک بن جاتا ہے، اور فدیہ کا معاملہ ختم ہو گیا تو کیا ورثاء اس سے خیرات کر سکتے ہیں؟ بينوا توجروا

المستفتی: حضرت مولانا فضل مولا صاحب دلبوڑی مدرس دارالعلوم حقانیہ......۲۷/ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

الجواب: حیلہ مروجہ فقدان شرط کی وجہ سے فراغت ذمہ کیلئے بے سود ہے مگر یہ وارث اس

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: فيستقرض قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير او لفقير آخر.
(ردالمحتار ص ۵۴۲ جلد ۱ باب قضاء الفوائت)

﴿۲﴾ (رسائل ابن عابدين منة الجليل لبيان اسقاط ما على الذمة من كثير وقليل ص ۲۲۵ جلد ۱)

مخصوص مال کا بہرحال مالک ہے،امامن ابتداء الامر لعدم صحة تمليک للغير لاجل الهزل واما بتمليک القابض الاخير على تقدير الجد، پس یہ وارث اس مخصوص مال سے رسمی یا غیر رسمی خیرات کرنے کا مجاز ہے۔ وهو الموفق

اسقاط یا حیلہ اسقاط کیلئے اجناس وغیرہ قبرستان لے جانا نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کیلئے اگر اجناس وغیرہ قبرستان نہ لے جائیں یا وہاں تقسیم نہ ہو کیا یہ صحیح ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: مولوی عبدالعلی زیارت بلوچستان......۱۹۸۴ء/۱۰/۲

الجواب: باقاعدہ اسقاط یا حیلہ اسقاط کیلئے اجناس وغیرہا کا قبرستان لے جانا اور وہاں تقسیم کرنا نہ مطلوب شرعی ہے اور نہ ممنوع شرعی ہے جبکہ مفاسد سے خالی ہو اور جب مصالح پر مشتمل ہو مثلاً مصارف پر باعزت طور سے تقسیم میں آسانی ہو تو بطریق اولیٰ ممنوع نہ ہوگا، لانه اهون من الذهاب الى ارباب الاموال لحصول الاموال منهم للمدارس وغيرها لخلوه عن صورة السوال. وهو الموفق

قضائے عمری کی حدیث موضوعی اور مردود ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز قضاء عمری جس کو بعض علماء بدعت کہتے ہیں کیا اس نماز کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اور جو حدیث دلیل میں پیش کرتے ہیں اس حدیث کا کیا درجہ ہے؟ بينوا توجروا

المستفتی: سعید الرحمٰن مدرسہ عربیہ رائے ونڈ ضلع لاہور......۱۹۸۸ء/۷/۲۰

الجواب: یہ نماز جو متعبدین کے نزدیک قضاء عمری سے مسمی ہے مکروہ اور بدعت قبیحہ ہے نہ قرآن سے اس کی مشروعیت ثابت ہے اور نہ حدیث سے ثابت ہے واما حديث من قضى صلوٰة من

الفرائض فی آخر جمعه فی شهر رمضان کان ذلک جابراً لکل صلوٰۃ فائتة الیٰ سبعین فقال القاری فی الموضوعات الکبیر ص ۴۷ انه باطل قطعا لانه منا قض للاجما ع علی ان شیئا من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات، ثم لا عبرۃ بنقل النهایة ولا بقیة شراح الهدایة فانهم لیسوا من المحدثین ولا اسندو الحدیث الی احد من المخرجین، انتهیٰ ﴿۱﴾. اور نہ فقہ کے کتب میں موجود ہے واما روی عن ابی حنیفة انه قضی صلوٰۃ عمره فلیس المراد منه هذا بل هو قضاء الفوائت علی قدر الفوائت علی الزعمیة، وصرح الشامی فی ردالمحتار ان هذه الروایة لم تصح عنه فلیراجع الی ردالمحتار ص ۴۹۰ جلد ۱ ﴿۲﴾، بلکہ یہ نماز قواعد حنفیہ سے مخالف ہے من عدم اقتداء المفترض بالمتنفل وبمفترض وقت آخر ﴿۳﴾ وعدم جواز الاذان عند ادائها فی المساجد ﴿۴﴾. وهو الموفق

نماز قضائے عمری کا کوئی ثبوت نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے آخری جمعہ میں نماز قضاء عمری ازروئے شریعت کیا حیثیت رکھتی ہے بعض علماء اس بارے میں کافی دلائل بیان کرتے ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: شمس الحق متعلم حقانیہ......۲۸/نومبر۱۹۷۴ء

﴿۱﴾(الموضوعات الکبریٰ لملا علی قاری ص ۲۴۲ رقم الحدیث : ۹۵۳)
﴿۲﴾ (ردالمحتار ص ۵۱۲ جلد ۱ قبیل مطلب فی الصلاة علی الدابة باب الوتروالنوافل)
﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله: ای وفسد اقتداء المفترض بامام متنفل او بامام یصلی فرضاً غیر فرض المقتدی الخ . (البحر الرائق ص ۳۶۰ جلد ۱ باب الامامة)
﴿۴﴾ قال العلامة ابن نجیم رحمه الله فالاذان للفائتة فی المسجد اولی بالمنع .
(البحر الرائق ص ۲۶۲ جلد ۱ باب الاذان)

الجواب: یہ نماز نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے نہ فقہاء کرام سے مروی ہے، والاحادیث الواردة فیها موضوعة کما صرح به العلی القاری﴿۱﴾ وغیره﴿۲﴾ ومارُوی ان الامام ابا حنیفة قضی صلوٰة عمره فعلی تقدیر الثبوت معناه قضاء صلواة جمیع العمر احتیاطا لاما فهمه المتعبدون، بل هی مخالفة عن تصریحات الفقهاء لان فیها یؤذن للفوائت عند الاداء فی المساجد وفیها عدم اتحاد صلوٰة الامام مع الماموم وایضا هی مخالفة عن حدیث لا کفارة لها الا ذلک، ثم هی مهلکة للعوام لانهم یعتقدون کفایتها کما لا یخفیٰ. وهو الموفق

﴿۱﴾ قال الملا علی القاری رحمه الله: حدیث من قضی صلاة من الفرائض فی آخر جمعة من شهر رمضان کان ذلک جابرا لکل صلاة فائتة فی عمره الی سبعین سنة، باطل قطعا لانه مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات ثم لا عبرة بنقل النهایة ولا ببقیة شراح الهدایة فانهم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین. (الموضوعات الکبریٰ ص ۲۴۲ رقم حدیث: ۹۵۳)

﴿۲﴾ قال العلامه عبد الحی اللکهنوی: وذکره الشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة بلفظ من صلی فی آخر جمعة من رمضان خمس الصلوات المفروضة فی الیوم واللیلة قضت عنه ما اخل به من صلوات سنة، وقال هذا موضوع بلا شک ولم اجده فی شیئ من الکتب التی جمع مصنفوها فیها الاحادیث الموضوعة ولکن اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدینة صنعاء فی عصرنا هذا وصار کثیر منهم یفعلون ذلک ولا ادری من وضع لهم فقبح الله الکذا بین انتهیٰ وقال العلامة الدهلوی فی رسالة العجالة النافعة عند ذکر قرائن الوضع الخامس ان یکون مخالفاً لمقتضی العقل و تکذبه القواعد الشرعیة مثل القضاء العمری ونحو ذلک انتهیٰ.
(مجموعه سبع رسائل ص ۵۳ الاثار المرفوعه فی الاخبار الموضوعة)
وقال الشاه عبد العزیز المحدث الدهلوی: الخامس ان یکون الحدیث مخالفا لمقتضی العقل والنقل وتکذبه القواعد الشرعیة مثل حدیث قضاء العمری ونحوه.
(العجالة النافعه ص ۳۰ بیان قرائن وضع الحدیث)

قضاءعمری کے دلائل بے اصل اور اصول احناف کے خلاف ہیں

سوال: ماقولكم ايها العلماء الكرام فى صلوٰة يصيلها الناس فى اخر جمعة من رمضان على صورة قضاء خمس صلوات جماعة باذان واقامة لكل واحد منها ويسمونها بالقضاء العمرى، فيبدء ون بصلوة الفجر ثم بالظهر وهكذا الى العشاء ثم فى آخرها يصلون الوتر بجماعة ويعتقدون بان القضاء على هذه الهيئة تكون جابرة لمافات منهم فى العمر او فى سبعين سنة من الصلوة ، وانها جبيرة لكل ما نقص منهم فى صلوة العمر. هل لهٰذه الصلواة اصل فى الشريعة ام هى بدعة مخترعة فى الدين؟ وهل يصح تمسكهم لجوازها بدلائل ذكروها فى الرسائل؟(۱) الاول ماروى ان النبى ﷺ قال من قضى خمس صلوٰة فى آخر جمعة من رمضان باذان واقامة كان جابرا لما فاته فى سبعين سنة،فان هذا الحديث قد نقله صاحب النهاية فيعلم منه انه ثابت فيصح الاستدلال به وان كان ضعيفا، فان الضعيف من الاحاديث يحتج به فى فضائل الاعمال على ما هو المصرح فى كتب الفن،(۲) والدليل الثانى انه لو سلم ان الحديث موضوع لكن يصح الاحتجاج به لما فيه من الترغيب الى الصلوٰة والعمل بالموضوع جائز فى الترغيب وكذا الوضع على ما يعلم من ظاهر قوله عليه السلام من كذب على الخ فانه كلمة على تشعر بالضرر فيعلم منه ان الممنوع هو الكذب الذى فيه ضرر على الدين فانه كذب عليه عليه السلام لا مافيه نفع للدين فانه كذب له لا كذب عليه. (۳)الدليل الثالث: ان كثيرا من الاحبار والرهبان الذين لهم زهد فى الدنيا ورغبة فى الاخرة والتقوىٰ والانابة الى الله قد فعلوها وواظبوا عليها فينبغى لنا ان

نتبعهم فيها لقوله تعالیٰ واتبع سبيل من اناب الخ(الاية) .(۴) الدليل الرابع: ان النبی ﷺ كان شغل عن اربع صلوات يوم الخندق فقضاهن مرتبة فی وقت العشاء وفی حديث اخر صلوا كما رائتمونی اصلی رواه احمد وكذا ما وقع له عليه السلام فی ليلة التعريس يدل علی جواز هن فان فيهاقد فاتت منه صلوة الفجر فقضاها بعد ما طلعت الشمس بالجماعة باذان واقامة كما رواه مالک فی موطاه مرسلاً. (۵)الدليل الخامس: ان هذه الصلوة قد ذكرها الفقهاء فی معتبرات كتب الفقه كالبحر والخلاصة والظهيرية وقاضی خان والدرالمختار وحاشية ردالمحتار وفی فتاویٰ نورالهدیٰ ايضاً فيعلم منه ان لها اصلا فی الشريعة وثبوتا فی المذهب لا سيما وقد ذكروا ان اباحنيفة قد فعلها وقضی صلوات عمره هل يصح التمسک بهذه الدلائل ام لا؟ بينوا توجروا

المستفتی: شمس الحق متعلم حقانيہ......۱۴/ جنوری ۱۹۷۵ء

الجواب: (الف) لا اصل لهذه الصلوة بل هو مخالف عن الاصول المروية عن الاحناف مثل عدم التأذين عند القضاء فی المسجد كما فی البحر ﴿۱﴾ ولعدم صحة اقتداء المفترض بالمتنفل اوالمفترض لوقت آخر كما فی البحروغيره ﴿۲﴾. وعدم جواز الاقتداء فی النوافل علی سبيل التداعی فی غير التراويح والوتر انه مكروه بالمواظبة ﴿۳﴾. (ب) ليس بهم دليل بل هو امر مخترع.

﴿۱﴾قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: فالاذان للفائتة فی المسجد اولی بالمنع.
(البحر الرائق ص ۲۶۲ جلد ۱ باب الاذان)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ای وفسد اقتداء المفترض بامام متنفل او بامام يصلی فرضا غير فرض المقتدی الخ . (البحر الرائق ص ۳۶۰ جلد ۱ باب الامامة)

﴿۳﴾ قال العلامة ابن نجيم رحمه الله: ولو صلوا الوتر......(بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

(۲) ہٰذا موضوع والموضوع لا یصح الاستدلال به لا فی الفضائل ولا فی غیره کما فی شرح النخبة وغیره ﴿۱﴾ والکذب والاختلاق حرام مطلقا لعموم المحرم، وقال رسول اللهﷺ من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین(مسلم)﴿۲﴾ وفی روایة من قال عن مالم اقله الحدیث وهو لمام . (۳) لیس بدلیل مالم ینقل ولم یقرر. (۴) دال علی القضاء دون الصلوٰة المسماة بالقضاء العمری. (۵) جاز قضاء صلوٰة جمیع العمر احتیاطا فی روایة مرجوحة ولم یجز صلوٰة القضاء العمری البتة . والثابت عن العبارات الامر الاول دون الثانی وللتفصیل مقام آخر. وهوالموفق

(بقیه حاشیه) بجماعة فی غیر رمضان فهو صحیح مکروه کالتطوع فی غیر رمضان بجماعة وقیده فی الکافی بان یکون علی سبیل التداعی اما لو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لا یکره واذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلفوا فیه وان اقتدی اربعة بواحد کره اتفاقا.

(البحر الرائق ص ۷۰ جلد۲ باب الوتر والنوافل)

﴿۱﴾ قال العلامة اللکهنوی : اعلم انه قد صرح الفقهاء والمحدثین باجمعهم فی کتبهم بانه تحرم روایة الموضوع وذکره ونقله والعمل بمفاده مع اعتقادثبوته الا مع التنبیه علی انه موضوع ویحرم التساهل فیه سواء کان فی الاحکام اوالقصص اوالترغیب والترهیب او غیر ذلک ویحرم التقلید فی ذکره و نقله الامقرونا ببیان وضعه بخلاف الحدیث الضعیف الخ...... قلت قد ثبت من هذه الروایات ان الوضع علی النبیﷺ ونسبة مالم یقله الیه حرام مطلقا ومستوجب لعذاب النار سواء کان ذلک فی الحلال اوالحرام او ترغیب او ترهیب او غیر ذلک فبطل ظن بعض الوضاعین الجهلة ان الکذب علیهﷺ للترغیب والترهیب یجوز لانه کذب له لا علیه.

(مجوعه سبع رسائل للکهنوی ص ۹۰، تا ۹۸ الآثار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة)

﴿۲﴾ (الصحیح المسلم ص ۲ جلد ۱ باب وجوب الروایة عن الثقات وترک الکذابین والتحذیر من الکذب علی رسول اللهﷺ)

بلاطہارت ادا کی گئی نمازوں کے بارے میں معزول امام کا اطلاع اور قضا کرنے کا حکم

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد سے ایک امام کومعزول کیا گیا، اس کی جگہ دوسرے شخص کو امام بنایا تو اس معزول امام نے کہا کہ میں نے آپ کو دونمازیں بلا طہارت پڑھائی ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ کونسی نمازیں تھیں، اب مقتدی حضرات کیا کریں گے اور کونسی نمازوں کا ادا کریں گے کیونکہ کسی خاص وقت کی نمازوں کا یقین نہیں ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: متعلم جامعہ حقانیہ......۱۹۸۷ء/۲/۱۴

الجواب: جاز ان لا یعتمد علی قول هذا الفاسق نعم اذا کان متورعا فجاز الاعتماد کما فی الهندیه ص ۱۹ جلد ۱ فلیراجع ، فالورع ان یقضی صلوٰۃ یومین ﴿۱﴾ فافهم. وهو الموفق

﴿۱﴾ وفی الفتاویٰ الهندیه: لو قال صلیت بکم المدة علی غیر وضوء وهو ماجن لا یقبل قوله وان لم یکن کذلک واحتمل انه قال علی وجه التورع والاحتیاط اعادوا صلاتهم. (فتاویٰ عالمگیریه ص۸۷ جلد ۱ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیره)

باب الاستسقاء

بارش کیلئے سورۃ یٰس پڑھ کر اذان دینے کا طریقہ مباح ہے مندوب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بارش کیلئے استسقاء کی جو نماز معروف ہے کیا اس کے علاوہ اور طریقے بھی ثابت ہیں؟ ہمارے ہاں باران رحمت کیلئے طریقہ ذیل اختیار کیا جاتا ہے، وہ یہ کہ عشاء کی نماز کے بعد امام مسجد یا اور کوئی آدمی سورۃ یٰس کو ابتداء سے اول مبین تک تلاوت کرتا ہے اس کے بعد ایک شخص امام کے قریب کھڑا ہو کر اذان دیتا ہے۔ اس کے بعد مسجد کی جنوب مغرب کی جانب اذان دی جاتی ہے۔ بعد اذان جنوب مشرق کونے میں اذان دی جاتی ہے، اسی طرح شمال مشرق اور بعد میں شمال مغربی کونے میں اذان دی جاتی ہے، اس کے بعد امام مسجد دوبارہ سورۃ یٰس ابتداء سے شروع کر کے دوسرے مبین تک پڑھتا ہے اور مذکورہ طریقے پر پانچ آدمی اذان دیتے ہیں۔ اسی طرح تیسرے مبین تک الغرض سورۃ یٰس کے آخری مبین تک یہ عمل اذانیں اور تلاوت ہوتی ہیں اس کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا طریقہ مذکورہ شرعاً درست اور جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی اورنگزیب کریلیاں ہری پور ایبٹ آباد......۱۹۸۴/۲/۷ء

الجواب: اگر اس عمل کو عملیات کے ارادہ سے کرے تو نہ مطلوب ہے اور نہ ممنوع ہے۔ ﴿۱﴾ اور اگر مندوبات سے ہونے کی نیت سے کرے تو یہ بدعت ہے ﴿۲﴾ بہر حال وسائل مشروعہ کے باوجود

﴿۱﴾ یدل علیه حدیث مسلم: عن عوف مالک الا شجعی قال لنا نرقی فی الجاهلیة فقلنا یا رسول الله کیف تری فی ذلک فقال اعرضوا علی رقا کم لابأس بالرقیٰ مالم یکن فیه شرک. (الصحیح المسلم ص ۲۲۴ جلد۲ باب جواز اخذ الاجرة علی الرقیة)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن نجیم: ولان ذکر الله تعالیٰ اذا ......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

دوسرے خودساختہ وسائل کوزیرکارلانا مسلمانوں کیلئے شایان شان نہیں۔وھو الموفق

صلاۃ استسقاء باجماعت کرنا صاحبین کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشکواۃ باب الاستسقاء میں عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال خرج رسول اللہ ﷺ با لناس الی المصلی یستقی فصلی بھم رکعتین جھر فیھمابالقراء ۃ واستقبل القبلة یدعوا ورفع یدیه وحول رداء ہ حین استقبل القبلة متفق علیه . اب سوال یہ ہے کہ نماز استسقاء باجماعت ادا کی جاتی ہے یا انفراداً۔لہٰذا فقہ حنفی کی رو سے استسقاء کا کیا حکم ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:عبدالستار تخت بھائی ضلع مردان......ذیقعدہ۱۴۰۲ھ

الجواب: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نماز باجماعت پڑھنا سنت مؤکدہ نہیں ہے کمااشار الیه صاحب الھدایه بقوله فعله مرۃ وترکه اخریٰ .وصرح به ابن الھمام وغیرہ﴿۱﴾اورصاحبین کے نزدیک سنت موکدہ ہے۔وھو مختار الطحاوی وقال الشیخ عبدالحق الدھلوی وعلیه الفتویٰ﴿۲﴾وھو الموفق.

(بقیه حاشیه)قصد به التخصیص بوقت دون وقت اوبشئ دون شئی لم یکن مشر وعا حیث لم یر دالشرع به لا نه خلاف المشروع.(البحرالرائق ص ۱۵۹ جلد ۱ باب العیدین)

﴿۱﴾قال العلامه مر غینانی: وقال یصلی الامام رکعتین لما روی ان النبی ﷺ صلی فیه رکعتین کصلاۃ العید رواہ ابن عباس قلنا فعله مرۃ وترکه اخریٰ فلم یکن سنة .قال ابن الھمام :قوله ورسول اللهﷺ استسقیٰ ولم تروعنه الصلاۃ یعنی فی ذلک الاستسقاء فلایرد انه غیر صحیح کما قال الامام الزیلعی المخرج ولو تعدیٰ بصرہ الی قدر سطرحتی رأی قوله فی جوابهما قلنا فعله مرۃ وترکه اخریٰ فلم یکن سنةلم یحمله علی النفی مطلقا وانمایکون سنة ما واظب علیه الخ(ھدایه فتح القدیر ص ۵۸ جلد ۲ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾وفی المنھاج: اعلم ان الصلوۃ فیه سنة مؤکدۃ...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

صلوٰۃ استسقاء میں مفتیٰ بہ قول صاحبین کا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استسقاء کی نماز میں جماعت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے اس میں مفتیٰ بہ قول کونسا ہے؟ کتب معتمدہ کے حوالہ سے مفتیٰ بہ قول کی نشاندہی فرمایئے؟ بینو اتوجروا

المستفتی: مولوی احمد صاحب بشام سوات......۱۹۷۷ء/۱۰/۱۹

الجواب: امام طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں صاحبین کے مذہب کو مختار کیا ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں، علی قولهما الفتویٰ عندالحنفية كما فی حاشية المشكوٰة باب الاستسقاء.﴿۱﴾ وفی ردالمحتار ص ۷۹۱ جلد ۱ واختار القدوری قول محمد لانه عليه السلام فعل ذلک نهر وعليه الفتوى كما فی شرح درر البحار.﴿۲﴾ فافهم. وهو الموفق

(بقيه حاشيه) عند مالک والشافعی واحمد وابی یوسف و محمد فيصلی الامام ركعتين بجماعة يجهر فيهما بالقراءة واختاره الطحاوی وقال الشيخ الدهلوی وعليه الفتوىٰ والوجه فيه ان النبی ﷺ عند الخروج له لم يرجع بغير صلاة الجماعة. وقال ابو حنيفة الصلوٰة فيه ليست بمسنونة كما فی مختصر القدوری و مراده انها ليست بسنة موكدة بدليل تعليل الهداية حيث قال فعله مرة وتركه اخرىٰ فلم يكن سنة.

(منهاج السنن شرح جامع السنن ص ۸۸ جلد ۳ باب ماجاء فی صلوٰة الاستسقاء)

﴿۱﴾ قال العلامه الشيخ زينة المحدثين مولانا نصير الدين الغورغشتوی: ونحن لا نمنعه ولكن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجوا الى المصلى فلا ينبغی لهم الرجوع بغير صلاة الجماعة...... ولهذا اختار الطحاوی قول الصاحبن وقال الشيخ الدهلوی على قولهما الفتوىٰ عند الحنفية.

(هامش غورغشتوی على مشكواة المصابيح ص ۱۳۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ (ردالمختار هامش الدرالمختار ص ۶۲۴ جلد ۱ قبيل هل يستجاب دعاء الكافر باب الاستسقاء)

مسنون طریقہ استسقاء کی موجودگی میں مشتبہ طریق سے اجتناب کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کے لوگوں میں استسقاء کیلئے یہ اصول ہے کہ سب لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر شروع کرتے ہیں، اسی طرح ایک مولوی صاحب وعظ بھی کرتا ہے، اور پھر یہ لوگ اجتماعی طور پر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ دوسرے گاؤں کے لوگ بھی ہمارے ساتھ استسقاء کریں، اسی دوران کوئی غیبت اور عبث مجلس نہیں ہوتی صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے، اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ بدعت ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ اسکی بدعت ہونا اس وجہ سے ہے کہ لوگوں کے کھانے کا انتظام گاؤں والے کرتے ہیں اور بارش مانگنے والے کھانا نہیں مانگتے، اس کی شرعی حیثیت واضح فرمادیں۔ بینوا توجروا

المستفتی: ولی محمد خان زی کلے بلوچستان......۱۳۹۳ھ/۶/۱۶

الجواب: جب علماء کی رہنمائی میں مسنون طور سے استسقاء کرنا ممکن ہے ﴿۱﴾ تو اس مشتبہ امر میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نعم لا یقال انها بدعة مالم يدخلوها في الدين لان البدعة الا حداث في الدين :قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهورد او كما قال عليه الصلاة والسلام ﴿۲﴾. وهو الموفق

استسقاء میں دو رکعت باجماعت پڑھنے کا قول مفتیٰ بہ قول ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلاۃ استسقاء کے بارے میں

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ويستحب للامام ان يا مرهم بصيام ثلاثة ايام قبل الخروج وبالتوبة ثم يخرج بهم في الرابع مشاة في ثياب غسيلة او مرقعة متذللين متواضعين خاشعين لله ناكسين رؤسهم ويقدمون الصدقة في كل يوم قبل خروجهم ويجددون التوبة ويستغفرون للمسلمين ويستسقون بالضعفة. والشيوخ والعجائز والصبيان ويبعدون الا طفال عن امهاتهم الخ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۶۲۴ جلد ۱ باب الا ستسقاء)

﴿۲﴾ (مشكواة المصابيح ص ۲۷ جلد ۱ باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چار رکعت ہونی چاہئے دو رکعت پہلے انفراداً اور دو رکعت بعد میں باجماعت کیونکہ اسی میں احتیاط ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ صرف دو رکعت باجماعت ادا کرنا چاہئے، اس میں کونسا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ مفتیٰ بہ صاحبین کا مذہب ہے۔ لہٰذا صرف دو رکعت باجماعت پڑھنا چاہئے۔ (فی الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۷۹۱ جلد ۱) وقالا تفعل کا لعید ای بان یصلی بهم رکعتین بجماعة یجهرفیهما بالقراءة بلا اذان ولا اقامة ثم یخطب الخ ﴿۱﴾ وقال مولانا (نصیرالدین الغرغشتوی) فی حاشیة المشکواة ولکن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجوا الی المصلی فلا ینبغی لهم الرجوع بغیر صلاة الجماعة ولهذا اختار الطحاوی قول صاحبین وقال الشیخ الدهلوی علی قولهما الفتویٰ عند الحنیفة ﴿۲﴾. وهو الموفق.

﴿۱﴾ (الدرالمختار مع ردالحتار ص ۶۲۴ جلد ۱ :مطلب هل یستجاب دعاء الکافر باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ وفی منهاج السنن : اعلم ان الصلوة فیه سنة موکدة عند مالک والشافعی واحمد وابی یوسف ومحمد فیصلی الامام رکعتین بجماعة یجهر فیهما با لقراءة واختاره الطحاوی وقال الشیخ الدهلوی وعلیه الفتویٰ والوجه فیه ان النبی ﷺ عند الخروج له لم یرجع بغیر صلوٰة الجماعة .وقال ابو حنیفة الصلوة فیه لیست بمسنونة کما فی مختصر القدوری. ومراده انها لیست بسنة مؤکدة بدلیل تعلیل الهدایة حیث قال فعله مرة وترکه اخریٰ فلم یکن سنة .وصرح المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیة وغیره ان ابا حنیفة قائل بالجواز .وبالجملة ان الاستسقاء عند ابی حنیفة هو الدعاء والاستغفار لقوله تعالیٰ فقلت استغفروا ربکم انه کان غفاراً یرسل السماء علیکم مدراراً .حیث علق نزول المطر بالاستغفار دون الصلوٰة .فکان الاصل فیه الدعاء والاستغفار دون الصلوٰة وللناس ان یصلوا جماعة اووحدانا ویقتصروا علی الدعاء من غیر صلاة .ویؤیده مارواه سعید بن منصور فی سننه ان عمر خرج یوما یستسقی فلم یزد علی الاستغفار فقالوا ماریناک ...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

استسقاء میں باجماعت نماز ادا کرنا بدعت نہیں مشروع ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین اس مسئلہ کے بارے میں کہ استسقاء میں نماز باجماعت ثابت ہے یانہیں؟ نیز ائمہ دیں نماز (استسقاء) باجماعت کے متعلق کیارائے رکھتے ہیں۔یہاں ایک مولوی صاحب اس باجماعت استسقاءکو بدعت اورکرنے والےکوبدعتی کہتے ہیں تفصیل فرماکرمشکورفرماویں۔واجرکم علی اللہ

المستفتی: نامعلوم

الجواب: مفتی بہ قول یہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھی جائیگی ﴿۱﴾اور بعدمیں خطبہ اورخطبہ کےضمن میں تحویل رداءکی جائے گی،قال مولانا فی حاشیة المشکواة وللصاحبین ومن وافقهما ان یقولوا ثبت فی هذه الا حادیث الدعاء عن رسول ﷺ ونحن لانمنعه ولکن نقول اذا اجتمع الناس للاستسقاء وخرجو االی المصلی فلا ینبغی لهم الرجوع بغیر صلوٰة الجماعة فانه لم یثبت عن النبی ﷺ فی الصورة الرجوع بغیر صلوٰة الجماعة لهذا اختارا الطحاوی قول الصاحبین وقال الشیخ الدهلوی علی قولهما الفتویٰ عند الحنیفة ﴿۲﴾. وهو الموفق

(بقیہ حاشیہ)استسقیت فقال طلبت الغیث بمجادیح السماء اللذی یستنزل به المطر. والمجادیح الانواء کما فی القاموس .وکذا یؤیده ما رواه ابن ابی شیبةعنه الا کتفاء بالاستغفار وقداحتج البدر العینی بنحوستة عشر حدیثا بالمذهب ابی حنیفة فی عدم سنیة الصلوة فیه.

(منهاج السنن شرح جامع السنن للترمذی ص۸۸ جلد ۳ باب ماجاء فی صلوة الاستسقاء)

﴿۱﴾قال العلامه ابن عابدین رحمه الله (وقال محمد یصلی الامام أو نائبه رکعتین کما فی الجمعة ثم یخطب أی یسن له ذلک والاصح أن أبا یوسف مع محمد فیه.

(ردالمحتارهامش الدرالمختار ص۲۲۳ جلد ۱ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾(حاشیه غورغشتیه علی مشکواة المصابیح ص۱۳۲ جلد۱ باب الاستسقاء)

استسقاء کیلئے ایک عمل

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مارتونگ مولانا صاحب طلب باران وبارش کیلئے یہ وظیفہ فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد برہنہ سریہ پڑھتے تھے۔"وهو الذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا و ینشر رحمته،وهو الولی الحمید "۔اور پیچھے لوگ آمین کہتے تھے جہر سے تو میں نے بھی مولانا صاحب کے ارشادات کے مطابق یہ وظیفہ کیا،طلب باران کیلئے ،تو ایک آدمی نے کہا کہ برہنہ سریہ وظیفہ مسجد میں ممنوع اور تکبر ہے کیاواقعی یہ وظیفہ ممنوع اور تکبر ہے؟بینوا توجرو

المستفتی:عبدالحکیم شاہ امام مسجد معیار مردان......۱۹۷۴/۷/۱۶

الجواب: اگر یہ وظیفہ بطور عمل کیا جائے تو بشرط عدم ایذاء درست ہے﴿۱﴾ولعل هذا هو مراد الشیخ الجامع .والشرط فی جواز العملیات هو عدم التصادم بالسنة لا ثبوتها بخصوصها بالسنة والدلیل علیه ما فی حدیث عوف بن مالک مرفوعا اعرضوا علی رقاکم لابأس بالرقیٰ ما لم یکن فیه شرک (رواہ مسلم بحواله مشکواة ص ۳۸۸ جلد۱ کتاب الطب والرقیٰ)﴿۲﴾.وهو الموفق

نماز استسقاء کیلئے تین دن سے زیادہ نکلنا ثابت نہیں

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کیلئے لوگ تین دن تک نکلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تین دن سے زیادہ نکلنا جائز نہیں،کیا یہ درست ہے؟بینوا توجروا

المستفتی:نامعلوم......

﴿۱﴾قال العلامه ابن عابدین: وفی حاشیة الحموی عن الامام الشعرانی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرہ الا ان یشوش جهر هم علی نائم او مصل او قارئ الخ (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص۴۸۸جلد ۱ مطلب رفع الصوت بالذکر)
﴿۲﴾(مشکواة المصابیح ص ۳۸۸ جلد ۱ : کتاب الطب والرقی :الفصل الا ول)

الجواب: تین دن تک نکلنا فقہاء سے منقول ہے زیادہ نہیں ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

نماز استسقاء میں چادر الٹا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء میں قلب رداء کا کیا حکم ہے؟ اور اس کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سید عمر خان ہنگو

الجواب: استسقاء میں قلب رداء صرف امام کیلئے مستحب ہے، نماز کے بعد قلب رداء اس طریقہ پر کرے کہ چادر کا اوپر والا حصہ نیچے آجائے اور نیچے والا حصہ اوپر کی طرف جبکہ یمین شمال کی طرف اور شمال یمین کی طرف ہوجائے، کما فی ردالمحتار باب الاستسقاء ﴿۲﴾. وهو الموفق

نماز استسقاء میں ہاتھ الٹے کر کے دعا مانگنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ہمارے امام صاحب نے استسقاء کی دعا مانگنے کے دوران ہاتھ الٹے کر کے دعا مانگی، کیا یہ جائز ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

﴿۱﴾ قال الحصكفي: ويخرجون ثلاثة ايام لانه لم ينقل اكثر منها متتابعات.
(الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين: (قوله خلافا لمحمد) فانه يقول يقلب الامام رداءه اذا مضى صدر من خطبته فان كان مربعا جعل اعلاه اسفله واسفله اعلاه وان كان مدوراً جعل الايمن على الايسر والايسر على الايمن وان كان قباء جعل البطانة خارجا والظهارة داخلا حليه وعن ابى يوسف روايتان واختار القدوري قول محمد لانه عليه الصلاة والسلام فعل ذلك نهر وعليه الفتوىٰ كما فى شرح درر البخار قال فى النهر واما القوم فلا يقلبون ارديتهم عند كافة العلماء خلافا لمالك. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

الجواب: یہ بھی جائز ہے، رواہ ابو داؤد ﴿۱﴾. وھو الموفق

نماز استسقاء کیلئے صحرا کی طرف نکلنا بہتر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز استسقاء کس جگہ پڑھنی چاہئے؟ کیا صحرا کی طرف نکلنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: سلطان علی خان بنوں

الجواب: صحرا کی طرف نکلنا بہتر ہے (شامی) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ عن انس ان النبی ﷺ کان یستسقی ھکذا یعنی ومد یدیہ وجعل بطونھما مما یلی الارض حتی رایت بیاض ابطیہ. (سنن ابی داؤد ص ۱۷۲ جلد ۱ باب رفع الیدین فی الاستسقاء)

﴿۲﴾ قال العلامہ ابن عابدین: (قولہ ویخرجون) ای الی الصحراء کما فی الینا بیع اسمعیل وھذا فی غیر اھل المساجد الثلاثۃ.

(ردالمحتار ھامش الدرالمختار ص ۶۲۴ جلد ۱ باب الاستسقاء)

باب سجود السهو

پہلی رکعت کے بعد امام قعدہ پر بیٹھ کر فتح لے کر اٹھ جائے سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو یا چار رکعت فرض نماز میں امام پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ کے بعد قعدہ پر بیٹھ گیا جبکہ مقتدی سب کھڑے ہو گئے، اور مکبر کے فتحہ پر امام قعدہ سے قیام پر گیا، اب امام سجدہ سہوہ کرے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر حزب الرحیم ۱۹/۹/۱۹۷۷ء

الجواب: اگر یہ قعدہ (پہلی رکعت کے بعد) طویل ہو جاۓ استراحت کی مقدار سے متجاوز ہو تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ لازم نہ ہوگا، کمافی ردالمحتار ص ۳۱۵ جلد ۱ وکذا القعدة فی آخر الرکعة الاولیٰ او الثالثة فیجب ترکها ویلزم من فعلها ایضا تاخیر القیام الی الثانیه او الرابعة عن محله وهذا اذا کانت القعدة طویلة اما الجلسة الخفیفة التی استحبها الشافعی فترکها غیر واجب عندنا بل هو الافضل ﴿۱﴾ فافهم. وهو الموفق

مسبوق کیلئے نماز مغرب کے بقیہ دو رکعت کے درمیان قعدہ نہ کرنے سے سجدہ سہو ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مغرب کی نماز میں مین اس وقت شامل ہوا جبکہ امام دو رکعت کر چکے تھے یہ شخص بنا بر مذہب صاحبین اپنی بقیہ نماز اس طرح پورا کرے گا، کہ سلام کے بعد مسبوق ایک رکعت پڑھ کر قعدہ کرے گا اور تشہد کے بعد اپنی بقیہ رکعت کیلئے اٹھے گا جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ کے مذہب پر بقیہ دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہیں کرے گا، اب دریافت طلب مسئلہ

﴿۱﴾ (ردالمحتار ص ۳۴۷ جلد ۱ باب صفة الصلاة قبیل مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام)

یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ہمیشہ کیلئے صاحبین کے مذہب پر عمل کرتا ہو مگر کسی وقت وہ پہلی رکعت پر سہواً کھڑا ہو جائے یعنی قعدہ بھول جائے اس صورت میں سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: صاحبزادہ محمد صالح ڈوڈھیر صوابی......۱۹۸۴ء/۲/۱۵

الجواب: چونکہ علامہ شامی وغیرہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو صحیح قرار دیا ہے کمافی ردالمحتار ص ۴۱۹ جلد ۱ ﴿۱﴾ اعتماد قول محمد پر ہے، پس سجدہ سہو کرنا صورت مذکورہ میں ضروری ہوگا۔ وھو الموفق

پانچویں رکعت سے تشہد کیلئے واپس ہوکر سجدہ سہو نہ کرے تو نماز واجب الاعادہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آخری تشہد کے بجائے اگر امام پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو جائے تب مقتدی لقمہ دے اور امام فوراً تشہد کیلئے واپس ہو جائے اور سجدہ سہو بھی بھول جائے اس صورت میں نماز ہو گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرؤف شین باغ خورد اٹک......۱۹۹۰ء/۹/۵

الجواب: یہ نماز واجب الاعادہ ہے صورت مسئولہ میں سجدہ سہو لازم ہوتا ہے (ردالمحتار وغیرہ) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد ...... ويقضي اول صلاته في حق قرأة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر ياتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها . قال الشامي (تحت قوله ويقضي اول صلاته في حق قرأة) وفي الفيض عن المستصفى لو ادركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصة عند ابي حنيفة وقال ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين اولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد .
(فتاویٰ شامیه ص ۴۴۱ جلد ۱ باب الامامة مطلب في المسبوق والمدرك واللاحق)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وتعاد وجوبا...... (بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

نماز میں بلاوجہ قصداً سجدہ سہو کرنے سے نماز میں نقصان نہیں آتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص بلا ضرورت یعنی بلا سہو ونسیان قصداً عمداً سجدہ سہو کرے کیا نماز درست ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: حاجی محمد قاسم عزیز بٹھی روڈ نوشہرہ صدر......۱۹۹۰ء/۱/۱۷

الجواب: یہ شخص سلام پھیرنے سے نماز سے خارج ہو جائیں گے اور اس کی نماز تمام ہو جائے گی بے جا سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز کو نقصان نہیں پہنچتا۔ وھو الموفق

سجدہ سہو بھول کر اعادہ نماز واجب اور نماز کے دونوں سجدے فرض ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) ایک نمازی پر سجدہ سہو واجب ہوا تھا، لیکن سجدہ سہو بھول کر سلام پھیرا مسجد سے باہر نکل کر بات چیت کی، اچانک یاد آیا کہ سجدہ سہو ترک کر دیا ہے اب اعادہ نماز واجب ہے یا نہیں؟ (۲) نماز میں ایک سجدہ فرض ہے یا دونوں فرض ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاضی جبرائیل غورزئی پایاں کوہاٹ......۲۴/شعبان ۱۴۰۹ھ

الجواب: (۱) اس شخص پر اعادہ واجب ہے فرض نہیں ہے لانہ ترک الواجب وھی سجدہ السھو کما فی ردالمحتار ص ۳۰۹ جلد ۱ باب السھو، وھل تجب الاعادہ بترک سجود السھو لعذر کما لو نسیہ والذی یظھر الوجوب کما ھو مقتضی اطلاق الشارح لان

(بقیہ حاشیہ) فی العمد والسھو ان لم یسجد لہ وان لم یعدھا یکون فاسقا آثما وکذا کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا.

(الدر المختار علی ھامش ردالمحتار ص ۳۳۶،۳۳۷ جلد ۱ کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا باب صفۃ الصلاۃ)

النقصان لم ینجبر بجابر وان لم یاثم بترکه فلیتامل ﴿۱﴾. (۲) تمام معتبرات فقہ میں مسطور ہے کہ دونوں سجدے فرض ہیں ﴿۲﴾ فلیراجع . وھو الموفق

نفل نماز میں سجدہ سہو، آخری قعدہ سے اٹھنے نابالغ نمازی کے آگے گزرنے وغیرہ کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) نفل نماز کے اندر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ (۲) نماز کے سنن میں ایسے الفاظ پڑھے جائیں جن سے معنی میں تغیر فاحش واقع ہو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ (۳) آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول کر کھڑا ہو جائے اور رکوع کرنے سے پہلے یاد ہو جائے دوبارہ قعدہ میں تشہد پڑھے گا یا نہیں؟ (۴) نابالغ نمازی کے آگے گزرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: امان اللہ بڈھ بیر پشاور......۱۹۸۹ء/۳/۳۰

الجواب: (۱) سہو اور سجدہ سہو کا حکم فرض اور نفل نماز میں یکساں ہے ﴿۳﴾۔
(۲) مفسدات نماز میں تفاوت نہیں ہوتا ہے ﴿۴﴾ (۳) درود شریف سے شروع کرے گا ﴿۵﴾۔

﴿۱﴾ رد المحتار ص ۴۳۷ جلد ۱ باب صفة الصلاة مطلب واجبات الصلاة

﴿۲﴾ وقال في الهندية: (ومنها السجود) السجود الثاني فرض كالاول باجماع الامة
(فتاوى هنديه ص ۷۰ جلد ۱ الباب الرابع في صفة الصلاة)

﴿۳﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: والسهو في صلاة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء. (الدر المختار على هامش رد المحتار ص ۵۵۲ جلد ۱ باب سجود السهو)

﴿۴﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: السنة في تسبيح الركوع سبحان ربي العظيم الا ان كان لا يحسن الظاء فيبدل به الكريم لئلا يجري على لسانه العزيم فتفسد به الصلاة كذا في شرح درر البحار فليحفظ. (ردالمحتار ص ۴۶۵ جلد ۱ مطلب في اطالة الركوع للجائي باب صفة الصلاة)

﴿۵﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله عادسلم) اى عاد للجلوس لما مر ان مادون الركعة محل للرفض وفيه اشارة الى انه لا يعيد التشهد وبه صرح في البحر.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۵۳ جلد ۱ باب سجود السهو)

(۴) ممنوع ہے ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

سجدہ چھوٹ کر رکوع میں یاد آجائے کیا کرے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر نمازی سے ایک سجدہ چھوٹ جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آیا تو کیا وہ رکوع کر کے قومہ کرے پھر تین سجدے کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے یا اس کے ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: کرام الحق ای/۲۳۶ راولپنڈی ۱۹۷۲ء/۱/۱۳

الجواب: اگر رکوع میں یاد ہوتے ہی سجدہ کو رکوع سے چلا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے (فی القول الاصح) (ردالمحتار ص ۴۳۱ جلد ۱) ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

سجدہ سہو کرنیوالے امام کے پہلے سلام کے ساتھ مسبوق کا کھڑا ہونا ترک واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسبوق امام کے پہلے سلام شروع کرتے ہی کھڑا ہو جائے (خواہ امام کے سجدہ سہو کرنے پر لوٹ آوے اور اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہو تو نہ لوٹے، تو اس کا پہلا سلام پھرتے ہی بقیہ نماز کیلئے) کھڑا ہو جانا خلاف سنت ہے یا خلاف واجب؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق محلّہ قطب الدین راولپنڈی ۱۹۷۲ء/۱/۱۳

﴿۱﴾ قال العلامة الحصكفي رحمه الله: وان اثم المار لحديث البزار لو يعلم المار ماذا عليه من الوزر لو قف اربعين خريفا في ذلک المرور. (الدرالمختار على هامش ردالمحتار ص ۴۷۰ جلد ۱ لا تفسد باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها)

﴿۲﴾ قال العلامه ابن عابدين رحمه الله: لو ترک سجدة من ركعة ثم تذكرها فيما بعدها من قيام او ركوع او سجود فانه يقضيها ولا يقضي مافعله قبل قضائها مما هو بعد ركعتها من قيام او ركوع او سجود بل يلزمه سجود السهو فقط.
(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۴۳۱ جلد ۱ باب صفة الصلاة)

الجواب: ترک واجب میں مبتلا ہوا ہے (ردالمحتار ص ۵۵۹ جلد ۱) ﴿۱﴾ جبکہ بلا ضرورت ہو۔ وهو الموفق

عیدین کی نماز میں کثرت جماعت کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز عیدین میں تکبیرات زوائد جو کہ واجب ہیں دوسری رکعت میں تکبیرات عیدین کہے بغیر رکوع کو چلا جائے تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا ہے یا نہیں؟ اور اگر سجدہ سہو نہ کرے تو نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: قاری محمد افضل فاروقی واہ کینٹ......۱۲/ اگست ۱۹۸۴ء

الجواب: اس امام پر سجدہ سہو واجب تھا لیکن نماز عید ہونے کی وجہ سے ساقط ہے (شامی) ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سجدہ سہو میں ایک طرف سلام پھیرے یا دونوں طرف؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سجدہ سہو کیلئے دونوں طرف سلام پھیر دے تو کیا نماز درست ہوگی؟ جبکہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب عدم جواز اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ جواز کے قائل ہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اسماعیل شریک موقوف علیہ دارالعلوم حقانیہ......۴/ شوال ۱۴۰۵ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله وكره تحريما) اى قيامه بعد قعود امامه قدر التشهد لو جوب متابعته فى السلام. (ردالمحتار ص ۴۴۲ جلد ۱ مطلب فيما لو اتى بالركوع او السجود او بهما مع الامام او قبله او بعده باب الامامة)

﴿۲﴾ قال العلامه حصكفى : والسهو فى صلوٰة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه فى الاولیين لدفع الفتنة كمافى جمعة البحر واقرة المصنف وبه جزم فى الدرر، قال ابن عابدين شامى: الظاهر ان الجمع الكثير فيما سواهما كذلک كما بحثه بعضهم وكذا بحثه الرحمتى الخ. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۵۵۶ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: صاحب ہدایہ نے دونوں طرف سلام پھیرنا مختار کیا ہے لیکن جمہور نے صرف ایک سلام پھیرنا مختار کیا ہے کمافی ردالمحتار ص۵۱۸ جلد ۱ فلیراجع ﴿۱﴾.

نوٹ:......اس حکم میں مقتدی ومنفرد وغیرہ کا فرق منقول نہیں ہے۔ وھو الموفق

وتر میں فاتحہ کے بعد قنوت کیلئے رفع یدین کر کے ضم سورۃ یاد ہو کر سورۃ پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وتر پڑھنے والا اگر تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھ لے اور پھر رفع یدین کرتے ہوئے تکبیر شروع کرے پھر ضم سورۃ یاد آ جائے اور سورۃ پڑھ لے، پھر رفع یدین کر کے قنوت شروع کرے، تو اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: ننگ اسلاف اصلاح الدین ڈی آئی خان...... یکم ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

﴿۱﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله واحد) هذا قول الجمهور منهم شيخ الاسلام وفخر الاسلام وقال في الكافي انه الصواب وعليه الجمهور واليه اشار في الاصل الا ان مختار فخر الاسلام كونه تلقاء وجهه من غير انحراف وقيل يأتي بالتسليمتين وهو اختيار شمس الائمة وصدر الاسلام اخي فخر الاسلام وصححه في الهداية والظهيرية والمفيد والينا بيع كذا في شرح المنية قال في البحر وعزاه اى الثاني وفي البدائع الى عامتهم فقد تعارض النقل عن الجمهور (قوله عن يمينه) احتراز عما اختاره فخر الاسلام من اصحاب القول الاول كما علمته وفي الحلية اختار الكرخي وفخر الاسلام وشيخ الاسلام وصاحب الايضاح ان يسلم تسليمة واحدة ونص في المحيط على انه الاصوب وفي الكافي على انه الصواب قال فخر الاسلام وينبغي على هذا ان لا ينحرف في هذا السلام يعني فيكون سلامه مرة واحدة تلقاء وجهه وغيره من اهل هذا القول على انه يسلم مرة واحدة عن يمينه خاصة ، والحاصل ان القائلين بالتسليمة الواحدة قائلون بانها عن اليمين الا فخر الاسلام منهم فانه يقول انها تلقاء وجهه وهو المصرح به في شروح الهداية ايضا كالمعراج والعناية والفتح.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۴۵ جلد ۱ باب سجود السهو)

الجواب: صورۃ مسئولہ میں حسب قواعد سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

نوافل وتراویح میں دو رکعت کی نیت کی اور چار رکعت ادا کئے سجدہ سہو واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حافظ قرآن نے دو رکعت کی نیت کی اور چار رکعت ادا کئے آخر میں سجدہ سہو کیا کیا یہ نماز ادا ہوئی ؟ نیز بغیر نیت کرنے کے چار رکعت کرنے سے چار رکعت صحیح ہے یا نہیں اور سجدہ سہو اس میں واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: سبز علی باجوڑ ایجنسی......۱۵/شوال:۱۳۹۵ھ

الجواب: نوافل اور تراویح میں دو رکعت اور چار رکعت کی نیت کا حکم یکساں ہے یہ مخالفت کوئی نقصان دہ مخالفت نہیں ہے (فليراجع الى شرح الكبير ص ۳۴۰، ۳۴۱) ﴿۲﴾. وھو الموفق

﴿۱﴾ چونکہ سجدہ سہو کسی رکن میں اس قدر تاخیر پر واجب ہوتا ہے جس میں مسنون طریقہ سے چھوٹا رکن صلاۃ مثلاً سجدہ یا رکوع ادا ہو اور صورت مسئولہ میں صرف بقدر اللہ اکبر کہنے کا وقت صرف ہوا ہے جو مسنون سجدہ یا رکوع پر صرف ہونے والے وقت سے بہت کم ہے، لہٰذا اس تقدیم وتاخیر میں سجدہ سہو واجب نہیں ہے، قال العلامه سيد احمد الطحطاوى: ومن الواجب تقديم الفاتحة على السورة وان لا يؤخر السورة عنها بمقدار اداء ركن وقال فى آخر الباب ولم يبنوا قدر الركن وعلى قياس ما تقدم ان يعتبر الركن مع سنته وهو مقدر بثلاث تسبيحات.

(الطحطاوى على مراقى الفلاح ص ۴۶۰، ۴۷۴ باب سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامه ابراهيم الحلبى: وان شرع فى التطوع بنية الاربع اى بنية ان يصلى اربع ركعات ثم قطع اى افسدها شرع فيه قبل اتمام شفع لايلزمه الا شفع اى الاقضاء شفع عند ابى حنيفة ومحمد خلافاً لابى يوسف فان عنده يلزمه قضاء اربع فى رواية وانما قيدنا بقبل اتمام شفع لانه لو افسد بعد اتمامه فان كان قبل القيام الى الثالثة يلزمه شفع واحد عنده وعندهما لا يلزم شئ وان كان بعد القيام اليها لزمه قضاء شفع اتفاقا والاصل ان كل ركعتين من النفل صلاة على حدة والقيام الى الثالثة كتحريمة مبتدأة اتفاقا.

(غنية المستملى المعروف بالكبيرى ص ۳۷۷ فصل فى النوافل)

آخری تشہد چھوڑ کر دو رکعت ضم کیے تو سجدہ سہو کرنا ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی چار رکعت فرض نماز کی نیت باندھ لے پھر آخری تشہد بھول کر اٹھ جائے اور پھر دو رکعت اور ضم کر کے نماز پوری کرے کیا ایسا کرنا درست ہوگا؟ اور سجدہ سہو کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد عظیم، عبدالخیلی لکی مروت......۱۹/ مارچ ۱۹۸۴ء

الجواب: یہ نماز درست ہے اور سجدہ سہو کرنا ضروری ہے ﴿۱﴾ (ماخوذ از شرح کبیری ص ۴۷۸) اور یہ چھ رکعات تمام کے تمام نفل ہیں البتہ اگر اس شخص نے چوتھی رکعت پر قعدہ عمداً ترک کیا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الحلبي: وان سها عن القعدة الاخيرة في ذوات الاربع وقام الى الخامسة يعود الى القعدة مالم يسجد للخامسة لانها فرض فرفض لاجلها عند التمكن من اصلاحها ماهو محل الفرفض وهو مادون الركعة ويتشهد ويسلم ويسجد للسهو لتاخير القعدة وان قيد الركعة الخامسة بالسجدة بطل فرضه وتحولت صلوته نفلا عند ابي حنيفة وابي يوسف...... وعليه ان يضم اليها اي الى الخامسة ركعة سادسة عندهما خلافا لمحمد ليصير متنفلا بست ركعات لان التنفل بالوتر غير مشروع عندنا...... ويسجد للسهو وهو قول بعض المشائخ وفي النهاية والاصح انه لا يسجد وكذا قال ابن الهمام الصحيح انه لا يسجد لان النقصان بالفساد لا ينجبر بالسجود وقد يقال الفساد لصفة الفريضة لا لاصل الصلاة فينجبر النقصان الواقع في اصلها لترك الواجب سهواً بالسجود. (غنية المستملي المعروف بالكبيري ص ۴۳۳ فصل في سجود السهو)

﴿۲﴾ قال العلامه شرنبلالي: ولا يسجد في الترك العمد للسهو لان سجود السهو عرف جابراً للفائت سهو او شرعا والعمد اقوىٰ فلا ينوب سجود السهو عنه ولانه متعمد فيستحق التغليظ بالاعادة ثم بين ضعف القول بالسجود لما ترك عمدا بصيغة التمريض بقولنا قيل ...... سئل فخر الاسلام البديعي كيف يجب العمد؟ قال ذلك سجود العذر لاسجود السهو كذا في شرح المقدسي عن الولوالجي. (امداد الفتاح شرح نور الايضاح ص ۵۱۱ مطلب في سجود العذر للعمد في مواضع)

مغرب ووتر کو احتیاطاً قضا چار چار پڑھنے کی صورت میں سجدہ سہو کرنا خلاف قاعدہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ نامعلوم نماز مغرب اور وتر کی جو قضا کرتا ہے اور تین کے بجائے چار رکعت ادا کرتے ہیں تو آخر میں بعض لوگ سجدہ سہو کرتے ہیں کیا یہ سجدہ سہو صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: عبدالرحیم جلبئی صوابی

الجواب: اگر یہ سجدہ سہو کسی معتمد کتاب پر محمول نہ ہو تو یہ سجدہ عمد کی وجہ سے خلاف قاعدہ ہے ﴿۱﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال العلامة الشرنبلالي: ولايسجد في الترك العمد للسهو، لان سجود السهو عرف جابراً للفائت سهو او شرعا والعمد اقوئ فلاينوب سجود السهو عنه ولانه متعمد فيستحق التغليظ بالاعادة.
(امداد الفتاح شرح نورالايضاح ص ۵۱۱ مطلب في سجود العذر للعمد)

باب صلوٰۃ المریض

معذور کیلئے سابقہ وضو کے بعد قطرہ نہ نکلنے کی صورت میں اس وضو سے دوسری نماز پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ سے چلتے پھرتے وقت یا گھٹنوں پر بیٹھنے وقت پیشاب کے قطرے گرتے ہیں اسلئے ہر نماز کیلئے نیا وضو بناتا ہوں لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک نماز سے دوسری نماز تک کوئی قطرہ نہیں نکلتا تو جب مجھے یہ مکمل یقین ہو کہ کوئی قطرہ نہیں نکلا ہے تو اس پہلے وضو سے دوسرے وقت کی نماز پڑھ سکتا ہوں یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: فیض الوہاب کاکاخیل اضاخیل پایاں نوشہرہ......۱۹۸۹ء/۲/۲۶

الجواب: جب وضو کرنے کے بعد قطرہ نہ نکلے تو آپ اس وضو سے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اگر آپ ڈیڑھ انچ عرض اور چھ انچ طول کپڑا آلہ تناسل سے لپیٹ کر ایک متوسط گانٹھ لگائیں تو آپ کو بہت آرام ملے گا۔ وھو الموفق

بلا اختیار قہقہہ کرنے والے امام کی اقتدا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص تیس چالیس سال سے امامت کے فرائض ادا کر رہے ہیں، کچھ عرصہ سے نماز میں بلا اختیار اور بلا وجہ قہقہہ یا ضحک ہو جاتی ہے کیا اس کی امامت جائز ہے؟ اور اس کی انفرادی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: جہانزیب خان گھاس منڈی ڈی آئی خان......۷/شوال ۱۴۰۱ھ

﴿۱﴾ وینقضه خروج کل خارج نجس بالفتح ویکسر منه ای من المتوضی الحی معتادا اولا من السبیلین اولا الی ما یطهر بالبناء للمفعول ای یلحقه......(بقیه حاشیه اگلے صفحه پر)

الجواب: بے اختیار ضحک یا قہقہہ کرنے والا معذور نہیں ہے ﴿۱﴾ الا فی قول للشافعیه لم یرتضی به الحافظ ابن حجر فی شرح البخاری ﴿۲﴾ اس کے پیچھے اقتدا کرنا جائز نہیں ہے مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص مختصر نماز پڑھا کرے تاکہ شیطان غالب ہونے سے قبل نماز ختم ہو۔ وهو الموفق

ہاتھ پاؤں سے شل اور مفلوج یعنی معذور کی نماز کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایکسیڈنٹ کی وجہ سے میرا یہ

(بقیہ حاشیہ) حکم التطهير ثم المراد من السبيلين مجرد الظهور من اضافة الصفة الى الموصوف اى الظهور المجرد عن السيلان فلو نزل البول الى قصبة الذكر لا ينقض لعدم ظهوره. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۹۹، ۱۰۰ جلد ۱ مطلب نواقض الوضوء)

﴿۱﴾ قال العلامه عبدالرحمن الجزرى: الحنفية قالوا: القهقهة فى الصلاة تنقض الوضوء وقد وردت فى ذلك احاديث منها ما رواه الطبرانى عن ابى موسىٰ قال: بينما رسول الله ﷺ يصلى بالناس اذ دخل رجل فتردى فى حفرة كانت فى المسجد وكان فى بصره ضرر فضحك كثير من القوم وهم فى الصلاة، فامر رسول الله ﷺ من ضحك ان يعيد الوضوء ويعيد الصلاة، والقهقهة هى ان يضحك بصوت يسمعه من بجواره فاذا وقع منه ذلك انتقض الوضوء ولو لم يطل زمن القهقهة، بخلاف ما اذا ضحك بصوت يسمعه هو وحده ولا يسمعه من بجواره فان وضوءه لا ينتقض بذلك بل تبطل به الصلاة وانما ينتقض الوضوء بالقهقهة اذا كان المصلى بالغا ذكراً كان او امرأة عامداً كان او ناسياً الخ.
(الفقه على المذاهب الاربعة ص ۸۴ جلد ۱ مبحث نواقض الوضوء)

﴿۲﴾ قال الحافظ بن الحجر العسقلانى: قوله (وقال جابر) هذا التعليق وصله سعيد بن منصور والدارقطنى وغيرهما وهو صحيح من قول جابر واخرجه الدارقطنى من طريق اخرىٰ مرفوعا لكن ضعفها والمخالف فى ذلك ابراهيم النخعى والاوزاعى والثورى وابو حنيفة واصحابه قالوا: ينقض الضحك اذا وقع داخل الصلاة لا خارجها قال ابن المنذر: اجمعوا على انه لا ينقض خارج الصلاة، واختلفوا اذا وقع فيها فخالف من قال به القياس الجلى وتمسكوا بحديث لا يصح وحاشا اصحاب..... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حال ہوا کہ ناف کے نیچے بالکل بے حس ہوا ہوں اسی وقت سے پیشاب بذریعہ پائپ نکالا جاتا ہے ہاتھ کے ذریعے روٹی پانی خود کھا پی نہیں سکتا کروٹ بھی خود نہیں بدل سکتا ہوں پیشاب کی نالی کے ساتھ چوبیس گھنٹے پائپ لگا رہتا ہے پائپ بوتل میں پڑا رہتا ہے قطرہ قطرہ ہوکر بوتل بھر جاتی ہے اس صورت میں میری نماز کا کیا بنے گا اور کس طریقہ سے نماز پڑھوں گا وزن میں والدین سے بھاری ہوں بدلتے وقت تین آدمی لگے رہتے ہیں کسی اور سے بھی استنجا اور وضو انتہائی مشکل ہے تیمم بھی نہیں کرسکتا نیز یہ بھی بتائیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرنے کا کیا ہوگا؟ بینو اتو جروا

المستفتی: سعید سلطان بام خیل صوابی ۱۹۸۴ء/۴/۲

الجواب: آپ بغیر طہارت کے نماز پڑھ سکتے ہیں ﴿۱﴾ اور اگر ممکن ہو تو چارپائی کے پاؤں قبلہ کی طرف کریں اور یا بہ قبلہ اشارہ سے نماز پڑھا کریں ﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) رسول اللهﷺ الذین هم خیر القرون ان یضحکوا بین یدی الله تعالیٰ خلف رسول اللهﷺ انتهیٰ، علی انهم لم یأخذوا بعموم الخبر المروی فی الضحک بل خصوه بالقهقهة. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ص ۵۲۲ جلد ۱ باب من لم یرا الوضوء الا من المخرجین)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی: والمحصور فاقد الماء والتراب ... وکذا العاجز عنهما لمرض یؤخرها عنده وقالا یتشبه بالمصلین وجوبا به یفتی والیه صح رجوعه ای الامام کما فی الفیض وفیه ایضا مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجهه جراحة یصلی بغیر طهارة ولا یتیمم ولا یعید علی الاصح. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۱۸۵ جلد ۱ مطلب فاقد الطهورین باب التیمم)

﴿۲﴾ قال العلامة الحصکفی: من تعذر علیه القیام ای کله لمرض حقیقی وحده ان یلحقه بالقیام ضرر به یفتی قبلها او فیها ای الفریضة او حکمی بان خاف زیادته او بطٔ برئه بقیامه او دوران رأسه اووجد لقیامه الماً شدیداً او کان لو صلی قائما سلس بوله، صلی قاعداً ولو مستندا الی وسادة او انسان فانه یلزمه ذلک علی المختار کیف شاء علی المذهب لان المرض اسقط عنه الارکان فالهیئات اولیٰ، وایضا وان تعذر القعود ولو حکما او ما مستلقیا علی ظهره ورجلاه نحو القبلة غیر انه ینصب رکبتیه لکراهة مد الرجل الی القبلة ویرفع رأسه یسیرا لیصیرا وجهه الیها.

(الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۵۹،، ۵۶۲ باب صلاة المریض)

باب سجود التلاوة

بڑے مکان کے مختلف حصوں میں آیت سجدہ کی تلاوت کرنے کا حکم

سوال: حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب صدر دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مسئلہ ذیل کی تصدیق اور تصحیح مطلوب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد کے اندرونی حصہ میں ایک آیت سجدہ تلاوت کرے پھر اسی آیت کو اس مسجد کے بیرونی یا بالائی حصہ یا صحن مسجد میں دہرادے تو اس پر ایک ہی سجدہ تلاوت واجب ہے لیکن اگر شرقاً غرباً چالیس ہاتھ یا اس سے بڑا کمرہ کشتی یا ریل کے ڈبہ میں (جب کہ کشتی اور ریل کا ڈبہ چالیس ہاتھ یا زیادہ طول کا ہو) وہی آیت سجدہ مکرر پڑھے تو دو سجدے واجب ہوں گے'' کیا یہ مسئلہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: اکرام الحق نشتر آباد راولپنڈی...۳/ جون ۱۹۷۰ء

الجواب: یہ مسئلہ صحیح ہے (صرح به العلامة الشامی ص ۷۲۶،۷۲۷ جلد ۱) لیکن چالیس ہاتھ کی تحدید یہاں منصوص نہیں ہے یہ مقدار نمازی کے سامنے گزرنے کے مسئلہ میں مراد ہے ﴿۱﴾ (ردالمحتار ص ۵۹۳ جلد ۱) پس سجدہ تلاوت میں چھوٹے اور بڑے مسجد یا مکان میں فرق نہیں ہے بے شک جب بہت ہی بڑا مکان ہو جیسا شاہی مسجد تو وہاں متعدد واجب ہوں گے ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

﴿۱﴾ قال ابن عابدين: (قوله ومسجد صغير) هو اقل من ستين ذراعا وقيل من اربعين وهو المختار كما اشار اليه في الجواهر قهستاني.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۴۲۹ جلد ۱ باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها)

﴿۲﴾ قال العلامة ابن عابدين رحمه الله: (قوله بخلاف زوايا مسجد) اى ولو كبير على الاوجه وكذا البيت وفي الخانية والخلاصة الااذا كانت الدار كبيرة كدار السلطان.
(ردالمحتار هامش الدر المختار ص ۵۷۴ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

تراویح میں آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کرے کیا نماز کے سجدہ سے ادا ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی تراویح میں آیت سجدہ پڑھ لے اور سجدہ نہ کرے اور یوں کہدے کہ رکعت کے سجدوں کے ساتھ ادا ہوا، کیا یہ ادا صحیح ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: فضل ربی باڑہ شیخان......۱۳/رمضان ۱۴۱۰ھ

الجواب: جب سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد متصل یا دو تین آیات پڑھنے کے بعد تداخل کرے تو مشروع ہے (شامی) ﴿۱﴾۔ وھو الموفق

بغیر وضو سجدہ تلاوت جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ تلاوت بلا وضو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عنایت اللہ خوازہ خیلہ سوات......۱۳۸۹ھء

﴿۱﴾ واضح رہے کہ سجدہ تلاوت صلوٰتیہ نماز سے خارج ادا نہیں کیا جا سکتا ہے نماز ہی میں ادا کیا جائے گا، اگر نمازی مستقل سجدہ نہیں کرتا اور رکوع اور سجدہ تلاوت میں تداخل کرے تو بھی مشروع ہے، البتہ اس کیلئے نیت ضروری ہے نیت کے بغیر رکوع میں سجدہ تلاوت ادا نہیں ہوگا، درمختار میں ہے، وتؤدی برکوع صلاۃ اذا کان الرکوع علی الفور من قراءۃ آیۃ او آیتین وکذا الثلاث علی الظاھر کما فی البحران نواہ ای کون الرکوع لسجود التلاوۃ علی الراجح. (الدرالمختار ص ۵۷۱ جلد ۱ باب سجود التلاوۃ) اوراس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت سجدہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنے کو تین آیات پڑھنے سے زیادہ فاصلہ نہ ہو ورنہ پھر رکوع میں نیت صحیح نہیں، قال حسن بن عمار: ویجزی عنھا ای عن سجدۃ التلاوۃ رکوع الصلاۃ ان نواھا ای نویٰ ادائھا فیہ، وفیہ وانقطاعہ بان یقرأ اکثر من آیتین بعد آیۃ السجدۃ بالاجماع. (مراقی الفلاح علی ھامش الطحطاوی ص ۲۶۴ باب سجود التلاوۃ)

الجواب: سجدہ تلاوت بلا وضو نا جائز ہے،قال فی البدائع واما شرائط الجواز فکل ما هو شرط جواز الصلوٰۃ من طهارۃ الحدث وهی الوضوء والغسل وطهارۃ النجس وهی طهارۃ البدن والثوب ومکان السجود والقیام والقعود فهو شرط جواز السجدۃ لانها جزء من اجزاء الصلوٰۃ فکانت معتبرۃ بسجدات الصلوٰۃ انتهی ﴿١﴾ (ص ١٨٦ جلد ١) نیز یہ شاذ مذہب ہے جو کہ ابن عمر اور شعبی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا اور شاہراہ کو چھوڑنا نہ عقل کا تقاضا ہے اور نہ شرع کا، قال العلامة العینی فی عمدة القاری لم یوافق ابن عمر احد علی جواز السجود بغیر وضوء الا الشعبی ص ٥٠٩ جلد ٣، بلکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس فعل کا معارض قول موجود ہے جس کو ترجیح دینا مذہب منصور ہے، قال البدر العینی فی العمده ص ٥٠٩ جلد ٣ روی باسناد صحیح عن اللیث عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لا یسجد الرجل الا وهو طاهر ،اس مسئلہ میں مودودی صاحب کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ۔فافہم

ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے آیت سجدہ تلاوت سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص ریڈیو یا ٹیلی ویژن کے ذریعے سجدہ تلاوت سن لے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی :فقیر متعلم بھرت بنوں رمضان المبارک......١٣٨٩ھ

الجواب: چونکہ ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ سے عکس سنا جاتا ہے ﴿٢﴾ لہٰذا ریڈیو وغیرہ کے ذریعہ

﴿١﴾ (بدائع الصنائع ص ١٨٦ جلد ١ فصل فی شرائط جواز السجدات)

﴿٢﴾ ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ریکارڈ شدہ تلاوت پر عدم وجوب سجدہ کا حکم اتفاقی ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اس کے ذریعے اصل آواز سنی جاتی ہے یا عکس ہے تو اصل ہونے کی صورت میں براہ راست تلاوت کرنے کی وجہ سے بعض کے نزدیک سجدہ تلاوت واجب ہوگا ،لیکن راجح یہ ہے کہ یہ اصل آواز نہیں ہے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

سے سجدہ تلاوت سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا ہے، یدل علیہ مافی الدر المختار ﴿۱﴾ **ولا تجب بسماعه من الصدیٰ والطیر (هامش ردالمحتار ص ۵۱۷ جلد ۱). وهو الموفق**

لاؤڈ سپیکر میں آیت سجدہ سن کر سجدہ کرنا چاہئے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے آیت سجدہ سن کر سجدہ تلاوت کرنا چاہئے یا نہیں کیونکہ یہ آواز تو تلاوت کرنے والے کی نہیں بلکہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سنی جاتی ہے جو آواز پہنچانے میں ایک آلہ ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: عبداللہ......۲۴/اکتوبر ۱۹۸۳ء

الجواب: لاؤڈ سپیکر کے متعلق اختلاف ہے کہ اس کے ذریعہ اصل آواز پہنچائی جاتی ہے یا عکس پس احوط سجدہ کرنا ہے ﴿۲﴾ البتہ صحت اقتداء کیلئے اتحاد مکان یا اتصال صفوف شرط ہے جو کہ صورت مسئولہ میں معدوم ہے۔ **وهو الموفق**

(بقیہ حاشیہ) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ کے مرتب کردہ رسالہ "آلات جدیدہ کے شرعی احکام" میں آلہ مکبر الصوت کے بارے میں جو تحقیقات کی گئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ زبان سے ہونے والے تموج کو دوسرے ذرائع سے اس کے اندر آواز پیدا کی جاتی ہے جو کئی واسطوں سے گزر کر ریڈیو مشین کے ذریعے (برقی تیز رفتاری کی وجہ سے) بیک وقت سنی جاتی ہے اور جدید سائنس کے ماہرین خود اس میں مختلف ہیں بعض اس کو اصلی آواز قرار دیتے ہیں اور بعض مصنوعی کہتے ہیں" بہر حال ان تحقیقات کی روشنی میں راجح یہ ہے کہ یہ اصل آواز نہیں ہے کیونکہ وجوب سجدہ کیلئے ضروری ہے کہ خود تلاوت کرنے والے سے سنے اور اس پر زبان متحرک ہو جو ریڈیو یا ٹی وی کی صورت میں متحقق نہیں، لہٰذا ریڈیو یا ٹی وی کے ذریعے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا، البتہ اختلاف کی وجہ سے احتیاط کرنے میں ہے اگر تالی براہ راست ہو۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۵۲۹ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۲﴾ لاؤڈ سپیکر کے ذریعے جو آواز پہنچتی ہے اس میں راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ متکلم...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لاؤڈ سپیکر پر آیت سجدہ تلاوت سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤڈ سپیکر سے آیت سجدہ تلاوت سن کر سجدہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

المستفتی: محمد اصغر غفاری منزل ۹۴ سٹریٹ لاہور......۱۱/محرم ۱۴۰۸ھ

الجواب: تمام سننے والوں پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا کیونکہ یہ بظاہر متکلم کی آواز ہے جیسا کہ اذان سننے سے اجابت بالقدم واجب ہوتی ہے۔ وھو الموفق

آیت سجدہ تلاوت کو دھیمی آواز سے پڑھنا بہتر ہے

سوال: (۱) اگر کوئی شخص سجدہ تلاوت کو بلند آواز سے پڑھ لے تو سننے والوں پر واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ (۲) سجدہ تلاوت بلند آواز سے پڑھنا چاہئے یا دھیمی آواز سے؟ بینوا توجروا

المستفتی: شاہ اسماعیل مرزا ضلع اٹک......۱۵/ جمادی الاول ۱۳۹۹ھ

الجواب: (۱) واجب ہے، ھدایہ﴿۱﴾. (۲) اس میں توسع ہے البتہ مصلحتاً دھیمی آواز سے پڑھنا بہتر ہے﴿۲﴾۔ وھو الموفق

(بقیہ حاشیہ) کی اصل آواز ہے وجہ یہ ہے کہ اس میں آواز بلند کرنے کیلئے ذرائع کم استعمال ہوتے ہیں اور فنی ماہرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ اصل آواز ہے یا عکس، لیکن اکثر ماہرین کی رائے یہ ہے کہ یہ بعینہ متکلم کی وہی آواز ہے جو اس کی زبان سے نکلتی ہے تفصیل کیلئے ''آلات جدیدہ کے شرعی احکام'' مولفہ مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ ملاحظہ کرے، پس اس صورت میں سجدہ تلاوت لاؤڈ سپیکر کے ذریعے سننے سے واجب ہوجاتا ہے۔ (از مرتب)

﴿۱﴾ قال المرغيناني: والسجدة واجبة في هذه المواضع على التالي والسامع سواء قصد سماع القرآن اولم يقصد لقوله عليه السلام السجدة على من سمعها وعلى من تلاها وهي كلمة ايجاب وهو غير مقيد بالقصد.

(هداية على صدر فتح القدير ص ۴۶۵، ۴۶۶ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۲﴾ قال ابن عابدين الشامي: (قوله واستحسن اخفاؤها)...... (بقيه حاشيه اگلے صفحه پر)

نمازعصراورفجر کے بعدسجدہ تلاوت جائز ہے

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صلاۃ عصراورفجر کی نماز کے بعدسجدہ تلاوت جائز ہے یانہیں؟بینوا توجروا

المستفتی :محمدازرم تبوک سعودیہ عربیہ......۷/۷/۱۴۰۱ھ

الجواب: جائز ہے﴿۱﴾۔وھو الموفق

کیامجلس واحدمیں متعددآیات سجدہ کی تلاوت سےمتعددسجدات واجب ہوں گے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماءدین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک شخص ایک مجلس میں سجدہ کی مختلف آیات پڑھ لےتوایک سجدہ کرنا ہوگایاہرآیت کیلئے علیحدہ علیحدہ سجدہ تلاوت ادا کرناہوگا؟بینوا توجروا

المستفتی :فضل واحدپشہ سالارزی باجوڑ......۱۹۸۴ء/۷/۱۱

الجواب: مقدارآیات کے برابرسجدے کرناضروری ہیں﴿۲﴾(شامی) بخلاف ماذا کرر آیۃواحدۃ. وھوالموفق

(بقیہ حاشیہ) لانہ لو جھر بھالصار موجبا علیھم شیأ ربما یتکاسلون عن ادائہ فیقعون فی المعصیۃ فان کانوا متھئین جھر بھا بحر عن البدائع قال فی المحیط بشرط ان یقع فی قلبہ ان لا یشق علیھم اداء السجدۃ فان وقع اخفاھا وینبغی انہ اذا لم یعلم بحالھم ان یخفیھا نھر.

(ردالمحتارھامش الدرالمختار ص۵۷۶ جلد ۱ باب سجود التلاوۃ)

﴿۱﴾ قال العلامۃ الحصکفی رحمہ اللہ: لا یکرہ قضاء فائتۃ ولو وترا او سجدۃ تلاوۃ،وقال ابن عابدین: (قولہ او سجدۃ تلاوۃ) لوجوبھا بایجابہ تعالیٰ لا بفعل العبد کما علمتہ فلم تکن فی معنی النفل. (الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص۲۷۶ جلد۱ مطلب یشترط العلم بدخول الوقت)

﴿۲﴾ قال العلامۃ ابن عابدین رحمہ اللہ: (قولہ ولو......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ٹیپ ریکارڈ سے سجدۃ تلاوت اور گانے سرود سننے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ٹیپ ریکارڈ سے آیت سجدہ سننے کا کیا حکم ہے؟ اگر اس سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو پھر گانا سننا کیوں ناجائز ہے کہ یہ بھی اس کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

المستفتی: ماسٹر عبدالمطلب

الجواب: ٹیپ کے ذریعے تلاوت سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوگا، لان المسموع عکس الصوت لااصلہ ﴿۱﴾ اور ٹیپ سے گانا سننا جائز نہیں ہے، لتساوی العکس بالاصل فی المناط ویشیر الیه حدیث کانه ینظر الیها رواه ابوداؤد ﴿۲﴾۔ وهو الموفق

سجدہ تلاوت کے لزوم کا راز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید میں سجدوں کی جو

(بقیہ حاشیہ) کررها فی مجلسین تکررت) الاصل انه لایتکرر الوجوب الاباحد امور ثلاثة اختلاف التلاوة او السماع او المجلس اما الاولان فالمراد بهما اختلاف المتلو والمسموع حتی لو تلا سجدات القرآن کلها او سمعها فی مجلس او مجالس وجبت کلها.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۷۳ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۱﴾ قال العلامة الحصکفی رحمه الله: لا تجب بسماعه من الصدی والطیر ، قال العلامة ابن عابدین رحمه الله: (قوله من الصدی) هو ما یجیبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری ونحوهما کما فی الصحاح.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ۵۶۹ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

﴿۲﴾ عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تباشر المرأة المرأة فتنعتها لزوجها کانه ینظر الیها ، متفق علیه. (مشکواة المصابیح ۲۶۸ جلد ۱ باب النظر الی المخطوبة)

آیات ہیں نماز میں یا نماز سے باہران کے پڑھنے یا سننے سے سجدہ کیوں لازم ہو جاتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: نامعلوم......

الجواب: چونکہ پیغمبر علیہ السلام اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان مقامات میں سجدہ کیا ہے، لہٰذا ان مقامات میں سجدہ کرنا ضروری ہے، نیز ان آیات میں مسلمانوں سے عبارتاً یا اشارتاً سجدہ کرنے کا مطالبہ ہوتا ہے ﴿۱﴾۔ فقط

﴿۱﴾ قال العلامه ابن الهمام: ومما يدل على الوجوب ان الله تعالىٰ وبخ من ترك السجود بقوله فما لهم لا يؤمنون واذا قرئ عليهم القرآن لا يسجدون والتوبيخ لا يكون الا بترك الواجب ولان آيات السجدة كلها دالة على الوجوب السجدة اعتزل الشيطان يبكى يقول يا ويله امر ابن ادم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فابيت فلى النار والاصل ان الحكيم اذا حكى عن غير الحكم كلاما ولم يعقبه بالانكار كان دليل صحته فهذا ظاهر فى الوجوب مع ان آى السجدة تفيده ايضاً لانه ثلاثة اقسام قسم فيه الامر الصريح به وقسم تضمن حكاية استنكاف الكفرة حيث امروا به وقسم فيه حكاية فعل الانبياء السجود وكل من الامتثال والاقتداء ومخالفة الكفرة واجب الا ان يدل دليل فى معين على عدم لزومه لكن دلالتها فيه ظنية فكان الثابت الوجود لا الفرض والاتفاق على ان ثبوتها على المكلفين مقيد بالتلاوة لا مطلقا فلزم كذلك.

(فتح القدير ص ۴۶۵،۴۶۶ جلد ۱ باب سجود التلاوة)

مسائل شتّٰی

اس عنوان کے تحت وہ مسائل جمع کئے گئے ہیں جو حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے لکھے اور سہ ماہی الفرید میں شائع ہوتے رہے، سہ ماہی الفرید جلد:۴ شمارہ:۱ سے جلد:۵ شمارہ:۴ تک کے مسائل کو جمع کر کے مسائل شتیٰ کے عنوان سے شامل فتاویٰ کیا جاتا ہے۔...... (از مرتب)

مستورات کا تبلیغی جماعت میں شرائط معتبرہ کے ساتھ نکلنا مصلحت ہے

سوال: مستورات کی تبلیغ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب: موجودہ زمانہ میں مستورات کا تبلیغ کیلئے نکلنا بدعت ہے، خیر القرون میں یہ معمول نہ تھا، خیر القرون میں مستورات صرف جماعت، حج اور خدمت جہاد کیلئے باقاعدہ نکلتی تھیں، نہ کہ تبلیغ کیلئے، البتہ مستورات کا اس شر القرون میں باقاعدہ نکلنا بدعت سیئہ نہیں ہے بلکہ مصلحت ہے، جبکہ اصلاح اور دینی تربیت کی امید ہو اور شرائط معتبرہ سے مخالف نہ ہو، یعنی ازواج یا محارم کی رفاقت، حقوق خانگی کا عدم تعطل، تعطر اور لباس زینت سے اجتناب اور مردوں سے عدم اختلاط، ورنہ ناجائز ہے۔ وھو الموفق

تبلیغی جماعت کے مصطلح گشت کا حکم

سوال: تبلیغی لوگ جو مصطلح گشت کرتے ہیں اسے کار صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین) کہتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟

الجواب: یہ گشت تبلیغی حضرات کی اصطلاح ہے ہمیں اس کی اباحت معلوم ہے اس کی سنتیت یا استحباب کا اصل معلوم نہیں۔ وھو الموفق

ایک سے زائد زوجات کا ربع یا ثمن میں حصص

سوال: زوجہ شوہر سے ربع یا ثمن میراث لیتی ہے اگر کسی شخص کی بیویاں دو یا تین یا چار ہوں تو ان کو کتنے حصص دیئے جائیں گے؟

الجواب: یہ ربع یا ثمن ان تمام زوجات پر علی قدر الرؤس تقسیم ہوگا، کما فی الھندیہ (ص ۴۵۰ جلد۶) والزوجات والواحدۃ یشترکن فی الربع والثمن وعلیہ الاجماع ﴿۱﴾ وفی معین الحکام (ص ۴۲۴) واحدۃ او اکثر یشترکن فی ذلک ﴿۲﴾. وھو الموفق

پیر کا نماز ادا کرتے ہوئے مرید کا پیچھے سے دستی پنکھا چلانا مکروہ نہیں ہے

سوال: ایک پیر صاحب نماز ادا کر رہا ہے اور ایک مرید پیچھے سے دستی پنکھا چلاتا ہے یہ مکروہ ہے یا مشروع؟ بینوا توجروا

الجواب: یہ ہیئت مکروہ نہیں ہے، بدلیل ما روی ابوداؤد فی باب المحرم یظلل عن ام الحصین حدثتہ قالت حججنا مع النبی ﷺ حجۃ الوداع فرأیت اسامۃ وبلالاً واحدھما اخذ بخطام ناقۃ النبی ﷺ والاخر رافع ثوبہ یسترہ من الحر حتی رمی جمرۃ العقبۃ ﴿۳﴾.

﴿۱﴾ (فتاویٰ عالمگیریہ ص ۴۵۰ جلد ۱ الباب الثانی فی ذوی الفروض قبیل الفروض المقدرۃ فی کتاب اللہ)

﴿۲﴾ (لسان الحکام فی معرفۃ الاحکام الملحقہ بمعین الحکام ص ۴۲۴ الفصل التاسع والعشرون)

﴿۳﴾ (سنن ابی داؤد ص ۲۶۱ جلد ۱ باب فی المحرم یظلل کتاب الحج)

سجدہ سہو نہ ہونے کی صورت میں اعادہ نماز واجب ہے

سوال: اگر کوئی نمازی سجدہ سہو نہ کرے تو اعادہ نماز واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اس شخص پر اعادہ نماز واجب ہے، کما فی شرح التنویر علی ھامش ردالمحتار ص ۳۰۶ جلد ۱ وتعاد وجوباً فی العمد والسھو ان لم یسجد له وان لم یعدھا یکون فاسقا آثماً.

زوجات کا علاج شوہروں پر واجب شرعی نہیں

سوال: زوجات کیلئے نفقہ یعنی خوراک، لباس اور مکان دینا واجب شرعی ہے لیکن ان کا علاج معالجہ کرنا بھی واجب شرعی ہے یا نہیں؟

الجواب: چونکہ اس زمانے میں زوجات محبوبات بن گئی ہیں، تو ان کی دوائی کرنا مروت اور واجب عرفی ہے واجب شرعی نہیں، اس پر ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ علاج واجب شرعی نہیں، کما فی الھندیه ص ۳۵۵ جلد۵ ، مرض اورمد فلم یعالج حتی مات لا یأثم کذا فی الملتقط خلافاً للمتجددین.

مطلقہ مغلظہ غیر مدخول بہا کے بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کا مسئلہ عجیبہ

وفی المشکلات من طلق امرئته الغیر المدخولة بھا ثلاثا فله ان یتزوج بھا بلا تحلیل واما قوله تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره ففی حق المدخول بھا(معین الحکام ص ۳۲۹)﴿ ۱ ﴾ ویؤیده قوله تعالیٰ الطلاق مرتان ای طلاق المرءة المدخول بھا مرتان بدلیل قوله تعالیٰ فامساک بمعروف او تسریح باحسان، لان الامساک بمعروف لا یمکن فی غیر المدخول بھا، فقوله تعالیٰ فان طلقھا فلا تحل

﴿ ۱ ﴾ (لسان الحکام الملحقه بمعین الحکام ص ۳۲۹ قبیل نوع فی الخلع)

لہ من بعد فھو فی حق المدخول بھا، لاکن مافی المشکلات مخالف عن آثار الصحابة والتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم.

ختم تراویح میں حافظ کورقم دینا

سوال: حافظ جب تراویح میں ختم کرے تو اس کو رقم دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: چونکہ یہ رقم تلاوت کا معاوضہ نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے بلکہ امامت کا معاوضہ ہے جو کہ مشروع ہے جیسا کہ فرائض کا امام بھی قرأت پڑھتا ہے اور معاوضہ لے سکتا ہے، ختم میں حافظ کیلئے رقم لینے کا ممنوع ہونا ہندی مسئلہ ہے حنفی مسئلہ نہیں ہے۔

نماز میں سجدۃ تلاوت پڑھ کر رکوع میں ادا کرنا

سوال: سجدہ تلاوت رکوع سے ادا ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: سجدہ تلاوت نماز کی رکوع میں ادا ہوجاتا ہے نہ کہ نماز سے خارج، وھو الراجح کما فی البدائع (ص ۱۸۹ جلد ۱) الرکوع خارج الصلاة لا یجزء ہ قیاسا واستحسانا لان الرکوع خارج الصلاة لم یجعل قربة فلا ینوب مناب القربة.

مسافر کا وطن اقامت سے ہر ہفتہ وطن اصلی آنے جانے کا مسئلہ

سوال: ایک شخص جب اپنے مقام سے سوکلومیٹر دور کسی شہر میں علم یا ملازمت کیلئے جائے اور ایک مہینہ اقامت کے بعد ہر ہفتہ اپنے مقام کو آیا کرے، تو یہ شخص اس شہر میں قصر کرے گا یا اتمام کرے گا؟

الجواب: اس شخص کا اس شہر میں جتنی مدت رہائش ہو اور ترک کرنے کا ارادہ نہ ہو تو یہ شخص اتمام کرے گا قصر نہیں کرے گا، کما اشار الیہ صاحب البحر (ص ۱۳۶ جلد ۲) بقولہ ببقاء الثقل،

کوطن الاقامة یبقی ببقاء الثقل وان اقام بموضع آخر واشار الیه صاحب البدائع فی بیان انتقاض وطن الاقامة بالسفر، انه اعرض عن التوطن به حیث قال(ص ۱۰۴ جلد ۱) فصار معرضاً عن التوطن به فصار ناقضا له، اورصورت مسئولہ میں یہ اعراض موجود نہیں ہے۔

نمازعید کی رکعت اولیٰ میں تکبیرات بھول کر کہاں ادا کئے جائیں؟

سوال: جب نمازعید کی رکعت اولیٰ میں تکبیرات بھول جائیں تو کہاں ادا کئے جائیں گے؟

الجواب: اگر بعض فاتحہ یا تمام فاتحہ کے بعد یاد آئیں تو تکبیرات پڑھ لیں، اور فاتحہ کو ابتدا سے پڑھ لے اور اگر فاتحہ اور سورت کے بعد یاد آجائیں تو اسی وقت تکبیرات پڑھ لیں اور فاتحہ نہ پڑھے۔ کما فی الحلبی الکبیر (ص ۵۷۳) نسی التکبیر فی الاولیٰ حتی قرء بعض الفاتحه او کلها ثم تذکر یکبر ویعید الفاتحة واذا تذکر بعد ما قرء الفاتحة والسورة یکبر ولا یعید القراء ة لانها تمت وصحت بالکتاب والسنة.

والد کا بیٹے کو عاق کرنا مانع میراث نہیں ہے

سوال: جب والد اپنے بیٹے سے ناراض ہوجائے اور اس کو عاق کر کے جائیداد سے محروم کرے تو شرعاً یہ بیٹا محروم ہوجاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ شرعاً محروم نہیں ہوجاتا ہے۔ موانع میراث چار امور ہیں، رق، قتل، اختلاف دین اور دار، اور عقوق موانع سے نہیں ہے۔ ارث ثابت کرنا اور ساقط کرنا ہماری پسند پر مبنی نہیں بلکہ یہ جبری اور غیر اختیاری چیز ہے۔ قال الله تبارک وتعالیٰ آباء کم وابناء کم لا تدرون ایهم اقرب لکم نفعا﴿۱﴾. وقال صاحب تنقیح الفتاویٰ (ص ۵۴ جلد ۲) الارث جبری لا یسقط بالاسقاط، اگر والد اپنی جائیداد کسی کو فروخت کردے یا ہبہ کردے تو یہ عاق شدہ خود بخود محروم ہوجائے گا۔

﴿۱﴾(سورة النساء پاره: ۴ رکوع: ۱۳ آیت: ۱۱)

آزادمردوزن کے فرار کی صورت میں ان کوقتل کرنا گناہ کبیرہ ہے

سوال: جب ایک مردوزن آزاد، رضامندی سے دوسرے گاؤں کوفرار ہوجائیں اورلڑکی کے اولیاءان کوقتل کردیں تو شرعاًیہ جائز ہے یاناجائز؟

الجواب :عرفاًیہ غیرت ہے،لیکن شرعاًیہ گناہ کبیرہ ہے، یہ اولیاء اپنی مستحب حق تلفی کی وجہ سے حرام قطعی کے جرم میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

دشمن پرخودکش حملوں کاحکم

سوال: ایک مسلمان اپنے ساتھ بم باندھ کردشمن پرحملہ کرے تاکہ دشمن کی عظیم تباہی ہو یہ جائز ہے یاناجائز؟

الجواب: یہ عرفاًجائز ہے،نفسانی جذبہ ہے شرعاًیہ خودکشی ہے۔ خیر القرون میں یہ اقدام واقع نہیں ہوا ہے۔

شادی سے قبل زوج کے فوت ہونے پرمنکوحہ کوتمام مہر دیاجائے گا

سوال :جب منکوحہ کازوج شادی سے قبل مرگیاتومنکوحہ کوکتنامہر دیاجائے گا؟

الجواب: اس منکوحہ کوتمام مہر دیاجائے گا۔ کما فی الهندیه ص ۳۰۳ جلد ۱ والمهر یتا کد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین، وفی الدرالمختار علی صدر ردالمحتار ص ۱۰۲ جلد ۲ باب المهر، ویتاکد عند وطی او خلوة صحت من الزوج او موت احدهما.

چرم قربانی یاان کی قیمت کامساجداورمدارس پرصرف کرنا

سوال: قربانی کے چمڑوں اوران کی قیمت کامساجداورمدارس پرصرف کرناجائز ہے یانہیں؟

الجواب: ان کا صرف ہندی مشائخ کے نزدیک ناجائز ہے، لما فی الھندیه ص ۳۰۱ جلد۵ ولا یبیعه بالدراھم لینفق علی نفسه او عیاله ولو باعھا بالدراھم یتصدق بھا. یعنی ان کا تصدق ہے۔اور تصدق تملیک کو کہا جاتا ہے۔ اور افغانی مشائخ کے نزدیک یہ صرف جائز ہے، کمافی الزیلعی ولو باعھا بالدراھم لیتصدق بھا جاز لانه قربة کالتصدق ، ھندیه ص ۳۰۱ جلد۵ ۔یعنی قیمت کا تقرب کیا جائے گا۔اور قربت کار خیر کو کہا جاتا ہے اباحت ہو یا تملیک ہو۔ ولم یقل لانه تصدق ایضاً . اور مسجد اور مدرسہ کو قیم اور مہتمم کی وساطت سے تملیک درست ہے، کما فی الھندیه ص ۴۶۰ جلد۴ ولو قال وھبت داری للمسجد واعطیتھا له صح ویکون تملیکاً فیشترط التسلیم. نیز حجاج ہمیشہ لاکھوں ہدایا ذبح کرتے ہیں اور گوشت اور چمڑوں میں اباحت کرتے ہیں نہ تملیک وعلیه التعامل۔

جماعة النساء کی شرعی حیثیت اور مذہب احناف

سوال: مستورات کی جماعت جائز ہے یا ناجائز؟ جب امام عورت ہو اور درمیان صف میں کھڑی ہو؟ بینوا توجروا

الجواب: مستورات کی جماعت کے متعلق حدیث ام ورقه ، حدیث عائشه اور حدیث ام سلمه رضی الله تعالیٰ عنھن سے جواز ثابت ہے۔ والیه یمیل الشافعی واھل الحدیث ومن دان دینھم خلافالنا ولمالک. اور احادیث سابقہ کو احناف اور موالک منسوخ کہتے ہیں، لیکن ناسخ معلوم نہیں ہے، الاان یراد بالنسخ مایریده الامام الطحاوی فی شرح معانی الاثار ای متروک العمل، وھو وجه وجیه . اور اکثر مشائخ محققین کہتے ہیں کہ ابھی ان کی جماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی ان کے ظہور اور گھروں سے خروج (جو غالباً منکرات سے خالی نہیں ہوتا ہے)

کی وجہ سے۔واشیر الیہ فی حدیث عائشة(رواہ البخاری) لوادرک رسول اللہ ﷺ مااحدث النساء لمنعهن﴿۱﴾۔ اور بعض متاخرین علماء وقتی ضرورت کی وجہ سے منکرات پر انکار کرتے ہیں لیکن ان کی جماعت کو جائز خلاف اولیٰ کہتے ہیں۔ولنعم قول المشائخ المحققین.

مشتری کا بائع سے ادھار پر کوئی چیز خرید کر دوبارہ بائع پر فروخت کرنے کا مسئلہ

سوال: جب ایک مشتری بائع سے ایک چیز ادھار پر خریدے اور قیمت ادا کرنے سے پہلے بائع کو ثمن سے کم قیمت پر فروخت کرے کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: یہ معاملہ ناجائز ہے، کما فی الهدایه لاثر عائشة رواه احمد وعبدالرزاق والدار قطنی (ص۳۷) وکمافی الهندیه (ص ۱۲۲ جلد۳) اوراگر یہ مشتری اول دوسرے مشتری پر فروخت کرے اور دوسرا مشتری کم ثمن سے بائع کو فروخت کرے تو یہ جائز ہے، ہندیہ (ص۱۳۲جلد۳) اوراگر یہ چیز ارزان ہو جائے اور ارزانی کی وجہ سے بائع ثمن سابق سے کم پر خریدے یہ ناجائز ہے، هندیه(ص ۱۳۲ جلد۳)۔

حدیث ''اتقوا مواضع التهم'' کی سند

سوال: حدیث ''اتقوا مواضع التهم'' کہاں سے ثابت ہے اور سنداً کیسی ہے؟

الجواب: اس حدیث کو امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء باب شرح عجائب القلب میں ذکر کیا ہے حیث قال منع الشرع من التعرض للتهم فقال ﷺ اتقوا مواضع التهم، لیکن تخریج عراقی میں ہے، لم اجدله اصلاً، اور امام سیوطی موضوعات کبیر (ص ۱۶) پر لکھتے ہیں، هو قول عمر رضی الله تعالیٰ عنه من سلک مسلک التهم اتهم، پس یہ اثر ہے، مرفوع ثابت نہیں ہے﴿۲﴾۔

﴿۱﴾(صحیح البخاری ص ۱۲۰ جلد ۱ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس)

﴿۲﴾ (وایضا رواه الامام البخاری فی الادب المفرد فی النسخة القدیمة، وایضا رواه صاحب التشرف جلد ۱ ص ۹۲)

مسبوق کا اتمام تشہد کے بعد امام کے سلام سے قبل قیام کرنا

سوال: جب مسبوق امام کے سلام سے قبل اتمام تشہد کے بعد قیام کرے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اتمام تشہد سے قبل قیام ناجائز ہے اور بعد میں جائز ہے، كمافي الهنديه (ص ۹۱ جلد ا) وكذا اذا خاف المسبوق ان يمر الناس بين يديه لو انتظر سلام الامام، قام الى قضاء ماسبق قبل فراغه كذافي الوجيز للكردرى ، ولو قام فى غيرها (اى المواضع المارة) قدر التشهد صح ويكره تحريما، وان قام قبل ان يقعد قدر التشهد لم يجز.

امام کے تیسری رکعت کو کھڑے ہونے کے بعد مقتدی کا اتمام تشہد کرنا

سوال: جب مقتدی کے اتمام تشہد سے قبل امام تیسری رکعت کو کھڑا ہو جائے یا سلام پھیرے تو مقتدی اتمام تشہد کرے گا یا نہیں؟

الجواب: یہ مقتدی اتمام کرے گا، اور اتمام نہ کرنا بھی کافی ہے، كمافي الهنديه (ص ۹۰ جلد ا) فالمختار ان يتم التشهد كذافي الغياثية وان لم يتم اجزء ه.

فرائض اور سنن کے بعد دعا کرنا فعل رسول سے ثابت نہیں ہے

سوال: جن فرائض کے بعد سنن ہوں ان کے بعد یا قبل دعا کرنا فعل رسول سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: ایسی نمازوں میں جن کے بعد سنت ہوں دعا کرنا فعل رسول سے ثابت نہیں ہے نہ سنت کے بعد اور نہ سنن سے قبل، احادیث کی تہ کو پہنچنا فقہاء مجتہدین کا کام ہے نہ اہل ظاہر ومن دان دينهم كا۔

کسی شخص کا کسی کو تمام حقوق معاف کرنے سے نامعلوم حقوق کی معافی کا مسئلہ

سوال: اگر کوئی شخص کسی کو کہدے کہ میں نے اپنے تمام حقوق تجھے معاف کئے ہیں تو کیا اس

سے ایسے حقوق بھی معاف ہوجاتے ہیں جن کا اس شخص کو علم نہ ہو؟

الجواب: امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے حقوق بھی معاف ہوجاتے ہیں اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے (شرح فقه الاکبر لملاعلی قاری ص ۱۲۷)۔

مردار مرغی کے انڈے اور مردار بکری کا دودھ حلال ہے

سوال: مردار مرغی سے جو انڈے نکلیں اور مردار بکری سے جو دودھ حاصل ہو وہ حلال ہے یا حرام؟

الجواب: یہ انڈے اور دودھ حلال ہیں۔ (هندیه ص ۳۳۹ جلد ۵)﴿۱﴾.

ذکر کے وقت اسم ذات کی تکرار مشروع ہے

سوال: اسم ذات کی تکرار مشروع ہے یا مکروہ؟

الجواب: اسم ذات کی تکرار مشروع ہے، احادیث میں اسم ذات کی تکرار وارد ہے، كمافي رواية البخاری (ص ۴۰۸ جلد ۱) قال من يمنعك منى فقال الله الله ثلاثا و كمافي رواية مسلم (ص ۸۴ جلد ۱) لا تقوم الساعة حتى لا يقال فی الارض الله الله (مشکواة ص ۴۸۰) وهكذا فی الطبرانی الصغير وغيره، اور اہل لسان کے نزدیک یہ حذف کی وجہ سے جملہ ہوتا ہے۔

حدیث "طلب العلم فريضة على كل مسلم" میں لفظ مسلمة کا ثبوت

سوال: طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة یہ حدیث کہاں سے ثابت ہے؟

الجواب: اس حدیث کو نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی نے بستان العارفین (ص ۳) میں ذکر

﴿۱﴾ وفی الهنديه: البيضة اذا خرجت من دجاجة ميتة اكلت و كذا اللبن الخارج من ضرع الشاة الميتة كذا فی السراجيه.

(فتاویٰ عالمگیریه ص ۳۳۹ جلد ۵ الباب الحادی عشر فی الكراهة فی الاكل)

کیا ہے،عن ابی روق عن علی بن ابی طالب ان النبیﷺ قال لی طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة وفی خبر آخر اطلبوا العلم ولو بالسین فان طلب العلم فریضة علی کل مسلم ومسلمة ،اورمرقات (ص٢٨٤ جلد١) میں ہے،ومسلمة کما فی روایة.

ایک شیخ سے بیعت کی صورت میں دوسرے شیخ سے بیعت کرنا

سوال: اگرکوئی شخص ایک شیخ سے بیعت کرلے تو دوسرے شیخ سے بیعت کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: کرسکتا ہے،کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه(ص ٣٦٩ جلد٢) رجل من الصوفیة اخذ العهد علی رجل ثم اختار الرجل شیخا آخرواخذ علیه العهد فهل العهد الاول لازم ام الثانی،الجواب: لا یلزمه العهد الاول ولا الثانی ولا اصل لذلک ، اہل فن نے جو قیود ذکر کیے ہیں وہ مصلحت کے طور سے ہیں۔

دسترخوان پرتمام انواع یکمشت رکھنا بہتر ہے

سوال: دسترخوان پرخوراک کیلئے تمام انواع یک مشت رکھی جائیں گی یا یکے بعد دیگرے؟

الجواب: تمام کو یکمشت رکھنا بہتر ہے،سلف اورعرب کا یہی معمول تھا،اور یکے بعد دیگرے رکھنا رومیوں کا معمول ہے،کما فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه (ص ٣٥٩ جلد٢)﴿١﴾.

سر کے گرداگرد عمامہ باندھ کر درمیان کو برہنہ چھوڑنے کا حکم

سوال: اگرکوئی نمازی عمامہ سر کے گرداگرد باندھے اوردرمیان سرکو برہنہ رکھے تو نماز میں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿١﴾قال العلامه محمد امین: کانت سنة السلف ان یقدموا جملة الالوان دفعة لیأکل کل ما یشتهیه، فثبت بهذا ان تقدیم الالوان جملة من سنة السلف کما هو عادة العرب وما یفعله الاروام من تقدیم الالوان واحداً بعد واحد الخ. (الفتاویٰ تنقیح الحامدیه ص ٣٥٩ جلد٢ مسائل شتیٰ)

الجواب: یہ اعتجاز ہے اور حدیث کی بنا پر مکروہ ہے، کما فی الطحطاوی (ص ۲۸۴) فقوله وترک وسطه مکشوفا والمراد انه مکشوف عن العمامة لا مشکوف اصلاً.

پرانے مقبرہ پر زراعت وتعمیر کا حکم

سوال: پرانے مقبرہ پر زراعت اور تعمیر جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: پرانے مقبرہ پر زراعت اور تعمیر جائز ہے، کما فی الدر المختار علی هامش ردالمحتار ص ۶۲ جلد ۱، کما جاز زرعه والبناء علیه اذا بلی وصار تراباً.

میراث میں وارث کا میت سے دو نسبتوں کا ہونا

سوال: جب میت کو دو نسبتوں سے ایک وارث منسوب ہو تو اس کی کیا کیفیت ہے؟

الجواب: اگر ان نسبتوں میں ایک دوسرے کیلئے حاجب نہ ہو تو دونوں نسبتوں سے ارث لے گا، ورنہ صرف حاجب کی نسبت سے ارث لیگا، کما فی البزازیه علی هامش الهندیه (ص ۴۷۲ جلد ۶) من یدلی الی المیت بنسبین ان کان احدهما لا یحجب الاخر ورث بهما جمیعا وان کان یحجب ورث بالحاجب، قلت کما اذا تزوجت بابن عمها فانه یرث عنها النصف بالفرضیة والباقی بالعصوبة.

مینڈک کے پیشاب کا حکم

سوال: مینڈک کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: مینڈک جو بحری ہو اس کا پیشاب بذات خود ناپاک ہے لیکن مجبوری کی وجہ سے یہ پانی ناپاک نہ ہوگا اور جو مینڈک بری ہو وہ بھی ناپاک نہ ہوگا مگر جس میں خون ہو وہ ناپاک ہوگا،

كما يدل عليه ما فى ردالمحتار باب المياه ﴿١﴾.

بحری اور بری سانپ کی پاکی اور ناپاکی کا حکم

سوال: سانپ بحری اور بری جب پانی میں مرجائے تو یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: بحری سانپ کا پانی پاک اور بری میں اگر خون ہو تو ناپاک ہے ورنہ پاک ہے (ردالمحتار)

پانی میں چھپکلی کے مرنے سے پانی کا حکم

سوال: چھپکلی اگر پانی میں مرجائے تو یہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب: چونکہ چھپکلی میں خون نہیں ہے لہٰذا قواعد کی رو سے یہ پانی پاک ہے ﴿٢﴾۔

نماز عید کے بعد مصافحہ کا حکم

سوال: نماز عید کے بعد مصافحہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: نماز عید وغیرہ کے بعد مصافحہ کے متعلق بعض علماء فرماتے ہیں، لا بأس به اور بعض فرماتے ہیں، کہ مشروع ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور بعض فرماتے ہیں، بدعة مكروهة، كما

﴿١﴾ قال ابن عابدين: (قوله فيفسد فى الاصح) وعليه فما جزم به فى الهدايه من عدم الافساد بالضفدع البرى وصححه فى السراج محمول على ما لادم له سائل كما فى البحر. (ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ١٣٦ جلد ١ باب المياه مطلب حكم سائر المائعات كالماء فى الاصح)

﴿٢﴾ قال الحصكفي: وان مات فيه اى الماء غير دموى كزنبور وعقرب وبق اى بعوض. قال ابن عابدين: (قوله غير دموى) المراد ما لا دم له سائل لما فى القهستانى ان المعتبر عدم السيلان لا عدم اصله حتى لو وجد حيوان له دم جامد لا ينجس اقول وكذا دم القملة والبرغوث فانه غير سائل.

(ردالمحتار هامش الدرالمختار ص ١٣٥ جلد ١ باب المياه)

فی ردالمحتار (ص۵۵۷ جلد ۱) قوله والتهنئة وانما قال ذلک لانه لم یحفظ فیها شیٔی عن ابی حنیفة واصحابه وذکر فی القنیة انه لم ینقل عن اصحابنا کراهة وعن مالک انه کرهها وعن الاوزاعی انها بدعة وقال المحقق ابن امیر الحاج بل الاشبه انها جائزة مستحبة فی الجملة ثم ساق آثارا باسانید صحیحة عن الصحابة فی فعل ذلک ثم ذلک والمتعامل فی البلاد الشامیة والمصریة عید مبارک علیک ونحوه الخ، اور طحطاوی ص۴۳۵ میں ہے، فهی سنة عقب صلاة کلها وعند کل لقی، پس اس اختلاف کی وجہ سے اس میں تشدد مناسب نہیں ہے۔

دانت بھروانے یا اس پر خول چڑھانے کی صورت میں غسل کا حکم

سوال: جب دانت میں سوارخ کی وجہ سے مصالحہ سے بھرا جائے، یا خول چڑھایا جائے تو غسل کے وقت کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

الجواب: چونکہ غسل کے وقت یہ بھرائی اور خول دور کرنے میں حرج بیّن ہے لہٰذا یہ دور کرنا معاف ہے، ویؤیده ما رواه احمد فی مسنده ان عثمان بن عفان ضبب اسنانه بذهب ﴿۱﴾.

ایک ہی دن میں صبح اور شام ہلال کا دیکھنا

سوال: کیا ایک ہی دن میں صبح اور شام ہلال دیکھا جا سکتا ہے؟

الجواب: اہل شرع کے نزدیک یہ ہوسکتا ہے، خلافا للحکماء اور شیخین کے نزدیک یہ ہلال آئندہ رات کا ہوتا ہے، کما فی ردالمحتار ص ۳۹۲ جلد ۲ اما اذا رؤی یوم التاسع

﴿۱﴾ قال الحصکفی: ولا یشد سنه المتحرک بذهب بل بفضة وجوزهما محمد. قال ابن عابدین: ای جوز الذهب والفضة ای جوز الشد بهما واما ابویوسف فقیل معه وقیل مع الامام. (الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۵۵ جلد ۱ کتاب الحظر والاباحة)

والعشرين قبل الشمس ثم رؤى ليلة الثلاثين بعد الغروب وشهدت بينة شرعية بذلك فان الحاكم يحكم برؤيته ليلا كما هو نص الحديث ولا يلتفت الى قول المنجمين انه لا تمكن رؤيته صباحا ثم مساء في يوم واحد(قبيل مطلب فى اختلاف المطالع) وفى البدائع (ص ٨٢ جلد ٢) والاصل عندهما انه لا يعتبر فى رؤية الهلال قبل الزوال ولا بعده وانما العبرة لرؤيته قبل غروب الشمس.

پاکستانیوں کیلئے سعودی عرب کی رویئت ہلال پر اعتماد کرنا

سوال: اگر پاکستانی رویئت ہلال کمیٹی سعودی عرب کی رویئت ہلال پر اعتماد کرے اور رمضان اور عید کا حکم اس پر دیوے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: چونکہ سعودی عرب پاکستان سے بلد بعید ہے لہٰذا راجح قول کی بنا پر یہ اعتماد درست نہیں ہے، قال صاحب البدائع ص ٨٣ جلد ٢ هذا (اى قضاء صوم يوم) اذا كانت المسافة بين البلدين قريبة لا تختلف فيها المطالع فاما اذا كانت بعيدة فلا يلزم احد البلدين حكم الآخر لان مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف فيعتبر فى اهل كل بلد مطالع بلدهم دون البلد الآخر، قلت وعند العمل على موافقة العرب يلزم فوات التراويح فى اللية الاولىٰ وارتكاب التراويح فى ليلة العيد.

حافظ کا ایک بار ختم کر کے دوسرا ختم کرنا

سوال: جو حافظ ایک قوم کیلئے تراویح میں ختم کرے تو دوسری قوم کیلئے دوبارہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ختم کرسکتا ہے، روى بعض اهل العلم عن كنز الفتاوىٰ رجل ام قوما فى التراويح وختم فيها ثم ام قوما آخرين له ثواب الفضيلة ولهم ثواب الختم. (مجموعة الفتاوىٰ ص ٢٢٤ جلد ١ عن خزانة الروايات)

سفر میں خوف کے وقت سنن راتبہ ترک اور قرار کے وقت ادا کئے جائیں گے

سوال: تبلیغی جماعت کا ایک حنفی شخص بولتا ہے کہ سفر میں سنن راتبہ نہیں ہیں کیا یہ درست ہے؟

الجواب: یہ شخص فقہ حنفی اور حدیث دونوں سے ناواقف ہے، سفر میں خوف کے وقت سنن ترک کئے جائیں گے اور قرار کے وقت ادا کئے جائیں گے، کما فی الھندیہ: والمختار انه لا يأتي بها في حال الخوف ويأتي بها في حال القرار والا من هكذا في الوجيز للكردري، (ھندیہ ص ۱۳۹ جلد ۱) اور ابوداؤد شریف کی ليلة التعريس والی حدیث میں ہے، قال رسول اللهﷺ من كان منكم يركع ركعتي الفجر فليركعهما فقام من كان يركعهما ومن لم يركعهما فركعهما، (باب في من نام عن صلاة اونسيها ص ۷۰ جلد ۱) اور ترمذی شریف کے ابواب السفر میں ہے، عن ابن عمر صليت مع النبيﷺ في الحضر والسفر فصليت معه في الحضر الظهر اربعا وبعدها ركعتين وصليت معه في السفر الظهر ركعتين وبعدها ركعتين (ص ۷۲ جلد ۱) تبلیغی جماعت میں جب عرب یا اہل حدیث چلتے ہوں تو بسا اوقات ایسے واقعات واقع ہوتے ہیں یہ عوام کو فقہاء احناف سے بدظن کرتے ہیں۔

مشتری کا ثمن دینے سے قبل کم ثمن پر بائع پر دوبارہ فروخت کرنا جائز نہیں

سوال: جب ایک شخص دوکاندار سے ایک چیز خریدے پھر اس دوکاندار پر کم قیمت سے فروخت کرے، یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: یہ مشتری ثمن دینے سے قبل کم ثمن سے اس بائع پر فروخت نہیں کرسکتا ہے، کمافی الھدایہ ص ۵۷ جلد ۳ ومن اشترىٰ جارية بالف درهم حالة او نسيئةٍ فقبضها ثم باعها من البائع بخمس مأة قبل ان ينقد الثمن لا يجوز البيع لقول عائشة لتلك المرأة وقد

باعت بست مأة بعد ما اشترت بثمان مأة بئس ما شريت و اشتريت رواه احمد وعبد الرزاق والدار قطني، فليراجع الى الدراية والزيلعي، البتہ ثمن کے قبض کے بعد کمی پر فروخت کرنا جائز ہے،(کمافی الهنديه ص ۱۳۲ جلد ۳).

پس (ریح بلاصوت) جس میں بد بو نہ ہو ناقض وضو ہے یا نہیں؟

سوال: ایک شخص بولتا ہے کہ جس پس (ریاح) کے ساتھ بد بو نہیں ہو وہ ناقض وضو نہیں ہے یہ معدہ سے نہیں آتا ہے یہ حلقہ دبر کی پیداوار ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب: اس سے وضو ختم ہو جاتا ہے، حدیث میں لاوضوء الا من صوت او ریح: رواه الترمذی ای حتی یتیقن الحدث کما فی المعالم، وفی الخلاصة مناط النقض العلم بکونه من الاعلیٰ فلا نقض مع الاشتباه، فمن کان اطروشا ای اصم او اخشم ای لا یجد الريح فينتقض طهارته اذا تيقن وقوع الحدث منه.

تعزیت کیلئے مستورات کا جمع ہونا اور بیٹھنا ممنوع ہے

سوال: میت کی تعزیت کیلئے مرد تو جمع ہوتے ہیں کیا تعزیت کیلئے زنانہ بھی جمع ہوسکتی ہیں؟

الجواب: زنانہ کیلئے برائے تعزیت جمع ہونا اور بیٹھنا منع ہے کما فی ردالمختار ص ۶۰۴ جلد ۱ الجلوس فی المصیبة ثلاثة ایام الرجال جاء ت الرخصة فيه لا تجلس النساء قطعا.

علاج کے ذریعے حیض کا جاری کرنا یا بند کرنا ممنوع نہیں ہے

سوال: اگر مرضعہ عدت پوری کرنے کیلئے علاج اور دوائی سے حیض جاری کرے یا صائمہ اور محرمہ روزے اور طواف کیلئے حیض بند کرے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ردالمحتار ص ٢٠٢ جلد ٢ باب العدة میں ہے: قال فی السراج سئل بعض المشائخ عن المرضعة اذالم ترحیضا فعالجته حتی رء ت صفرة فی ایام الحیض قال هو حیض تنقضی به العدة ، پس جب حیض جاری کرنا علاج اور دوائی سے جائز ہے تو علاج اور دوائی سے بند کرنا بھی ممنوع نہیں ہے۔

استمناء بالکف کا حکم

سوال: استمناء بالکف جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: استمناء تسکین شہوت یعنی شہوت کو آرام دینے کیلئے عفو ہے اور استجلاب شہوت یعنی شہوت لانے کیلئے منع ہے کمافی ردالمحتار ص ٣٩٩ جلد ٢.

نابالغ کا نابالغ کے قتل عمد میں قصاص نہیں دیت واجب ہے

سوال: اگر نابالغ نابالغ کو عمداً قتل کرے تو اس میں قصاص واجب ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں قصاص نہیں دیت واجب ہے، کمافی الهندیه ص ٣ جلد ٦ ولا قصاص فیما بین الصبیان وعمد الصبی وخطأه سواء عندنا حتی تجب الدیة فی الحالین فی ماله فی قتل العمد.

معتوہ یا مجنون کا والدین کو قتل کرنا مانع ارث نہیں

سوال: جب معتوہ یا مجنون والد کو قتل کرے تو اس میں میراث سے حرمان ہے یا نہیں؟

الجواب: اس میں کفارہ اور حرمان ارث نہیں ہے، کمافی تنویر الابصار علی ردالمحتار ص ٥٨٦ جلد ٦ وعمد الصبی والمجنون خطأ لا کفارة ولا حرمان ارث.

شینل کمپنی کے کاروباری کی شرعی حیثیت

سوال: شینل کمپنی کے کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: اس کاروبار میں نہ سود ہے اور نہ رشوت، اس میں تجارت ہے اور فروغ تجارت کا کامیاب طریقہ ہے، البتہ اس میں خریدار کو قرضہ دینے کی جو رعایت کی گئی ہے اس میں اجل نامعلوم ہے جو مفسد ہے ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾شینل کمپنی کے کاروبار کے طریقہ کار پر مشتمل رسالہ مطالعہ کرنے کے بعد عدم جواز کے تمام فتاویٰ کو ملاحظہ کیا، تو معلوم ہوا کہ مستفتی حضرات نے اپنی فہم کے مطابق سوالات کئے ہیں اور پھر عدم جواز کے فتوے اسی بنا پر دیئے گئے ہیں۔ بہرحال کمپنی کے رسالہ دستور العمل کے مطابق تحقیق ذیل پیش کی جاتی ہے، اور یہ جواب اسی وقت تک ہوگا جب تک کمپنی کا کاروبار اسی رسالہ کے مطابق ہو۔

(۱)...... کمپنی کی طرف سے شائع شدہ دستور العمل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی مشین کو فروخت کرتا ہے اور بیع تام ہو جاتا ہے، پھر اگر کوئی شخص کمپنی کا ڈسٹری بیوٹر (تقسیم کرنے والا ممبر) بننا چاہتا ہے تو بن سکتا ہے، دستور کے (ص۳) پر لکھا ہے۔(۱) پروڈکٹ (سامان خریدنے کے بعد اور ڈسٹری بیوٹر شپ کارڈ ملنے کے بعد ہی کوئی فرد آگے بڑھ سکتا ہے (۲) ڈسٹری بیوٹر صرف کمپنی کی مقرر کردہ قیمت پر ہی پروڈکٹ فروخت کر سکتے ہیں، مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر فروخت نہیں کر سکتے (۳) ڈسٹری بیوٹر اگر چاہے تو پروڈکٹ خریدنے کے بعد سات دن کے اندر اپنے (Direc upline) کے مشورے اور رضامندی سے کمپنی کو واپس کر سکتا ہے (۴) (XL) کمپنی کی ذمہ داری ہے کہ وہ پروڈکٹ مکمل اور صحیح حالت میں مہیا کرے اور بعد از فروخت خدمات بھی فراہم کرے۔

کمپنی کے اس طریقہ کار سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص مشین خریدے تو اس پر یہ لازم نہیں کہ خوامخواہ مزید اور گاہک کو لائے گا، بلکہ اگر کوئی شخص ڈسٹری بیوٹر بننا چاہتا ہے، اور کمپنی کا ممبر بن کر کام کرنا چاہتا ہے، تو اسے بونس ملے گا، ورنہ نہیں ملے گا، پس جب یہ شرط ضروری نہیں ہے جیسا کہ ان کے عبارات سے واضح ہے، اور تکمیل کمال عقد کے بعد ڈسٹری بیوٹر بننے کی صورت میں شرائط رکھے جاتے ہیں تو یہ بیع کیلئے ضرر رساں نہیں، قال التمرتاشی: ولا بیع بشرط لا یقتضیه العقد ولا یلائمه وفیه نفع لاحدهما او المبیع (تنویر

(بقیہ حاشیہ) الابصار علی صدر ردالمحتار ص ۸۵ جلد۵ باب بیع الفاسد) پس اس بیع کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، وفی الھندیہ: واما حکم البیع فثبوت الملک فی المبیع للمشتری وفی الثمن للبائع اذا کان البیع باتا (ہندیہ ص ۳ جلد۳)

(۲)...... ہر کاروباری ادارہ اپنے کاروبار کیلئے ایک طریقہ کار اور انتظامی امور وضع کرتا ہیں، جب تک اس میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہو اس میں عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا تمام اداروں کو اجازت ہے کہ اپنے سامان کو عام مارکیٹ میں فروخت کرتے ہیں یا ایجنٹوں کے ذریعے فقہ السنۃ میں ہے: لان للمالک ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء مالم یستلزم ذلک التصرف محرما مماوردالشرع بتحریمہ (فقہ السنۃ ص ۲۹۰ جلد۳) البشریٰ لارباب الفتویٰ کے فصل فی الافتاء فی الحوادث الجدیدہ میں ہے: وبالجملۃ ان الاصل فی تشریعھا التخریج من النصوص ویکفی فی اباحتھا عدم تعارضھا بالنصوص (البشریٰ ص ۴۸) اور امام شاہ ولی اللہ عقد الجید میں فرماتے ہیں: وفی عمدۃ الاحکام من کشف البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء الحمام والصلاۃ فی الاماکن الطاھرۃ بدون المصلی...... وینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر فی حق غیرہ خصوصاً فی حق الضعفاء لقولہ علیہ السلام لابی موسیٰ الاشعری ومعاذ حین بعثھما الی الیمن یسرا ولا تعسرا (عقد الجید ص ۴۷،۴۳).

(۳)...... کمپنی کے دستور سے جو چیز سامنے آتی ہے اس میں بظاہر ناجائز قرض کی صورت نظر نہیں آتی البتہ جو کم قیمت مشتری دیتا ہے اور بقایا اس کے ذمہ قرض ہو تو یہ ایک صورت ہے لیکن زبانی طور پر ایجنٹوں سے بھی معلوم ہوا اور دستور سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کی جانب سے یہ شرط نہیں کہ خواہ مخواہ آپ ممبران بنائیں گے، بلکہ ڈسٹری بیوٹر بننے کی صورت میں کمپنی اپنا یہ قرض بونس میں پورا کرتی ہے، اور بندہ نے بعض ممبروں سے زبانی طور پر یہ بھی معلوم کیا کہ بالفرض اگر یہ ممبر مزید کام نہ کرے اور دیگر ممبران پیدا نہ کرے تو پھر کمپنی یہ قرض کس طرح وصول کرتی ہے تو انہوں نے بتایا کہ کمپنی کی جانب سے ایک سال تک یہ قرض اس کے ذمہ پر ہوتا ہے اور سال بھر گزارنے کے بعد کمپنی یہ رقم معاف کرتی ہے۔ بونس کے متعلق معلومات پروڈکٹ کی اصل قیمت وغیرہ دستور میں اسی طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، پروڈکٹ کی کل قیمت =9980/00 روپے کسٹم ڈوٹی =1980/00 روپے

(بقیہ حاشیہ) بنیادی ڈسٹری بیوشن رقم 8000/00BDA=روپے، لاگت اور کمپنی کا منافع =45فیصد، ڈسٹری بیوٹرز کیلئے =55فیصد۔ پس یہاں ڈسٹری بیوٹر جو مشین فروخت کرتی ہے تو کمپنی اس کے بونس سے اپنا قرض پورا کرتا ہے، پس جو پہلا بونس ملتا ہے وہ قرضہ میں محسوب ہوتا ہے، اور قرضہ ختم ہونے کے بعد اپنا بونس باقاعدہ وصول کرتا ہے لہٰذا یہ نفع زائد علی القرض نہیں کہ کل قرض جر نفعاً میں داخل ہو جائے بلکہ باقاعدہ قرضہ میں محسوب ہوتا ہے اور خدمات کے صلے میں بونس ملتا ہے۔

(۴)...... دستور سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اس میں رشوت ہے اور نہ قمار ہے، دستور ص۴ میں ہے کہ ڈسٹری بیوٹر اگر چاہے تو پروڈکٹ خریدنے کے بعد سات دن کے اندر اپنے (Direc upline) کے مشورے اور رضامندی سے کمپنی کو واپس کر سکتا ہے اور پھر اگلے تین ماہ تک وہ ڈسٹری بیوٹر نہیں بن سکتا۔ اس کے علاوہ دستور سے یہ معلوم ہوا کہ ڈسٹری بیوٹر بننا اس مشتری کی مرضی ہے کہ کام کرنا چاہتا ہے تو بونس ملے گا اگر کام کرنا نہیں چاہتا تو اس پر کوئی پابندی نہیں اور دستور کے ص۳ میں ہے کہ ڈسٹری بیوٹر صرف کمپنی کے مقرر کردہ قیمت پر ہی پروڈکٹ فروخت کر سکتے ہیں مقررہ قیمت سے کم یا زیادہ پر فروخت نہیں کر سکتے، انتہیٰ۔ پس پروڈکٹ کی اپنی ہی مقررہ قیمت ہے اور بیع مشتری اور بائع کی مرضی سے منعقد ہوتا ہے، علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں: (قولہ هو مبادلة المال بالمال بالتراضی) وفی فتح القدیر بانه اذا فقد الرضا لا یسمی فی اللغة بیعاً بل غصباً ولو اعطاه شیئاً آخر مکانه وعرفه فی البدائع بانه مبادلة شیٔ مرغوب فیه بشیٔ مرغوب فیه وذلک قد یکون بالقول وقد یکون بالفعل فالاول الایجاب والقبول والثانی التعاطی(بحر الرائق ص۲۵۷ جلد۵) علاوہ ازیں یہ کہ یہ مشین عام بازار میں سستے داموں ملتی ہے اور بعض استفتاآت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشین عام بازاروں میں نہیں ملتا، بہرحال کمپنی غالی قیمت وصول کرتی ہے، تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں، فتاویٰ حقانیہ میں ہے: ملخصاً، شریعت مقدسہ نے تجارت میں مال کے منافع کی کوئی خاص حد مقرر نہیں کی یہ دونوں عاقدین کا باہمی معاملہ ہے جس طرح طے پا جائے اسی طرح جائز ہے، لانه مبادلة المال بالمال بالرضا (درر الحکام) (فتاویٰ حقانیہ ص۱۰۸ جلد۶) پس اس غالی قیمت کی وجہ سے اس پر رشوت کی تعریف صادق نہیں آتی، منہاج السنن میں ہے: الرشوة الوصله الی الحاجة بالمصانعة...... فالراشی من یعطی الذی یعینه علی الباطل والمرتشی الاخذ والرئش الذی

(بقیہ حاشیہ) یسعی بینھما یستزید لھذا ویستنقص لھذا الخ(منھاج السنن شرح جامع السنن ص ۷۰ جلد۵) . اور قمار کا معنیٰ بھی اس میں نہیں کیونکہ کمپنی پہلے مشین کو اس متعین غالی قیمت پر فروخت کرتی ہے پھر اگر مشتری ڈسٹری بیوٹر بنتا ہے تو کمپنی اپنے اصول کے تحت اسے بونس دیتی ہے، اگر کمپنی کے ساتھ کام نہیں کرتا تو اس کو کچھ نہیں ملتا، اور غالی قیمت وہ اس مشین کا ثمن تھا، لہٰذا رقم ڈوب جانے کا یہاں کوئی خطرہ معلوم نہیں ہوتا، دستور العمل کے صفحہ۳ میں ہے، پروڈکٹ خریدنے کے بعد اور ڈسٹری بیوٹرشپ کارڈ ملنے کے بعد ہی کوئی فرد آگے بڑھ سکتا ہے، ڈسٹری بیوٹر کا کام کمپنی کی پروڈکٹ نیٹ کے ذریعے فروخت کرنا، نئے دوستوں کو (XL) کیریئر سے متعارف کرانا اور بونس سے لطف اندوز ہونا ہے۔

(۵)...... کمپنی کے اصول موضوعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ممبر بن جاتا ہے یہ دو اور آدمیوں کو مشین خریدنے کیلئے تیار کرے گا پھر آگے یہ دو آدمی بھی دو دو اور آدمیوں کو تیار کرے گا، اور یہ تمام ممبر اپنے اس نیٹ کو پھیلانے کیلئے باقاعدہ کام کریں گے، یعنی یہ پہلا ممبر بھی اس میں لگے گا کہ اپنے نیچے دو ممبروں کیلئے اور ممبر پیدا کرے ورنہ اس کا بونس اپنے ہی جگہ رہے گا، یعنی یہ پہلا ممبر جو ہے یہ آرام سے نہیں بیٹھے گا بلکہ اپنے دو ممبروں کیلئے اور دو دو ممبر پیدا کرنے ہوں گے، ورنہ اگر اس ممبر اول کے نیٹ کے دو ممبروں میں ایک ممبر ایسا آجائے جو اپنے لئے خریدار پیدا نہ کرے تو پھر اسی حد تک ان سابقہ ممبروں کو بونس ملتا ہے، جو مزید بونس کے شرح کی زیادتی کا حقدار نہیں، لہٰذا اس کو اپنے بیسک نیٹ کی ڈاؤن لائن کی پوری نگرانی اور اس کیلئے افراد تیار کرنا مستقل ذمہ داری ہے، جیسا کہ دستور کے صفحہ۱۲، ۱۳ سے ظاہر ہے، ایڈوانس ڈسٹری بیوٹر بننے کے بعد آپ اپنے بیسک نیٹ کی ڈاؤن لائن کو فراموش نہ کرے...... آپ اپنے بیسک نیٹ کی دو مختلف علیحدہ لائنوں میں دو ایڈوانس ڈسٹری بیوٹر ضرور بنائیں ...... اسلئے ضروری ہے کہ آپ اپنے بیسک یونٹ پر بھرپور توجہ دیں (مختصراً)

کمپنی کے ان اصول سے جو تفصیلی ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے نیٹ میں جتنے ممبر بنتے ہیں تو اس میں ہر ایک دوسرے کیلئے ممبر بنانے اور کمپنی کیلئے گاہک بنانے میں معاون اور کام کرنے والا ہوتا ہے، ورنہ ممبر نہ بننے کی صورت میں بونس کی شرح میں ترقی نہیں ہوتی تو گویا کہ یہ تمام ممبر کمپنی کے کام میں مستقل متحرک ہیں، اور گاہک بننے کیلئے ذریعہ بنتا ہے، پس اگر کمپنی اپنے پیداوار کے ۵۵/ فیصد کو اپنے اصول کے تحت ان ممبروں کو بونس کی شکل میں دیتے ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ علاوہ ازیں جو شخص ممبر بنتا ہے تو کمپنی کا کام یہ ہے کہ مشین

مختلف محلات اور منازل اگر ایک مقام شمار ہوں تو یہ قریہ کبیرہ ہے

سوال: شمالی وزیرستان میں خشالی نام کا ایک مقام ہے جو متعدد دیہات اور شاخہا کی شکل میں آباد ہے جس میں سینکڑوں گھر اور ہزاروں مردوزن بستے ہیں، یہ مقام مصر شرعی کے حکم میں ہے یا قریٰ صغار متعددہ ہیں؟ اس میں اقامت جمعہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: حدیث لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع اور دیگر احادیث صحیحہ کی بنا پر صحت نماز جمعہ کیلئے مصر یا قریہ کبیرہ شرط ہے، كما بين فى موضعه، لیکن مصر کی صحت کیلئے اتصال منازل شرط نہیں ہے، كما صرح به ابن حزم فى حق منازل المدينة المنورة

(بقیہ حاشیہ) خریدے گا اور ممبروں کا کام یہ ہے کہ گاہک بنائیگا، اور جو مال منافع میں رہ جاتا ہے تو لاگت مشین اور کمپنی کا منافع ۴۵/ فیصد رہے گا اور ۵۵/ فیصد ممبروں پر نیٹ کی ترتیب سے تقسیم ہوگا، اور دستور کمپنی سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممبران اس کے کاروبار میں شریک کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور اس پر شرکۃ الوجوہ کی تعریف صادق آتی ہے، ہندیہ میں ہے: فهو ان يشتركا وليس لهما مال لكن لهما وجاهة عند الناس فيقولا اشتركنا على ان نشترى بالنسيئة ونبيع بالنقد على ان مارزق الله سبحانه وتعالىٰ من ربح فهو بيننا على شرط كذا ، كذا فى البدائع (هنديه ص۳۲۷ جلد۲).

(۲)...... دستور سے معلوم ہوتا ہے کہ کمپنی کی جانب سے انعامات نیٹ میں کسی خاص ہدف تک پہنچنے کی صورت میں ملتے ہیں، اور یہاں انعام میں عمل بھی معلوم ہے اور عوض بھی معلوم ہے لہٰذا اس کا خلاف شرع ہونا معلوم نہیں ہوتا، اکثر فقہاء نے انعام کی یہ تعریف کی ہے، التزام عوض معلوم على عمل معين او مجهول عسر عمله (مغنى المحتاج، الفقه الاسلامى وادلته ص ۷۸۳ جلد ۴) اور تفسیر قرطبی میں ہے، الجعالة من العقود الجائزة التى يجوز ان يفسخه قبل الشروع وبعده اذا رضى باسقاط حقه وليس للجاعل ان يفسخه اذا شرع المجعول له فى العمل (قرطبى ص ۲۳۲ جلد ۹) اور کمپنی کی طرف سے انعام کا ضامن اور کفیل ہونا بھی خلاف شرع نہیں، قال ابن الكثير : ولمن جاء به حمل بعير ، وهذا من باب الجعالة وانابه زعيم، وهذا من باب الضمان والكفالة (تفسير ابن كثير ص ۶۳۰ جلد ۲).

......(ازمرتب)......

فی عهد النبی ﷺ، پس اگر تمام خشالی ایک مقام ہو جس کی منازل اور محلات جدا جدا و متفرق ہیں تو یہ مصر اور قریہ کبیرہ ہے اس میں اقامت جمعہ صحیح ہے اور اگر خشالی علاقہ کا نام ہو جس کی دیہات الگ الگ قریٰ ہیں تو اس میں اقامت جمعہ بہ ظاہر صحیح نہیں ہے اور بظاہر عرف سے شق اول معلوم ہوتا ہے۔

تحکیم پر اجرت لینے دینے کا حکم

سوال: تحکیم کیلئے متعدد علماء جمع ہوں تو ان کو اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب: عندنا تحکیم پر اجرت لینا جائز نہیں ہے لیکن جب مفت تحکیم نہیں ہوسکتا، تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ خصمین کی رضامندی سے محکمین کیلئے اجرت لینا تاکہ وہ کتب بینی سے راجح قول بتلا کر جدال ختم کریں تو یہ تعلیم و تعلم پر اجرت جیسی ہے یہ ناجائز نہیں ہے۔ فتأمل

مشترکہ مال سے ایک بھائی کیلئے ویزہ خرید کر وہاں پر کی گئی مزدوری کے سرمایہ کا حکم

سوال: جب برادران ایک برادر کو مشترکہ مال سے ویزہ خرید کر ابوظہبی بھیجے اور وہ وہاں مزدوری کر کے مال جمع کرے تو یہ اموال تمام برادران کے ہوں گے یا صرف اس برادر کی ملکیت ہوگی؟

الجواب: چونکہ ان برادران کے درمیان نہ شرکت املاک ہے اور نہ شرکت عقود، بلکہ عوامی اور پٹھانی شرکت ہے پس یہ اموال صرف اس برادر کے ہوں گے نہ کہ مشترک، البتہ ویزہ وغیرہ پر خرچ شدہ مال زیر حساب ہوگا۔

کاغذی نوٹوں کا باہم دیگر فروخت کرنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص ایک ہزار کا نوٹ دس روپے کے نوٹ پر فروخت کرے تو کیا یہ جائز ہے؟

الجواب: چونکہ یہ دونوں نوٹ کاغذ کے ہیں نہ چاندی کے ہیں نہ سونے کے، تو یہ تبادلہ شرعاً ناجائز اور ربا نہیں ہے چونکہ ان کی ذاتی قیمت معمولی ہے اور اعتباری اور سرکاری قیمت غیر معمولی ہے پس یہ تبادلہ ممنوع عرفی ہوگا نہ کہ ممنوع شرعی، اسی طرح ڈالر، ویزہ، ٹکٹ اور کاغذی کرنسی کے تبادلے تفاضل سے

ممنوع عرفی ہوں گے نہ کہ ممنوع شرعی ﴿۱﴾۔

﴿۱﴾ **قال المولانا مفی نظام الدین الاعظمی:** نوٹ (کاغذی) نہ کیلی ہے اور نہ وزنی بلکہ عددی ہے، اسلئے کمی بیشی کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ **فقط واللہ اعلم بالصواب**

کتبہ العبد نظام الدین عفی عنہ مفتی دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح	الجواب صحیح
حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ	محمد ظفیر الدین غفرلہ کفیل الرحمٰن عثمانی

(منتخبات نظام الفتاویٰ ص ۲۹۹ جلد ۱ کتاب المعاملات)

حدیث کی جلیل القدر کتاب جامع ترمذی کی مبسوط اور مدلل عربی شرح

منهاج السنن

شرح

جامع السنن للامام الترمذی

پانچ جلد

لفضیلة الشیخ محدث کبیر فقیه العصر مفتی اعظم عارف بالله

مولانا مفتی محمد فرید الزروبوی المجددی النقشبندی

المفتی والشیخ بدار العلوم حقانیه اکوڑہ خٹک

کل صفحات/ ۱۳۸۰

ناشر

مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

صحیح البخاری کے کتاب الایمان کتاب العلم کا جامع عربی شرح

هداية القاري

علیٰ

صحيح البخاري

للعلامہ فضیلۃ الشیخ مولانا الحاج محمد فرید المجددی النقشبندی الزروبوی

بخاری شریف کے مطول اور ضخیم شروح کا ملخص، اکابر محدثین کے امالی کا نچوڑ

کل صفحات/ ۲۵۲

ناشر: دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی

صحیح مسلم کے مقدمہ کی محققانہ شرح (عربی)

فتح المنعم

شرح

مقدمة المسلم

لفضیلۃ الشیخ مولانا مفتی محمد فرید مجددی الشیخ والمفتی بدار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کل صفحات/ ۵۲

یہ شرح درس مباحث پر مشتمل ہے، طلباء حدیث کیلئے مشعل راہ ہے۔

ناشر: مولانا حافظ حسین احمد صدیقی نقشبندی مہتمم دار العلوم صدیقیہ زروبی ضلع صوابی